۷۸۶

جس کتاب پر مہر مطبع نہ ہو وہ مسروقہ تصور ہوگی

نظائر دیوانی جوڈیشل کمیٹی

جلد دوم

بابتہ سنہ ۱۳۳۳ ف لغایتہ سنہ ۱۳۳۶ ف

زیر نگرانی

جناب مولوی فضل حق خانصاحب و جناب مولوی سید عرفان علی صاحب وکلاء ہائیکورٹ

باہتمام

سید فصیح الدین احمد مہتمم

[illegible]

اسمائے فریقین	صفحات نظائر جوڈیشل کمیٹی	صفحات دکن لا رپورٹ معہ جلد	صفحات آئین دکن معہ جلد	صفحات نظائر دکن معہ جلد
دہن راج بنام بندہ علیخان	۳۵۷	جلد صفحہ ۳۴۹/۱۴	۰	جلد صفحہ ۱۸/۷
دیوان بہادر سیٹھ رام گوپال بنام کیسری مل	۱۶۲	جلد صفحہ ۳۱۷/۱۵	۰	جلد صفحہ ۱۱/۶
ر				
راجو بائی بنام پنڈھری ناتھ	۳۰۴	جلد صفحہ ۲۱۰/۱۴	جلد صفحہ ۳۳۴/۳۴	جلد صفحہ ۹۱/۷
راجہ بہادر دیونا گنا بنام سرنیواس راؤ	۳۳۴	جلد صفحہ ۱۴۷/۱۴	۰	۰
(سانم ونیکٹ) راجہ راتھم بنام سانم پاپیا	۳۳	جلد صفحہ ۴۱۵/۱۳	۰	جلد صفحہ ۴۷۹/۳
راجہ ملّاریڈی بنام سرکار عالی	۲۹۴	جلد صفحہ ۹۸/۱۵	جلد صفحہ ۲۳۵/۳۴	جلد صفحہ ۲۱۱/۷
راجہ نرسنگ گیر بنام سید محی الدین علیخان	۱۶۰	جلد صفحہ ۳۰۶/۱۵	۰	۰
راوہا کشن بنام امید مل	۱۰۳	جلد صفحہ ۳۰۵/۱۴	۰	جلد صفحہ ۲۴۳/۳
(ٹھاکور) راگھویندر راؤ بنام سری الوری نرسہوان راؤ	۲۸۹	جلد صفحہ ۹۶/۱۴	جلد صفحہ ۲۳۹/۳۴	جلد صفحہ ۳۱۵/۷
(سری) راگھویندر راؤ بنام محمد عمر خان	۱۳۷	جلد صفحہ ۱۷۲/۱۵	۰	۰
رام چندر راؤ بنام گھانشی رام	۹۶	جلد صفحہ ۵۵۷/۱۳	۰	جلد صفحہ ۳۱۶/۳
(تملی) رام راؤ بنام راج لچھمی بائی	۱۴۵	جلد صفحہ ۲۱۷/۱۵	۰	جلد صفحہ ۳۲۹/۴
رام رتن بنام بھوان راؤ	۱۰۶	جلد صفحہ ۳۳۹/۱۳	۰	جلد صفحہ ۳۴۲/۴
رام کشن بنام واسدیو	۱۵۵	جلد صفحہ ۳۰۱/۱۵	۰	جلد صفحہ ۳۱۷/۵
(دیوان بہادر سیٹھ) رام گوپال بنام کیسری مل	۱۶۲	جلد صفحہ ۳۱۷/۱۵	۰	جلد صفحہ ۱۱/۶
(سیٹھ) رام لال بنام بیربل گیر	۲۴۸	جلد صفحہ ۲۲۶/۱۶	۰	جلد صفحہ ۱۶۳/۶
رانی رنگ نایکما بنام محمد بندہ علیخان	۳۳۹	جلد صفحہ ۳۴۴/۱۷	جلد صفحہ ۳۲۵/۳۴	۰
راؤ بہادر رامنا پلیا بنام شجاع اللہ خان	۳۷۸	جلد صفحہ ۵۶۴/۱۴	جلد صفحہ ۵۹۵/۳۴	۰
رتن لال بنام سمرتا بائی	۳۷۶	جلد صفحہ ۳۵۰/۱۶	۰	
رکما بائی بنام اُتما ریڈی	۲۹	جلد صفحہ ۳۱۴/۱۳	۰	جلد صفحہ ۳۷۴/۳
رکما بائی بنام مکنداس	۹۰	جلد صفحہ ۷۸/۱۴	۰	جلد صفحہ ۳۴۳/۴
رنگما بنام رام راؤ	۳	جلد صفحہ ۱۳۳/۱۳	۰	جلد صفحہ ۲۷۴/۴

اسمائے فریقین	صفحات نظائر جوڈیشل کمیٹی	صفحات دکن لاریپورٹ معہ جلد	صفحات آئین دکن معہ جلد	صفحات نظائر دکن معہ جلد
سید شبدار خان بنام امیر خاتون	۲۹۷	جلد ۱۴ صہ ۱۹۹	جلد ۳۴ صہ ۲۳۵	۰
ہیرالال بنام ... سنگھ	۲۶۱	جلد ۱۶ صہ ۲۶۹	۰	جلد ۶ صہ ۱۴۳
بیوہ سالی بنام کیسری وینکٹ رنگا ریڈی	۸۵	جلد ۱۴ صہ ۱۸	۰	جلد ۳ صہ ۵۳۹
پیڈیا بنام رامیا	۱۴	جلد ۱۳ صہ ۱۸۱	۰	جلد ۳ صہ ۸۳
یوسف خان بنام ابراہیم خان	۹۹	جلد ۱۴ صہ ۹۰	۰	جلد ۴ صہ ۱۷
یوسف علیخان بنام سید احمد	۱۰۸	جلد ۱۴ صہ ۱۴۳	۰	جلد ۴ صہ ۲۶

فہرست مضامین نظائر جوڈیشل کمیٹی جلد دوم حصہ دیوانی بابتہ ۱۳۳۲ف تا نہایت ۱۳۳۶ف

الف

اسماے فریقین			صفحات نظائر جوڈیشل کمیٹی	صفحات دکن لا رپورٹ معہ جلد	صفحات آئین دکن معہ جلد	صفحات نظائر دکن معہ جلد
(راجہ) ملار ریڈی	بنام	سرکار عالی	۲۹۳	جلد صـ ۹۸/۱۷	جلد صـ ۲۴۵/۳۴	جلد صـ ۴۱۱/۷
موتی بائی	”	نارائن سنگھ	۱۶۶	جلد صـ ۳۴۵/۱۵	•	•
میر ابوالقاسم	”	قطب النساء بیگم	۹۶	جلد صـ ۸۷/۱۴	•	جلد صـ ۴۴/۴
میر سیادت علی	”	چنو بائی	۸۹	جلد صـ ۷۷/۱۱	•	جلد صـ ۴۲/۴
ن						
نارائن وناٸک	بنام	گوپال نرہر راؤ	۳۹۲	جلد صـ ۹۸/۱۷	جلد صـ ۲۴۲/۳۴	جلد صـ ۴۴/۷
ناصر بن منصور	”	شمشیر یاور جنگ بہادر	۳۲۱	جلد صـ ۳۰۴/۱۷	جلد صـ ۲۸۹/۳۴	•
(سید شاہ) ندیم اللہ حسینی	”	سید شاہ لاڈلے حسینی	۳۱۵	جلد صـ ۲۵۸/۱۷	جلد صـ ۳۶۵/۳۴	جلد صـ ۱۱/۷
فرہنگ گیر	”	سید محی الدین علیخان	۱۶۰	جلد صـ ۳۰۶/۱۵	•	•
نرو بائی	”	بھگوانداس	۲۳۵	جلد صـ ۱۴۴/۱۶	•	جلد صـ ۴۱۹/۵
نرو بائی	”	بھوانی پرشاد	۱۱۱	جلد صـ ۳۴۵/۱۴	•	جلد صـ ۲۶۴/۴
نرہرپا	”	کشٹا بائی	۱۹۸	جلد صـ ۳۳/۱۶	•	•
نملی رام راؤ	”	راج لچھمی بائی	۱۴۵	جلد صـ ۳۱۷/۱۵	•	جلد صـ ۳۲۹/۴
نواب عقیل جنگ بہادر	”	راجہ بنسی لال	۳۶۱	جلد صـ ۳۴۶/۱۷	جلد صـ ۳۸۰/۳۴	•
نواب نصیر جنگ بہادر	”	لال گیرجی	۲۳۴	جلد صـ ۵۷/۱۶	•	•
نواب ہاشم نواز جنگ بہادر	”	نواب قدرت علیخان	۱۳۴	•	•	جلد صـ ۳۶۸/۳
نوروز جی	”	جیون داس	۶۴	جلد صـ ۵۵۵/۱۴	•	جلد صـ ۳۸۸/۳
و						
ویر بھگونت راؤ	بنام	ترمبک راؤ	۸	جلد صـ ۱۳۵/۱۴	•	جلد صـ ۳۹/۳
(سلام) وینکٹ راجہ رام	”	سانم پاپیا	۳۲	جلد صـ ۴۱۵/۱۳	•	جلد صـ ۴۷۹/۳
(جاڑہ) وینکٹ راماٸیا	”	غلام احمد خان	۲۸۸	جلد صـ ۶۴/۱۷	جلد صـ ۲۳۸/۳۴	جلد صـ ۴۳/۷
ھ						
(نواب) ہاشم نواز جنگ بہادر	بنام	نواب قدرت علیخان	۱۳۴	•	•	جلد صـ ۳۶۸/۴

ح

خ

چ

ڈ

ذ

فہرست حصہ دیوانی تمام شد

تجویز ہوئی کہ۔ (۱) ایصال ثبوت کرنیکا بار مدعی علیہ پر ہے اگر مدعی علیہ اسکے ثابت کرنے میں کامیاب ہو تو دعویٰ مدعی ڈگری ہوگا۔

(۲) دستاویز مناط دعویٰ کی عبارت ظہری بلا شبہ ایصال کی تائید میں بہت زوردار شہادت ہے لیکن اسپر غور کرنے کے وقت اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ باوجود ادائی کامل کے مدعی علیہ نے اس دستاویز کو مدعی کے قبضہ میں کیوں رہنے دیا۔

منجانب مرافعان۔ پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ۔ مولوی محمد عنایت حسین خانصاحب وکیل۔

فیصلہ۔ یہ دعویٰ ایک رجسٹری شدہ دستاویز کی بناء پر مبلغ ([illegible]) دلایا گیا ہے۔ مدعی علیہ نے ایصال کی جوابدہی کی اور اس تحریر پر استدلال کیا جو تمسک کی ظہر پر حسب ذیل لکھی ہوئی ہے۔ باقساط ادائی مجموعہ شد آئندہ باقی نیست۔

مدعی نے جواب الجواب میں بیان کیا کہ جب اس نے عدالت میں تمسک پیش کیا تھا اس وقت اسپر یہ عبارت ظہری نہ تھی اور اس کو علم نہیں ہے کہ وہ عبارت کب لکھی گئی۔ ایسی حالت میں صرف یہ امر تنقیح طلب تھا کہ آیا مدعی علیہ کا بیان کردہ ایصال ثابت ہے یا نہیں لیکن مدعی علیہ کیجانب سے یہ بحث کیگئی کہ اصلی تنقیح یہ ہے کہ آیا عبارت ظہری جعلی ہے یا اصلی۔ عدالت ابتدائی نے شروع میں تنقیح صحیح طور پر قائم کی تھی لیکن [illegible] مدعی علیہ کے عذر کے موافق اسکو ترمیم کرکے بار ثبوت مدعی پر عائد کیا۔ بالآخر مدعی کا دعویٰ ڈگری کیا۔ جلسہ متعلقہ نے بصیغہ مرافعہ عدالت ابتدائی کی ڈگری اس بناء پر منسوخ کی کہ مدعی اس عبارت کے جعلی ہونے کو ثابت نہیں کرسکا ہے اسکی ناراضی سے مدعی نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا۔ اور مرافعہ کے نمبر پر لئے جانیکا حکم بذریعہ فرمان واجب الاذعان مورخہ ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۲۲ھ صادر ہوا ہے۔ ہم نے فریقین کی بحث سماعت کی۔ ہمارے خیال میں اس مقدمہ کا فیصلہ غلط بناء پر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس مقدمہ میں صرف یہ امر تنقیح طلب تھا کہ آیا ایصال ثابت ہے۔ دستاویز مناط دعویٰ کی عبارت ظہری بلا شبہ ایصال کی تائید میں بہت زوردار شہادت ہے۔ لیکن اسپر غور کرنے کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ باوجود کامل ادائی کے مدعی علیہ نے اس دستاویز کو مدعی کے قبضہ میں رہنے دیا۔

مدعی نے بالصراحت بیان کیا ہے کہ اسکو اسکا علم نہیں ہے کہ جعل کا ارتکاب کب اور کہاں ہوا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس بناء پر اسکو جعل ثابت کرنیکا حکم دیا جاسکتا ہے۔ قطع نظر اسکے اس عبارت کے جعلی ہونے یا نہ ہونے کے ثابت ہونے پر اس مقدمہ کی اصلی تنقیح کا تصفیہ منحصر ہوسکتا تھا۔ ایصال ثابت کرنے کا بار

درست ہے بمقابلہ شرائط ڈگری مندرجہ ص (۸) روئداد مطبوعہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعہدار بصورت خلاف ورزی بذات خود ذمہ دار ہوا تھا اس سے مدیونان ڈگری کی ذمہ داری ساقط نہیں ہوجاتی - بلکہ ڈگریدار کی مزید تائید ہوتی ہے یہ امر اقرارنامہ مصالحت سے جسپر عدالت کی تجویز مبنی ہے اور بھی صاف ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تعہدار نے یہ ذمہ داری بطور ضامن قبول کی تھی جسکے ظاہرا یہ معنی ہیں کہ مدیونان ڈگری کی ذمہ داری مکمل طور پر برقرار رکھی گئی اسکے بعد یہ بحث پیش کیگئی ہے کہ چونکہ ڈگریدار فوت ہوچکا ہے اور تعہدار ہی اوسکا ایک قائم مقام ہے - لہذا ڈگری اب قابل تعمیل نہیں رہی - اس بحث کی تائید میں کوئی نظیر کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے اور ہماری رائے میں اس معاملہ کے واقعات کے لحاظ سے تعہدار اسکے والد کا قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ڈگری کی تعمیل کرا سکتا ہے - بالآخر مدیونان ڈگری کی یہ بحث ہے کہ جس رقم کی ادائی قرار پائی تھی وہ فی الواقع تعہدار کی جانب سے بذریعہ عمل جمع و خرچ حسابات رحیم سے غالباً اس سکے اور ڈگریدار کے حسابات مراد ہیں، ادا ہوچکی ہے لہذا اس امر کی تحقیقات کیجانی چاہیئے کہ فی الواقع کسقدر رقم کی بابتہ عمل جمع و خرچ ہوا ہے اور بعد تعین مقدار رقم اس امر کی تصدیق کیجاتی ہے کہ اس حد تک ادائی کا تصفیہ ہوچکا ہے -

اگر یہ فرض کیا جائے کہ ادائی کی بابتہ عمل جمع و خرچ ہوا ہے تو ہم نہیں خیال کرتے کہ بضمن کارروائی تعمیل کسی تحقیقات کا حکم دیا جاسکتا ہے - مدیونان ڈگری کیلئے مناسب چارہ کار یہ ہوگا کہ وہ عدالت میں باضابطہ نالش داخل کریں ملاحظہ ہو دفعہ دوم ۴۷ مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی

بوجوہ متذکرہ صدر ہم بکمال ادب و انکشاف پیشگاہ خسروی میں یہ مشورہ عرض کرنیکی عزت حاصل کرتے ہیں کہ بہ منسوخی تجویز مجلس عالیہ عدالت یہ حکم صادر فرمایا جائے کہ کارروائی حسب ضابطہ جاری کیجائے اور مرافعہ گزار کو مرافعہ علیہم سے مجملہ عدالتوں کا خرچہ دلایا جائے -

(دکن لا رپورٹ جلد ۳۳، بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۱۰۷)

منظورہ فرمان مبارک مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ م ۲۶ اردیبہشت ۱۳۳۲ف

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

عالیجناب دیوان بہادر بجی کشن چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب اکبر سید سراج الحسن صاحب و عالیجناب خان بہادر مولوی مرزا احمد جیون بیگ صاحب ارکان -

رنگما وغیرہ (دوبیان) مرافعہ گزار بنام راما راؤ (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

ایصال ثبوت ایصال - بارثبوت - بارثبوت ایصال بذمہ مدعی علیہ ہوا - دستاویز منشاء دعویٰ کی عبارت متعلقہ ایصال

بنا راضی تجویز جلیلہ مقدمہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۰ بہمن سنہ ۱۳۳۱ف مشمولہ نشان مثل (۲۷۸) بابتہ ۱۳۳۲ف مشرف بہ مرافعہ گزار چشمگیر

اپنی مقبوضہ ایک قطعہ اراضی سروے نمبر ۲۰ ایکڑ ۳ گنٹہ محاصل ... روپیہ واقع کرٹگاؤں تعلقہ پاتھری بحق مدعی بیع کر کے بیعنامہ بتاریخ ۲۶ آبان ۱۳۲۰ فصلی تحریر و تکمیل کر دیا۔ اور مدعی کا قبضہ بھی کرا دیا۔ بربنائے بیعنامہ مدعی سال ۱۳۲۱ ف سے آخر تک ... قابض رہا لیکن سال ۱۳۲۲ فصلی میں جبکہ مدعی زمین کی کاشت کرنا چاہا۔ مدعی علیہ نے مدعی کو بیدخل کر دیا اور خود قابض ہو گیا۔ اور پٹہ کرا دینے سے بھی انکار کیا۔

مدعی علیہ کی جانب سے جوابدہی انکاری کی گئی اور تکمیل بیعنامہ سے بھی انکار کیا گیا۔

عدالت منصفی نے بقیام تنقیحات و اخذ ثبوت فریقین دعویٰ مدعی بتاریخ ۱۴ اردی بہشت ۱۳۲۶ فصلی بوجہ اثبات تکمیل بیعنامہ ڈگری کیا۔ بر طبق اپیل منجانب مدعا علیہ عدالت دیوانی ضلع پربھنی و صدر عدالت اورنگ آباد نے فیصلہ عدالت منصفی بحال رکھا۔ بجو تجویز صدر عدالت کی نارانی سے نالش ثانیہ عدالت ہذا میں مرافعہ ثانیہ پیش ہوا۔ حکام جلسہ منعقدہ نے تنقیح مرافعہ بتاریخ ۱۷ خورداد ۱۳۲۹ فصلی یہ تجویز صادر فرمائی کہ مدعی کو واجب تھا کہ وہ اپنے حسب ادعا بیدخلی ثابت کرتا مگر اس بارہ میں مطلق شہادت نہیں ہے دوسرے یہ کہ مدعی پر واجب ہے کہ وہ تکمیل معاہدہ کی نالش کرے اور چونکہ یہ نالش تکمیل معاہدہ کی نہیں ہے اس لئے مدعی کوئی ڈگری نہیں پا سکتا۔

منجانب مرافع پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت گرماؤ صاحب و پنڈت انا داس راؤ صاحب وکلاء

فیصلہ بیعنامہ جس کی بنا پر وہ مقدمہ رجوع کیا گیا تھا جس کے سلسلہ میں یہ مرافعہ پیش ہوا ہے۔ جملہ عدالتوں نے اصلی قرار دیا ہے۔ اور مجلس عالیہ عدالت کے فاضل حکام کو بھی بظاہر اس تجویز سے اختلاف نہیں ہے۔ گو انہوں نے بالصراحت اس سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ دعویٰ دخل یابی کا تھا اور اس تجویز کے مد نظر مدعی مرافع کو ڈگری ملنی چاہئے تھی لیکن جلسہ منعقدہ کے فاضل ججوں نے قرار دیا ہے کہ مدعی دخلیابی کی ڈگری پانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ثابت نہیں کر سکا ہے کہ اس کو بیع کی بنا پر جائداد پر قبضہ ملا۔ اور اس کے بعد وہ بیدخل کیا گیا۔ لیکن اس سے اس کے حق پر اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ جو بیعنامہ کی بنا پر حاصل ہوا ہے اور جو اس کا اصلی حق ہے یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ بیدخلی بارہ سال سے زائد عرصہ تک رہی ہے۔ اور ہم نہیں خیال کرتے ہیں کہ مدعی محض اس وجہ سے کہ اس نے ایک بیان کیا تھا جس کو وہ ثابت نہیں کر سکا اپنے اس اصلی حق سے محروم کیا جا سکتا ہے جو بیعنامہ کی بنا پر پیدا ہوا۔ اور جو مسلمہ طور پر اصلی اور جائز ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں یہ حکم کہ مدعی کو تکمیل معاہدہ کا دعویٰ کرنا چاہئے قانون کے موافق نہیں ہے اور ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ موجودہ مقدمہ کے بعد ایسا دعویٰ چل سکیگا۔ لیکن اس بارہ میں کسی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرینگے کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ

مدعی علیہ پر تھا۔ اور وہ اوسکے ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔ اسلیئے دعویٰ ڈگری ہونے کے قابل ہے مرافعہ علیہ کے وکیل کیجانب سے یہ بحث کیگئی ہے کہ تم مقدمہ اس غرض سے واپس بھیجیں کہ مرافعہ علیہ کو بیبیانات ثابت کرنیکا موقع مل سکے کیونکہ عدالت ابتدائی میں تنقیح تبدیل ہوجانے کی وجہ سے اسکو شہادت پیش کرنیکا موقع نہیں ملا ہے۔ یہ حالت خود اسکے فعل کیوجہ سے پیدا ہوئی ہے اگر وہ تنقیح کو اصلی حالت پر رہنے دیتا تو وہ اس تنقیح کی تائید میں شہادت پیش کرنے پر مجبور ہوتا۔ لیکن اُس نے ایک غیر متعلق بحث چھیڑ کر تنقیح کو پیچیدہ کرنے کی کامیابی کے ساتھ کوشش کی ممکن ہے کہ اوسکے اس طرز عمل کی یہ وجہ ہو جیسا کہ فریق ثانی کا خیال ہے کہ اوسکے پاس کوئی شہادت نہ تھی اُس نے اس خطرہ کو قبول کیا کہ اسکی بحث عدالت مرافعہ قبول نہ کرے۔ جب خطرہ پیدا ہوگیا تو اب اسکو جدید شہادت پیش کرنیکا موقع نہیں دیا جاسکتا۔ عبارت ظہری بالکل الفاظ مبہم ہے اور جیسا کہ عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے لکھا ہے کوئی امر اوسکے مانع نہ تھا کہ وہ پانچ گواہ پیش کرتا جنکی موجودگی بیان اوس نے رقم کا ادا کرنا بیان کیا ہے۔ ہم نہیں خیال کرتے کہ ان حالات میں ہم تکمیل تحقیقات کیلیئے بھیج سکتے ہیں۔ ہم نہایت ادب کیساتھ بیشگاہ خسروانہ میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ محکمہ عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ کیجائے اور مدعی کا دعویٰ معہ خرچہ کے ڈگری کیا جائے۔

(مکمل الرپورٹ جلد ۲ (۱۹۲۳) صفحہ ۲۲ (۱۹۲۳) نظائر دکن جلد ۳ صفحہ ۲۷)

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

جناب جی کشنا چاری صاحب مشیر قانونی و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب خان بہادر و مولوی سید مہدی یار جنگ بہادر اراکان

کشن (مدعی) مرافع بنام واجی با (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

بیعنامہ۔ حقوق محصلہ بربنائے بیعنامہ۔ بیعنامہ کی بناء پر جو حق حاصل ہو وہ حق اصلی متصور ہوگا۔ دعویٰ تعمیل مخصوص۔

تجویز ہوئی کہ مدعی محض اس وجہ سے کہ اس نے ایک امر بیان کیا جسکو وہ ثابت نہ کرسکا اپنے اوس اصلی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے جو اوس کو بیعنامہ کی بناء پر حاصل ہو۔ جو مسلمہ طور پر اصلی اور جائز حق ہے۔

(۲) جبکہ مدعی بربنائے بیعنامہ دعویدار ہوتو اوسکو یہ ہدایت کرنا کہ وہ تعمیل مخصوص کا دعویٰ کرے موافق قانون نہیں ہے۔

واقعات اس مقدمہ کے یہ ہیں کہ کشن مدعی نے بمقابلہ واجی با مدعی علیہ ماہ مہر ۱۳۲۲ف عدالت منصفی تعلقات پاتھری میں دعویٰ بدیں بیان دائر کیا کہ مدعی علیہ نے مدعی سے بضرورت قانونی مبلغ (۳۰۰) روپیہ سکہ حالی لیکر

منظورہ دربار فرمان مبارک بر معروضہ (۲۳) ۴ امرداد ۱۳۳۳ف

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

جناب کشنا چاری صاحب مشیر قانونی و مولوی مرزا حیدر رحیون بیگ صاحب مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب ہر بان

بکارام وغیرہ (مدعا علیہما) مرافعان بنام وٹھوبا وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

انتقال فریقین۔ فریقین کے انتقال کا اثر قبل سماعت مرافعہ مقدمہ کی سماعت کا ناجائز و خلاف قانون ہونا بعد انتقال فریقین، فیصلہ جو بعد انتقال فریقین کے صادر کیا جاوے ناجائز ہونا۔ لزوم وجود فریقین بوقت سماعت مقدمہ۔

واقعات اس مقدمہ کے یہ ہیں کہ وٹھوبا مدعی کا انتقال بتاریخ یکم شہریور ۱۳۲۸ف بوقت صبح قبل سماعت مرافعہ ہوا نیز مانیاجی مدعی علیہ کا بھی انتقال بتاریخ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۲۸ف ہو چکا تھا اس مقدمہ کی سماعت صدر عدالت نے بتاریخ یکم شہریور ۱۳۲۸ف فرمائی۔ انتقال فریقین کی نسبت حلفنامہ اور نقل روزنامچہ پولیس پیش کیا گیا۔ تجویز ہوئی کہ چونکہ فریقین کا انتقال قبل سماعت مرافعہ ہو چکا ہے اسلئے عدالت اپیل کے سامنے کوئی ایسے اشخاص جو مقدمہ چلانے کے مستحق و مستوجب ہوں موجود نہ تھے اسلئے سماعت مقدمہ ناجائز و بے ضابطہ تھی لہذا فیصلہ صدر عدالت جائز نہیں ہے۔

منجانب مرافعان مولوی محمد عنایت حسین خانصاحب وکیل۔

مرافعہ علیہم اصالتاً حاضر۔

فیصلہ۔ یہ مقدمہ اس کمیٹی میں صرف اس لئے نمبر پر لیا گیا تھا کہ مرافعان نے فیصلہ جات مجلس عالیہ عدالت و صدر عدالت کے خلاف ایک عذر یہ کیا تھا کہ قبل سماعت مرافعہ متدائرہ صدر عدالت مانیاجی مرافع اور وٹھوبا مرافعہ علیہ کا انتقال ہو چکا تھا اسلئے سماعت مقدمہ خلاف اختیار تھی۔ حلفنامہ پیش کردہ مرافعان اور ایک نقل روزنامچہ پولیس پیش ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مانیاجی کا انتقال ۲۶ اردی بہشت ۱۳۲۸ف کو ہو چکا تھا۔ صدر عدالت نے مرافعہ کی سماعت یکم شہریور ۱۳۲۸ف کو فرمائی مقدمہ اور وٹھوبا کی موت مرافعان کی نسبت جو صدر عدالت میں مرافعہ علیہ تھا یہ کہا جاتا ہے کہ اوس کا انتقال یکم شہریور ۱۳۲۸ف کو بوقت صبح قبل سماعت مرافعہ ہوگیا اور اسکی تائید میں بھی وہی حلفنامہ پیش کردہ مرافعان ہے۔ مرافعہ علیہم بوقت کارروائی دوقت انتقال مرافعہ حاضر نہیں رہے تھے لیکن اب ہمارے روبرو دونو حاضرین نے اس واقعہ کو قبول کر لیا ہے پس ان حالات کے یہ واقعہ صاف ہے کہ چونکہ فریقین کا انتقال قبل سماعت مرافعہ ہو چکا تھا عدالت اپیل کے سامنے کوئی ایسے اشخاص جو مقدمہ چلانے کے مستحق موجود نہ تھے نتیجہ اسکا یہ ہے کہ سماعت مقدمہ ناجائز اور بے ضابطہ تھی اسلئے جو فیصلہ صدر عدالت نے اس

مسلہ دو دیوہ زمان بہادر نمبر مقدمہ ۳۳۹ ۱۳۲۹ف ۱۵ اردیبہشت ۱۳۲۹ف ۱۸ امرداد ۱۳۲۹ف

کیجائے اور مدعی کا دعویٰ مع جملہ عدالتوں کے خرچہ کی ڈگری کیا جائے۔

(دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۱۲۸)

مرافعہ جوابی جوڈیشل کمیٹی

جناب کشتا چاری صاحب مشیر قانونی و سراج الحسن صاحب و خان بہادر مولوی مرزا عبدالوحید بیگ صاحب ارکان

اسیلان (مدعا علیہ) مرافع — بنام — بسنا و غیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

حق شفعہ۔ طلب مواثبت۔ طلب اشہاد۔ احکام شرع شریف کی پابندی شفیع ہمہ خاندان مشترکہ۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جبکہ دعویٰ حق شفعہ منجانب شکمیدار مبنی بر قواعد الگذاری ہو اور وہ بروے دستور العمل شکمیداران شکمیدار ہو تو تا وقتیکہ حسب احکام شرع شریف طلب مواثبت و طلب اشہاد ثابت نہ کیجائے مدعی اپنے دعوی میں سرسبز نہیں ہوسکتا۔

(۲) ایسی آراضی کے شریک کو جو ہندو خاندان مشترکہ کی ملک ہو تحت دستور العمل شکمیداران نہیں بلکہ حسب احکام شرع شریف ایک عام حق شفعہ کا حاصل ہوتا ہے۔

منجانب مرافع پنڈت گوپال راؤ صاحب و رائے شمشیر ناتھ صاحب وکلاء

منجانب مرافعہ علیہم پنڈت اننا داس راو صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا مدعی مرافعہ علیہ کو ان بیانات کی بنا پر جو اوس نے اپنے عرضیدعویٰ میں کئے ہیں حق شفعہ حاصل ہے۔ شکمیداران دو قسم کے ہیں۔ اول شکمیداران جنکا دستور العمل شکمیداران میں ذکر ہے دوم شکمیداران جو ایسی اراضی کے شریک مالکان ہوں جو ہندو خاندان مشترکہ کی ملک ہو۔ مدعی مرافعہ علیہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ دوسرے قسم کے شکمیداران میں داخل ہے۔ اور اس لئے اوس کا حق اون قواعد کے تابع نہیں ہے۔ جو دستور العمل شکمیداران میں درج ہے۔ اوس کو وہی عام حق شفعہ حاصل ہے جسکی شرع شریف کے احکام میں اجازت ہے۔ اس حق کے حصول کیلئے طلب مواثبت و اشہاد ثابت کرنا ضروری ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ اوس نے یہ نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اوس کا دعویٰ جو مالگذاری کے قواعد پر مبنی ہے سرسبز نہیں ہوسکتا۔ ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کریں گے کہ مرافعہ منظور کیا جائے۔ اور مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ اور مدعی کا دعوے مع خرچہ خارج کیا جائے۔

(دکن لا رپورٹ جلد (۱۳) بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ (۱۳۶) نظائر دکن جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۱۳۶)

بنا راضی تجویز جلیلہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۴ آبان ۱۳۳۲ف شمولہ مثل نشان ۲۶ ۱۳۳۲ف مشعر اینکہ مرافعہ مع خرچہ منظور۔

مستحق قرار دیے جانے کے لئے مرافعہ کو یہ ثابت کرنا ضروری تھا کہ نفاذ ان منفسخ ہے۔ اس ضمن میں ایک جداگانہ تنقیح بھی قایم کیگئی تھی۔ لیکن اسکے متعلق مرافع کے معتبر کوئی شہادت پیش نہ ہو سکی۔ مرافع کے لایق وکیل سے معلوم ہوا کہ اس خصوص میں ابتک کسی کی توجہ ہی نہیں ہوئی۔ پس ہماری رائے میں یہ مرافعہ اسوجہ سے نہیں جو کہ عدالت العالیہ نے قرار دی ہے بلکہ اس وجہ سے نامنظوری کے قابل ہے کہ نفاذ ان کے منفسخ ہونے کی نسبت کوئی شہادت پیش نہیں ہوئی مرافعہ علیہ حاضر نہیں ہوا۔ اسلئے اس کی بحث سماعت نہیں ہوئی۔ پس ہم نہایت ادب کیساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ مشورہ عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ مرافعہ نامنظور فرمایا جائے۔

(دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۲۲ ف صفحہ ۴۵ ۔ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۲۲ ف صفحہ ۳۹)

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

عالیجناب دیوان بہادر کرشنا چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب و عالیجناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی (ارکان)

سید امیر حسین (مدعی) **مرافع** بنام سری رام (مدعی علیہ) **مرافعہ علیہ**

انتقال پٹہ اور ڈگری زر رہن پر اسکا اثر۔ نوعیت قبضہ مرتہن۔

اراضیات ۔۔۔ کا پٹہ برائے نام ایک گنگو نامی عورت کے نام تھا۔ واقعی قابض یا اراضیات کا مرافع سری رام تھا۔ اوس نے طرف ثانی کے نام بذریعہ رہن نامہ اراضیات منتقل کیا۔ زر رہن وصول نہونے کیوجہ سے مرتہن نے دعوی کیا تو ڈگری ہوئی کہ مرتہن اراضیات ۔۔۔ بوقت ۔۔۔ قابض رہیگا جبتک زر رہن کامل وصول نہو۔

مرتہن نے بعد میں گنگو کی رضامندی سے پٹہ اپنے نام محکمہ مالگذاری سے کرالیا۔ اس عرصہ میں وہ بے دخل کیا گیا۔ اوس نے راہن پر دعوی کیا کہ قبضہ دلایا جائے اور اوس کی حیثیت مالک کی قرار دیجائے عدالت ابتدائی و عدالت مرافعہ اولی نے تجویز کی کہ مدعی قبضہ پانیکا مستحق ہے۔ لیکن اسکی نوعیت مرتہنانہ ہوگی۔ مجلس عالیہ عدالت نے بہ غلبہ آرا تجویز فرمایا کہ مدعی کا قبضہ مالکانہ تصور کیا جائے۔ اوسکی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں اپیل کیا گیا۔ تو تجویز ہوئی کہ (۱) انتقال پٹہ کا یہ اثر نہیں ہے کہ ڈگری جو سابق میں مدعی نے حاصل کی ہے ساقط سمجھی جائے۔ نیز یہ بھی تجویز ہوئی کہ ڈگری کی رو سے فریقین کے جو حقوق و ذمہ داریاں قائم کی گئی ہیں

نظور ذریعہ فرمان مبارک نمبر نقدہ ۸۹ مورخہ ۲۹ محرم ۱۳۲۹ ف مصدرہ ۱۱ رو ۱۳۳۲ ف ۲۶ ربیع الاول ۱۳۲۳ ھ

باراضی حلیہ کا حکم عدالت العالیہ مورخہ ۲۸ شہریور ۱۳۲۵ ف مشمولہ مثل ۸۹ بابتہ ۱۳۲۸ ف ۔۔۔ نمبر ۱۰۰ ۔۔۔

مقدمہ میں صادر فرمایا ہے وہ ایک جائز فیصلہ نہیں ہے ۔ لہذا اس نتیجہ کے ہم بکمال ادب پیشگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں کہ یہ مرافعہ بالآخر منظور اور یہ حکم ہونا چاہئے کہ مقدمہ صدر عدالت میں واپس کیا جاوے کہ وہ حسب ضابطہ کارروائی کریں اور مطابق منشاء ضابطہ قانون میعاد سماعت فوت شدہ فریقین کی قایم مقامی اور اس امر کا تصفیہ کریں کہ مقدمہ میں آئندہ کیا طریقہ کارروائی ہوگی ۔

دکن لاء رپورٹ جلد (۱۲) بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ (۳۹۱) نظائر دکن جلد (۳) بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ (۱۸۶)

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

عالیجناب دیوان بہادر جی کستنا چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب خان بہادر مولوی مرزا سید حسین بیگ صاحب و عالیجناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی (ارکان)

دیر بھکونت راؤ (مدعی) مرافع بنام ترمبک راؤ (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

مدعی کا استحقاق نسبت اثبات حق مماثل حق کلانیت بثبوت خاندان منقسمہ ۔

تجویز ہوئی (۱) کہ مدعی کا یہ ادعا ہو کہ اوسکو حق کلانیت حاصل ہے لیکن جبکہ تنقیحات قایم شدہ سے اوسکو یہ حق حاصل ہے کہ حق کلانیت کے مماثل اگر کوئی حق ہو تو ثابت کرے تو وہ ایسا حق ثابت کرسکتا ہے ۔

(۲) جبکہ مرافعہ نے خاندان منقسمہ کی شہادت پیش نہیں کی ہے اور نہ ایسا حق مماثل حق کلانیت ثابت کیا ہے تو اوسکا دعوی قابل سرسبزی نہیں ہے ۔

منجانب مرافع پنڈت گرراؤ صاحب و پنڈت انا داس راؤ صاحب وکلاء

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل ۔

فیصلہ ۲۶ مہر ۱۳۲۲ف کو عدالت العالیہ نے مرتبہ تنقیحات قایم کرکے مقدمہ تحقیقات کیلئے واپس کیا ۔ ان تنقیحات کا یہ منشا تھا کہ اگر مدعی حق کلانیت جسپر اوسکا دعوی مبنی ہے ثابت نہ کرسکا تو اوس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وراثت اس کے مماثل کوئی اور حق ثابت ہونے کا میابی حاصل کرے :

تنقیح مندرجہ ذیل سے یہ منشاء بخوبی ظاہر ہے ۔

علاوہ حق کلانیت کے مدعی کو کوئی اور حق حاصل ہے اور دیا ہے اسلئے مرافعہ کو حق کلانیت ثابت نہ کرسکنے کی صورت میں اس امر کے ثابت کرنیکا حق حاصل تھا کہ وہ شیو بائی متوفیہ کے شوہر کا وارث ہے عدالت العالیہ کی اس تجویز حالیہ سے کہ مرافعہ کو ایسا حق حاصل نہ تھا اتفاق نہیں کیا جاسکتا لیکن وارث کی بنا پر بھی مدعی

بنا راضی تجویز جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۳۰ آبان ۱۳۲۸ف نمبر مثل (۳۴۳) بابتہ ۱۳۲۸ف سوا اینکہ مرافعہ موترجہ منظور

نظائر دیوانی فرمان مبارک [illegible]

مالگذاری اراضی کی دفعہ (۱۲۴) کے احکام کے لحاظ سے مستقل نہیں ہوا بلکہ اصلی پٹہ دار کی رضا مندی سے منتقل ہوا ہے - جیسا کہ مدعی نے خود اپنے عرضی دعویٰ میں تسلیم کیا ہے اوس رضا مندی کا یہ اثر نہیں ہو سکتا کہ اوس ذمہ داری سے برات حاصل ہو جائے جو ڈگری کے ذریعہ قائم کیگئی ہے اس مقدمہ میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ انتقال کا اوس صورت میں کیا اثر ہوتا جب عمل قانون مالگزاری کی رو [illegible] میں آتا اور ہم اوس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے لیکن ہم یہ قرار دیتے ہیں کہ [illegible] کہ پٹہ کے انتقال کا یہ اثر نہیں ہے کہ ڈگری باطل بھی جائے اور ڈگری کی رو سے فریقین کے جو حقوق اور ذمہ داریاں قائم کیگئی ہیں اُن پر اوس انتقال سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا - اس لئے ہم قرار دیتے ہیں کہ مدعی کے قبضہ کی نوعیت مرتہن کی ہے نہ کہ قطعی مالک کی وہ ڈگری کے شرائط کے موافق اور نیز اوسوقت تک جبتک کہ مدعی علیہ وہ رقم ادا نہ کرے جو مدعی نے بقایا مالگذاری کی بابت ادا کی ہے - اراضی کے قبضہ کا مستحق ہوگا اس لئے ہم نہایت ادب سے بارگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ تجویز عدالت ماتحت کی ڈگری منسوخ کیجائے اور مدعی کے حق میں حسب صدر ڈگری صادر کیجائے مرافع علیہ مرافع کو تینوں عدالتوں کا خرچہ ادا کرے -

(دکن لاء رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف صفحہ (۲۶۴) نظائر دکن جلد ۳ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف صفحہ (۲۰۱۹))

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

عالیجناب دیوان بہادر جی کشنما چاری صاحب مشیر قانونی و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب و نواب بہادر [illegible] مولوی مرزا حمید حسین بیگ صاحب (ارکان)

مانک چند (ڈگریدار) مرافع بنام گنگادہر [illegible] (مدیون ڈگری) مرافعہ علیہ

کورٹ آف وارڈز کا قانونی ولی ہونا - عذر تمادی صیغہ تعمیل میں بروقت پیش ہونے کی ضرورت -

تجویز ہوئی کہ - (۱) کورٹ آف وارڈز کو درخواست تعمیل کی اطلاع دینا ضروری ہے اطلاع نا بالغ کے ہے -

(۲) صیغہ تعمیل میں درخواست خارج المیعاد ہونے کا عذر منجانب مدیون پہلے موقع پر پیش ہونا چاہئے -

منجانب مرافع پنڈت گوپال راؤ صاحب و مولوی محمد عنایت حسین خانصاحب وکلاء

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت گر راؤ صاحب و پنڈت انبا داس راؤ صاحب وکلاء

نا راضی تجویز جلسہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۲ آبان سنہ ۱۳۲۹ف مشمولہ مثل (۲۸۴) بابتہ سنہ ۱۳۲۹ف مشمولہ مرافعہ مرافعہ [illegible]

نشان مقدمہ [illegible] ۱۲ سنہ ۱۳۳۲ف

ایسے انتقال پٹہ سے بے اثر نہیں ہو جاتے ہیں اسلئے مدعی کے قبضہ کی نوعیت مرتہن کی ہے نہ کہ مالک قطعی کی -

منجانب مرافع پنڈت ونایک راؤ صاحب کونسل و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت ٹھکر راؤ صاحب وکیل -

فیصلہ - اس مقدمہ کے مسلمہ واقعات حسب ذیل ہیں -

چند قطعات آراضی کی پٹہ دارہ گنگا تھی لیکن وہ اراضی سیتارام کے واقعی قبضہ میں تھی سیتارام نے اوس اراضی کو سید امید حسین کے پاس رہن رکھا زر رہن کے ادا نہونے کی وجہ سے اوس کے متعلق دعوی رجوع کیا گیا اور مرافعہ علیہ کے حق میں ڈگری صادر ہوئی جس کی رو سے قرار دیا گیا کہ وہ اراضی مرہونہ پر اوس وقت تک قابض رہے جبتک زر ڈگری ادا نہو -

اسی اثناء میں اوس اراضی کی زر مالگذاری واجب الادا ہوگئی اور سرکار عالی نے گنگا کی رضامندی سے زر مالگذاری سید امید حسین سے وصول کر کے پٹہ اوسکے نام منتقل کر دیا لیکن سرہام مدعی علیہ نمبر (۱) نے مدعی کو اراضی سے بیدخل کر دیا اور اوس نے دخل کا دعوی رجوع کیا یہ پوری طور پر ثابت ہے اور یہ امر دیگر بھی اوس سے انکار نہیں کیا گیا ہے کہ مدعی مرافع علیہ اسوقت تک آراضی پر قابض تھا جبکہ اوسکو مرافع نے بیدخل کیا اسلیئے اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے کہ مرافعہ علیہ آراضی متنازعہ کے قبضہ کا مستحق ہے سوال صرف یہ ہے کہ اوسکے قبضہ کی کیا نوعیت ہے -

آیا اوسکے قبضہ کی نوعیت مرتہن کی ہے جیساکہ عدالت نے رہن کے مقدمہ میں طے کیا ہے - اور وہ ان شرائط کے تابع ہے جو اوس مقدمہ میں قائم کیگئی ہیں - یا اوسکی نوعیت قطعی مالک کی ہے - جیساکہ مدعی کا دعوی ہے - عدالت ابتدائی اور عدالت مرافعہ اولی نے قرار دیا ہے کہ قبضہ کی نوعیت مرتہن کی ہے لیکن مجلس عالیہ عدالت نے بغلبہ آرا قرار دیا ہے کہ قبضہ کی نوعیت قطعی مالک کی ہے - یہ مسلمہ ہے کہ رہن کی ڈگری نافذ اور قابل تعمیل ہے لیکن مدعی کا یہ بیان کہ زر مالگذاری ادا نہونے کی وجہ سے پٹہ کے انتقال کی جو کارروائی ہوئی ہے اوسکا یہ اثر ہوا ہے کہ وہ قطعی مالک ہوگیا ہے - یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مدعی کا تعلق اس آراضی سے بحیثیت مرتہن شروع ہوا اور اوس نے رہن مرافع سے حاصل کیا گو گنگا کا نام بحیثیت پٹہ دارہ قائم تھا اور مدعی نے اس رہن کی بناء پر جو ڈگری حاصل کی وہ بھی مرافع کے مقابلہ میں تھی جب مدعی اسطرح مرافع کے حق کو تسلیم کر چکا ہے تو وہ اب اوس حق سے انکار کرنیکا مجاز نہیں ہے اور وہ پٹہ دار کی حیثیت سے اوس سے بہتر حق کا دعوی نہیں کر سکتا قطع نظر اسکے پٹہ قانون

فیصلہ اس مقدمہ کے مسلمہ واقعات یہ ہیں کہ مرافعہ کی درخواست تعمیل ڈگری بتاریخ ۳ بہمن ۱۳۲۰ ف خارج
ہوئی اور اوس نے ۲۴ شہریور ۱۳۲۱ ف تک تعمیل کیلئے کوئی دوسری درخواست پیش نہیں کی۔ چونکہ بتاریخ ۲۵ م
شہریور ۱۳۲۱ ف مدیون ڈگری کی جائداد کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں تھی اس لئے ڈگریدار کی درخواست جو
مدیون ڈگری کے مقابلہ میں پیش ہوئی تھی قابل پیش رفت نہ تھی اور وہ خارج کیگئی۔ اسکے بعد ڈگریدار نے
بتاریخ یکم شہریور ۱۳۲۲ ف ایک اور درخواست پیش کی جس میں تعلقدار صاحب کو بحیثیت قائم مقام کورٹ آف
وارڈز فریق بنایا گیا۔ اس درخواست پر عدالت نے تعلقدار کو وہ رقم بھیجنے کا حکم دیا جو ڈگریدار کو ڈگری
کی بنا پر واجب تھی۔ عدالت اور تعلقدار اورنگ آباد کے مابین اس معاملہ میں مراسلت ہو رہی تھی کہ بتاریخ ۱۸ ام
آذر ی بہشت ۱۳۲۲ ف درخواست تعمیل ڈگری اس بنا پر خارج کیگئی کہ مدیون ڈگری کی جائداد کورٹ آف وارڈز کی
نگرانی سے واگذاشت ہوگئی تھی بتاریخ ۳ شہریور ۱۳۲۲ ف ڈگریدار نے درخواست تعمیل پیش کی جس میں اوس نے
استدعا کی کہ جو رقم کورٹ آف وارڈز کے پاس جمع ہے اور مدیون ڈگری کو ادا شدنی ہے وہ قرق کیجائے۔ عدالت نے
حسب احکام قرقی جاری کئے۔ اور وقتاً فوقتاً تعلقدار کو رقم بھیجنے کیلئے لکھا تاکہ وہ ڈگریدار کو ادا کیجا سکے۔ تعلقدار نے
جواب دیا کہ رقم ادا کرنے کیلئے وہ کورٹ آف وارڈز کے احکام کے منتظر ہیں۔ جب یہ مراسلت ہو رہی تھی مدیون ڈگری
نے بتاریخ ۲۵ امرداد ۱۳۲۳ ف ایک درخواست پیش کی جس میں اوس نے تمادی کا عذر کیا۔ بتاریخ ۲۳ فروردی ۱۳۲۹ ف
صدر عدالت نے عذر تمادی نامنظور کر کے تعمیل کا حکم دیا۔ بصیغہ مرافعہ مجلس عالیہ عدالت نے اس حکم کو منسوخ کر کے تعمیل
کی درخواست اس بنا پر خارج کی کہ تمادی عارض ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے یہ مرافعہ پیش
ہوا ہے۔ ہم نے فریقین کے وکلاء کی بحث سماعت کی۔ [illegible] ۲۵ شہریور ۱۳۲۱ ف [illegible] کی درخواست
خارج المیعاد تھی کیونکہ وہ آخری [illegible] سے زیادہ عرصہ کے بعد پیش ہوئی تھی۔ لیکن مرافعہ
کے لائق وکیل نے بحث کی ہے کہ اوس زمانہ میں وہ کورٹ آف وارڈز میں پیروی کر رہا تھا۔ جہاں اس قرضہ کے متعلق
تحقیقات ہو رہی تھی اور اوس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کورٹ آف وارڈز نے اوس دعوے کو تسلیم کر کے رقم کی ادائی کا
حکم دیا مثل کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ کورٹ آف وارڈز نے تحقیقات کرنے کے بعد ڈگریدار کے دعوے کو تسلیم کیا
لیکن اون تحقیقات کی تفصیل اور وہ بیانات جو اون تحقیقات کے اثناء میں لئے گئے اس کارروائی میں پیش نہیں کئے گئے
ہیں اور اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کورٹ آف وارڈز کی کارروائی سے میعاد محفوظ رکھنے کیلئے کس حد تک مدد لیجا سکتی
ہے لیکن اوس رائے کے مدنظر جو ہم نے مرافعہ کی دوسری بحث کے متعلق قائم کی ہے اس امر کے متعلق مزید بحث غیر ضروری
ہے۔ وہ بحث یہ ہے کہ چونکہ ابتداءً مدیون ڈگری نے اوس وقت کوئی عذر پیش نہیں کیا جبکہ یکم شہریور ۱۳۲۲ ف اور ۳ شہریور ۱۳۲۲ ف
کی درخواستوں پر احکام قرقی جاری ہوئے۔ اس لئے اب مدیون ڈگری کو تمادی کے عذر کو پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جا سکتا

۳۰ آذر ۱۳۲۵ف یہ تصفیہ کیا کہ اس کی سماعت عدالت میں ہو سکتی ہے اور مقدمہ تحقیقات کیلئے واپس کیا۔ اس مرافعہ میں جو بحث ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے اس کے سمجھنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امر زیر بحث سے متعلق فیصلہ مجلس عالیہ عدالت کا اقتباس کیا جائے۔

ان حالات کے لحاظ سے سب سے پہلے یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ مدعی کا دعویٰ خدمت سے متعلق ہے یا وطن سے۔ اگرچہ اس نے عرضی دعوے میں بعض غیر ضروری واقعات درج کئے ہیں اور کچھ عبارت اس قسم کی لکھ دی ہے کہ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ دعوے خدمت مالی پٹیلگی سے متعلق ہے لیکن امتداد عرضی دعوے پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ واپسی وطن کے حق کا استقرار چاہتا ہے ہماری رائے میں ایسے دعوے کی سماعت عدالت دیوانی میں ہو سکتی ہے۔

حکم مذکور کے مطابق مقدمہ عدالت ابتدائی میں واپس کیا گیا جس نے بعد تحقیقات مدعی کا دعویٰ ڈگری کیا جو بطبق مرافعہ بحال رہے۔ ان کی ناراضی سے مدعا علیہ نے عدالت العالیہ میں مرافعہ دائر کیا عدالت العالیہ کے حلبہ متفقہ نے بمنظوری مرافعہ مدعی کا دعویٰ خارج کیا۔ حلبہ متفقہ کی اس تجویز کی ناراضی سے یہ مرافعہ پیش ہے اور اس کی سماعت کیلئے ارشاد خداوندی بذریعہ فرمان مبارک صادرہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ شرف صدور لایا ہے۔

مرافع کے وکیل نے جس پر بہت زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ عدالت العالیہ نے اپنے ۱۳۲۵ف کے فیصلہ سے تجاوز کرکے اور صاف طور پر اس کے خلاف عرضی دعوے کا مفہوم قرار دیکر مدعی کے خلاف تجویز کرنے میں غلطی کی ہے ہم نے غور کے ساتھ اس فیصلہ کو پڑھا جس کی ناراضی سے یہ مرافعہ پیش کیا گیا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ مرافع کے وکیل کی یہ بحث بہت وسیع ہے اقتباس مندرجہ صدر کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ عدالت العالیہ میں یہ امر زیر تصفیہ تھا کہ آیا مدعی کا دعویٰ وطن سے متعلق ہے یا خدمت سے اور اسکا صاف طور پر یہ تصفیہ کیا گیا تھا کہ دعویٰ وطن سے متعلق ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ دعوے کی خدمت سے متعلق ہونے کی بحث کی تردید کر دی گئی تھی۔ اس نوبت پر ہم کو یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا فیصلہ درست تھا یا نہیں۔ اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل درست تھا۔ اگر اسکو غلط بھی تصور کیا جائے تو ہم خیال کرتے ہیں کہ اس میں امر زیر بحث کا جو تصفیہ کیا گیا تھا وہ قطعی تھا اور عدالت العالیہ کو کسی نوبت مابعد پر اس کو منسوخ کرنیکا یا ایسا عمل کرنیکا موقع نہ تھا کہ گویا وہ فیصلہ صحیح نہیں ہے۔ ہم نہایت ادب کیساتھ یہ خیال کرتے ہیں کہ حکام حلبہ متفقہ اس بات کے مجاز نہ تھے کہ تجویز سابقہ کے خلاف رائے قائم کرکے اسکو عملی طور پر منسوخ کریں۔ یہ سوال کہ مقدمہ کا قطعی طور پر تصفیہ کیا گیا تھا یا نہیں۔ اس بحث سے غیر متعلق ہے دیکھنا یہ ہے کہ تجویز سابقہ کی رو سے دعوے کی نوعیت کا تصفیہ ہو چکا تھا یا نہیں ہم نے یہ قرار دیا ہے کہ اسکا تصفیہ ہو چکا تھا اور اسی لئے عدالت العالیہ پر اس

ادب کیساتھ پیشگاہ خسروی میں بہ رائے عرض کذین گئے کہ مجلس عالیہ عدالت کا حکم منسوخ کیا جائے اور صدر عدالت کا حکم مورخہ ۲۴ فروردی ۱۳۲۹ف معہ خرچہ عدالتوں کے خرچہ کے بحال کیا جائے اور ڈگری کی تعمیل کرائی جائے۔

(دکن لا رپورٹ جلد (۱۳) بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ (۱۵۰) نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۲۲ف صفحہ (۲۰۴))

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

ارکان چون بیک صاحب۔

عالیجناب دیوان بہادر جی کشنما چاری صاحب مشیر قانونی و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب خان بہادر مولوی حیدر

یلیا (مدعی) مرافع بنام راما (مدعا علیہ) مرافعہ علیہ

اختیار۔ اختیار عدالت اختیار عدالت نسبت تجویز خلاف تجویز سابقہ خود۔ انتقال وطن جواز انتقال وطن۔ انتقال وطن کا خلاف مصلحت عامہ ہونا انکار از صدور ڈگری بوجہ اسکے کہ اوسکی تعمیل نہو سکے گی۔ دعوی کے پیش ہو جانے اور تحقیقات سے حق مدعی ثابت ہو جانے پر عدالت کا صدور ڈگری پر مجبور ہونا محض اسوجہ سے کہ ڈگری کی تعمیل نہو سکے گی۔ ڈگری دینے سے انکار کا عدم جواز۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جبکہ عدالت اگر یہ قرار دیدے کہ دعوی انتقال وطن کے متعلق ہے تو ایسی مقدمہ کی کسی نوبت مابعد پر اوسکو یہ تجویز کرنیکا اختیار نہیں ہے دعوی متعلق بہ خدمت ہے۔

(۲) انتقال وطن ناجائز اور خلاف مصلحت عامہ نہیں ہے۔

(۳) کسی دعوے کے عدالت میں پیش ہو جانے کے بعد اگر تحقیقات میں مدعی کا حق ثابت ہو جائے تو عدالت کا فرض ہے کہ ڈگری صادر کرے اوسکا محض اسوجہ سے کہ بالآخر اوسی ڈگری کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔ ڈگری دینے سے انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔

منجانب مرافع پنڈت کیشو راؤ صاحب و مولوی محمد بہادر صاحب وکلا۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ یہ ایک نہایت صاف مقدمہ ہے لیکن اسکے آخری مدارج میں جس طریقہ سے اسکا تصفیہ کیا گیا ہے۔ اس سے اوسکو پیچیدہ کر دیا گیا ہے۔ اس مقدمہ میں مدعی نے استقرار حق واپسی وطن مالی پٹیلی کا دعوی اس بیان سے کیا کہ جس مدت کیلئے وطن مدعی علیہ کے حق میں منتقل کیا گیا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ علاوہ دیگر عذرات کے مدعا علیہم نے یہ عذر کیا کہ چونکہ مدعی کا دعوی خدمت پٹیلگی کا ہے اس لئے عدالت دیوانی میں اس کی سماعت نہیں ہو سکتی اس امر کے تصفیہ کیلئے مقدمہ عدالت العالیہ تک گیا۔ عدالت العالیہ کے جلسہ منعقدہ نے دعوے کی نوعیت پر غور کرکے بتاریخ

نبا رافق تجویز جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۵ فروردی ۱۳۲۹ف شمولہ مثل نمبر ۹۹-۴۴ شاخہ منو انکا اپیل ترسما منظور۔

(حاشیہ: نمبر مقدمہ ۵۱۰ / ۲۹ ۱۳۴۱ف مرافعہ از دیوانی بارگاہ مبارک صفحہ ۱۲۷)

مقدمہ کے مابعد کے مدارج میں اس تصفیہ کی پابندی لازمی تھی ایسی صورت میں صرف یہ طریقہ مناسب تھا کہ دعوے کی نوعیت کی نسبت جو تصفیہ ہو چکا تھا اسکے لحاظ سے مقدمہ کے حالات پر نظر کرکے اسکا فیصلہ کیا جاتا نہ کہ عرضی دعوے میں جو استدعا درج کیگئی ہے اوس کی فریقین یا کسی ایک فریق کے نزدیک کیسا ہی [illegible] امر [illegible] کرکے کارروائی کیجائے جیسی کہ اس مقدمہ میں کیگئی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقدمہ کسی ابتدائی امر پر تصفیہ کیا جاتا ہے اور عدالت مرافعہ اس تصفیہ کو فسخ کرکے روئداد مع فیصلہ کرنیکا حکم دیتی ہے کیا ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ کسی نوبت مابعد پر اوس عدالت مرافعہ میں یہ بحث کیجائے کہ اس ابتدائی امر کی نسبت اسکا فیصلہ غلط ہے ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا اگرچہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مقدمہ کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے اس مقدمہ میں امر فیصل شدہ کی بحث پیدا نہیں ہوتی - ایسی بحث کی تائید میں یا اسکے خلاف دلائل سے امر تنقیح طلب کے تصفیہ میں بعض دقتوں کا پیدا ہونا ہے - اگر اوس اصول کو جسکو عدالت العالیہ نے اس مقدمہ میں اختیار کیا ہے صحیح خیال کیا جائے تو اس سے ایک ایسی مشکل پیدا ہوگی جو روا نہ رکھی جاسکے گی اور نہ کبھی کسی مقدمہ کا خاتمہ ہوگا مدعا علیہ کے لائق وکیل نے صاف طور پر تسلیم کیا کہ اس خصوص میں عدالت العالیہ نے جو فیصلہ کیا ہے اوس کی تائید نہیں کرسکتے لیکن انہوں نے یہ بحث کی کہ دیگر امور مندرجہ فیصلہ کے لحاظ سے عدالت العالیہ کا فیصلہ درست ہے اور ہم کو اس میں دست اندازی نہیں کرنی چاہئے جہاں تک ہم معلوم کرسکے دوسرے امور یہ ہیں کہ -

(۱) جس امر کا مدعی نے ادعا کیا ہے وہ چونکہ ایک سرکاری عہدہ کی منتقلی سے متعلق ہے اسلئے مصلحت عامہ کے خلاف ہے -

(۲) اگر عدالت مدعی کی استدعا کے بموجب ڈگری صادر کرے گی تو بھی مدعی کو اس سے کوئی فائدہ نہوگا اسلئے ڈگری صادر کیجانی چاہئے -

ہم پہلے امر آخر الذکر پر غور کرتے ہیں ہماری رائے میں عدالت تحقیقات کنندہ کا کسی شخص کے حق میں اس وجہ سے ڈگری صادر نہ کرنا کہ اس کی نظر میں ایسی ڈگری بے سود ہوگی انصافاً یا قانوناً درست نہیں ہوسکتا - یہ بحث ایک حد تک غیر معمولی پائی جاتی ہے اس کی تائید میں کوئی نظیر پیش نہیں کیگئی ہے - اور نہ ہم کسی نظیر سے واقف ہیں جب کوئی مقدمہ عدالت میں پیش ہو تو عدالت صرف اس امر کا تصفیہ کرسکتی ہے کہ آیا مدعی کو کوئی حق حاصل ہے اور اس نے شہادت سے اسکو ثابت کیا ہے اگر تحقیقات میں حق ثابت ہو تو پھر کسی عدالت کو اس حق کی نسبت ڈگری صادر کرنے یا نکرنے کے متعلق اپنے صوابدید سے کام لینے کا اختیار نہیں ہے فرض کیا جائے کہ کسی دیوالیہ سے ایک ایسی رقم دلانیکا دعویٰ کیا جائے جو درحقیقت واجب الادا ہو - کیا کوئی عدالت اس بنا پر ڈگری دینے سے انکار کرسکے گی - کہ دیوالیہ سے رقم وصول نہ ہوسکے گی - معلوم ہوتا ہے کہ فاضل حکام کو اس خصوص میں بحث کرتے وقت اس ملک میں استقرار حق کے دعاوی

منجانب مرافع مولوی محمد عنایت حسین خاں صاحب و مولوی سید عزیز حسن صاحب و رائے
ہرنی نارائن صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہم پنڈت کیشو راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ اس مقدمہ میں یہ امور مسلمہ ہیں کہ سنہ ۱۲۹۵ ف میں راجہ شنکر راؤ رعامے رایان بکنٹھ پاشی نے مدعی
کے مورث کو موضع انجیا گوڑہ (صماوعہ) سالانہ لگان پر دیا تھا اور مدعی کے مورث کو یہ حق حاصل تھا کہ
موضع میں کاشت کا انتظام کرکے اوس کو آباد کرے۔ جس کے بموجب اوس نے موضع مذکورہ آباد کیا اور
سنہ ۱۳۲۳ ف تک زر لگان مقررہ تعدادی صماوعہ سالانہ ادا کرتا رہا۔ یہ امر بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ جس
وقت موضع دیا گیا اوس کا سالانہ محاصل الـــ سے زائد تھا۔ لیکن زر لگان صماوعہ سالانہ علاوہ دیگر
وجوہات کے اس وجہ سے مقرر کیا گیا تھا کہ راجہ صاحب مدعی کے مورث سے جو رقوم قرض لیا کرتے تھے
اون پر سود بحساب فی صد ۱۲ ماہانہ دیا جائے گا۔ مدعا علیہ نے اپنے جواب دعوے میں اقسام کے
عذرات پیش کئے ہیں۔ عدالت ابتدائی نے بعد قیام تنقیحات مدعی کا دعوے ڈگری کیا۔ بر چلش مرافعہ
عدالت العالیہ کے اجلاس کامل نے عدالت ابتدائی کی ڈگری منسوخ کرکے مدعی کا دعوے معہ خرچہ خارج
کیا اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے مدعی نے اب جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ دائر کیا ہے۔

بحث سماعت کی گئی۔ ہم یہ سمجھ سکے کہ اجلاس کامل کے فاضل حکام جن نتائج تحقیقات پر پہنچے تھے
اون کے لحاظ سے مدعی کا دعوے کیونکر قطعاً خارج کیا جا سکتا ہے اگرچہ یہ ممکن ہے کہ مدعی کا یہ منشا ہو
کہ مدعی مقررہ و مارہ ادا کرکے قابض رہ سکتا ہے۔ لیکن اوس نے کہیں بھی یہ منشا صاف طور پر ظاہر نہیں
کیا اور جن حالات میں یہ نالش کی گئی ہم یہ خیال کرتے ہیں اگر دوسرے امور کے متعلق عدالت العالیہ
کی رائے درست متصور کی جائے تب بھی مدعی کا مقدمہ بحال رکھ کر اوس کے حق میں مناسب دادرسی تجویز
کی جانی چاہیے تھی۔

اس مقدمہ میں اور آہم امور تصفیہ طلب ہیں۔ پہلا امر یہ ہے کہ انتقال موضع کی کیا نوعیت تھی۔ دوسرا
امر یہ ہے کہ آیا اس نوعیت کے مدنظر مدعی علیہ کو اضافہ لگان کا حق حاصل ہے جس کو وہ کام میں لانا چاہتا
ہے ان امور کا تصفیہ دو دستاویزات کے مفہوم پر مبنی ہے جو مسلمہ فریقین ہیں پہلی دستاویز مورث مدعی
کی عرضی ہے جس پر راجہ صاحب مرحوم حکم ہے اور دوسری دستاویز ایک سند ہے جو حکم مذکور کے مطابق مرتب
کی گئی ہے۔ ان دونوں دستاویزات میں لفظ "مقطعہ" استعمال کیا گیا ہے لیکن ہماری صاف رائے یہ ہے
کہ موضع اون معنوں میں مقطعہ نہیں تھا جو کہ عطیہ سلطانی مقطعہ کے ہوتے ہیں ایسے مقطعہ جات عطا کرنے کا کسی جاگیردار

کیا گیا تھا ساقط ہو جاتے ہیں لیکن ہنوز مقدمہ کا بلحاظ روئداد تصفیہ باقی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مدعی کا دعویٰ ثابت ہے یا نہیں۔ عدالت ابتدائی اور عدالت مرافعہ اولیٰ ہر دو نے یہ قرار دیا ہے کہ دعویٰ ثابت ہے۔ عدالت العالیہ میں ایک غلط اصول پر کارروائی ہو جانے کی وجہ سے اس امر کا تصفیہ نہیں کیا گیا لہذا ہم نہایت ادب کے ساتھ بہ پیشگاہ خسروی یہ مشورہ عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ بلحاظ روئداد حسب ضابطہ فیصلہ صادر کرنے کے لئے مقدمہ واپس کیا جائے۔ خرچہ نتیجہ آخر پر منحصر رہے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۳ ا بابتہ ۱۳۳۲ ف صفحہ ۱۸۱
نظائر دکن جلد ۲ بابتہ ۱۳۳۲ ف صفحہ ۸۳۔

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس: جناب دیوان بہادر جی کستھا چاری صاحب مشیر قانونی و خان بہادر مولوی مرزا حیدر جیون بیگ صاحب و مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب کالن

لال گیر جیئے پیرنام گیر (مدعا) مرافع بنام راجہ شام راج بہادر وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

اختیار۔ اختیار جاگیر نسبت عطائے مقطعہ۔ جاگیر دار کو مثل مقطعہ عطیہ سلطانی مقطعہ عطا کرنے کا اختیار نہ ہونا۔ جاگیر دار کو اراضی پٹہ پر دینے کا اختیار ہونا۔ حکم جس کی بنا پر سند دی گئی ہو۔ ایسے امور کے متعلق جو مغائر سند نہ ہوں حکم عطائے سند کا قابل غور ہونا۔ اضافہ دیارہ۔ اضافہ دیارہ پر اراضیات پٹہ۔ امور قابل لحاظ بہ اضافہ دیارہ۔ اضافہ دیارہ میں قواعد بندوبست و دیارہ اراضی اطراف کا قابل لحاظ ہونا۔ حکم صدر ناظم مال بصیغہ کورٹ آف وارڈز نسبت تعین دیارہ۔ اثر حکم صدر ناظم مال بصیغہ کورٹ آف وارڈز۔ صدر ناظم مال کے حکم بصیغہ کورٹ آف وارڈز کی وقعت مثل حکم والی اسٹیٹ کے ہونا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) کسی جاگیر دار کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی جاگیرات میں سے کسی شخص کو مقطعہ مثل مقطعہ عطیات سلطانی عطا کرے۔ البتہ وہ اراضی کو پٹہ پر دے سکتا ہے۔

(۲) ایسے امور کے متعلق جو مغائر سند نہ ہوں اوسی حکم پر غور کیا جا سکتا ہے جس کی بنا پر سند دی گئی ہو۔

(۳) اراضیات پٹہ پر دیارہ کا اضافہ بلحاظ قواعد بندوبست و دیارہ اراضیات اطراف و اکناف ہونا چاہئے اور اس میں اس امر کا بھی لحاظ کیا جانا چاہئے کہ پٹہ دار نے رقم کثیر خرچ کر کے آمدنی میں اضافہ کیا ہے۔

(۴) صدر ناظم صاحب مال کا حکم جو بصیغہ کورٹ آف وارڈز نسبت تعین دیارہ دیا گیا ہو اوس کی وقعت والی اسٹیٹ کے حکم سے زیادہ نہیں ہے۔

بنا راضی تجویز جلد کلاں عدالت العالیہ مورخہ ۲۶ امرداد ۱۳۲۹ ف مشمولہ مثل بنمبر ۲۵ ف مشتملہ اپیل معہ خرچہ منفصلہ دعویٰ مدعی خارج۔

کرتے ہیں کہ اس کے بعد کے مدارج کم از کم جلد طے ہو کر اس کا قطعی فیصلہ عجلت سے کیا جائیگا۔

یہ دعوی مرزا ثابت علی مرحوم کے متروکہ میں حصہ اور زر مہر دلا پانے کا ہے۔ اصل مدعیہ سلطانی بیگم کو جو مرزا ثابت علی مرحوم کی بیوہ تھیں مجنوط الحواس بیان کر کے یہ مقدمہ ان کے موجود الوقت فرزندوں سے فرزند کلاں مرزا پرورش علی نے بہ حیثیت ان کے ولی اور محافظ کے دائر کیا تھا۔ اور عرضی دعوے کے ساتھ حسب دفعہ ۴ ایکٹ نشان (۲) بابتہ سنہ ۱۸۷۳ع جانب مدعیہ ایجی ولایت سے مقدمہ چلانے کی اجازت کے لئے درخواست پیش کی تھی۔ ماتحت جوڈیشل صاحب [illegible] نے اپنی تفصیلی فیصلہ میں ان تمام انقلابات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس مقدمہ میں واقع ہوئے میں آئے اس لئے ہم کو یہاں اُن کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ متعدد درخواستیں عرائض متقابل کے گذرنے اور مرافعوں کے رجوع ہونے کے بعد بالآخر یہ مقدمہ عدالت العالیہ سے صیغہ ابتدائی میں منتقل کیا گیا۔ اجلاس صیغہ ابتدائی میں مدعا علیہم نے اس امر سے انکار کیا کہ سلطانی بیگم مجنوط الحواس ہیں اور اس امر کا تصفیہ ہونے کے قبل سلطانی بیگم کا انتقال ہو گیا اور اُن کے فرزندان اُن کے قائم مقام بنائے گئے۔ اس نسبت پر جو جوابدعوی مدعا علیہ نے داخل کیا اس میں اس نے مختلف امور کے متعلق جوابدہی کی لیکن صرف قانونی تنقیحات قائم اور بحث ہو کر مقدمہ کا تصفیہ مدعیوں کے خلاف کیا گیا۔

اس کی ناراضی سے عدالت العالیہ کے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا گیا اجلاس کامل نے اخراج دعوے کا حکم منسوخ کر کے مثل مقدمہ اس حکم کے ساتھ واپس کی کہ واقعات کے متعلق تحقیقات کی جائے اجلاس کامل کے اس حکم کی ناراضی سے یہ مرافعہ ہمارے سامنے پیش ہے۔ ہم نے مرافع کے کونسل کی بحث کسی قدر تفصیل کے ساتھ سماعت کی پہلا امر جس کی نسبت کونسل نے بحث کی وہ یہ ہے کہ یہ مقدمہ قابل سماعت صیغہ ابتدائی عدالت العالیہ نہیں تھا۔ اُن کا بیان یہ تھا کہ چونکہ زر مہر و حصص متروکہ کے متعلق دعاوی کی سماعت کا اختیار صرف عدالت دار القضا رکھتا ہے اس لئے عدالت العالیہ کسی ایسے مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی تھی جس میں دعوی قسم دعاوی مذکور الصدر ہو لیکن اس کے ساتھ ہی کونسل نے یہ تسلیم کیا کہ عدالت العالیہ ایسے مقدمات کی منتقلی کا حکم دے سکتی ہے جن میں دعوے دعوی متروکہ میں حصہ دلانے کی نسبت ہو اور جو دفعہ (۶) ایکٹ نشان (۲) دیوانی کے تابع ہوں اور اس لحاظ سے عدالت العالیہ کا صیغہ ابتدائی صرف متروکہ میں حصہ دلانے کی حد تک اس مقدمہ کی سماعت کا مجاز تھا۔ دعوی

ہونا۔ نالش۔ نالش منجانب نابالغ۔ لزوم حصول اجازت کاروائی ولایتاً قبل ارجاع دعوے منجانب نابالغ۔ پیشی درخواست اجازت ہمراہ عرضی دعوے۔ استجازت ولایت کی درخواست کا عرضی دعوے کے ساتھ پیش کیا جانا کافی ہونا۔ واپسی عرضی دعوے برائے قایم مقامی بوجہ وفات مدعی۔ عدم جواز واپسی عرضی دعوے برائے قایم مقامی۔ وفات مدعی کی صورت میں بانتظار درخواست قایم مقامی بلا قید تاریخ کاروائی کا ملتوی کیا جانا۔ اختیار وکیل بعد وفات موکل۔ وکیل کو بعد وفات موکل اختیارات باقی نہ رہنا۔ واپسی عرضی دعوے کا عدالتی کاروائی نہ ہونا۔ وکیل متوفی کو عرضی دعوے کی واپسی کا ناقابل اعتراض ہونا۔ قایم مقام۔ مدعی کا قایم مقام مدعاعلیہ کو بنائے جانے کا جواز۔ گشتی نشان (۲) دیوانی دفعہ (۱۶)

تجویز ہوئی کہ (۱) مجلس عالیہ عدالت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مقدمات متعلق بہ متروکہ دھرکو عدالت دارالقضا سے اپنے صیغہ ابتدائی میں منتقل کرے۔

(۲) گو بروئے دفعہ (۱۶) گشتی نشان (۲) دیوانی کسی نابالغ کی جانب سے نالش دائر کرنے کے لئے نالش کے قبل ولایتاً کاروائی کرنے کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے لیکن جبکہ عرضی دعوے کے ساتھ درخواست اجازت پیش ہوئی تو یہ سمجھا جائیگا کہ قانون کا منشاء پورا ہوگیا

(۳) کسی مدعی کے فوت ہوجانے سے قایم مقامی کے لئے عرضی دعوی واپس نہ کرنا چاہئے بلکہ بانتظار درخواست قایم مقامی بلا قید تاریخ ملتوی کیا جانا چاہئے۔

(۴) گو وکیل کو بعد وفات موکل کوئی اختیار باقی نہیں رہتا تاہم اگر بعد وفات مدعی اس کے وکیل کو عرضی دعوی واپس کردیا گیا تو وہ ناقابل اعتراض ہے کیونکہ عرضی دعوی کی واپسی کوئی عدالتی کاروائی نہیں ہے بلکہ ایک امر انتظامی ہے۔

(۵) مدعی کی وفات کے بعد مدعاعلیہم میں سے اس کے قایم مقام بنائے جانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و بیڈٹ کیشور راؤ صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ مقدمات کے دوران میں کسطرح قانون کی بنا پر غیر محدود وسعت دی جاسکتی ہے اس کی مثال اس مقدمہ کے معائنہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

یہ مقدمہ سنہ ۱۳۳۱ف میں دائر کیا گیا تھا لیکن وہ ہنوز ابتدائی نوبت سے نہیں گذرا ہے ہم توضیح

قایم مقاموں کی جانب سے اوس کو پیرو داخل کیا۔ اس میں شک نہیں کہ موکل کے فوت ہو جانے کے بعد وکیل کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور نہ ایسی صورتوں میں عرضی دعوی واپس کرنے کے متعلق قانون میں کوئی احکام ہیں۔ صحیح طریقہ یہ تھا کہ قایم مقاموں کی شرکت کے لئے درخواست کے انتظار میں مقدمہ بلا قید تاریخ ملتوی کیا جاتا تو مناسب ہوتا۔ لیکن یہاں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عدالت اور وکیل ہر دو کا عمل اس دستور کے مطابق تھا جو اس ملک کی عدالتوں میں حال تک جاری تھا۔ یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ جب عرضی دعوے مرحمہ داخل کیا گیا تو سلطانی بیگم کے قایم مقاموں نے وکیل کو حسب ضابطہ مجاز کیا تھا۔ نیز بلحاظ اس امر کے کہ عرضی دعوے کی واپسی عدالتی کارروائی نہیں ہے بلکہ انتظامی کارروائی ہے ہم کونسل کے اس عذر کو درست نہیں خیال کرتے ہیں۔

آخری امر جس کی نسبت لایق کونسل نے بحث کی وہ یہ ہے کہ چونکہ اس مقدمہ میں اصل مدعیہ کے قایم مقاموں کی حیثیت مدعا علیہم کی تھی اس لئے مقدمہ خود بخود ساقط ہو گیا۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح ان حالات میں مقدمہ ساقط ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اصل مدعیہ کے قایم مقام اوس کے فرزند ہیں اور ان کا اپنی والدہ کے متروکہ کے مقدمہ میں اوس کے وارث ہونے کی حیثیت سے مدعی بنایا جانا لازمی تھا۔ جب اصل مدعیہ کا انتقال ہو گیا تو یہ ضروری ہوا کہ وہ اس کے قایم مقام بنائے جائیں جہاں تک ہم غور کرتے ہیں کوئی امر ایک ہی شخص یا اشخاص کی مختلف حیثیتوں سے شریک کئے جانے کا مانع نہیں ہے۔ اور نہ کونسل نے اپنی بحث کی تائید میں کوئی نظیر پیش کی ہے اس لئے ہم خیال کرتے ہیں کہ اون کی یہ حجت بھی لایق لحاظ نہیں ہے۔

بوجوہات مندرجہ بالا ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ مشورہ عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ مرافعہ ہذا معہ خرچہ نامنظور فرمایا جائے۔ آیندہ جو ارشاد و عدالت صدور لائے گا اوس کی تعمیل کی عزت حاصل کیجائے گی۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابت ۱۳۲۲ ف صفحہ ۲۰۴

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس:- عالی جناب دیوان بہادر جی کشنما چاری صاحب مشیر قانونی و خان بہادر مولوی عزیز جنگ عیون بیگ صاحب و مولوی محمد اکبر صاحب فاروقی ارکان

گنپت لال ولد بالا پرشاد (مدعی) مرافعہ گزار بنام گنپت لال ولد بالا پرشاد (مدعا علیہ) مرافعہ علیہ

[illegible]

نمبر مقدمہ ۳۲ / ۱۳۳۱ ف [illegible] فرمان [illegible]

برطبق اپیل صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد ۔ یہ تجویز ہوئی کہ صرف ۱۸۱۵ کا دعوےٰ ڈگری کیا جاتا ہے اور بقیہ خارج ۔ اور یہی تجویز بحیثیت مالیہ علیہ مستفقہ سے بحال رہی جس کی بنا راضی سے ٹنٹوانہ مدعی جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ پیش کیا گیا۔

تجویز ہوئی امر (۱) عدالت ابتدائی میں ترمیم دعویٰ سے متعلق عذر کیا گیا تھا لیکن اس بنا پر نہیں جس پر اس وقت کیا جاتا ہے بلکہ جز و متروک کی بنا پر کیا گیا تھا۔ مدعی علیہ اس نوبت کا ز رو ائی پر اس قسم کا عذر قانوناً پیش نہیں کر سکتا اوس کو چاہیے تھا کہ وہ عدالت ابتدائی میں بوقت ترمیم کرتا۔

(۲) جب کہ بنارہ دعوےٰ ایک ہو تو مدعی کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ حالات کی تبدیلی کی اطلاع عدالت کو دیکر عرضی دعوےٰ کی ترمیم کرے۔ انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۲۶ صفحہ ۱۳۱

منجانب مرافع :۔ پنڈت وناک راؤ صاحب و مولوی محمد اصغر صاحب کونسلین و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ :۔ پنڈت گرراؤ صاحب ورائے بشیشور ناتھ صاحب وکلاء۔

فیصلہ:۔ اس مقدمہ میں مدعی نے ایک تحریری معاہدہ کی خلاف ورزی کی بابت ہرجہ کا دعویٰ کیا۔ مدعاعلیہ نے معاہدہ کو تسلیم کر کے یہ جوابدہی کی کہ مدعی نے خود اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اس کے بجائے ایک جدید معاہدہ قائم کیا جس کو مدعی علیہ نے قبول کیا۔ جملہ عدالتہائے ماتحت نے قرار دیا ہے کہ مدعاعلیہ مدعی کی جانب سے معاہدہ کی خلاف ورزی یا تجدید معاہدہ کے ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ اس تجویز کے مدنظر اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ مدعی اس معاہدہ کی بنا پر ڈگری پانیکا مستحق ہے جس پر اس نے دعوےٰ کیا ہے اور چونکہ اوس نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ کس قدر معاوضہ کا مستحق ہے اس لئے اس کے حق میں ڈگری بحالت ... بادی النظر میں صادر کی جاسکتی ہے لیکن مدعاعلیہ کی جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ معاہدہ کی بنا پر جو رقم واجب تھی وہ اقساط میں ادا شدنی تھی اور جس وقت ابتدائی عرضی دعویٰ پیش ہوا تھا اس وقت دوسری قسط واجب الادا نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ اس کا دعویٰ کیا گیا تھا اس لئے دعویٰ ابتدائی نے عرضی دعویٰ کی اس طرح ترمیم کی اجازت دینے میں غلطی کی ہے کہ دوران مقدمہ میں دوسری قسط واجب الادا ہو جانیکے بعد اس کو دعویٰ میں شامل کیا گیا ہے اس نے یہ بھی بحث کی ہے کہ اس ترمیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یہ جوابدہی نہ کر سکا کہ خلاف ورزی معاہدہ کی

مقدمہ ۱۳۳۱ ۱۳۲۱ ... مورخہ ۱۳۳۲ ف

عرضی دعوے کی ترمیم۔ عرضی دعوے کی ترمیم کی نسبت عذرات ابتدائی موقع پر کیا جانا۔ دعوے کا ایک ہی بنا دعوے پر مبنی ہونے کی صورت میں ترمیم۔ بنا دعوے ایک ہونے کا اثر۔

واقعات اس مقدمہ کے یہ ہیں کہ مسمی گنیش لال ولد رام بلاس نے بمقابلہ گنیش لال ولد بالا رام بدیں بیان عدالت نظامت دیوانی ضلع پربھنی میں بتاریخ ۴ اسفندار ۱۳۲۷ف دعوے دائر کیا کہ مسمی گنگا سنگھ ساکن جھبری نے اپنے ذمگی قرضہ کی ادائی میں اپنے (۹) قطعہ اراضیات واقع قصبہ جھبری کا پیداوار کپاس بابتہ سال ۱۳۲۷ف مدعی کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ مدعا علیہ نے مدعی سے اسی پیداوار کپاس مذکور کو (۱۹) کھنڈی کپاس جھبری ماپ اور (۵۵۰) روپیہ سکہ عثمانیہ نقد بطور بالمقطعہ لے لیا۔ اور اقرار یہ کیا کہ نصف نصف مال دو چھوائی کا اور نقد (۵۵۰) روپیہ بتاریخ ۲۵ اسفندار ۱۳۲۷ف کو ادا کرے گا اور ایک اقرارنامہ بحق مدعی بشرح زائد سود (۱۰) سینکڑہ ماہوار ۲۱ مہر ۱۳۲۶ف کو تحریر و تکمیل کر دیا۔ لیکن مدعا علیہ نے اپنے معاہدہ کی پابندی نہیں کی لہذا مبلغ (۲۸۱۹) کی ڈگری بمقابلہ مدعا علیہ صادر فرمائی جاوے۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اولاً دعوے صرف ایک ہی چھوائی مال و اسکی نقد کا کیا گیا تھا۔ دوران مقدمہ میں چھوائی دوم کی بھی وقت گذر گیا تو مدعی نے عرضی دعوی کی ترمیم کر کے ۹½ کھنڈی کپاس اور نقد (۵۵۰) روپیہ کا دعوے بھی شامل کر دیا۔

مدعا علیہ نے جواب دہی یہ کی کہ مجھ کو دستاویز مناط نالش کی تحریر و تکمیل سے اقبال ہے لیکن عرضی دعوے میں جو بعد ترمیم کی گئی ہے اوس کے متعلق یہ عذر ہے کہ حسب دفعہ ۳۱ ضابطہ دیوانی اس اضافہ شدہ شئے دعوی کی بابت مسئلہ جزو متروک عارض ہے۔ مدعی نے خود اپنی مرضی سے کھوتی کے معاملہ کو فسخ کر دیا ہے۔ لہذا دعوے لائق اخراج ہے۔

عدالت نے حسب ذیل تنقیحات قائم فرمائی:-

(۱) کیا دعوے میں جزو متروک عارض ہے

(۲) آیا خود مدعی نے معاہدہ مندرجہ دستاویز مناط دعوے کو فسخ کر دیا اور اس وجہ سے وہ ناقابل نفاذ ہے۔

مولوی عبد الحمید صاحب ناظم۔ عدالت ابتدائی نے بعد اخذ ثبوت فریقین یہ فیصلہ کیا کہ جب کہ مدعا علیہ کو تحریر و تکمیل دستاویز مناط دعوی سے اقبال ہے اور اوس نے اپنے ذمگی تنقیحات کو ثابت نہیں کیا ہے لہذا دعوے قابل ڈگری ہے۔

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کستماچاری صاحب مشیر قانونی و خان بہادر مولوی مرزا حید جیون بیگ صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی ارکان

کمابائی زوجہ سابنہ شیورا ؤ وغیرہ (مدعیان) مرافعان بنام اماریڈی وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

عملدرآمد ملک - مقدمی کا عہدہ زمیندار وں و دیسمکھون کو عطا کیا جانا - وطنی گماشتہ تقرر ، قابل علیحدگی سند - گماشتہ کے حقوق - مقدمی کا کام عرصہ دراز سے انجام دینے کا -

اس ملک میں یہ عملدرآمد ہے کہ پٹیلی اور مقدمی کا عہدہ بڑے زمینداروں یا دیسمکھون کو عطا کیا جاتا ہے اور وہ وطنی گماشتہ کی صفت سے اُن عہدوں کا کام انجام دینے کے لئے گماشتہ مقرر کرتے ہیں - ایسے گماشتوں کے حقوق سرکار عالی نے ان اشخاص کے مقابلہ میں بھی تسلیم کئے ہیں - اس لئے اگر یہ ثابت کر سکیں کہ مدعیان وطنی گماشتہ ہیں تو وہ ڈکری پانے کے مستحق ہیں -

محض اس امر سے کہ مدعیان کے خاندان کے ارکان مقدمی کے عہدہ کا کام عرصہ دراز سے انجام دیتے رہے ہیں اور بعض اوقات مدعیان کے مورث سے خالی شدہ عہدوں پر تقرر کے متعلق استمزاج کیا گیا - یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ مدعیان کے خاندان کا تقرر اس طرح کیا گیا کہ وہ علیحدہ نہ کئے جا سکیں -

سند اہم شہادت ہے جو پیش اور بطور مناسب ثابت کی جانی چاہئے -

نظایر ذیل کا حوالہ دیا گیا -

(۱) محبوب النظایر بابتہ ۱۳۱۲ف صفحہ ۲۹ بمقدمہ بھوبا بنام گنپت -

(۲) " " " " ۱۳۱۲ف " ۷۰ بمقدمہ ہنمنت بنام راجیشور راؤ -

(۳) " " " " ۱۳۱۵ف " ۵۸ " کنڈا پلی سامی بنام سرکار عالی -

(۴) محبوب النظایر بابتہ ۱۳۱۵ف صفحہ (۱۱۵) بمقدمہ مہدیکا جی بنام سنتواجی -

(۵) " " " " ۱۳۱۶ف " ۲۵۷ " کھنکوجی " سیدیا -

(۶) " " " " " " ۹۷ " ہنمنت راؤ " رنگوبائی "

(۷) " " " " " " ۱۸۲ " بالو " گنگابائی -

(۸) " " " " ۱۳۱۸ف " ۳۴ " پانسٹی " ونکیا

اراضی تجویز جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۳ ماہ اسفندار ۱۳۲۸ف مشمولہ مثل بمنبر ۱۳ ... سنہ ۱۳۲۶ف ... مرافعہ متعلقہ دعوی مدعیان ... عدالت ...

بابت مدعی ذمہ دار تھا عدالت ابتدائی میں مدعا علیہ نے ترمیم کی نسبت عذر کیا تھا لیکن اس بنا پر نہیں جس پر اب وقت کیا جاتا ہے بلکہ جزو متروک کی بنا پر۔ عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے اس عذر کو نامنظور کیا اور ہماری رائے میں اونھون نے صحیح طور پر نامنظور کیا۔ اور اس کے بعد انھون نے مقدمہ کا روئداد پر فیصلہ کیا۔ ہمارے روبرو ایک مختلف قسم کا عذر جیسا کہ قبل ازین بیان کیا جا چکا ہے۔ کیا گیا ہے۔ ہمیں اس امر کے متعلق اطمینان نہیں ہے کہ اس قسم کا عذر اس نوبت کارروائی پر پیش کیا جا سکتا ہے ترمیم مقدمہ کی ابتدائی نوبت پر کی گئی تھی۔ اور مدعا علیہ کو ہر قسم کے عذرات کے پیش کرنیکا موقع تھا۔ جو وہ پیش کرنا چاہتا تھا اس کے وکیل کا یہ عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو یہ بیان کرنیکا موقع نہیں تھا کہ خود مدعی نے معاہدہ کے شرائط کی تکمیل ناممکن کردی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اس امر کے متعلق اطمینان نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا عذر قانوناً پیش کر سکتا تھا۔ کیونکہ ایسا عذر اگر اس کی جوابدہی کے متضاد نہیں تو مغائر ضرور تھا۔ ہمارے خیال میں اس قسم کے مقدمہ میں مدعی کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ حالات کی تبدیلی کی اطلاع عدالت کو دیکر عرضی دعوے کی ترمیم کرے۔ دونون صورتون میں بناء دعوی ایک ہی تھی۔ یعنے اصلی معاہدہ نظیر مندرجہ انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد ۲۶ صفحہ ۱۳۶ ۔ اس مقدمہ سے متعلق ہے اور جو اصول اس نظیر میں طے کیا گیا ہے وہ اس مقدمہ سے بھی متعلق ہے اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے عدالت کا یہ فعل جایز تھا کہ عرضی دعوی کی اسطرح ترمیم کی اجازت دیگئی کہ دعوے میں وہ کل رقم شامل کی گئی جو معاہدہ کی رو سے واجب تھی۔ اور ہم مدعی علیہ کا عذر نامنظور کرتے ہین ۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہین کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ فرمائی جائے اور عدالت ابتدائی کی ڈگری مع جملہ عدالتون کے خرچہ کے بحال کی جائے ۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۲۳ ف صفحہ ۲۰۴ نظایر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۲۳ ف صفحہ ۴۵

جوڈیشل کمیٹی

مرافعہ دیوانی

(۷) محبوب النظائر مال بابتہ ۱۳۱۴ف صفحہ ۱۸۶ مقدمہ پائیگاہ بنام گجا بائی
(۸) " " " " ۱۳۲۰ف " ۴۰ " پالنٹی " ٹھیما

اس لئے اگر مدعیان یہ ثابت کر سکیں کہ وہ وطنی گماشتے ہیں تو وہ ڈگری مستدعیہ کے مستحق ہوں گے اب صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا مدعیان اپنا حق ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ صرف واقعہ کا سوال ہے۔ اس امر کے متعلق عدالت ہائے تحت میں اختلاف آیا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ججوں نے یہ قرار دیا ہے کہ مدعیان اپنا بیان ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ جہاں تک کہ اس تجویز کا تعلق اصلی سند کے بجنسہ نقل سے ہے ہمیں فاضل ارکان مجلس عالیہ عدالت کی رائے سے پورا اتفاق ہے لیکن مثل میں دوسرے دستاویزات اور سرکاری عہدہ داروں کے احکام بھی موجود ہیں جن کے متعلق یہ بحث کی گئی ہے کہ اون پر بطور مناسب غور نہیں کیا گیا ہے لیکن جب اون پر غور کیا گیا تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ارکان کو اون کی نوعیت کے متعلق غلط فہمی ہوئی۔ مثلاً تمسک بیلدار ... غیر تصدیق کے بابت جو مراسلت ہوئی اوس پر غور کرتے وقت ارکان مجلس عالیہ عدالت نے لکھا ہے کہ جو کاغذات پیش کئے گئے ہیں وہ اصلی نہیں معلوم ہوتے کیونکہ ان پر عہدہ داروں کی مہر اور دستخط نہیں ہیں

مرافعان کے لائق کونسل نے ہماری توجہ دوسری غلط فہمی کی جانب بھی مبذول کرائی ہے۔

اس بحث پر غور کرنے کے بعد ہماری یہ رائے ہوئی کہ شہادت مشمولہ مثل کے بڑے حصہ پر کافی غور نہیں کیا گیا ہے اور اس لئے ہم نے یہ مناسب خیال کیا کہ مدعیان کے حق میں وطن عطا کئے جانے کے متعلق جو شہادت ہے اوس پر غور کیا جائے جیسا کہ اس کے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ سند جو اہم شہادت ہے پیش نہیں کی گئی ہے اور نہ وہ بطور مناسب ثابت کی گئی ہے۔ زیادہ زور اس امر پر دیا جاتا ہے کہ کاغذات دیہی میں اندراجات ہیں اور سرکاری عہدہ داروں سے جو مراسلت ہوئی ہے اوس سے واضح ہوتا ہے کہ اس خاندان کے ارکان مقدمی کے عہدہ کا کام عرصہ دراز سے انجام دیتے رہے ہیں اور بعض اوقات مدعیان کے موروث سے خالی شدہ عہدوں پر تقرر کے متعلق استمزاج کیا گیا لیکن ان سب امور سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ مدعیان کے خاندان کا تقرر اس طرح کیا گیا کہ وہ علحدہ نہ کئے جا سکیں۔ ہم نے مرافعان کی بحث پر بہت احتیاط سے غور کیا اور ہم اوس نتیجہ سے اختلاف کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں جو مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ججوں نے اخذ کیا ہے یعنے یہ کہ مدعیان اوس حق کے ثابت کرنے میں ناکام رہے جو اونہوں نے بیان کیا تھا۔ ہماری رائے میں مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری بحال

منجانب مرافعان:- مولوی سید ابو القاسم صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہم:- مولوی محمد عنایت حسین خان صاحب وکیل

فیصلہ:- مدعیان مرافعان نے استقرار حق و دخیلیابی وطن گماشتگی مقدم مالی و نوتوالی واقع موضع بسندی پیٹھ کا دعوےٰ مدعاعلیہم مرافعہ علیہم کے مقابلہ میں دائر کیا۔ مدعاعلیہم نے مدعیان کے دعوے سے انکار کرکے بیان کیا کہ وہ اور اون کے مورث مدعاعلیہم کے معمولی گماشتے ہے اور وہ برطرف کئے جاسکتے ہیں اور برطرف کئے جاچکے ہیں۔ مدعیان نے جس حق کا دعوے کیا تھا اوس کے متعلق کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ مدعاعلیہم مشمول دیگر مواضعات کے اس موضع کے بھی قانونی نقطۂ نظر سے مقدم ہیں۔ مدعاعلیہم کا یہ عملدرآمد رہا ہے کہ ہر موضع کے لئے ایک مقدم مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ مقدم کے فرائض انجام دے اور اوس کے رسوم سے مستفید ہوں۔

یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ مدعیان اور اون کے قبل اون کے مورثان نے فی الواقع مقدم کے فرائض بحیثیت مدعاعلیہم کے گماشتے کے انجام دئے ہیں۔ مدعیان کا بیان یہ ہے کہ تقریباً دوسو سال قبل اون کا مورث مقدم وقت کی جانب سے گماشتہ مقرر کیا گیا تھا اور یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ خدمت سے علحدہ نہ کیا جاسکیگا۔ اور یہ حق اوس کے خاندان میں دائماً قایم رہے گا۔

اگر یہ بیان صحیح ہے تو اس مقدمہ کا فیصلہ اس طرح نہیں کیا جاسکتا کہ گویا وہ معمولی گماشتہ تھا۔ اس ملک میں یہ عام عملدرآمد ہے کہ پٹیلی اور مقدمی کا عہدہ بڑے زمینداروں یا دیسمکھوں کو عطا کیا جاتا ہے اور وہ وطنی گماشتہ کی حیثیت سے اون عہدوں کا کام انجام دینے کے لئے گماشتے مقرر کرتے ہیں ایسے گماشتوں کے حقوق سرکار عالی نے اون اشخاص کے مقابلہ میں بھی تسلیم کئے ہیں جو قانون کے نقطۂ نظر سے ان عہدوں پر مامور ہوتے ہیں۔

ملاحظہ ہو فیصلہ جات صدر جو محکمہ مال سے طے ہوئے ہیں:-

(۱) مجموعۃ النظائر مال بابتہ سنہ ۱۳۱۴ف صفحہ ۲۹ مقدمہ وٹھوبا بنام گنپت۔
(۲) " " حصہ اول بابتہ سنہ ۱۳۱۲ف صفحہ ۱۷۰ اشمنت بنام ایا جنیسر راؤ
(۳) " " مال بابتہ سنہ ۱۳۱۵ف صفحہ ۵۸ مقدمہ کنڈا پلی بنام سرکار عالی
(۴) " " " " " " ۱۱۵ " بھیکاجی " ستواجی
(۵) " " " " سنہ ۱۳۱۶ف " ۳۵۷ " جنکوجی " سدیا
(۶) " " " " " " ۹۷ " ہنمنت راؤ " رنگوبائی

ہونے کی امید رہتی ہے یا وہ بستر مرگ پر نہیں ہوتا ہے۔

(۵) ایسے مقدمہ میں جہاں گواہان ایسے امور کے متعلق شہادت دے رہے ہیں جو پچاس سال قبل وقوع میں آئے تھے سماعی شہادت زیادہ وزن نہیں ہوسکتی۔

منجانب مرافع مولوی محمد عبد القیوم صاحب وکیل منجانب مرافعہ علیہم سید نجم الدین صاحب وکیل

فیصلہ۔ مسمی سانحم بالید کو سنہ [illegible] میں علاقہ صرف خاص مبارک سے دو مواضعات بطور جاگیر عطا ہوئے۔ وہ ان مواضعات پر تاریخ وفات یعنی سنہ [illegible] تک قابض رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا وینکٹ نرسیا قابض ہوا اور اپنی وفات یعنی سنہ [illegible] ف تک [illegible] قابض رہا۔ سنہ [illegible] ف میں جب وینکٹ نرسیا زندہ تھا۔ ان مواضعات کے متعلق تحقیقات انعامی شروع ہوئی۔ لیکن قبل اس کے کہ عہدہ دار انعام کی یہ سفارش منظور ہو کہ دو مواضعات وینکٹ نرسیا کے نام بحال ہوں۔ وہ ایک نابالغ بیٹا یعنی موجودہ مدعی چھوڑ کر فوت ہوگیا۔ مدعی کے سن بلوغ کو پہونچنے تک تحقیقات انعامی ملتوی کی گئی۔ لیکن اس کی جائداد بشمول ان دونوں مواضعات کے علاقہ صرف خاص مبارک کے کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں لے لی گئی۔ اس کے بعد بیٹے فردوی سنہ [illegible] ف میں [illegible] مرافعہ علیہم نے سبالیا کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ یہ درخواست پیش کی کہ ان کو ان دونفقہ اس بنا پر دلا یا جائے کہ وہ جاگیر میں حصہ کے مستحق ہیں۔ لیکن اس درخواست میں بھی انھوں نے تبنیت کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ اپنا حق تبنیت کی بنا پر پیش کیا۔ اس درخواست کے پیش ہونے پر [illegible] صرف خاص مبارک نے تحقیقات شروع کی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی کی [illegible] حاضر تھی۔ اور بتاریخ ۲ امر شہریور سنہ [illegible] ف یہ قرار دیا کہ [illegible] علیہم کی تبنیت ثابت ہے اور حکم دیا کہ ان کو نفقہ کی بابت (بلا) ماہانہ دیئے جائیں کیونکہ ان کے حصہ کی بابت اس وقت تک کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ مجوزہ تحقیقات انعامی کی تکمیل نہ ہو۔ مدعی کے قدرتی ولی نے اس حکم کو بذریعہ عدالت دیوانی منسوخ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ناکام رہی لیکن جب مدعی بالغ ہوگیا۔ [illegible] اگست [illegible] اس نے یہ درخواست پیش کی کہ اس کو مدعا علیہم کے مقابلہ میں سنہ [illegible] کے حکم کو منسوخ کرانے کے لیے عدالت دیوانی میں دعویٰ رجوع کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور بتاریخ [illegible] سنہ [illegible] ف کو اس کو اجازت عطا ہوئی اس کے بعد موجودہ مقدمہ [illegible] کو [illegible]

کئے جانے کے قابل ہے لیکن اوس بناء پر نہیں جس بناء پر کہ وہ صادر کی گئی ہے بلکہ اس بناء پر کہ مدعیان
یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ اون کا تقرر اس طرح کیا گیا تھا کہ وہ برطرف نہ کئے جا سکیں۔
بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کیساتھ پیشگاہ خسروی میں رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ معہ خرچہ کے
نا منظور کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ فصلی صفحہ ۲۱۲ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ فصلی صفحہ ۶۵

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس ۵۔ جناب دیوان بہادر جی کرشنما چاری صاحب مشیر قانونی و خان بہادر مولوی مرزا حیدر حسین بیگ صاحب و نواب فصیح جنگ بہادر ارکان

سانم وینکٹ راجہ رام (مدعی) مرافع بنام سانم پاپیا وغیرہ (مدعاعلیہم) مرافعہ علیہم

عرضیدعوے۔ مدعی کا اختیار عرضیدعوے کی ترتیب کے متعلق۔ ترمیم عرضیدعوے کا حکم خلاف اختیار عدالت ۔ اختیار عدالت نسبت ترمیم عرضی دعوے۔ عدم جواز حکم ترمیم۔ کورٹ آف وارڈز کے فرائض فرض حفاظت حقوق و پیروی مقدمہ منجانب نابالغ۔ بار ثبوت مدعی پر ہونا۔ تبنیت میں لینے کے متعلق عام تجربہ۔ شہادت لسانی۔

(۱) ہر مقدمہ میں مدعی اس امر کا تصفیہ کرسکتا ہے کہ وہ اپنا دعوے کس بناء پر چلائے گا۔ اور اوسے اپنی مرضی کے موافق عرضی دعوے مرتب کرنے کا اختیار حاصل ہے اگر وہ صحیح طور پر مرتب نہ ہوئی ہو تو اوسے اوس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اس لئے عدالت کا بدیں خیال کہ مدعی نے اپنا دعوے صحیح طور پر بیان نہیں کیا تھا عرضیدعوے کو اس طرح ترمیم کرنے کا حکم دینے کا اختیار نہیں ہے جس طرح عدالت نے مدعی کے دعوے کو تصور کیا تھا۔

(۲) جب جائداد کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں آجائے تو اوس کا قانونی ولی ہو جاتا ہے کورٹ آف وارڈز کا فرض ہے کہ وہ اوس نابالغ کے حقوق کی حفاظت کرے۔ جسے اپنی نگرانی میں لیا ہو۔ اور ہر کارروائی میں اوس کی جانب سے پیروی کا انتظام کرے۔

(۳) معمولاً اپنے مقدمہ کو ثابت کرنے کا بار مدعی پر ہے۔

(۴) عام تجربہ یہ ہے کہ کوئی ہندو اوس وقت تک متبنیٰ نہیں لیتا ہے جب تک اوس کو بچوں کے پیدا

بنا بر ما صحت تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مصدرہ ۹۔ دے سنہ ۱۳۳۰ ف مشمولہ مثل نمبر ۱۳ سنہ ۱۳۲۸ فصلی معہ صغرا نیکہ مرافعہ منظور دعوے مدعی خارج ہو خرچہ دونوں عدالتوں کا مرافعان کو دلایا جائے۔

نمبر مقدمہ ۳۰ سنہ ۱۳۳۲ ف منظورہ ذریعہ فرمان مبارک مصدرہ ۱ جمادی الاول ۱۳۳۱ ۱۷ بہمن سنہ ۱۳۳۲ ف

ساتھ رجوع ہوا کہ ۹/۱۳ سلہ ف کا حکم منسوخ کیا جائے۔ اور یہ قرار دیا جائے کہ وہ مدعی پر قابل پابندی نہیں ہے۔

(۲) مدعی علیہم کی جانب سے مدعی کے دعوے کے خلاف مختلف قسم کے عذرات پیش کیے گئے۔ عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے مدعی کے حق میں ڈگری صادر کی لیکن بصیغہ مرافعہ مجلس عالیہ عدالت میں منسوخ کر کے مدعی کا دعوے خارج کیا۔ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری کے خلاف یہ مرافعہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا ۹/۱۳ سلہ ف کا حکم قابل تنسیخ ہے۔ اگر مقدمہ اس بنا پر چلنے دیا جاتا جس بنا پر کہ مدعی نے اوس کو مرتب کیا تھا تو وہ نہایت صاف مقدمہ ہوتا لیکن عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے یہ خیال کیا کہ مدعی نے اپنا دعوے صحیح طور پر بیان نہیں کیا تھا اور انھوں نے مدعی کو عرضیہ دعوے اس طریقہ پر ترمیم کرنے کا حکم دیا جس طرح انھوں نے مدعی کے دعوے کو تصور کیا اور جبکہ عرضیہ دعوے ترمیم کی گئی۔ ہم نہیں خیال کرتے کہ عدالت کو اس طرح حکم دینے کا اختیار حاصل تھا۔ ہر مقدمہ میں مدعی اس امر کا تصفیہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنا دعوے کس بنا پر چلائے گا اور اوسے اپنی مرضی کے موافق عرضی دعوے مرتب کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر وہ صحیح طور پر مرتب نہ ہوئی ہو تو اوسے اوس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ چونکہ مقدمہ کی تحقیقات دونوں پہلو پر ہو چکی ہے اس لیے ہم نہیں خیال کرتے کہ اس بے ضابطگی پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

(۳) مرافع کی جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ ۹/۱۳ سلہ ف کا حکم خلاف قانون ہے کیونکہ اوس کی جانب سے کوئی شخص مجاز پیروی مقدمہ حاضر نہ تھا۔ اور خود مدعی علیہم نے اپنی درخواست میں تبنیت کی بنا پر کوئی دعوے نہیں کیا تھا۔ ہماری رائے میں یہ بحث باوقعت معلوم ہوتی ہے۔ مرافعہ علیہم نے جو درخواست پیش کی تھی۔ اور جو مطبوعہ مثل کے صفحہ ۶۵ پر طبع ہوئی ہے اوس میں تبنیت کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ مرافعہ علیہم کے لایق وکیل ہماری توجہ کسی دوسری درخواست کی جانب بھی مبذول نہیں کرا سکتے ہیں۔ جو مدعا علیہم نے پیش کی ہو۔ اور جس میں اونھوں نے مبینہ تبنیت کی بنا پر دعوے کیا ہو اور یہ سمجھنا دشوار ہے کہ تبنیت کے مسئلہ کی تحقیقات کس طرح عمل میں آئی قطع نظر اس کے اہم امر یہ ہے کہ اون تحقیقات میں مرافع کی جانب سے کوئی شخص مجاز پیروی حاضر نہ تھا جب کسی شخص کی جائداد کورٹ آف وارڈز کی نگرانی میں آجائے تو اوس کا قانونی ولی کورٹ آف وارڈز ہو جاتا ہے۔ کورٹ آف وارڈز کا یہ فرض ہے کہ وہ اس نابالغ کے حقوق کی حفاظت کرے جسے اوس نے

بارہ میں کوئی شہادت پیش کی گئی ہے۔ یا بیان کیا گیا ہے کہ بالیا کو اس وقت بچوں کے پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ مشکل یہ ہے کہ کسی شہادت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بالیا کی اس وقت کیا عمر تھی۔ جب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے رامیہ کو متبنیٰ لیا اور اس وقت رانیا کی عمر کیا تھی۔ اور اس کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ یا نہیں۔ نہ اس امر کے متعلق کوئی شہادت موجود ہے کہ وینکٹ نرسیا کی عمر اس وقت کیا تھی جب اس کا باپ بالیا فوت ہوا۔ ان امور کے متعلق کسی شہادت کی عدم موجودگی میں یہ قائم کرنا ناممکن ہے جو مجلس عالیہ عدالت نے کیا ہے کہ بالیا کو اس وقت بچوں کے پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ جب اس نے رامیا کو متبنیٰ لیا۔

(۵) کوئی تبنیت نامہ پیش نہیں ہوا ہے۔ گو ایک گواہ یہ بیان کرتا ہے کہ تبنیت نامہ مرتب کیا گیا تھا۔ ایسے مقدمہ میں جہاں گواہان ایسے امور کے متعلق شہادت دے رہے ہوں۔ جو پچاس سال قبل وقوع میں آئے تھے۔ باقی شہادت زیادہ زوردار نہیں ہو سکتی لیکن جو شہادت کہ پیش ہوئی ہے۔ اس پر غور کرنے کے بعد ہماری رائے میں مدعی کی شہادت زیادہ باوقعت معلوم ہوتی ہے یہ قول ہے کہ انسان جھوٹ بول سکتے ہیں۔ لیکن حالات جھوٹ نہیں بولتے۔ اس مقدمہ کے حالات سے مبینہ تبنیت کے وقوع میں آنے کے متعلق بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ رامیا یا اس کے ورثا نے بالیا کی تبنیت کی بنا پر جاگیر میں کبھی حصہ پانے کی کوشش نہیں کی۔ جب تحقیقات انعامی ہو رہی تھی اس وقت بھی انہوں نے تبنیت کی بنا پر کوئی دعویٰ نہیں لیا۔ حالانکہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان کو دعویٰ کرنا چاہیے تھا۔ جب انہوں نے تحقیقات انعامی کے ملتوی ہونے کے بعد اپنا دعویٰ بھی پیش کیا۔ اس وقت بھی انہوں نے تبنیت کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن اگر تبنیت کا واقعہ صحیح ہو تو وہ بالیا کی وفات کے بعد ۲۳ سال تک سکوت اختیار نہ کرتے۔ بالخصوص جبکہ وہ حسب بیان خود کھانے کپڑے کو تنگ تھے۔ اس سکوت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی ہے اور انہوں نے صرف خاص مبارک کے روبرو اس ایک معزز گواہ کو بھی پیش نہیں کیا جس کا ذکر انہوں نے اپنی ۱۸۳۰ء کی درخواست میں کیا تھا۔ اور جس کا بیان اگر قلمبند ہوا ہوتا تو باوقعت سمجھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ تحقیقات انعامی کی کارروائی کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے۔ ان دو موضعات کے مالی پٹیل اور شیوارس دونوں نے حلفاً یہ بیان

ہیں اور ان کی بحث یہ ہے کہ عدالت سکندرآباد کو اس ڈگری کی تعمیل کے لیئے منتقل کرنے کا اختیار نہ تھا۔ اور اس لیے عدالت اورنگ آباد کو اس کی تعمیل نہ کرنی چاہیئے۔ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رزولیوشن کی رو سے عدالت کو ڈگری کی تعمیل کے لیئے منتقل کرنے کا اختیار عطاء کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی یہ بحث ہے کہ وہ رزولیوشن تو بیرون اقتدار ہے۔ کیونکہ مجموعہ ضابطہ دیوانی میں ڈگری منتقل کرنے کے متعلق کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے جس طرح کہ اس ڈگری کی تعمیل کے متعلق دیا گیا ہے جو منتقل ہو کر تعمیل کے لیئے آئی ہو۔

ہم اس بحث سے متفق نہیں ہیں جو حکام کہ مقبوضہ رقبہ جات کے لیئے وضع قوانین کا اقتدار رکھتے ہیں ان کو ظاہراً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مقبوضہ رقبہ جات کی عدالت کو یہ اختیار عطاء کر سکیں کہ وہ اپنی ڈگریاں تعمیل کے لیئے ممالک محروسہ سرکار عالی میں بھیج سکیں خود سیپرڈنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی ملک میں ایسا قانون وضع نہیں کیا جائے کہ دوسری ریاست میں کس ضابطہ کے موافق عمل کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے اس باہمی قرار داد کی ضرورت داعی ہوئی جس کا اعلان متذکرہ صدر میں حوالہ دیا گیا ہے۔ لایق کونسل نے مدراس لاجرنل جلد ۳۳ صفحہ ۷۰۹ پر اپنی بحث کی تائید میں استدلال کیا ہے۔ لیکن وہ مقدمہ ہذا سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ مدراس گورنمنٹ اور پدوکٹہ ریاست کے مابین اس قسم کی قرار داد نہیں ہوئی تھی۔ جیسی کہ ہماری ریاست کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اس لیئے ہم عذر اول کو نامنظور کرتے ہیں۔

ہم اس بحث سے متفق ہیں کہ صیغہ عدالت کے رزولیوشن نمبر ۵۹۰ مورخہ مہر ۱۳۲۵ف کے رو سے مرافعہ گو صیغہ تعمیل میں ان سب عذرات کے پیش کرنے کا حق حاصل ہے جو ڈگری کے عدم جواز کے متعلق ہوں۔ عدالت کے مجاز سماعت نہ ہونے کا عذر ایسی نوعیت کا ہے کہ وہ صیغہ تعمیل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس مقدمہ کی روئداد کے لحاظ سے وہ عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ لین دین نارو پرشاد مرلی پرشاد کی دوکان سے ہوا۔ اور دوکان کا کاروبار رزیڈنسی بازارات میں انجام پاتا ہے اور اس لیئے عدالت سکندرآباد کے مجاز سماعت ہونے کے متعلق کوئی بحث نہیں ہو سکتی۔

فریب کے متعلق مرافعہ کے کونسل نے درخواست کے فقرہ (۴) و (۵) کا مطبوعہ کتاب صفحہ (۱) اپنے بیان کی تائید میں حوالہ دیا ہے۔ اور اگر وہ بیانات صحیح بھی ہوں تو بھی وہ فریب کی حد تک نہیں

کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۲) عدالت سکندرآباد کو ڈگری صادر کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔

(۳) ۔ ڈگری فریب سے حاصل کی گئی ہے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) ڈگری حسب منشا رقانون اینڈ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ رزولیوشن نشان ۲۶۰۳ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۷ء منتقل کی جا سکتی ہے اور عدالت اورنگ آباد کو ڈگری کی تعمیل کرنی ضروری ہے۔

(۲) جورسس پروڈنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی ملک میں ایسا قانون وضع نہیں کیا جا سکتا کہ دوسری ریاست میں کس ضابطہ کے موافق عمل کیا جائے گا۔

(۳) صیغہ تعمیل میں حسب رزولیوشن عدالت نشان (۵۰۹۰) مورخہ ۲۰ مہر ۱۳۳۰ف ان اسباب عذرات کے پیش کرنے کا حق حاصل ہے جو ڈگری کے عدم جواز کے متعلق ہوں۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید مبارک حسن صاحب وکیل

فیصلہ - مرافع کے مقابل میں سکندرآباد عدالت کی ایک ڈگری تعمیل کے لیے صدر عدالت اورنگ آباد میں منتقل کی گئی۔ مرافع نے اس کی تعمیل کے خلاف حسب ذیل عذرات کیے۔

(۱) عدالت سکندرآباد کو اپنی ڈگری تعمیل کے لیے عدالت اورنگ آباد میں منتقل کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۲) عدالت سکندرآباد کو ڈگری صادر کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔

(۳) ڈگری فریب سے حاصل کی گئی تھی۔

صدر عدالت نے قرار دیا کہ مرافع کو ان عذرات کے صیغہ تعمیل میں پیش کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اور اس لیے ڈگری کی تعمیل کا حکم دیا۔

اس حکم کی ناراضی سے مرافع نے مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا اور اجلاس کامل نے مرافعہ دو سرے وجوہ سے خارج کیا۔

مرافع نے اب اجلاس کامل کے حکم کی ناراضی سے یہ مرافعہ پیش کیا ہے۔

ہمارے روبرو بھی عذرات مندرجہ صدر پیش کیے گئے اور ہم نے مرافع کے کونسل کی بحث سماعت کی جو مرافعہ کے لائق کونسل نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ڈگری بلحاظ منشائے قانون اینڈ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ رزولیوشن نمبر ۲۶۰۳ - اے پی مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۷ء منتقل کی گئی ہے اور عدالت اورنگ آباد کو معمولی حالات میں ڈگری کی تعمیل کرنی ضروری ہے۔ لیکن اس مقدمہ

اگر عرضی دعوے جس طرح کہ ابتداء پیش ہوئی تھی قائم رہنے دی جاتی۔ لیکن جب مقدمہ صدر عدالت میں بہ صیغۂ مرافعہ پیش ہوا تو صدر عدالت نے یہ حکم دیا کہ عرضی دعوے کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ استقرار حق کی استدعا بھی اضافہ کی جائے۔ جب مدعی نے حسب عرضی دعوے کی ترمیم کر دی تو میعاد کا عذر کیا گیا۔ جملہ عدالت ہائے تحت نے میعاد کے عذر کو نامنظور کیا۔ لیکن مجلس عالیہ عدالت نے اوس عذر کو منظور کر کے دعوے خارج کیا۔

یہ واضح نہیں ہوتا کہ صدر عدالت کے فاضل جج نے کس اختیار کی بناء پر عرضی دعوے کی ترمیم کا حکم دیا جب کہ اس قسم کے زرنقد کے دعاوی میں حقیقت کی نزاع لازمی طور پر تنقیح طلب ہوتی ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ عدالت کا یہ فعل جائز تھا تو بھی ہمارے روبرو کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کی گئی ہے کہ جب اس طرح ترمیم عدالت کے حکم سے کی جائے تو مقدمہ کا ارجاع تاریخ ترمیم سے متصور ہوگا۔ قطع نظر اس کے مدعی علیہم کے میعاد کے عذر کو تسلیم کرنے میں اصلی وقت یہ ہے کہ قانون نشان (۴) ۱۳۱۰ف کی مد (۶) کی رو سے میعاد کا آغاز پہلی مرتبہ تاریخ انکار حق سے قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ انکار حق کے متعلق مثل میں کوئی شہادت نہیں ہے جو کچھ کہ بیان کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اسکیل کی رقم ۱۳۱۵ف سے ادا نہیں کی گئی ہے۔ یہ قرار دیا گیا ہے کہ محض عدم ادائی لازمی طور پر حق سے انکار نہیں ہے۔ ہماری رائے میں میعاد کا عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور روئداد پر مدعی ڈگری پانے کا مستحق ہے۔

بہ وجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ کی جائے اور مدعی کو حسب استدعاء مع جملہ عدالتوں کے خرچہ کے ڈگری دی جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۲۲۴ نظائر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۷۵

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس جناب مولوی غلام اکبر خان صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی و مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب اراکین

پی نامدیو وغیرہ (مدعیان) مرافعان بنام رحمت النساء بیگم وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

[illegible]

بنا راضی تجویز جلسۂ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۲ امرداد ۱۳۳۰ف مقدمہ اپیل معہ خرچہ [illegible] ہو۔

پہونچتے۔ اور اس لیئے کسی تحقیقات کا موقع نہیں۔

ہم اس بارے میں رائے ظاہر نہیں کرتے کہ ریزولیوشن مجوزہ صدر کی رو سے فریب کا عذر پیش تنقیح نہیں کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہماری رائے میں جیسا کہ ہم اس کے قبل بیان کرچکے ہیں۔ وہ مسئلہ اس مقدمہ میں تصفیہ طلب نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے نائب پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ معہ خرچہ خارج کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۴۲۰ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۴۶

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کنٹیا چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب خان بہادر مولوی مرزا حیدر جیون بیگ صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب ارکان

پردت راؤ (مدعی) مرافع۔ بنام نرسنگ راؤ وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

استقرار حق کی استدعا کی عدم ضرورت۔ ترمیم حکم عدالت پر اختیار۔ حکم ترمیم کا حاصل نہ ہونا۔ حکم عدالت میں ترمیم کرنے سے میعاد پر اثر۔ انکار حق متصور نہ ہونا۔ اسکیل کی عدم ادائی سے۔ میعاد کا آغاز تاریخ انکار اول سے۔ مد (۲) قانون نشان (۴) ۱۳۱۷ف قانون میعاد سماعت

(۱) جب حقیقت کی نزاع لازمی طور پر تنقیح طلب ہوتی ہے تو استقرار حق استدعا کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) جب عدالت کے حکم سے ترمیم کی جائے تو مقدمہ کا ارجاع تاریخ ترمیم سے متصور نہ ہوگا

(۳) بروئے مد (۲) قانون نشان (۴) ۱۳۱۷ف میعاد کا آغاز پہلی مرتبہ تاریخ انکار حق سے قرار دیا گیا ہے صرف اسکیل کی رقم ادا نہ ہونے سے لازمی طور پر حق سے انکار نہیں ہے۔

نمبر مقدمہ ۲۰ ۱۳۳۲ف منظورہ ۷ ماہ ... فرمان مبارک ... مقدمہ ... [illegible]

منجانب مرافع پنڈت وناک راؤ صاحب کونسل و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہم پنڈت گرراؤ صاحب و پنڈت سری پت راؤ صاحب وکلاء۔

فیصلہ: اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا مدعی کے دعوے میں میعاد عارض ہے۔ جیسا کہ عدالت ابتدائی نے بیان کیا ہے۔ دعوے اندرون میعاد ہوتا۔

وہ موروثی جائداد ہے۔ اور وہ باوجود اس کے کہ خاندان مین افتراق اور دیگر جائداد مین تقسیم مستقلہ طور پر واقع ہو چکی ہے۔ ہنوز حالت اشتراک مین ہے اور یہ ایک ایسا میعادی اور اصلی امر تصفیہ طلب ہے جس کے تصفیہ پر مرافعہ کی منظوری کا انحصار ہے۔

فیصلہ عدالت ریزیڈنسی سے کوئی تائید مرافعان کو اس امر تصفیہ طلب کے لئے نہین ملتی ہے بلکہ ایک طریقہ پر یہ فیصلہ مرافعان کے منشاء کے منافی ہے نتیجہ یہ ہے کہ بحضور اس فیصلہ سے کوئی اضافہ روئداد مین مفید بحق مرافعان پیدا نہین ہوتا ہے اور بلحاظ اس نتیجہ کے فیصلہ زیر اپیل کی صحت مین کسی شبہ کی گنجائش نہین ہے۔ لہذا ہم بادب تمام یہ مشورہ بارگاہ خسروی مین عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہین کہ یہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور ہونا چاہیئے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۳۱ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۲۳۴ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۴۲ف صفحہ ۱۷۱

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کرشنما چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب و خان بہادر مولوی مرزا جیون بیگ صاحب ارکان

کشن چندر وغیرہ (مدعیان) مرافعان بنام راؤ صاحب سیٹھ رام لال وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

ثالث کا اہم امر کے فیصلہ کرنے مین قاصر رہنا۔ عدم جواز صدور ڈگری بربنائے فیصلہ ثالثی۔ فیصلہ ثالثی کا ناقابل ادخال ہونا۔ ڈگری فیصلہ ثالثی پر صادر نہ ہونا جبکہ امر اہم غیر فیصلہ رہا ہو۔

جب ثالث ایک اہم امر کا فیصلہ کرنے مین قاصر رہے جو اس کے تفویض کیا گیا تھا تو اس فیصلہ ثالثی کے ادخال کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اور نہ اس کے موافق ڈگری صادر ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۵۲ ضابطہ دیوانی متعلق سمجھا گیا نہ کہ دفعہ (۳۱) (۱۳) گشتی نشان (۲۲) ۱۳۰۲ف

منجانب مرافعان مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب وکیل
منجانب مرافعہ علیہم پنڈت گوپال راؤ صاحب و پنڈت راگھویندر راؤ صاحب وکلاء۔

فیصلہ۔ مدعی مرافع نے ایک خانگی فیصلہ ثالثی کو عدالتی قرار دئے جانے کی درخواست پیش

بنا ء التماس تجویز جلسہ کا ملہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۸ مہر ۱۳۳۸ف رجسٹر نمبر ۲۰ مشعر اینکہ فریقین کے اپیل معہ خرچہ نامنظور

کرنے کا موقع دیا جائے اور جو رقوم اس کے ذمہ واجب ہوں ان کے وصول کرنے کے لئے فیصلہ ثالثی کی رو سے دوسرے فریق کو کوئی موقع حاصل نہ رہے اس لئے ہم اس بحث کو نامنظور کرتے ہیں اور یہ قرار دیتے ہیں کہ ثالث ایک اہم امر کا فیصلہ کرنے میں قاصر رہا ہے جو اس کے تفویض کیا گیا تھا۔

اس کے بعد یہ سوال غور طلب ہے کہ ہماری اس رائے کا فیصلہ ثالثی پر کیا اثر پڑتا ہے اس امر کے متعلق بحث کی گئی ہے کہ صورت زیر بحث سے گشتی نشان (۲) سنہ ۱۳۰۲ف کی دفعہ ۱۴ متعلق ہوگی یا مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ (۵۶۰) ہماری رائے میں دفعہ (۵۶۰) متعلق ہے لیکن دونوں دفعات میں سے کوئی بھی متعلق کیوں نہ ہو۔ تجویز متذکرہ صدر کے مدنظر ہمیں یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ ہم اس فیصلہ ثالثی کے داخل کئے جانے کی اجازت دیں اور اس کے موافق ڈگری صادر کریں۔ عدالتیں بالعموم فیصلہ جات ثالثی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن اس مقدمہ میں ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس اصول پر جو ہماری رائے میں مفید ہے بوجوہ مندرجہ بالا عمل نہیں کرسکتے ہیں۔ اس لئے یہ مرافعہ قابل نامنظوری ہے خرچہ کے متعلق اس امر کے مدنظر کہ فریقین سوچ سمجھکر سپردگی ثالثی پر متفق ہوئے اور انہوں نے ثالث کے فیصلہ پر کاربند رہنے کا اقرار کیا ہے ہماری یہ رائے ہے کہ جملہ عدالتوں کا خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔ ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ نامنظور کیا جائے اور جملہ عدالتوں کا خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۲۲ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۴۲۶ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۵۲

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کشتا چارجی صاحب مشیر قانونی و عالیجناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی و عالیجناب نواب فصیح جنگ بہادر ارکان

لوٹن کوٹہ وغیرہ (مدعیان) مرافعان بنام گنگوا وغیرہ (مدعا علیہا) مرافعا علیہا

نگرانی۔ اختیارات نگرانی کا بغرض انصاف استعمال کرنے کا لزوم۔ تغیر دفعہ (۶۱۵) ضابطہ دیوانی۔ عدم جواز درخواست مرافعہ کا نگرانی کے نام سے کارروائی کرنیکا۔

بنا راضی تجویز جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۶ بہمن سنہ ۱۳۳۳ف مشعر اینکہ نگرانی معہ خرچہ نامنظور۔

فیصلہ ہوچکا ہو اور جس کا مرافعہ مجلس میں نہ ہوسکتا ہو طلب کرسکے گی۔ اگر یہ معلوم ہو کہ

(الف) عدالت ماتحت نے ایسا اختیار استعمال کیا ہے جو اس کو قانوناً حاصل نہ تھا یا

(ب) عدالت ماتحت نے اوس اختیار کو استعمال نہیں کیا ہے جو اُسے حاصل تھا۔ یا

(ج) عدالت ماتحت نے اپنے اختیار کا استعمال خلاف قانون کیا ہے۔ یا کوئی اہم غلطی کی ہے۔ اور بعد ساعت مثل مجلس عالیہ عدالت اس مقدمہ میں حکم مناسب صادر کریگی"

اس دفعہ کے محض معائنہ سے واضح ہوگا کہ مقدمہ ہذا میں اُن اختیارات کو استعمال کرنا چاہیئے تھا جو اُس کے رو سے عطا کیئے گئے ہیں۔ ہمیں اس سے اتفاق ہے کہ اس دفعہ کے احکام کی تعبیر اس طرح نہ کی جانی چاہیئے کہ ہر درخواست مرافعہ کے متعلق درخواست نگرانی کے ذریعہ سے کارروائی کی جاسکے لیکن صحیح قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ جب کسی مقدمہ میں مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ نہ ہوسکتا ہو اور دفعہ ۶۱۵ کی مندرجہ تینوں شرائط میں سے کوئی موجود ہو تو مجلس عالیہ عدالت کے لیئے صرف یہ جائز ہی نہیں بلکہ ہم ادب سے یہ کہیں گے کہ مجلس عالیہ عدالت کا انصاف کے اغراض کے لیئے یہ فرض ہے کہ اُن اختیارات کو استعمال کرے۔ جو اس دفعہ کی رو سے عطا کیے گئے ہیں۔ درخواست بازدادرسی کی منظوری کے خلاف صرف یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ مدعی کی عدم حاضری کی کافی وجہ نہیں تھی۔ اور عدالت ماتحت نے اس عذر کے متعلق مدعاعلیہ کے خلاف رائے قائم کی ہے ایسی حالت میں مدعی کی درخواست منظور کرکے مقدمہ نمبر سابق پر لیا جانا چاہیئے تھا بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے معروض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کا حکم منسوخ فرمایا جائے۔ اور مدعی کا مقدمہ بانمبر سابق بحال کیا جاکر عدالت ابتدائی میں رو بکار اور فیصلہ کی غرض سے واپس بھیجا جائے مقدمہ کا خرچہ نتیجہ آخر پر منحصر ہوگا۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۳۱ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۲۲۹ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۶۷

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس عالیجناب نواب بہادر جی کشٹاچاری صاحب مشیر قانونی و جناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب رفقائے ارکان

دوست محمد خان ومدیون مرافع بنام گیاجی ڈگری دار مرافعہ علیہ

کا تصفیہ کرنا ہے۔ لیکن ہم اجلاس کامل کے فیصلہ کو اس وقت تک بحال نہیں رکھ سکتے جب تک ہمارے سامنے وہ سب شہادت موجود نہ ہو جو اس مقدمہ میں پیش ہو سکتی ہے اس لیئے ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کریں گے کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ فرمائی جائے اور مقدمہ عدالت ابتدائی میں اس ہدایت سے واپس بھیجا جائے کہ فریقین کو محاذی کے مسئلہ کے متعلق شہادت پیش کرنے کا موقع دینے کے بعد مقدمہ کا قانون کے موافق تصفیہ کیا جائے۔ خرچہ نتیجہ آخری پر منحصر ہوگا۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۴۳۹۔ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۹۳

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کشتما چاری صاحب مشیر قانونی و مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی و نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان۔

بودولال (مدعی) مرافع بنام چندر بھاگا بائی وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

انتقال ہندو بیوہ۔ بار ثبوت۔ ضرورت شاستری۔ اطمینان ضرورت شاستری۔ جواز قرضہ استعمال زر ثمن۔

بودولال مدعی نے گنجی بائی ایک ہندو بیوہ سے جائداد غیر منقولہ خرید کی۔ اور بعد وفات اس کے ورثا گنجی بائی اور خریداران مابعد پر دعویٰ دخلیابی کا دائر کر دیا۔ تجویز ہوئی کہ (دیوان بہادر جی کشتما چاری صاحب مشیر قانونی و مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی رکن)

(۱)۔ اس امر کا بار ثبوت مدعی خریدار کے ذمہ ہے اس نے بطور کافی تحقیقات کر لی تھی کہ بیع کرنے کی قانونی ضرورت ہے۔

(۲) ہندو بیوہ سے جائداد کا خریدار یہ ثابت کر دے کہ اس نے بطور مناسب تحقیقات کر کے قانونی ضرورت کے متعلق اطمینان کر لیا تھا تو بیع قرار دیا جانا چاہیئے اس انتقال کے جواز کے لیئے اس مسئلہ دوش پر جو بار ثبوت تھا اس کو اس نے پورا کر دیا۔

(۳) قرضہ کا جواز او ربیع سے زر ثمن کس طرح کام میں لایا گیا دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے

(۴) نواب ذوالقدر جنگ بہادر رکن۔ اس امر کا بھی بار ثبوت مدعی کے ذمہ عائد ہوگا۔ قرضہ

بنا رائے تجویز جلسہ منعقدہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ف نمبر انیک مرافعہ نامنظور۔

ہم نے فریقین کے وکلاء کی بحث سماعت کی۔

اس مرافعہ میں صرف یہ امور تصفیہ طلب ہیں کہ آیا دعویٰ میں تمادی عارض ہے اور آیا مدعا علیہ اس رقم کو مجریٰ پا سکتا ہے جس نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ امر اول کے متعلق ہمیں اجلاس کامل کی رائے سے اتفاق ہے۔ فریقین کے کونسل نے یہ تسلیم کیا کہ دعویٰ اندر میعاد ہوگا۔ اگر اس سے قانون میعاد سماعت بابت ۱۸۷۷ء کی دفعہ ۸۵ متعلق ہو۔ الفاظ دیگر اگر وہ حساب جو اس مقدمہ میں بنائے دعویٰ ہے۔ ایسا ہو کہ فیما بین فریقین ہر ایک کا مطالبہ دوسرے پر ہو اور حساب دائر
مدراس لاجرنل جلد ۳۲ ص ۱۸۱ میں قرار دیا گیا ہے کہ ایسے حساب کی اصلی نوعیت یہ ہے کہ ہر ایک فریق کا مطالبہ دوسرے فریق پر ہو اور یہ کافی نہیں ہے کہ بقایا کبھی ایک فریق کی نکلتی تھی اور کبھی دوسرے فریق کی گو یہ امر حساب کی نوعیت کا تعین کرنے میں اہم ہوگا جیسا کہ چیف جسٹس صاحب نے مدراس ہائیکورٹ رپورٹ جلد ۹ صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ فیما بین فریقین ہر ایک کا مطالبہ دوسرے پر اس وقت تصور کیا جائے گا۔ جبکہ فریقین کا لین دین اس نوعیت کا ہو کہ اس سے دوسرے فریق پر علیحدہ ذمہ داری عائد ہوتی ہو اور ایسا نہ ہو کہ ذمہ داری صرف ایک فریق پر عائد ہوتی ہو۔ اور دوسرے فریقین کا لین دین صرف ایسا ہو کہ اس سے دوسرے فریق کے قرضہ کی کلاً یا جزاً تخفیف ادائی ہوتی ہو۔ ان حسابات کے بغور معائنہ کے بعد ہماری رائے میں وہ اس اصول کے دائرہ میں داخل نہیں جس کی اوپر صراحت کی گئی ہے۔ اور اس لئے ہم میعاد کے عذر کو نامنظور کرتے ہیں
جن رقوم کے مجرا دلانے کا مدعا علیہ کی جانب سے دعویٰ کیا گیا ہے۔ ان کی حالت مختلف ہے مسلمہ ہے کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکاری کی دفعہ ۱۱۱ کے احکام مکمل نہیں ہیں اور ایسے دعوے کی سماعت ہوسکیگی جو ایکویٹی کی رو سے قابل مجرائی ہوں گو وہ اس دفعہ میں داخل نہ ہوں لیکن کہ آیا کوئی دعوے ایسا ہے کہ وہ ایکوئٹی کی رو سے قابل مجرائی قرار دیا جاسکے یہ مقدمہ کے واقعات پر منحصر ہوگا اس مقدمہ میں کوئی شہادت پیش نہیں کی گئی ہے اور محض فریقین کے بیانات کی بنا پر مقدمہ کا تصفیہ کیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے فریقین کے عذرات کا صحیح طور پر تصفیہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مرافعہ علیہ کے وکیل کو خود یہ محسوس ہوا۔ جب انہوں نے اثناء بحث میں بعض بیانات کو مشتبہ بیان کیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ ان کا ثبوت کیا ہے۔ تو انہوں نے بیان کے نامکمل ہونے کو تسلیم کیا۔ مدعا علیہ کو رجوع مقابلہ سے اتصال ہے۔ اور ہمارے روبرو یہ بحث نہیں کی گئی ہے کہ وہ قائل ادعاں نہیں۔ اس لئے ہمیں صرف مجرائی کے مسئلہ

دکن لا رپورٹ جلد ۳۳ بابت سنہ ۱۳۲۱ف صفحہ ۵۴۶ نظائر دکن جلد ۳ سنہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۱۲۶

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر [illegible] گنپتی جاری صاحب و مشیر قانونی و نواب [illegible] یار جنگ بہادر و نواب فریدوں یار جنگ بہادر اراکان۔

بھیمن واس وغیرہ وغیرہ مرافعہ گذاران۔ بنام کنجی لال وغیرہ وغیرہ مدعیان مرافعہ علیہم

شہادت۔ شہادت زبانی۔ شہادت بہ اثبات واقعہ ادبینہ۔ واقعہ دبینہ کے اثبات میں صرف زبانی شہادت کا ناقابل استدلال ہونا۔ فرض بار مدعی بہ نسبت اثبات دعوی خود۔ عدم کامیابی مدعی بہ بنای کمزوری مدعا علیہ۔ اتفاق عدالتہائے ماتحت بہ واقعات۔ دست اندازی بصورت اتفاق عدالتہائے ماتحت متعلق بہ واقعات اصول عدم دست اندازی جوڈیشل کمیٹی بہ تجویز متفقہ عدالت ماتحت۔

تجویز ہوئی کہ ایک دیرینہ واقعہ کے ثبوت کیلئے محض زبانی شہادت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) مدعی کا فرض ہے کہ وہ اپنے دعوی کو ثابت کرے۔ اور وہ اپنے حق کی بنا پر کامیاب ہو سکتا ہے مدعا علیہ کی کمزوری سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(۳) واقعات کے متعلق جوڈیشل کمیٹی عدالت ہائے ماتحت کی متفقہ تجویز میں صرف اس وقت دست اندازی نہیں کریگی جبکہ ان کی تائید میں کوئی شہادت نہ ہو یا جو ان کی رائے بلحاظ ایسے غلط اصولوں کے قائم کی گئی ہو جو ان کی نظر تنقیح سے [illegible]

منجانب مرافعہ گذاران پنڈت گوپال راؤ صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب و رائے بشیشور ناتھ صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید عزیز حسن صاحب و رائے شری رام صاحب وکلاء۔

فیصلہ۔ بتاریخ ۱۰ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۸ف جوڈیشل کمیٹی نے بہ صدور [illegible] ذیل ہدایت کے ساتھ واپس کیا۔ یہ قرار دیا جائے کہ باوجود دیگر عذرات مدعا علیہم مدعیان اراضیات پر قبضہ پانے کے مستحق ہوں گے اگر وہ مدعا علیہم کو وہ رقم ادا کریں جو فیصلہ ثالثی کے فقرہ (۹) کی رو سے

بنا بر اسی تجویز جلسہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۱۳ شہریور سنہ ۱۳۲۱ف مشمولہ مثل نمبر [illegible] سنہ [illegible] مشعر اینکہ مرافعہ موخرہ نامنظور۔

عدالتہائے تحت کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ فیصلہ ثالثی ہوا اور مرافع اوس کا پابند ہے اس
لیے ہم مرافع کا عذر اول نامنظور کرتے ہیں۔

امر دوم ان (۵) قطعات اراضی کے متعلق ہے جن کا قبضہ خود مدعی کو تسلیم ہے کہ فیصلہ
ثالثی کے صدور کے بعد مدعا علیہ کے بزرگون کو دیا گیا تھا۔ یہ بحث کی گئی ہے کہ چونکہ ان قطعات
اراضی کا قبضہ بھی مدعی علیہ کو اس قرضہ کی ادائی کیلئے دیا گیا تھا جو فیصلہ ثالثی کی رو سے واجب الادا
تھا اس لیے مدعی ان کے استرداد کا بھی مستحق ہے۔ ان قطعات اراضی کے متعلق مدعی کا یہہ
بیان ہے کہ ان کا قبضہ مدعی علیہ کو زبانی اقرار کی بناء پر دیا گیا تھا مدعی علیہ نے اس سے انکار
کیا مثل میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس زبانی اقرار کے کیا شرائط ہیں اور جیسا کہ فاضل پیر مجلس
صاحب نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ ان (۵) نمبروں کے متعلق مدعیان کی شہادت بہت قوی
نہین ہے یہ ظاہر ہے کہ ایسے مقدمات میں زبانی شہادت پر استدلال نہین کیا جا سکتا۔ بالخصوص
جب واقعہ ۴۰ سال کے قبل کا بیان کیا جائے مجلس عالیہ عدالت نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس بارے
میں مدعی کی شہادت کمزور ہے اور دوسرے حالات کے مدنظر بھی مدعی کا دعوی اور بھی زیادہ
کمزور ہو جاتا ہے لیکن باوجود اس کے دونوں عدالت ہائے تحت نے مدعی کے مفید فیصلہ کیا
ہے کیونکہ مدعا علیہ نے غلط جوابدہی کی اور وہ اپنے بیانات کو ثابت نہ کر سکا لیکن اس بناء پر مدعی
کے مفید فیصلہ کرنا جائز نہین ہو سکتا کیونکہ مدعی ہمیشہ اپنے حق کی بناء پر کامیاب ہو سکتا ہے نہ کہ مدعی علیہ
کی کمزوری کی بناء پر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مدعا علیہ اپنا بیان ثابت کرنے میں ناکام رہا ہم
یہ ظاہر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہ نتیجہ مدعا علیہ کے حساب کے اندراجات پر مبنی ہے
لیکن یہ مسلمہ ہے کہ کوئی حساب پیش نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ حساب کے متعلق صرف رپورٹ پیش کی
گئی ہے تو بھی مدعی کا دعوی صحیح نہیں ہو جاتا ہے۔ اپنے دعوی کے ثابت کرنیکا بار ثبوت مدعی پر
ہے اور اگر اس مقدمہ کو اس نقطہ نظر سے غور کیا جاتا تو جو بحث عدالت ہائے تحت نے کی ہے
وہ مدعی کے خلاف استعمال کی جا سکتی ہے لیکن یہ بحث کی گئی ہے کہ واقعہ کے مسئلہ کے متعلق دو
عدالتوں کی متفقہ رائے ہے اس لیے ہمیں اس میں دست اندازی نہ کرنی چاہئے اس میں
شبہہ نہیں ہے کہ معمولی قاعدہ یہ ہے کہ جوڈیشل کمیٹی واقعہ کے متعلق دو عدالتوں کی متفقہ رائے
میں دست اندازی نہیں کرتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس رائے کی تائید میں کچھہ شہادت
ہو یا وہ رائے ان مسلمہ اصولوں کے موافق قائم کی گئی ہو جو امور نزاعی فریقین کے تصفیہ سے

تو مدعی علیہ مدعی کو ان موقوفہ اراضی پر قبضہ دے دے جن کی فہرست فرد منسلکہ عرضی دعویٰ ہے
ہیں کی گئی ہے۔ مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ہماری رائے میں ہر فریق اپنا خرچہ خود برداشت کرے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۰ بابتہ ۱۳۴۲ف صفحہ ۹۵

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کستھاچاری صاحب مشیر قانونی و جناب کیشوراؤ صاحب
نواب فصیح جنگ بہادر ارکان

جہانگیر مرافع بنام قادر النساء بیگم وغیرہ مرافعہ علیہم

اصول: [illegible] بلحاظ اصول [illegible] جائداد غیر منقولہ کا شخص مستحق کو دلایا جائے جو شخص مستحق جائداد غیر منقولہ کا ہو اس کی قیمت لینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جائداد موہوبہ حقوق موہوب لہ جائداد موہوبہ۔ موہوب لہ کو جائداد موہوبہ پر واہب سے زیادہ حق حاصل نہ ہوگا۔

تجویز ہوا کہ (۱) ایسے شخص کو جو کسی جائداد غیر منقولہ کا مستحق ہو اس کی قیمت حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور مستحق حقوق بلحاظ [illegible] جائداد غیر منقولہ وہی شخص دلائی جانی چاہئے جو اس کا حق مستحق ہو۔

(۲) کسی موہوب لہ کو جائداد موہوبہ میں واہب سے زیادہ حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہم مسٹر [illegible] و مولوی سید [illegible] حسین صاحبان وکلاء

فیصلہ: یہ مقدمہ اس قول کی اجرائی کی کارروائی سے متعلق ہے جو ڈگری دار نے بحیثیت ڈگری دار [illegible] کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اس مقدمہ میں ڈگری بتاریخ ۲۱ مہر ۱۳۲۵ف صادر ہوئی تھی لیکن تقریباً ۱۰ سال گذرنے کے بعد بھی ڈگری دار بالکل اسی حالت میں ہے جس میں کہ وہ ڈگری صادر ہونے کے دن تھا۔ اس طویل کارروائی کا ایک یہ نتیجہ ضرور ہوا ہے کہ امر نزاعی کا دائرہ بہت محدود ہو گیا ہے اب یہ فریقین کا مسلمہ ہے کہ اراضی جس پر نقشہ الف ۱۳ میں نشان (۲) و (۳) ثبت ہے۔ وہ ابتداً مرافع کے رہن میں شامل تھی اور جو عمارات کہ اس پر تھیں ان کو منہدم کرنے کے بعد اس پر وہ عمارات بنائی گئی تھیں جن پر نقشہ الف ۱۳ میں نشان (۱) و (۲) ثبت ہیں۔ ابتدائی رہن نامہ اور عدالت کی ڈگری سے واضح

بنا بر اعلیٰ تجویز جلیلہ عدالت العالیہ مورخہ [illegible] فرمان [illegible] مشمولہ [illegible] ۱۹ [illegible] مشعر اینکہ مرافعہ [illegible] خارج ہو۔

مکان مسکونہ کی عذرداری صرف مدیون ڈگری کرسکتا تھا۔ مرافعہ علیہ کے لائق وکیل اس واقعہ کی کوئی توضیح نہیں کرسکے ہیں اگر وہ جائداد ہبہ ہی کی گئی تھی تو بھی موہوب لہٗ کو اس جائداد کے متعلق اس سے زیادہ حقوق حاصل نہیں ہوسکتے ہیں جو واہب کو خود حاصل تھے۔ قطع نظر اس کے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حیدر علی بیگ، رزاق علی بیگ کے قریبی رشتہ دار تھے اور رزاق علی بیگ ایسے معاملات میں ان سے ہمیشہ مشورہ کرتے تھے۔ ان کی حیثیت شخص غیر کی نہ تھی جس نے جائداد قیمتی بدل دیکر بغیر اطلاع کے خریدی ہو۔ ان کی حیثیت ایسے شخص کی ہے جس نے حقوق بغیر بدل دئے ہوئے حاصل کئے ہیں اور ہمارے سامنے کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کی گئی ہے کہ ایسا شخص جیسی کہ حیدر علی بیگ کی ہے وہ ان حالات میں جو اس مقدمہ کے ہیں اس امر پر اصرار کرنے کا حق رکھتا ہے کہ مکان رہن سے خارج کیا جائے۔ گو اراضی جس پر مکان واقع ہے مسلمہ طور پر رہن میں داخل ہو۔ ہمارے خیال میں بہ حیثیت موہوب لہٗ ان کو ڈگری دار [illegible] کوئی ایکیوٹی حاصل نہیں ہے چونکہ اس امر کا بھی اطمینان نہیں ہے کہ مکان کی تعمیر رزاق علی بیگ کی بہن کے خرچ سے ہوئی تھی (ملاحظہ ہو حیدر علی بیگ کی درخواست جو محکمہ تعمیرات میں پیش کی گئی تھی جس میں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ان کے خرچ سے تعمیر کیا گیا تھا) لیکن اگر ہمیں اس کا اطمینان ہوتا تو بھی نفس مقدمہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ اس معاملہ کے متعلق جو رائے ہم نے قائم کی ہے اس کے مدنظر اس امر پر غور کرنا غیر ضروری ہے کہ آیا رجسٹری سے اطلاع سمجھی جاسکتی ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے بارگاہ خسروی میں رائے عرض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ کی جائے اور یہ حکم دیا جائے کہ حکم مورخہ ۸ مہر ۱۳۱۳ف جس کی رو سے نیلام قطعی کیا گیا تھا بحال کیا جائے اور اس حکم کی تعمیل میں مرافع کو اس جائداد پر قبضہ دلایا جائے جو اس نے نیلام میں خریدی ہے۔ مرافعہ علیہ مرافع کو جملہ عدالتوں کا خرچہ ادا کرے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۵۵۔ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۳۲ف صفحہ ۵۴

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر بی کشٹما چاری صاحب مشیر قانونی و نواب اکبر یار جنگ بہادر و پنڈت کیشو راؤ صاحب کان

نور وزجی (مرافع علیہ) مرافع بنام جیون داس وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

بنا بر اراضی تجویز جلسہ کار عدالت العالیہ مورخہ ۱۸ مہر ۳۳ف مشعر اینکہ دعویٰ صحیح طور سے عدالت ماتحت میں دائر ہوا تھا ہم فیصلہ عدالت ماتحت کو منسوخ کرتے ہیں اور بہ واپسی اسٹامپ حکم دیتے ہیں کہ وہ اس مقدمہ کی سماعت کریں۔

تجویز ہوئی کہ (۱) مدعی فریب یا سازش کی بنا پر کسی داد رسی کا مستحق صرف اسی حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ فریب یا سازش کی تفصیل بیان و ثابت کرے محض فریب یا سازش کا ادعا کافی نہیں ہے۔

(۲) عدالتی ڈگری ایک باضابطہ دستاویز ہے جو مبہم یا مشتبہ قیاسات پر منسوخ نہیں کی جا سکتی۔

منجانب مرافعہ گزار مولوی سید عشرت حسین صاحب وکیل۔ منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل

فیصلہ۔ اس مقدمہ میں مدعی نے ایک رہن کی ڈگری کی تنسیخ کا دعوی کیا جو مرافعہ علیہم نمبر ۲ و ۳ نے اسکے مقابلہ میں اس کی نابالغی کے زمانہ میں حاصل کی تھی۔ مرافع نمبر (۱) جس نے تنہا عدالت رو برو جوابدہی کی ہے مقدمہ میں سن بلوغ اس بنا پر فریق بنایا گیا تھا کہ اس نے ڈگری کی تعمیل میں جائداد مرہونہ خریدی تھی۔ ڈگری کی تنسیخ کا دعوی اس بنا پر کیا گیا ہے کہ فریب کا ارتکاب کیا گیا اور اسمقدمہ کے مدعی کے ساتھ مرافع کے ولی نے سازش کر لی تھی۔ ایک مزید وجہ یہ بھی بیان کیگئی ہے کہ کفالت جسکی بنا پر رہن کی ڈگری صادر ہوئی وہ نابالغ کے فائدہ کیلئے قائم نہیں کیگئی تھی اور نہ اس کے فائدہ کے لیے استعمال کیگئی۔ عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے مدعی کا دعوی ڈگری کیا لیکن بصیغہ مرافعہ دعوی مذکور خارج کیا گیا۔ اس کی ناراضی سے مدعی نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے۔ ہم نے فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی ہے یہ قانون کا مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی شخص کسی کارروائی کے ضمن میں فریب کا ادعا کرے تو اسکو اس فریب کی تفصیل بیان کرنی چاہیئے۔ یہ قرار دیا گیا ہے کہ محض اس بیان سے کہ فریب کا ارتکاب ہوا ہے مدعی کسی داد رسی کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس مقدمہ میں مدعی نے فریب کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی ہے اور اسکے وکیل نے ہمارے روبرو یہ بیان بھی نہ کر سکے ثابت کرنا تو کجا کہ کیا فریب ہوا ہے اس لیے جہاں تک فریب کے بیان کا تعلق ہے وہ ثابت نہیں ہے۔ مدعی کی جانب سے سازش کا واقعہ جو بیان کیا گیا ہے اس سے بھی متذکرہ صدر اصول متعلق ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سابقہ مقدمہ میں جو رہن کی ڈگری صادر ہوئی جسکی تنسیخ کا دعوی کیا گیا ہے اس میں نابالغ کے ولی نے جس طریقہ سے جوابدہی کی اس سے سازش کا پتہ چلتا ہے اسمقدمہ کی کارروائی کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ مدعی کے ولی نے اسمقدمہ میں جوابدہی کی اور جب عدالت ابتدائی نے اسکے خلاف فیصلہ کیا تو اس نے مرافعہ کیا اور بصیغہ مرافعہ کامیاب ہوا بعد ازاں ولی نے مصالحت کرنے کی بھی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا ان سب واقعات کے مدنظر اور نیز اس واقعہ کو ملحوظ رکھکر عدالت نے بالآخر جو ڈگری مدعی کے خلاف ڈگری صادر کی یہ کہنا دشوار ہے کہ مدعی کے ولی نے سازش کر لی تھی اسکے بعد بھی ولی نے یہ کوشش کی کہ ڈگری کی تعمیل جائداد مرہونہ سے ہو سکے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ولی کسطرح پیروی کر رہا تھا اور مدعی کے بالغ ہونیکے بعد بھی اس نے جائداد بچانیکی کسطرح کوشش کی لیکن یہ بحث کیگئی ہے کہ بھائی جو کہ ولی بدوران مقدمہ تھا اغراض نابالغ کے مخالف تھے کیونکہ اس نے اور اس کے باپ نے جائداد کو بغیر کسی ضرورت کے رہن رکھا اور اسکو یہ جوابدہی کرنی پڑی تھی اور اگر اسکے اغراض مخالف نہ ہوتے تو وہ یہ جوابدہی کرتا کہ وہ کفالت نابالغ کے فائدہ کے لیے نہیں کیگئی تھی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ محض اس وجہ سے کہ قدرتی ولی نے جائداد رہن رکھی۔ بالخصوص جبکہ وہ ایسا شخص ہو جسنے جائداد نابالغ کے حق میں ہبہ کی ہو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے اغراض نابالغ کے مخالف ہیں۔ عدالت ابتدائی نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ نابالغ کی جائداد بلحاظ ضرورت جائز طور پر رہن رکھی جا سکتی ہے اسلیئے صرف یہ امر غور طلب ہے کہ آیا رہن نابالغ کے فائدہ کے لیے تھا یا نہیں۔ مدعی نے عرضیدعوے میں یہ بیان کیا کہ رہن اسکی ضرورت کیلئے نہیں رکھا گیا تھا لیکن وہ اپنے بیان کے ثابت کرنے میں قطعاً ناکام رہا۔ اگرچہ وہ اپنے بیان کے ثابت

اس سال صاحب عالی شان بہادر کو ان اختیارات کے جواز کے متعلق شبہ ناشی ہوا اور انہوں نے یہ خواہش کی کہ ان اختیارات کے استعمال کو جائز کیا جائے اس مراسلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت غفران مکان نے یہ حکم صادر فرمایا کہ اس موضع میں فوجداری اور کوتوالی اختیارات صاحب عالی شان بہادر کو عطا کیے جائیں لیکن دیوانی اختیارات سرکار عالی یا جاگیردار جیسی صورت ہو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب عالی شان بہادر کو دیوانی کے اختیارات عطا نہیں کیے گئے تھے لیکن یہ بحث کی گئی ہے کہ اس حکم کے بعد بھی بالم رائی کو اس حصہ میں حکام جیاؤنی نے دیوانی اختیارات استعمال کیے اور اسلیے اختیارات کا استعمال جائز تصور کیا جانا چاہیے ہم اس بحث کے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں جب عالی شان بہادر کی مراسلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ سرکار عالی نے دیوانی اختیارات اپنے لیے محفوظ رکھے تو اس تاریخ کے بعد اختیارات کے استعمال کو ہم جائز نہیں قرار دے سکتے۔ یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ یہ اختیارات سرکار عالی کے صبر و سکوت کی وجہ سے حاصل ہو گئے قبل اس کے کہ یہ بحث تسلیم کی جا سکے ایک اہم واقعہ جو ثابت کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ آیا سرکار عالی کو ان اختیارات کے استعمال کی اطلاع تھی۔ مرافع کے لائق کونسل ہمارے روبرو اس بارے میں کسی شہادت شمولہ مثل کا حوالہ نہیں دے سکتے ہیں۔ قطع نظر اس کے ہمیں یہ قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اگر ایسے اختیارات کے استعمال کیجانب صاحب عالی شان بہادر کی توجہ مبذول ہوتی تو وہ خود اسکو رد کر دیتے۔ ان حالات میں ہمیں مجلس عالیہ عدالت کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ سکندرآباد کی عدالت دیوانی کو مکان نزاعی کے متعلق کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔ اسکا لازمی نتیجہ نہیں ہے کہ صدر عدالت میدک کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار تھا کیونکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بالم رائی کا وہ حصہ جسمیں مکان نزاعی واقع ہے علاقہ دیوانی کے باہر کسی جاگیر میں واقع ہے لیکن اس امر کے متعلق بطور مناسب بحث نہیں کی گئی ہے بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ بہتر ہے حکم مجلس عالیہ عدالت یہ مقدمہ اس حکم کے ساتھ عدالت ابتدائی میں بھیجا جائے کہ اگر عدالت موصوفہ کی یہ رائے ہو کہ جائداد نزاعی اسکے اختیارات کے حدود کے اندر واقع ہے تو وہ مقدمہ کا روئداد پر تصفیہ کرے اگر اس کی یہ رائے ہو کہ جائداد اس کے حدود کے اندر واقع نہیں ہے تو عرضی دعوی مدعی کو اس غرض سے واپس دیجائے کہ وہ عدالت مجاز میں پیش کی جائے اس مقدمہ کے خاص خیالات کے مدنظر جو خرچہ کہ اس نوبت کارروائی تک کہ یہ شمول جوڈیشل کمیٹی کی کارروائی کے عائد ہوا ہے وہ ہر فریق خود برداشت کرے۔ آئندہ خرچہ مقدمہ کے نتیجہ پر منحصر ہوگا۔

دکن لا رپورٹ جلد ۳۰ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۵۵۵ نظائر دکن جلد ۳ ۱۳۳۲ف صفحہ ۵۸۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کشتما چاری صاحب معتمد قانونی و خان بہادر و مولوی مرزا احمد جیون بیگ صاحب و نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

راجیشور (مدعی) مرافع بنام گھانسی رام وغیرہ (مدعا علیہم) مرافعہ علیہم

فریب۔ فریب یا سازش۔ لزوم اظہار تفصیل فریب یا سازش۔ بلا اظہار تفصیل فریب یا سازش محض ادعائے فریب سے کسی دادرسی کا مستحق نہ ہونا۔ ڈگری عدالتی۔ ڈگری عدالتی کا ایک دستاویز باضابطہ ہونا۔ عدم جواز تنسیخ دستاویز باضابطہ بربنا فریبا سابقہ ہم خیر

بنا اختلاف بجز یہ جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲ شہریور ۱۳۲۹ف مشعر اینکہ بنا رفعہ ملفوظ فیصلہ تحت منسوخ۔ دعوی خارج ہو۔

ڈگری مین کامیاب ہوجاتا تو وہ یہ بحث کرسکتا تھا کہ جس جوابدہی مین وہ اسوقت کامیاب ہو وہ جوابدہی ابتدائی مقدمہ مین کی جانی چاہیئے تھی چونکہ وہ اسوقت اپنے بیان کے ثابت کرنے مین ناکام رہاہے اسلیئے وہ سابقہ مقدمہ کی کارروائی کے متعلق اس بنا پر عذر نہین کرسکتا ہم ہمارے روبرو یہ بحث بھی کیگئی ہے اگر چہ سازش کا مجرا نہین ہے تو بھی وہ مقدمہ کی جوابدہی مین غفلت فاش کا مرتکب ہواہے اور اس ڈگری کی تنسیخ کیلئے یہ وجہ بھی بالکل کافی ہے یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عرضی دعوی مین غفلت فاش کے متعلق کوئی بیان نہین کیا گیا اور جو امور کہ سازش کے متعلق بحث کی اثنا مین بیان کئے گئے ہین انہین پر فاش غفلت کے متعلق بھی استدلال کیا گیا ہے ان امور کے متعلق ہم اسکے قبل رائے ظاہر کرچکے ہین اس ضمن مین اس امر کا اظہار بھی بیجا نہ ہوگا کہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعی کا حق مین ہبہ بنامی تھا اور اسکی غایت صرف یہ تھی کہ مدعی کی باپ کا جو دیوالہ نکلنے والا تھا اسکے اثر سے کم از کم کچھ جائداد بچالی جائے ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ بیان کس حد تک صحیح ہے لیکن تاریخ ہبہ پر مدعی کے باپ کی مالی حالت کی مدنظر اور نیز اس واقعہ کو مدنظر کہ مدعی کی غیر منقسمہ مالتی جائداد تھی یہ بیان قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ مدعی کا باپ باوجود جائداد ہبہ کرنے کی جائداد کے متعلق مثل مالک جائداد کے عمل کرتا رہا اور اسمائے ہبہ کم از کم دو مرتبہ رہن رکھا اور سابقہ مقدمہ مین وہ بھی فریق بنایا گیا تھا لیکن اس سوال کا اور نیز اس امر کا کہ مرافعہ علیہ نمبر (۱) نے جائداد قیمتی بلا وکیل نیک نیتی سے خریدی ہے تصفیہ یہین غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہماری رائے مین مدعی ان بیانات کی ثابت کرنے مین ناکامیاب رہا ہے جنکی بنا پر اس نے ڈگری کی تنسیخ کا دعوی کیا تھا عدالت کی ڈگری ایک باضابطہ دستاویز ہے اور وہ مبہم اور غیر ثابت شدہ بیانات کی بنا پر منسوخ نہین کی جاسکتی جبکہ بے گناہ اشخاص ثالث کے حقوق پیدا ہوگئے ہون جیسا کہ اس مقدمہ مین ہے ایسی ڈگری کی تنسیخ کے دعوے کو اور زیادہ احتیاط سے دیکھنے کی ضرورت ہے اس رائے کی مدنظر جو ہم نے قایم کی ہے ہماری رائے مین مدعی کامیاب ہونے کا مستحق نہین ہے ہو حضور کی منشا کو صدر رحم بنا بدین ادب سے پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ مرافعہ مع مرافعہ علیہ نمبر (۱) کے خرچہ کی خارج کیا جائے کیونکہ ہمارے روبرو صرف وہی حاضر

دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ بابتہ ۱۳۳۲ ف صفحہ ۵۵۷ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۲ ف صفحہ ۱۶

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کشنا چاری صاحب مشیر قانونی و نواب فصیح جنگ بہادر و پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان

عنایت علیخان وغیرہ مدیون ڈگری مرافعان بنام بھگوانداس وغیرہ ڈگری داران مرافعہ علیہم

اجراء ڈگری کی درخواست منجانب خریدار ڈگری کا درخواست اجراء عدالت منتقل الیہ مین پیش کرنا گشتی نشان (۲) دیوانی دفعہ ۲۳۲ س و (۴۱) ضابطہ دیوانی ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۰۸ء آرڈر (۲۱) رول (۱۶)۔

گشتی نشان (۲) دیوانی دفعہ ۲۳۲ س و ۴۱ کے رو سے خریدار ڈگری اس عدالت مین درخواست پیش کرسکتا ہے جسمین ڈگری تعمیل کیلئے منتقل کیگئی برٹش انڈیا برخلاف مجموعہ ضابطہ دیوانی آرڈر (۲۱) رول ۱۶ ایسی درخواست عدالت صادر کنندہ ڈگری کے روبرو پیش کرنا لازم ہے۔

منجانب مرافعان مولوی سید عزیز حسن صاحب و مولوی محمد عبد القیوم صاحب وکلاء۔

بنا ہی تجویز ... عدالت ... مرافعہ ... بلحاظ ... مقدمہ تفصیل تحقیقات کیلئے واپس ہونا

مرجوعہ ۱۳ ... ۱۳۳۲ ف منفصلہ ... تاریخ ... مصدرہ ... نمبر ۲

عدالت ابتدائی میں اس حکم سے واپس بھیجا جائے کہ بہ ہدایات مندرجہ صدر عمل کرکے مقدمہ کا تصفیہ قانون کے موافق کرے۔ مقدمہ کا خرچہ نتیجہ آخر پر منحصر ہوگا۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ ۵۶۸ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۲۲ف صفحہ [illegible]

۳۲۸ نمبر مرافعہ مقدمہ ۵ منظورہ فرمان مبارک مصدرہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ بابتہ ۱۵ [illegible] ۱۳۲۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کرشنا چاری صاحب مشیر قانونی و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب و مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب ارکان

شنکر راؤ وغیرہ — مرافعان (مدعا علیہم)

بنام

رام راؤ وغیرہ — مرافعہ علیہم (مدعیان)

تقسیم کا حق نہ ہونا۔ جائداد جو فریقین مقدمہ کی خاندانی جائداد کا جزو نہ ہو کوئی دادرسی حاصل نہ ہونا۔ اثر خاندانی جائداد نہ ہونے کا۔

جبکہ مدعی (الف) کی جائداد کے بعض رسوم کے متعلق دعویدار تقسیم تھا اس کے منجملہ ایک موضع کی جائداد ابتدائی دعوے میں شریک نہیں کیا تھا کیونکہ وہ (الف) کی وفات کے دو سال بعد تک یہ موضع فریقین مقدمہ کی جائداد کا جزو نہ تھا بلکہ خالصہ تھا اسلئے مدعیان اس موضع کے متعلق کسی دادرسی کے مستحق نہیں ہیں۔

بجانب مرافعان پنڈت گرراؤ صاحب و مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکلاء

بجانب مرافعہ علیہم مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ عدالت پائیگاہ سے جو ڈگری صادر ہوئی تھی اس کی تعمیل کی کارروائی میں جو حکم صادر ہوا ہے اسکی ناراضی سے یہ مرافعہ کیا گیا ہے۔ بتاریخ ۴ آذر ۱۳۲۲ف مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس کامل نے بفیصلہ آرا یہ حکم دیا کہ سر خورشید جاہ مرحوم و مغفور نے جو حکم بتاریخ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ صادر کیا تھا اسکی تعمیل کیجائے اور درخواست تعمیل کا بعد تحقیقات تصفیہ کیا جائے اس حکم کے پیش رفت میں مدعی نے بتاریخ ۲۳ فروردی ۱۳۲۲ف

بناراضی تجویز جلسہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۳ اردی بہشت ۱۳۲۸ف

جب انفساخ شراکت کا دعوے ہو تو عدالت مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۴۴ کے احکام کے موافق عمل کرے کسی دوسرے طریقہ سے عمل کرنے کی مجاز نہیں ہے

منجانب مرافع مولوی محمد عبد القیوم صاحب وکیل ۔

منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل ۔

فیصلہ ۔ اس مقدمہ میں مدعی نے جو سلسلہ وار پر مدعی علیہ کا شریک ہے [illegible] شراکت اور [illegible] شراکتی کاروبار مبلغ [illegible] کا جو شراکت کو قرض دیا گیا تھا ۔ دعوے کیا ۔ مدعا علیہ نے مختلف قسم کے عذرات کیے ۔ علاوہ ان کے [illegible] مبلغ [illegible] کی جو قرض [illegible] سود ڈگری دی اور [illegible] میں جو دوسرے امور بیان کیے گئے تھے ان کا کوئی تصفیہ نہیں کیا ۔ ہمارے روبرو مرافعہ [illegible] کی رقم [illegible] مدعی نے دعوی کیا ہے شراکتی سرمایہ میں اس کا حصہ تھا اور کسی صورت میں بھی عدالت اس رقم کی بابت [illegible] نہیں کر سکتی تھی جب تک شراکتی حسابات کا تصفیہ اور ان ہدایات کی تعمیل نہ کی جائے جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۴۴ میں درج ہیں ۔ ہم نے [illegible] بغور معائنہ کیا اور ہمیں یہ قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ جس رقم کا دعوے کیا گیا ہے وہ شراکت کو قرض دی گئی تھی جس میں دونوں فریق شریک تھے اور اوسکی بناء پر مدعی کو اسوقت تک ڈگری پانیکا حق نہیں ہو سکتا جب تک شراکت کا حساب نہ دیکھا جائے اور فریقین کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین نہ کیا جائے ہم یہ نہیں سمجھ سکتے ہیں اور مرافعہ علیہم کے لائق وکیل بھی اسکی توضیح نہ کر سکے کہ اس رقم کی بابت جو سلسلہ وار پر شراکت کو قرض دی گئی تھی نہ کہ مدعا علیہ کو ذاتی طور پر مدعا علیہ کی ذات پر کسی طرح ڈگری صادر کیگئی ہے ۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ڈگری صادر کیے جانیکی یہ وجہ ہے کہ مدعا علیہ منتظم کاروبار شراکتی تھا ۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو محض اس وجہ سے حسابات دیکھے بغیر اسکے مقابلہ میں ڈگری صادر نہیں ہو سکتی ۔ ممکن ہے کہ حسابات کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو کہ مدعی کے ذمہ شراکت کی رقم اس سے زیادہ باقی ہے جسکا وہ اب مطالبہ کر رہا ہے اور اس صورت میں مدعا علیہ پر سختی ہوگی کہ وہ مدعی کو رقم ادا کرنے پر مجبور ہو ۔ حالانکہ بطور واقعہ کے مدعی پر شراکت کی رقم واجب [illegible] ایک اور دقت [illegible] بیان کیا گیا ہے کہ شراکت کی متعدد رقم واجب الوصول ہے گو اس بارہ میں کچھ بحث ہے کہ آیا اس کل رقم یا اسکے کسی جزو میں تمادی عارض ہے مدعی نے جو استدعا کی تھی کہ شراکت فسخ کی جائے اور شراکتی جائداد اور ذمہ داریوں کے متعلق ہدایت کی جائے اس استدعا کے متعلق عدالت ماتحت نے کوئی حکم نہیں دیا ہے اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ مدعی کو اپنی متدعویہ رقم مل جائیگی لیکن مدعا علیہ کو شراکتی قرضہ کو وصول کرنے میں سخت دشواری ہوگی ۔ یہ سب دقتیں رفع ہو جائیں ۔ اگر عدالت مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۴۴ کے احکام کے موافق جنکی تعمیل قانوناً لازمی ہے عمل کرتی ۔ جب انفساخ شراکت کا دعوے ہو تو عدالت کسی دوسرے طریقہ سے عمل کرنے کی مجاز نہیں ہے ۔ فریقین کے حصص مسلمہ ہیں اور کسی فریق کی جانب سے انفساخ شراکت کے متعلق کوئی عذر نہیں ہے ۔ عدالت کو اب یہ چاہیئے کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے ضمیمہ کے نمونہ (۱۱۱) کے موافق ابتدائی ڈگری صادر کرے اور جو ہدایات کہ اسمیں درج ہیں انکے موافق ضروری کارروائی کرے اور جب [illegible] کارروائی ختم ہو جائے تو قانون کے موافق [illegible] ڈگری صادر کرے [illegible] اوس کے ساتھ [illegible]

فیاض علیخان کے اس معاملہ کا ضامن ہوا تھا اور مہر دیئے ایک دستاویز کے جینی لال کی اسٹیٹ
سالار جنگ کے ذمہ کچھ رقم واجب الادا تھی منجملہ اس کے بقدر رقم قرضہ کے اوس نے بتاریخ ۱۴ بہمن
اذر ۱۳۱۳ف اس ضمانت میں مکفول ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ سرکار نے بدیں وجہ کہ مستاجر فیاض علی
خان نے معاہدہ کی پابندی نہیں کی اور بقایا کی رقم اون کے ذمہ زیادہ ہوگئی تھی بتاریخ ۱۷ اذر
۱۳۱۳ف جینی لال ضامن سے پوری رقم ضمانت وصول کر لی اور رقم ضمانت اسٹیٹ سالار جنگ
سے وصول کر لی اس مقدمہ میں جینی لال مدعی نے ایک دعوی حیثیت ابتدائی عدالت العالیہ میں
بمقابلہ سرکار عالی اور فیاض علیخان (مستاجر) اور اسٹیٹ سالار جنگ کے رجوع کیا خلاصہ دعوی
جینی لال یہ ہے کہ درحقیقت کوئی رقم فیاض علیخان مستاجر کے ذمہ واجب الادا نہیں ہوئی تھی
اس لئے ضامن سے بھی کوئی رقم وصول نہیں کی جا سکتی تھی علاوہ دعوے میں بعض اور امور کا
ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل کے بیان کی ضرورت نہیں بالآخر مدعی نے اس مقدمہ میں مدعا
کی ہے کہ چونکہ اسٹیٹ سالار جنگ نے ضمانت کی بابت ایک ایسی رقم بطور سرکار میں ادا کر دی
ہے جو مدعی کے ذمہ واجب ہی نہ تھی لہذا اصل رقم مع سود کی ڈگری اسٹیٹ سالار جنگ پر دی
جائے اگر یہ دادرسی منظور نہ کی جائے تو اس کی ڈگری مع سود بمقابلہ سرکار کے دی جائے اور مدعی
کی ضمانت منسوخ اور کالعدم قرار دی جائے اور اگر یہ دونوں دادرسیاں منظور نہ کی جا سکیں
تو بمقابلہ فیاض علی خان اس رقم کی ڈگری صادر فرمائی جائے بصورت استغاثہ ہذا کے
منظور نہ ہونے کے سود متذکرہ کی نسبت مختلف مدعی علیہم کی ذمہ داری مختلف رقوم کی نسبت تعلق کی
گئی ہے اس کی تفصیل کے بیان کی ضرورت نہیں ہے مقدمہ میں مدعی علیہم کی طرف سے جو بیان
کی گئی اور امور تنقیح قائم کرنے اور فریقین کی شہادت لینے کے بعد عدالت ابتدائی نے دعوے
مدعی بمقابلہ سرکار صرف خارج کیا دیگر مدعی علیہم اسٹیٹ سالار جنگ بہادر اور فیاض علیخان
کے مقابلہ میں اس وجہ سے کہ مختلف بنائے دعوے ایک ہی نالش میں شامل کر لئے گئے تھے
کوئی تصفیہ نہیں کیا اور ان کے مقابلہ میں مدعی کو علیحدہ نالش کی ہدایت کی مدعی نے اس حکم کی ناراضی سے عدالت العالیہ میں
مرافعہ کیا جلسہ کامل نے فیصلہ عدالت ابتدائی سے جہاں تک کہ اس سے دعوی
مدعی بمقابلہ سرکار خارج کیا گیا تھا اتفاق کیا لیکن یہ قرار دیا کہ گو اس مقدمہ میں بنائے
دعوے مختلف شامل تھے لیکن بروئے دفعہ ۳۲ ضابطہ دیوانی سرکار عالی مجریہ ۱۳۱۳ف
مدعی متعدد بنائے دعوے کو ایک یا زیادہ مدعی علیہم کے مقابل شامل کر سکتا تھا۔

کے باعث برات ضامن نہیں ہو سکتی۔

کمیٹی مجلس مالگزاری نشان ۴۳ بابتہ [illegible] کی رو سے جو اختیار فسخ تعہد سرکار کو دیا گیا ہے
وہ اس صورت میں ہے جب کہ کسی قسط کی پوری رقم یا اوس کا کوئی جزو کثیر ادا نہ کیا گیا ہو اگر جزو
قلیل باقی ہو تو اس کمی کی بنا پر یہ بحث نہیں کی جا سکتی کہ سرکار پر تعہد کا فسخ کرنا لازم تھا رقم
باقی بذمہ متعہدار کسی ایک قسط کی کامل یا جزو کثیر ثابت نہیں ہے اس لئے فسخ تعہد لازم نہ تھا اور
اوس کی وجہ ضامن مدعی کی برات نہیں ہوئی۔

جب روئداد مثل مکمل ہو تو مقدمہ کی واپسی عدالت تحت میں ضرور نہیں ضابطہ دیوانی میں وہ
صورتیں تبلائی گئی ہیں جن میں مقدمات کی واپسی چاہئے ہے اس کے سوائے اور صورتوں میں
عدالتیں واپسی ہرگز جائز نہ رکھیں روئداد مکمل ہے اس لئے جوڈیشل کمیٹی روئداد پر مقدمہ منفصل
کر سکتی ہے۔

جس حد تک مدعی ضامن پر بمقابلہ سرکار حیثیت ضامن ذمہ داری عاید کی گئی ہے اوس حد تک
ضامن اصل متعہدار پر ذمہ داری عاید کر سکتا ہے متعہدار کی جانب سے جو عذرات عدم
ذمہ داری کے لئے بمقابل سرکار پیش کئے جاتے ہیں وہ عدالت ابتدائی میں پیش نہیں کئے گئے اور
نہ اون کی نسبت تنقیح قایم کی گئی اس لئے اب وہ قابل تصفیہ نہیں ہیں۔

سرکار کے مقابلہ میں ضامن کی ذمہ داری کی حد کا مقرر کرنا بلحاظ ذمہ داری متعہدار کے موجودہ
روئداد پر ناممکن ہے اس لئے وکیل سرکار کو حسابات کے پیش کرنے کے لئے کہا گیا مگر وہ پیش نہ ہوئے
اس امر پر تنقیحات قایم کر کے عدالت ماتحت سے شہادت و رائے طلب کی گئی۔ بلحاظ اوس روئداد
کے جو جوڈیشل کمیٹی کی مثل میں موجود ہے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ سرکار عالی مدعی کو کوئی رقم واپس
کرنی چاہئے یا نہیں مزید تحقیقات باعث تاخیر ہے اس لئے بحالت موجودہ اس امر کا تصفیہ کرنے سے
انکار کیا جاتا ہے اور مدعی کو اختیار ہے کہ بمقابل سرکار چارہ جوئی کرے۔

منجانب مرافع پنڈت کشور راؤ صاحب وکیل
منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد فیض الدین صاحب وکیل سرکار و مولوی سید عمار حسین صاحب وکیل

فیصلہ۔ واقعات قابل ذکر یہ ہیں کہ مرزا فیاض علیخان نے سرکار سے ضلع گلبرگہ کی آبکاری کا تعہد دس
سال کے لئے مع ابتدائے سنہ ۱۳۰۶ف لغایتہ سنہ ۱۳۱۶ف بزمہ [illegible] کے اور ضلع مذکور کے کلالی کا تعہد
تین سال کے لئے مع ابتدائے سنہ ۱۳۰۶ف لغایتہ آخر سنہ ۱۳۰۹ف بعوض رقم [illegible] کے جیمنی لال منجانب

اور بروئے کشتی نشان (۳) ۱۳۴۲ف بھی ایسا کرنا ناجائز نہ تھا اور جب کہ عدالت ابتدائی مخالف
بناہائے دعوے کی بنا پر صرف دعوے کو تسلیم کر چکی تھی اور بغیر قرار داد امور تجویز طلب شہادت
فریقین دے چکی تھی تو بوقت انفصال مقدمہ متنازعہ باقی دعوے کے شمول کی وجہ سے دیگر
مدعا علیہم کے مقابلہ میں مقدمہ خارج کر کے مجوزہ ثالث کی ہدایت نہیں کر سکتی تھی اس مسئلہ
قانونی کے تصفیہ کے بعد اسٹیٹ سالار جنگ کے ذمہ داری کا تصفیہ خود اجلاس
عالیہ نے اس بنا پر کر دیا کہ اسٹیٹ نے جو رقم متعلقہ صرف مدعی سرکار عالی کو ادا کی ہے
وہ رقم کے دستاویز ضمانت کے بموجب ادا کی ہے لہذا کوئی وجہ معقول اسٹیٹ مذکور
پر اس رقم کی بابت مواخذہ کی نہیں ہے اس بنا پر اجلاس کامل نے بمقابلہ اسٹیٹ
سالار جنگ بھی مدعی کا دعوے نامنظور کیا اور صرف فیاض علی خان کے مقابلہ میں
مقدمہ عدالت ابتدائی میں واپس کیا کہ عدالت ابتدائی اس امر کے اطمینان کے بعد
کہ آیا بمقابلہ فیاض علی خان مثل کی روئداد مکمل ہو چکی ہے اور اگر ضرورت ہو تو ان کو
موقع تقدیم شہادت دیکر اور فریقین کی بحث سماعت کر کے نتیجہ کے لحاظ سے مقدمہ
کا فیصلہ صادر کرے اجلاس کامل کے اس حکم کی ناراضی سے مدعی نے یہ درخواست
مرافعہ پیش کی ہے۔ ہمارے سامنے سب سے پہلے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ گو
مدعی نے اپنا ضمانت نامہ سرکار میں داخل کیا تھا لیکن سرکار نے اس کی منظوری کی کوئی
اطلاع مدعی کو نہیں دی بلکہ برخلاف اس کے فیاض علی خان نے سرکار میں اس امر
کی اطلاع کر دی کہ مدعی کی ضمانت دینا اور میں کو منظور نہیں ہے اس سے یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ مدعی کا ضمانت نامہ منظور ہی نہیں کیا گیا اور ایسی حالت میں اوس ضمانت
نامہ کی بنا پر کوئی ذمہ داری مدعی پر عائد نہیں کی جا سکتی ہے ہماری رائے میں
اس بحث میں کچھ بھی قوت نہیں ہے جب کہ مدعی ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ضمانت
نامہ سرکار میں پیش کر چکا تھا۔ اور اس کے اطمینان پر سرکار نے فیاض علی خان
سے معاملت کی اور سند بھی اور کلائی کے نتیجہ پر ان کو دخل دلایا تو ایسی حالت میں
اس کا کوئی موقع نہ تھا نہ اس کی کوئی ضرورت تھی کہ سرکار مدعی کو منظوری ضمانت
نامہ سے مطلع کرتی اور جب کہ سرکار مدعی کے ضمانت نامہ کے اطمینان پر فیاض علی خان
کو معاملہ تعہد پر دخل دے چکی تھی تو فیاض علی خان کا محض سرکار کو اطلاع دینا

انتظام وصول بقایا کی غرض سے کیا گیا وہ ہر طرح مفید مدعی تھا کیونکہ جس قدر زیادہ رقم بقایا میں وصول ہوتی تھی اوس قدر ضامن کی ذمہ داری کم ہو جاتی ہماری رائے میں اس عذر میں کوئی وقعت نہیں ہے اور ہماری اس اظہار رائے کے بعد وکیل مدعی مرافع نے اس عذر پر زور نہیں دیا تیسری بحث وکیل مرافع کی یہہ تھی کہ جب کوئی رقم فیاض علی خان کے ذمہ واجب الادا ہو جاتی تھی سرکار کا فرض تھا کہ وہ رقم اُن سے فوراً وصول کرتی اگر وہ رقم ادا نکرسکے تو اوس وقت سرکار بوجہ خلاف ورزی معاہدہ کے ٹھیکہ فسخ کرکے ضامن سے رقم وصول کرسکتی تھی ایسی صورت میں ضامن پر کسی کثیر رقم کا بار عاید نہیں ہوتا لیکن سرکار نے ایسا نہیں کیا ہے اور سرکار فیاض علی خان کے ساتھ رعایت کرتی رہی ہے تائید اس بحث کے وکیل مدعی مرافع نے اس امر پر استدلال کیا کہ آخر ۱۳۱۹ف تک فیاض علی خان کے ذمہ (۔۔۔۔ الاصلہ) واجب الادا ہو چکے تھے لیکن سرکار نے اس کے منجملہ ۔۔۔۔ برآیندہ کر دیئے (دیکھو نقل مراسلہ اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف نشان (۴۰۸) مورخہ ۲۳ بہمن ۱۳۲۰ف صفحہ (۱۰۰) کاپی مطبوعہ مقدمہ) اس برآیندگی رقم کو وکیل مرافع رعایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس بحث میں بھی کچھ قوت نہیں ہے ۱۳۱۹ف میں ایک قحط عظیم واقع ہوا تھا۔ اور اس بنا پر فیاض علیخان نے سرکار سے یہہ درخواست کی تھی کہ چونکہ بہت سے درخت سیندھی کے تلف ہوگئے ہیں لہذا رقم ما ہواری تعہد میں بلحاظ اوس کے کمی کی جاے۔ چونکہ سرکار کے پاس اوس وقت اس امر کے تصفیہ کے لیے مواد ضروری فراہم نہ تھا اور سرکار فوراً فیاض علیخان کی اس درخواست کا کوئی تصفیہ نہیں کرسکتی تھی لہذا سرکار منجملہ اقساط ۱۳۱۹ف کے جو بذمہ فیاض علی خان واجب الادا تھے ۔۔۔۔ روپیہ برآیندہ کردیئے جس کا نتیجہ یہہ ہے کہ تا تصفیہ درخواست فیاض علیخان کے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا اس رقم کو سرکار کلیتہً یا جزءً فیاض علی خان کو معاف کردے گی۔ یا معاف نکریگی۔

منجملہ بسال ۱۸ اردی بہشت ۱۳۲۳ف تک کس قدر رقم وصول ہوئی ہے جو تحصیل سرکار کا بیان ہے کہ رقوم جو بقایا میں وصول ہوسکی ہیں وہ فیاض علی خان کے اسی معاملے کے متعلق دیگر ذمہ داریوں کی نسبت وصول ہوئے ہیں لہذا مناسب ہوگا کہ ایک ایسا نقشہ بھی پیش کیا جائے جس سے معلوم ہوسکے کہ ذمہ داریوں کی کیا نوعیت تھی اور ہر ذمہ داری کی نسبت کس قدر رقم مجرا کی گئی باوجود مہلتیں دیے جانے کے کوئی حساب نہیں پیش کئے گئے جب ہم نے دیکھا کہ حسابات پیش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی ہے تو ہم نے رُوداد موجودہ ہی پر مقدمہ کا فیصلہ کرنا چاہا لیکن ہم کو معلوم ہوا کہ موجودہ رُوداد پر ہم فریقین کے ساتھ کما حقہ انصاف نہیں کرسکتے ہیں اس لئے ہم حسب ذیل تنقیحات مزید قایم کرکے مقدمہ عدالت ابتدائی میں بدیں ہدایت واپس کرتے ہیں کہ ان تنقیحات کے متعلق فریقین جو شہادت پیش کرنا چاہیں وہ قلمبند کراکے مثل مع اپنی رائے کے بمدت تین ماہ محکمہ ہذا میں واپس کرے۔

(۱) ۷ ار فردردی ۱۳۱۳ف کو فیاض علی خان کے ذمہ کس قدر رقم بابتہ معاملہ کلالی وبنکہ برآمد ہوئی تھی جس کے منجملہ (۔۔۔۔) برآئندہ رکھے گئے۔

(۲) منجملہ اس رقم کے جو تنقیح نمبر (۱) کی رو سے برآمد ہو کس قدر تعہد کلالی کی بابت تھا اور کس قدر تعہد سیندھی کی بابت۔

(۳) مبلغ (۔۔۔۔) وبنیہ کی قطع نظر کرکے جو فیاض علی خان سے وصول کرلئے گئے ہیں اس بقایا کے منجملہ بسال ۱۸ اردی بہشت ۱۳۲۳ف تک کس قدر رقم وصول ہوئی ہے۔

(۴) منجملہ رقم وصول شدہ مذکورہ تنقیح نمبر (۳) کے کس قدر رقم اس معاملہ کے متعلق فیاض علی خان کی دوسری ذمہ داریوں کی بابت تھی اور ان ذمہ داریوں کی کیا نوعیت تھی۔

(۵) سرکار کس قدر سود پانے کی مستحق ہے۔

(۶) کیا (۔۔۔۔) کی رقم کے متعلق جو برآئندہ رکھی گئی تھی کوئی قطعی تصفیہ ہوچکا ہے اگر ہوچکا ہے تو وہ کیا ہے۔

جس رقم کا وہ بوجہ ضمانت فیاض علی خان سرکار کے مقابلہ
میں ذمہ دار قرار پایا ہے اوس قدر رقم کی ڈگری اوس کو بمقابلہ فیاض علی خان
صادر کی جائے اب ہم کو یہ طے کرنا ہے اور سرکار کے مقابلہ میں
ضامن کس قدر رقم کا ذمہ دار قرار پاتا ہے اس کے متعلق تحقیق
مرافعہ کی بحث یہ ہے کہ سرکار نے ۱۷ فروری ۱۳۱۳ فصلی تک معاملہ
تعہد کی نسبت ضامن کی ذمہ داری قرار دیکر اس سے [illegible] ہزار وصول کرنے
لیکن اس مقدمہ کی مطبوعہ کاپی کے صفحہ ۳۵۲ پر ایک تختہ مرتبہ محکمہ مالگزاری
اور مصدقہ مولوی سید [illegible] بلگرامی مددگار مال طبع ہوا ہے جس میں فیاض علی خان
کے تعہد کی نسبت آخر ۱۳۱۳ فصلی تک اس کے ذمہ [illegible] کی باقی سرکار
نکالی گئی ہے اور منجملہ اس رقم کے ([illegible]) ۱۵ [illegible] بر آئندہ بتلائے گئے ہیں
پس اس تختہ کے بموجب بعد منہائی کبر آئندہ رقم کے بدیں وجہ کہ رقم کبر آئندہ
کی نسبت تا تصفیہ سرکار کوئی وجوب اوس کی ادائی کا بذمہ مستاجر پیدا نہیں
ہوتا۔ مستاجر کے ذمہ صرف ([illegible]) واجب الادا نکلتے تھے اور سرکار
ضامن سے زیادہ سے زیادہ اسی قدر رقم لے سکتی تھی۔ افسوس ہے
کہ مثل میں مکمل مواد موجود نہیں ہے جس کی بنا پر یہ تصفیہ کیا جا سکے کہ
۱۷ فروری ۱۳۱۳ فصلی کو کس قدر رقم فیاض علی خان کے ذمہ واجب الادا
تھی الغرض ہے کہ مقدمہ کے تصفیہ میں غیر ضروری تاخیر واقع ہو
ہم نے وکیل سرکار کو حکم دیا تھا کہ وہ ضلع کے دفتر سے ضروری حسابات
حاصل کر کے پیش کریں کچھ مدت گذرنے کے بعد اونہوں نے حسابات داخل
کئے جو قابل اطمینان نہیں پائے گئے۔ اس لئے ہم نے ۹ مہر ۱۳۲۸ فصلی کو تاریخ
پیشی پر حسب ذیل حکم دیا۔

"سرکار کی طرف سے ایک ایسا حساب پیش ہونا چاہئے جس سے ظاہر
ہو کہ ۱۷ فروری ۱۳۱۳ فصلی کو فیاض علی خان کے ذمہ کس قدر رقم برآمد
ہوتی تھی جس کے منجملہ ([illegible]) روپیہ بر آئندہ رکھے گئے اور اس کے بعد
نوے ہزار روپیہ کے وصول کو قطع نظر کر کے یہ بتلا دیا جائے کہ اس بقایا کے

جوڈیشل کمیٹی سے جس حکم کی تعمیل میں عدالت ابتدائی نے مثل اپنی رائے کے
ساتھ واپس بھیجی ہے فریقین اس بابت پر متفق ہیں کہ جس روز سرکار عالی نے مدعی سے
نوے ہزار کی رقم وصول کی اس روز رقم مذکورہ سے زیادہ رقم
وصول مدیون سے واجب الادا تھی ایسی حالت میں جس بنا پر مدعی سرکار
عالی کے خلاف ڈگری حاصل کرسکتا ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے یعنے تاریخ
وصول رقم معاملہ آبکاری کے متعلق مرزا فیاض علی خان کے ذمہ کوئی
رقم واجب الادا نہیں تھی۔ ہم نے اپنے حکم مصدرہ ۲۳ بہمن ۱۳۲۹ف میں
یہ ہدایت کی تھی کہ اس امر کے متعلق مزید تحقیقات کی جائے کہ آیا سرکار عالی
نے ماہ فروردی ۱۳۱۳ف کے بعد فیاض علی خان یا ان کے اسامیوں سے
کوئی بقایا رقم اس رقم کی بابت جو تاریخ مذکور تک واجب تھی وصول کیا
اگر اس طرح وصول کیا ہو تو انصافاً مدعی کو اس کی بازیافت کا حق ہوگا
اس خصوص میں جو رپورٹ پیش ہوئی ہے وہ بالکل غیر تشفی بخش اور نامکمل
ہے یہ ہر دو فریقین کی لاپروائی کا نتیجہ ہے کیونکہ جس وقت سرکار عالی کے پیش
کردہ حسابات کی نسبت کمشنر کی رپورٹ عدالت ابتدائی میں پیش ہوئی تھی تو
دونوں فریقین نے یہ بیان کیا کہ وہ اس کے نتیجہ پر متفق ہیں اور اسی وجہ سے عدالت
کو مزید تحقیقات کی ضرورت واقع نہ ہوئی۔

ہمارے روبرو فریقین کوئی تفصیل مفید بمقدمہ ہذا کے متعلق پیش نہ کرسکے جس
کی بنا پر ہم یہ فیصلہ کرسکتے کہ آیا سرکار عالی یا مدعی کو کوئی رقم واپس کرنی چاہئے
یا نہیں۔ ایسی حالت میں ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ اس دیرینہ کارروائی میں اس امر کے متعلق
مزید تحقیقات کرکے تاخیر کی جائے نہ اس وجہ سے کہ جو بحث ہمارے سامنے کی گئی ہے اس کے لحاظ
سے ہم خیال کرتے ہیں کہ تفصیلی حسابات کی مزید تحقیقات کی ضرورت واقع ہوگی لہٰذا ہم اس مقدمہ میں
امر واقعہ کا تصفیہ کرنے سے انکار کرتے ہیں لیکن مدعی کو اختیار ہے کہ سرکار عالی کے مقابلہ میں واپسی کی نئی چارہ
جوئی کرے جس کا اسے قانوناً استحقاق ہو۔ ہم [illegible] مقدمہ [illegible] کرتے ہیں کہ [illegible] سرکار عالی کے
مقابلہ میں بلا خرچہ خارج کیا جائے اور فیاض علی خان کے مقابلہ میں مبلغ نوے ہزار روپیہ کی ڈگری بحق مدعی
جملہ عدالتوں کے مجوزہ خرچہ کے صادر کی جاوے [illegible] ۱۳۴۳ف [illegible] فیصلہ سالانہ [illegible]

کا جو فقرہ سند اس کے قبل نقل کیا جاچکا ہے۔ اس کے معائنہ سے واضح ہوگا کہ مجلس عالیہ عدالت
نے سائل کی بحث پر یہ نہیں قرار دیا تھا۔ برخلاف اس کے مجلس عالیہ عدالت نے یہ قرار دیا تھا۔
کہ وہ بیع نامہ نہیں ہے اور مدعی علیہ نے اپنے جواب دعوی میں یہی جواب دہی کی تھی۔ مجلس عالیہ
عدالت نے یہ بھی قرار نہیں دیا تھا کہ وہ اقرار بیع تھا کیونکہ انہوں نے صرف یہ تجویز کیا تھا
کہ یہ تحریر آئندہ ہونے والے معاہدہ کا اقرار نامہ ہے کہ وہ معاہدہ کیا تھا مجلس عالیہ عدالت نے
کسی جگہ بیان نہیں کیا ہے اور اس کا تصفیہ کرنا ضروری بھی نہ تھا کیونکہ ان کو صرف اس امر کا
تصفیہ کرنا تھا کہ وہ بیعنامہ تھا یا رہننامہ۔ یہ صحیح ہے جیسا کہ مرافعہ علیہ کے لائق وکیل نے بحث
کی ہے کہ مجلس عالیہ عدالت نے صراحت کے ساتھ یہ بھی طے نہیں کیا ہے کہ وہ رہن نامہ ہے
لیکن کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان کے فیصلہ کا نتیجہ یہ تھا کہ جائداد پر کفالت قائم کی گئی تھی
اور اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ یہ بیان کر کے کہ امر تنقیح طلب یہ ہے کہ آیا دستاویز
مذکور بیعنامہ ہے یا رہن نامہ انہوں نے قرار دیا کہ وہ بیعنامہ نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ رہن نامہ قرار دی گئی قطع نظر اس سے مجلس عالیہ عدالت نے صدر عدالت کا حکم واپسی
مقدمہ بحال رکھا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ ان تنقیحات کا تصفیہ کیا جائے جس میں اس امر
کا تعین مقصود تھا کہ اس کارروائی کی بابت مدعی علیہ کو کس قدر رقم واجب الوصول تھی اگر مجلس
عالیہ عدالت کا یہ خیال ہوتا کہ کفالت قائم نہیں ہوئی ہے جس کی ادائی لازمی ہو تو مقدمہ
کو تکمیل تحقیقات کے لئے واپس کرنا لاحاصل تھا مختصر طور پر حالت اس طرح بیان کی جاسکتی ہے
کہ مرافعہ جائداد متنازعہ کا اصلی مالک تھا اس کی ملکیت کے حقوق صرف بیع سے
ساقط ہوسکتے تھے جو مدعا علیہ کے حق میں کی گئی ہو۔ مدعا علیہ نے دراصل بیع کا ادعا کیا
لیکن وہ ثابت نہیں ہوئی اس لئے مرافعہ اپنی حیثیت کی بنا پر اس کفالت کے ادا کرنے
کے بعد جو ثابت ہوا ہے کامیاب ہونے کا مستحق ہے ان وجوہ سے ہماری رائے میں مجلس
عالیہ عدالت کا فیصلہ بحال نہیں رکھا جاسکتا اور بوجوہ مذکورہ صدر ہم بہ ہدایت ادب کے ساتھ
پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ اور
عدالت ابتدائی کی ڈگری مورخہ ۱۴ [illegible] ۱۳۲۵ف مع خرچہ جملہ عدالتوں کے خرچہ کے اس طرح
بحال کی جائے کہ چھ مہینے کی مدت جو رقم کی ادائی کے لئے ڈگری مذکور میں مقرر تھی اس کا
شمار تاریخ ڈگری [illegible] حیثیت سے کیا جائے۔

مال کو اس معاملہ کے تصفیہ کا اختیار نہ تھا اور فریقین کو عدالت دیوانی سے چارہ کار حاصل کرنا
چاہیے فرمان مبارک کے شرف صدور لانے کے سات سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد
مدعی نے موجودہ دعوے رجوع کیا دوران مقدمہ میں ابتدائی مرحلہ پر مدعی علیہ دونوں کا انتقال
ہوچکا ہے۔ اور اون کے قائم مقامان فریق بنائے گئے ہیں۔ دونوں عدالت ہائے ماتحت
نے قرار دیا کہ زیر تجویز دعوے میں تمادی عارض ہے اور اون فیصلہ کی ناراضی سے یہ مرافعہ
کیا گیا ہے۔ مرافعہ علیہ ہمارے روبرو حاضر نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ہم نے صرف مرافعہ کی بحث
سماعت کی یہ امر مسلمہ ہے کہ اس دعوے میں تمادی عارض ہے۔ بجز اس کے کہ وہ مدت مجرا کی
جائے جو محکمہ مال کی تحقیقات اور محکمہ بندوبست کے متعلق کو عدالت دیوانی سے منع کرا دینے میں
صرف ہوئی ہے۔ لائق وکیل ہمیں یہ نہیں بتا سکے کہ قانون میعاد سماعت سرکار عالی کی
دفعہ ۱ کے احکام کے لحاظ سے وہ اس مدت کو کس طرح مجرا پا سکتے ہیں۔ اونہوں نے
مجلس عالیہ عدالت کے ایک فیصلہ منفصلہ ۱۳۱۷ ف پر استدلال کیا ہے۔ اگر اوس فیصلہ کو صحیح
بھی تسلیم کیا جائے تو بھی وہ موجودہ مقدمہ سے متعلق نہیں ہے۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ مدعی
اوس مدت کو مجرا پانے کا مستحق ہے تو بھی اس کی کوئی وجہ نہیں ہے اوس نے پیشگاہ حضرت بندگان عالی
سے فرمان مبارک شرف صدور لانے کے بعد فوراً دعوے کیوں نہیں کیا۔ اس تاخیر کی وہ کوئی وجہ
بیان نہیں کر سکے لیکن اونہوں نے یہ بحث کی ہے کہ اونہوں نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا تھا
جس کا فیصلہ ۱۳۱۲ف میں ہوا اور چونکہ دعوے ۱۳۱۹ف میں رجوع کر دیا گیا تھا۔ اس لئے وہ
اندرون میعاد ہے۔ اول تو ہم یہ قرار نہیں دے سکتے کہ فرمان مبارک شرف صدور لانے کے
بعد مدعی کا جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کرنا نیک نیتی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ دوم اگر اوس کا فعل
نیک نیتی سے بھی کیا گیا تھا تو بھی اوس نے یہ بھی قرار واقعی پیروی نہیں کی کیونکہ اوس نے
اوس مرافعہ کو اپنی عدم حاضری میں خارج ہونے دیا اس سے [illegible] قانون میعاد
سماعت کی دفعہ ۱۵ کی شرط کی تعمیل نہیں ہوئی ہے اگر اوس مدت کو مجرا بھی دیا جائے تو بھی
مدعی کے دعوے میں تمادی عارض ہے کیونکہ سلسلہ طور پر قسط اول کے متعلق بنائے دعوے
۱۲۹۵ف میں پیدا ہوئی اور آخری قسط کے متعلق ۱۳۰۳ف میں ہم اجلاس کامل کے فیصلہ سے
کلیتاً اتفاق ہے اور نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ خارج کیا جائے
چونکہ مرافعہ علیہ حاضر نہیں ہوا ہے۔ اس لئے اوسے خرچہ نہیں دلایا جاتا۔

قبضہ حاصل کیا ہے وہ قابل واپسی ہے۔ اسی طرح فقرہ (۵) عرضی دعوے میں مدعی نے یہ بھی بیان کر دیا کہ اگر کوئی جائز قرضہ اور ضرورت شاستری ثابت ہو تو مدعیان اوس کے ادا کرنے آمادہ ہیں۔

اس دعوے کی جوابدہی ہوئی اور بعد قرار داد تنقیحات عدالت ابتدائی نے دعوے مدعی خارج کر دیا۔ فیصلہ مذکور بصیغہ مرافعہ عدالت ضلع سے بحال رہا۔ صدر عدالت نے بہ تنسیخ فیصلہ جات مذکور ڈگری بحق مدعیان صادر کی اور کسی قدر ترمیم کے ساتھ وہ مجلس عالیہ عدالت سے بحال رہی۔ مجلس عالیہ عدالت نے جو ڈگری صادر کی ہے بہ شکل ڈگری انفکاک رہن کے ہے۔ اس ڈگری کا مرافعہ جوڈیشل کمیٹی میں پیش ہے۔ ہم کو مجلس عالیہ عدالت کے اوس رائے سے اتفاق ہے کہ جائداد بطور بیع مدعی علیہ کے قبضہ میں نہیں پہونچی بلکہ مدعی اور مدعی علیہ میں تعلقات راہن اور مرتہن کے قایم ہیں۔ بحث صرف یہ ہے کہ کیا موجودہ نالش انفکاک رہن کی صحیح طور پر دائر ہوئی ہے۔ اور اس میں ہم ڈگری انفکاک رہن کی صادر کر سکتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ نالش انفکاک رہن کی نہیں ہے۔ بلکہ نالش دخل یابی اراضیات و واپسی جائداد ڈگری شدہ [illegible] ڈگری مورخہ ۱۹ اسفندار ۱۳۲۲ف کی ہے۔ اور وہ اس بنیاد پر ہے کہ جائداد موروثی [illegible] منتقل کرنے کا پدر مدعیان کو حق نہ تھا۔ اس قسم کے نالش میں صرف بیان کرنے سے کہ اگر کوئی قرضہ جائز ضرورت شاستری کے لئے لینا ثابت ہو تو مدعیان اوس کے ادا کرنے تیار ہیں نالش انفکاک رہن کی نہیں ہو جاتی۔ اگر مدعیان کا منشاء انفکاک رہن کا ہوتا تو [illegible] انفکاک کی صراحت سے کر دیتا جس میں ڈگری ابتدائی اور ڈگری قطعی صادر کی جاتی۔ لہذا ہماری رائے [illegible] کے ذریعہ سے مدعیان [illegible] انفکاک رہن کے مستحق نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ عرضی دعوے مدعی کا نامنظور کیا جاتا ہے۔ اور مدعیان بذریعہ صحیح عرضی دعوے کے دادرسی طلب کر سکتے ہیں۔ چونکہ ہم نے یہ قرار دیا ہے کہ فریقین میں راہن اور مرتہن کا تعلق قایم ہے اور جائداد بیع نہیں ہوئی۔ لہذا ہم مدعی بند راہن کا دعوے استقرار حق بیع کا بھی خارج کرتے ہیں اور بنظر حالات مقدمہ دونوں مقدمات کا خرچہ فریقین کا ذمہ فریقین رکھتے ہیں۔

دیوان بہادر جی کستوری چاری صاحب۔ مشیر قانونی۔ مجھے اتفاق ہے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۱۔ نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۲۴۴

دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ ۹ — نظائر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ ۳۳

جوڈیشیل کمیٹی مرافعہ عہدی دیوانی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کشٹما چاری صاحب مشیر قانونی وعالیجناب نواب معراج یار جنگ بہادر وعالیجناب پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان

بندلا بن — مدعی علیہ مرافع — بنام — گوبندا وغیرہ — مدعیان مرافعہ علیہم

دعوائے دخل یابی اراضی۔ دعوائے دخل بربنا ناجوازی انتقال بہ مدعی۔ قرضہ پدر مدعی کی ادائی کی آمادگی سے دعوائے دخل کا دعوائے انفکاک متصور نہ ہونا۔ نامنظوری عرضی دعوے۔ دعوائے دخل میں تعلقات راہن ومرتہن ثابت ہونے کی صورت میں عرضی دعوے نامنظور۔

تجویز ہوئی کہ دعوائے دخل یابی جائداد میں جو بربنا انتقال ناجائز پدر مدعی دائر کیا گیا ہو مدعی کے بیان کردینے سے کہ اگر کوئی قرضہ بذمہ پدر واجب الادا ہو تو وہ ادا کرنے کے لیے آمادہ ہیں یہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ دعوائے انفکاک جائداد ہے اور ڈگری انفکاک صادر کی جاسکتی ہے۔ بلکہ فریقین میں راہن ومرتہن کے تعلقات ثابت ہونے کی صورت میں عرضی دعویٰ نامنظور ہونا چاہیے مدعی صحیح عرضی دعوے کے ذریعہ سے دادرسی طلب کرسکتے ہیں

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل ورائے بشیشور ناتھ صاحب وکلاء

منجانب مرافعہ علیہم پنڈت گرراؤ صاحب وکیل

پنڈت کیشو راؤ صاحب ونواب معراج یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔

گوبندراؤ اور سماجی ولد تکارام نے عدالت منصفی ہنگولی میں نالش تنسیخ ڈگری مصدرہ عدالت مورخہ ۲۹ اسفندار ۱۳۲۲ف ودخلیابی اراضیات کی اس بیان سے دائر کی کہ اراضی متدعویہ موروثی مدعیان ہے۔ اور تکارام پدر مدعیان کو تنہا اوس کے انتقال کا کوئی حق نہ تھا چونکہ پدر مدعیان نے اوس کو بذریعہ صلحنامہ رہن الخ مدعی علیہ منتقل کیا ہے اور مدعی علیہ نے بربناء صلحنامہ مذکور ڈگری حاصل کی اور باجرائی اوس کے قبضہ کرلیا ہے۔ لہٰذا ڈگری مذکور منسوخ کیجائے اور جائداد ڈگری شدہ مدعیان کو واپس دلائی جائے نیز دوسرے یہ بھی بیان کی کہ جو ڈگری بمقابلہ پدر مدعیان صادر ہوئی ہے وہ قطعی نہیں بلا قطعی ڈگری بیعات کے مدعی علیہ نے بعینہٖ تعمیل۔

بنا راضی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۴ فروردی ۱۳۳۲ف مشمرانیکہ مرافعہ قرینا منظور۔

شوہر اور دوسرے فریقین کے مابین بشور مساوی تقسیم کیا جائے۔ جس کی تعمیلی احکام جاری کئے گئے مدعیان نے یہ دعوے ان (۸) مواضعات کے و اصلاحات کے متعلق حکم بحالی کے تین سال ما قبل زمانہ کی بابت کیا ہے۔ مدعی علیہ کی جانب سے متعدد عذرات کئے گئے۔ مدعیان میں سے ایک مدعی کا انتقال ہوجانے کے بعد دوسرے مدعی واحد النساء کے حق میں عدالت ابتدائی نے مدعی علیہ مرافعہ علیہ کے مقابلہ میں اس کے حصہ کی بابت ڈگری صادر کی۔ مدعا علیہ مرافعہ علیہ نے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا۔ دوران مرافعہ میں واحد النساء کا انتقال ہوگیا + وارثکی بیوہ قائم مقام ثانی گئی۔ اجلاس کامل نے عدالت ابتدائی کی ڈگری منسوخ کی اور مدعی کا دعوے خارج کیا۔ اس حکم کی ناراضی سے مرافعہ نے یہ مرافعہ پیش کیا ہے۔ جب مقدمہ سماعت کے لئے بتاریخ ۲ خورداد پیش ہوا تو مرافعہ نے اس عذر سے التوائے مقدمہ کی درخواست پیش کی کہ اوس کے وکیل نے ملازمت قبول کرلی ہے اگرچہ التوائے کے لئے یہ وجہ معقول نہ تھی اور اوس کی جانب سے دو اور بھی عذر تھے لیکن ہم نے اس امر کے پیش نظر کہ مرافعہ بیوہ ہے اور آیندہ مزید درخواست پیش نہ ہو یہ مناسب خیال کیا کہ مقدمہ ۲۵ ر مہر ۱۳۳۲ف تک ملتوی کیا جائے تاکہ مرافعہ مقدمہ کی سماعت کے وقت اپنی حاضری کا انتظام کرسکے۔ جب مقدمہ بتاریخ ۹ ر آبان ۱۳۳۲ف سماعت کے لئے پیش ہوا تو اوس کی جانب سے پھر وہی عذر پیش ہوا اور مقدمہ ملتوی کرنے کے ایسے طریقہ سے خواہش کی گئی جس کو ہم پسندیدہ نہیں قرار دے سکتے۔ بالآخر مقدمہ بتاریخ ۲۳ ر آبان ۱۳۳۲ف سماعت کے لئے مقرر ہوا۔ اس تاریخ کی اطلاع حسب ضابطہ خود مرافعہ کو اور نیز اوس کے وکیل خان بہادر عبدالرحیم کو پہنچی۔ اگرچہ ہم نے مرافعہ کو ۱½ مہینے کی مہلت دی لیکن اس کی جانب سے تاریخ پیشی پر حاضری کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ اور اس کے وکیل بھی جنہوں نے اطلاعنامہ قبول کیا تھا حاضر نہ ہوئے۔ ان حالات میں یہ واضح ہوتا ہے کہ مرافعہ کی غایت صرف یہ ہے کہ وقت ٹالتی رہے تاکہ مرافعہ کے تصفیہ میں تاخیر ہو اس لئے ہم نے مرافعہ علیہ کی بحث سماعت کی اور ہم مقدمہ کی رو سے اپنا اظہار رائے کرتے ہیں۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا مرافعہ اس زمانہ کی بابت واصلات پاسکتی ہے جو اس تاریخ کے ماقبل ہے جب ان مواضعات کی بحالی کے متعلق فرمان مبارک شرف صدور لایا عطیات سلطانی کے مقدمات میں کسی جاگیردار کا وارث بطور حق کے دعویدار نہیں ہوسکتا۔ جب کبھی کسی وارث کے حق میں جاگیر بحال ہوتی ہے تو وہ جدید عطا کے طور پر ہوتی ہے اس اصول کا یہ لازمی

نواب ناصر یار جنگ بہادر و نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔ یہ مقدمہ نفاذ وصیت کا ہے۔ مدعی کا دعویٰ یہ ہے کہ شجاع اللہ خان مرحوم نے اپنے انتقال کے چھ روز قبل مکان و باغ مدعوہ کی وصیت زبانی بحق مدعی کی جس کی بنا پر مدعی اس وقت تک اس پر قابض ہے اسکی استدعا یہ ہے کہ بمقابلہ مدعا علیہم اس امر کا استقرار کر دیا جائے کہ بہ بنا وصیت مذکور وہ مالک اور قابض مکان و باغ مدعوہ کا ہے۔ مدعی علیہ نمبر (۲) کی جانب سے یہ اپیل میں مرافع ہیں جواب دہی کی گئی اور وصیت مبینہ مدعی سے اور اوس کے استحقاق نالش و قبضہ سے کلیتاً انکار کیا گیا عرضی دعوے میں مدعی نے صرف اسی قدر بیان کیا ہے کہ بذریعہ وصیت زبانی مکان و باغ مدعوہ مدعی کو شجاع اللہ خان نے عطا کیا اس کی صراحت عرضی دعوے میں مطلقاً نہیں ہے کہ کن الفاظ میں اور کس طرح وصیت کی گئی تھی تنقیح عدالت ابتدائی نے ان الفاظ میں قائم فرمائی ”کیا شجاع اللہ خان نے حسب بیان دعوے مدعی کے حق میں جائز وصیت کی اور اس کا کیا اثر ہے؟“ جناب مدعی بیان جس قدر شہادت اس امر کے اثبات میں پیش ہوئی ہے اُس پر غور کرنے سے اس سے زیادہ کوئی نتیجہ مستخرج نہیں ہوتا کہ شجاع اللہ خان نے اپنی وفات سے کچھ روز پہلے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”یہ مکان و باغ ابراہیم خان کو دیو نا“ یوسف خان جس سے مخاطب ہو کر شجاع اللہ خان نے یہ الفاظ کہے تھے یہ جواب دیا کہ ہم اچھے ہونے کے وقت دینا۔ قابل غور طلب یہ امر ہے کہ آیا الفاظ مذکورے متوفی کا مقصود وصیت تھی۔ لایق وکیل مرافعہ علیہ کی بحث یہ ہے کہ الفاظ ”دیو نا“ بجائے الفاظ ”دیدو“ کے مستعمل ہوئے ہیں۔ یہ بحث اسطرح سمجھائی ہے کہ شجاع اللہ خان مرحوم متوفی نے یہ الفاظ مثل تکیہ کلام کے یا اوس محاورے کے مطابق جو کہ مہدوی پٹھانوں میں بالعموم رائج ہے کہ بجائے آؤ۔ جاؤ۔ دیو۔ ہم ”آونا“ ”جانا“ ”دیونا“ [illegible] الفاظ استعمال کرتے ہیں ہم نے شہادت پر غور کیا۔ شہادت سے ہماری رائے میں یہ نتیجہ کسی طرح مستخرج نہیں ہوتا۔ یوسف خان مرافع بھی بطور گواہ مدعی پیش ہوا ہے اُس کا بیان ہے کہ شجاع اللہ خان نے اُس سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے اور اس سے استنتاج کیا کہ وہ اس مکان و باغ کو دے سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا بیان قرین قیاس ہے اور جن حالات میں شجاع اللہ خان نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے اُس کا اقتضا بھی یہی ہے یوسف خان شجاع اللہ خان کا حقیقی بھائی ہے اور اوس کی وفات کے بعد وہ وارث

زوجہ تھی اور اُس جلسہ میں موجود تھی جس میں شجاع اللہ خان نے الفاظ مذکورہ کہے تھے اُس نے
خود ایک ڈگری زرِ مہر کی بمقابلہ جائداد شجاع اللہ خان متوفی حاصل کی جس سے فریق تقریباً
کل ورثا شجاع اللہ خان تھے اور اسی جائداد کو اُس نے متوفی مذکور کا متروکہ قرار دیکر اجراء ڈگری
میں قرق کرایا۔ جس جائداد کی نسبت مقدمہ زیر غور میں کہا جاتا ہے کہ بذریعہ وصیت مدعی کو دیدی
گئی تھی۔ شہادت سے ثابت ہے کہ آمینہ خاتون مدعی کی پرورش کرتی تھی اور مدعی اُس کے
پاس رہتا تھا۔ فی الواقع اگر یہ جائداد مدعیا بذریعہ وصیت دیدی گئی ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ
آمینہ خاتون اس جائداد کو قرق کراتی۔ روئداد موجودہ کے لحاظ سے یہ کہنا ناممکن ہے کہ آمینہ
خاتون کو مدعی سے کوئی مخالفت تھی بلکہ اطمینان بخش ثابت ہے کہ آمینہ خاتون مدعی سے اس
طرح شفقت رکھتی تھی جیسا کہ ایک پرورش کنندہ ماں کو رکھنی چاہئے۔ کسی طرح یہ قیاس نہیں
ہوسکتا کہ آمینہ خاتون کوئی فعل بھی ایسا کر سکتی تھی جس سے مدعی کو کسی قسم کے نقصان پہونچنے
کا اندیشہ ہو۔ اسیطرح ایک دوسری ڈگری اسی شجاع اللہ خان مرحوم کی دوسری زوجہ بی بی
خاتون نے بھی عدالت دار القضاء سے زرِ مہر کی حاصل کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی
متروکہ شجاع اللہ خان قرار دیکر اسی جائداد کو قرق کرایا جس کی نسبت وصیت بیان کی جاتی ہے
ان تمام امور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شجاع اللہ خان کے وابستگان و متعلقین میں کوئی شخص یہ
نہیں سمجھتا تھا کہ مدعی کے حق میں کوئی وصیت شجاع اللہ خان نے کی ہے اگر فی الواقع اُن الفاظ
سے جو شجاع اللہ خان مرحوم نے کہے تھے۔ کوئی وصیت قابل نفاذ ہوسکتی تو کوئی وجہ اس
کی نہ تھی کہ ڈگریات مذکور میں جائداد متنازعہ شجاع اللہ خان مرحوم کی متروکہ قرار دیکر قرق کرائی
جاتی۔ مقدمات مذکورہ کا فیصلہ جو کاپی مطبوعہ کے ص ۱۰ پر چھپا ہے اُس کے پڑھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ باغ و مکان جو اس مقدمہ میں متنازعہ ہے۔ متروکہ شجاع اللہ خان آمینہ خاتون کا مقبوضہ
قرار دیا گیا ہے اور زاولاد اس پر اجراء ڈگری کا حکم دیا گیا ہے۔ لایق وکیل مدعی کی بحث یہ ہے
کہ ڈگری جس کا ہم اوپر ذکر کرائے ہیں) مدعی اس کا پابند نہیں ہے۔ بیشک یہ حجت صحیح ہے اگر اس
حجت کا یہ مقصود ہے کہ جس طرح ایک قایم مقام کسی مدعی یا ڈگریدار متوفی کا پابند ہوتا ہے اُس
طرح مدعی پابند نہیں ہے۔ مگر اس حجت سے کوئی فائدہ مدعی کو نہیں پہونچتا۔ مقصود یہ ہے کہ تمام
حالات و واقعات سے قیاس غالب بلا خوف و تردید یہی ہوتا ہے کہ کوئی وصیت قابل نفاذ
بحق مدعی شجاع اللہ خان مرحوم نے نہیں کی ان ڈگریات کا وجود بھی منجملہ دیگر حالات کے قرینہ

سے عدالت انصافی کی صورت میں کوئی چارہ کار عطا نہ کرسکے۔

نگرانی عدم پیروی میں خارج ہو جائے تو اس کی بازدائری نہیں ہوسکتی اس کا نتیجہ نہیں کہ نگرانی خواہ کو کوئی چارہ کار باقی نہ رہے۔ جہاں تک ہم واقف ہیں کوئی امر ایسا مانع نہیں ہے کہ نگرانی کی دوبارہ درخواست پیش کی جائے۔ ایسی درخواست کا پیش کیے جانے ... کافی وجہ کے درخواست کے پیش کرنے میں غیر معمولی تاخیر کی صورت میں عدالت سماعت سے بطور جائز انکار کر سکیگی۔

منجانب مرافعہ ... صاحب و رائے ... لال صاحب وکلا۔

منجانب مرافع علیہم رائے ... صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ جب درخواست نگرانی عدم پیروی میں خارج کی گئی ہو تو اس کی بازدائری ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس امر کا تصفیہ کرنے میں حسب ذیل دو امور یاد رکھنے ضروری ہیں :۔

(۱) نگرانی کے اختیارات کوئی فریق بطور حق کے استعمال نہیں کرا سکتا۔ بلکہ ان اختیارات کا استعمال عدالت کے صوابدید پر منحصر ہے۔

(۲) مجموعہ ضابطہ دیوانی میں اس درخواست نگرانی کی بازدائری کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے جو عدم پیروی میں خارج کی گئی ہو۔

مرافع کے لائق وکیل نے یہ بحث کی ہے کہ جب ایسی درخواست کی عدم پیروی میں اخراج کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے تو عدالت کو چاہیئے کہ ایسی درخواست کا تصفیہ ہمیشہ روئداد پر کرے لیکن اگر عدالت ایسی درخواست عدم پیروی میں خارج کر دے تو یہ قیاس کیا جانا چاہیئے کہ اسے بازدائری کا اختیار حاصل ہے۔ ہمیں اس بحث سے تو اتفاق ہے کہ نگرانی کی صورت میں یہ ہمیشہ مناسب ہے کہ اس کا تصفیہ روئداد پر کیا جائے۔ بالخصوص جب نگرانی کے اختیارات عدالت خود اپنی تحریک پر استعمال کر سکتی ہے لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں کہ ہر صورت میں جب ایسی درخواست عدم پیروی میں خارج کی گئی ہو تو یہ تعبیر کی جانی چاہیئے کہ اس کا تصفیہ روئداد پر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس طرح عمل خاص خاص مقدمات میں کیا جائے لیکن معمولاً جب عدالت کسی درخواست کو عدم پیروی میں خارج کرتی ہے تو وہ روئداد پر غور نہیں کرتی ہے۔ جہاں تک آخری بحث مذکورہ بالا کا تعلق ہے ہماری

کے ضمن میں صادر کیا گیا تھا لیکن اس کی نوعیت ڈگری کی تھی اور وہ قابل مرافعہ تھا۔

منجانب مرافع پنڈت وناٰیک راؤ صاحب کونسل و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ مرافع نے ۱۸۷۷ء میں ایک دعوی رجوع کیا۔ جس میں مرافعہ علیہ منجملہ چھ مدعی علیہم کے ایک تھا۔ اس مقدمہ میں پانچ مدعی علیہم کے مقابلہ میں مصالحت کی بناء پر ڈگری صادر ہوئی اور مرافعہ علیہ کا نام زمرہ مدعی علیہم سے خارج کیا گیا۔ اُس ڈگری کی تعمیل میں جائداد قرق کی گئی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ مرافعہ علیہ کی ہے مرافعہ علیہ کی جانب سے عذرداری پیش ہونے پر جائداد قرقی سے واگذاشت کی گئی۔ ڈگری دار کی جانب سے مرافعہ کیا گیا کہ مرافعہ نہیں ہو سکتا ہے لیکن بالآخر مجلس عالیہ عدالت نے قرار دیا کہ چونکہ مرافعہ علیہ مقدمہ میں [illegible] تھا اس لئے اس کی درخواست کے متعلق یہ قرار دیا جانا چاہئے کہ وہ گویا نشان (۲) دیوانی کی [illegible] کے تحت فیصل کی گئی اور اس لئے اس کی ناراضی سے مرافعہ ہو سکتا ہے بالآخر درخواست داری کا یہ تصفیہ کیا گیا کہ مرافعہ علیہ جس جائداد کے متعلق دعویدار تھا اُس کا ½ حصہ قرقی سے الگ کیا گیا۔ اس کے بعد مرافعہ علیہ نے بقیہ ½ حصہ دلا پانے کے لئے نمبری نالش کی جس [illegible] متعلق کی عذرداری نامنظور کی گئی تھی۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا ایسا دعوی چل سکتا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کے سابقہ فیصلہ میں بالصراحت قرار دیا گیا ہے کہ مرافعہ علیہ کو بصیغہ تعمیل چارہ کار حاصل ہے اُس فیصلہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اس امر کے لئے نمبری نالش نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ حکم نافذ ہے (اور اب وہ حکم قطعی ہو چکا ہے) مدعی کو نمبری نالش کے ذریعہ سے اُس جائداد کے حاصل کرنے کا موقع نہیں ہے جو جائداد کہ وہ بصیغہ تعمیل حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ارکان نے قرار دیا ہے کہ سابقہ فیصلہ میں دعوے کے ارجاع کے مانع نہیں ہے کیونکہ وہ فیصلہ سرسری کاروائی میں کیا گیا ہے۔ یہ رائے غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ گو وہ حکم متفرق کاروائی کے ضمن میں صادر کیا گیا تھا۔ لیکن اس کی نوعیت ڈگری کی تھی۔ اور وہ قابل مرافعہ تھا۔

ہمارے روبرو یہ بحث کی گئی ہے کہ سابقہ حکم مرافعہ علیہ پر قابل پابندی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فیصلہ قانونی امر کے متعلق غلطی پر مبنی ہے۔ لیکن اس امر کا اطمینان نہیں ہے کہ سابقہ فیصلہ غلط ہے۔ نظیر مندرجہ انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد ۳ صفحہ ۱۹۹ متعلق نہیں ہے

مدعیہ نمبر ۳ (ح) کے حصہ تک بقدر پنجم کی ڈگری دی اور ڈگری کی نا راضی سے مدعا علیہم
اور ۲ کے قایم مقام اور مدعیہ نمبر ۳ نے جو دوسری اپیل کی تھی ہیں مرافعہ پیش کرکے استدعا کی کل اراضی
متدعویہ کی ڈگری دیجائے۔ تجویز ہوئی کہ:۔

بلحاظ حالات مقدمہ یہ قرار دینا ممکن ہے کہ مرافعہ علیہ کا قبضہ جو سرکاری عہدہ داروں کے حکم
اور اس کی اجازت سے تھا وہ ان اشخاص کے مخالف تھا جو اس اراضی کے درحقیقت مستحق
تھے۔ اون کا قبضہ حق کی بنا پر اور مدعیان کے حقوق کے مخالف اس تاریخ سے متصور ہو سکتا ہے
جب ہر دو متعلقداروں نے اس کے حق کو تسلیم کیا۔

منجانب مرافعان مولوی محمد عبد القیوم صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔

فیصلہ۔ اس مقدمہ کے واقعات اور فریقین کے عذرات بتفصیل میر مجلس عدالت العالیہ نے اپنے
فیصلہ میں بالصراحت بیان فرمائے ہیں۔ اور اس لئے اون کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مرافعان
جو عدالت ابتدائی میں مدعیان تھے۔ ولی محمد کی بیٹیاں اور ان کے قایم مقامان ہیں ولی محمد نے
راجورہ میں پنجرار اجینات کا قول حاصل کیا تھا۔ اون کا انتقال بتاریخ ۸ شہریور ۱۳۱۲ف ہوا
جب کہ اون کے متصلہ قول کی مدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ اون کے پسماندگان وہی مرافعان اور دو بیوگان
اور اون کے بچے تھے۔ مرافعہ علیہم اپنے اس بیان سے درخواست منتقلی قول جس کی کہ متوفی
کا نواسہ ہے۔ اور قریب کے ورثار قول لینا نہیں چاہتے ہیں اس درخواست میں اوس نے مدعیان
کے نام شریک نہیں کئے۔ اور وہ اب تسلیم کرتے ہیں کہ مدعیان متوفی کی بیٹیاں اور ان کے قایم
مقامان ہیں۔ بعد ضروری تحقیقات کے محکمہ مال نے مرافعہ علیہ نمبر (۱) کے نام قول منتقل کیا
اور اوس کی مدت ختم ہونے پر پٹہ عطا کیا۔ ظاہراً یہ منتقلی بیوگان اور اون بچوں کی رضامندی
سے عمل میں آئی۔ جن کے نام درخواست میں درج تھے۔ مدعیان نے محکمہ مال میں درخواست
پیش کی کہ اون کے حقوق تسلیم کئے جائیں۔ لیکن اون کو عدالت دیوانی میں رجوع ہونے کی ہدایت
کی گئی۔ اس بنا پر یہ دعوی دلاپانے حق اور (۶۴۴ م) ایکڑ اراضی کے دخل کا رجوع کیا گیا مرافعہ
علیہ نمبر (۱) کے علاوہ ولی محمد کے دوسرے ورثار بھی مدعی علیہم بنائے گئے تھے۔ لیکن انہوں
نے کارروائی یکطرفہ ہونے دی یا مدعیان کے دعوے کی مخالفت نہیں کی۔ مدعی علیہ نمبر (۱)
نے متعدد عذرات پیش کئے عدالت ابتدائی نے مدعیان کا دعوی ڈگری کیا۔ بہ سیغہ مرافعہ صدر

مرافعہ علیہ نمبر (۱) کے وکیل کی جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ چونکہ وہ ولی محمد کے انتقال کے قبل بھی قابض تھا اور اون کے انتقال کے بعد یقیناً اوس کا قبضہ تھا۔ اس لئے اوس کا مخالفانہ قبضہ کم از کم ۱۹ شہریور ۱۳۱۵ف تصور کیا جانا چاہئے جب کہ اوس نے اپنے پٹہ عطا کئے جانے کی درخواست پیش کی لیکن وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پٹہ کی منتقلی کا حکم اس درخواست پر صادر نہیں ہوا بر خلاف اس کے تحصیلدار نے تحقیقات کا حکم دیا یہ صحیح ہے کہ اوس تاریخ پر مرافعہ علیہ نمبر ۱ قابض تھا لیکن جیسا کہ پٹواری کی رپورٹ مورخہ ... بہمن ۱۳۱۵ف سے واضح ہوتا ہے اوس کا قبضہ عملاً سرکار عالی کی جانب سے تھا۔ یا کم از کم قبضہ مخالفانہ نہیں سمجھا جاسکتا ہے بہرحال بلحاظ حالات مقدمہ یہ قرار دینا ناممکن ہے کہ مرافعہ علیہ کا جو قبضہ سرکاری عہدہ داروں کے حکم اور اون کی اجازت سے تھا۔ وہ اون اشخاص سے مخالف تھا۔ جو اس اراضی کے درحقیقت مستحق تھے۔ اون کا قبضہ حق کی بنا پر اور مدعیان کے حقوق کے مخالف اوس تاریخ سے متصور ہو سکتا ہے جب کہ دوم تعلقدار نے اون کے حق کو تسلیم کیا۔ یعنی ۴ خورداد ۱۳۲۰ف سے اور اوس تاریخ کے لحاظ سے دعویٰ اندرون میعاد ہے اس لئے ہماری یہ رائے ہے کہ اس مقدمہ کے واقعات کے لحاظ سے مدعی کے دعوے میں تمادی عارض نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے بارگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری منسوخ کی جائے اور مدعی کا دعویٰ مع خرچہ عدالتوں کے خرچہ کے جسے مرافعہ علیہ نمبر (۱) ادا کرے گا ڈگری کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ بابتہ ۱۳۳۴ف نظائر دکن جلد ۱۴ بابتہ ۱۳۳۴ف صفحہ ۳۶

جوڈیشل کمیٹی مرافعہ دیوانی

باجلاس عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب فاروق یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

نرو بائی بنت راجہ سکھ رام (مدعی علیہا) مرافعہ بنام بھوانی پرشاد ولد چین رائے (مدعی) مرافعہ علیہ

شہادت خاندانی اشخاص کی شہادت بہترین شہادت رسوم شادی وغمی بغرض ثبوت قانون

خلاصہ تجویز جلسہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۲۵ آذر ۱۳۳۲ف صادر ہوئی کہ مرافعہ منظور دعویٰ مدعی تقسیم مکانات نمبری ۳۳۴ و ۳۳۵ مع خرچہ بمقابلہ مدعی علیہ نمبر ۲ خارج اور بمقابلہ مدعی علیہ نمبر (۱) مکانات نمبری ۳۳۰ تا ۳۳۲ ڈگری دیجاتی ہے خرچہ مدعی علیہا ادا کرے۔

عدالت نے عدالت ابتدائی کی ڈگری مع خرچہ منسوخ کی مجلس عالیہ عدالت نے بصیغہ مرافعہ مدعیہ
نمبر ۳ حسین بی کے حصہ کی بابتہ اراضی متدعویہ کے [illegible] حصہ کی ڈگری دی اس ڈگری کی ناراضی سے مدعیان
نمبر ۱ و ۲ کے قایم مقامان نے اور مدعیہ نمبر ۳ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے جسمیں انہوں
نے استدعا کی ہے کہ اون کو کل اراضی متدعویہ کی بابتہ ڈگری دیجائے۔ بصیغہ فریقین کی
بحث سماعت کی۔ مرافعہ علیہ نمبر ۱ نے جو عذرات پیش کئے تھے۔ اون میں سے سوائے تمادی کے عذر
کے بقیہ جملہ عذرات مجلس عالیہ عدالت نے نامنظور کئے ہیں۔ اور اس کی جانب سے کوئی عکسی مرافعہ
پیش نہیں ہوا ہے۔ مرافع کے لایق وکیل نے ہمارے روبرو دو امور پیش کئے ہیں۔ یعنے میعاد و فریب
کا عذر۔ لیکن اوس رائے کے مدنظر جو ہم نے میعاد کے مسئلے کے متعلق قایم کی ہے۔ فریب کے مسئلہ
پر غور کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر فریقین کا مسلمہ ہے کہ اس دعوے سے قانون میعاد
سماعت سرکار عالی نشان (۴) ۱۳۰۱ف کی مد (۷۷) متعلق ہے اوس مد میں اوس دعوے کے
لئے جس کی اوس میں صراحت ہے (۱۲) سال کی میعاد مقرر ہے اور میعاد اوس وقت سے شمار
ہوگی جب مدعی علیہ کا قبضہ مخالفانہ ہو۔ اس لئے صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ مدعی علیہ کا قبضہ
کس تاریخ سے مدعیان کے مقابلہ میں مخالفانہ ہوا۔ ولی محمد کا انتقال بتاریخ ۸ شہریور ۱۳۱۶ف ہوا
لیکن تحصیلدار کو اون کے انتقال کی اطلاع ملنے کے قبل انہوں نے حکم دیا کہ چونکہ ولی محمد بیمار ہے
اور اراضی پر کاشت نہیں کرسکتا ہے۔ اس لئے پٹواری کو چاہئے کہ اراضی کی کاشت کا انتظام
اپنی ذمہ داری سے کرے تاکہ سرکاری محاصل کا نقصان نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی علی سبیل البدل
سیکنڈ ہدایتیں بھی اوس کو دی گئی تھیں۔ بتاریخ ۷ بہمن ۱۳۱۵ف پٹواری نے رپورٹ پیش کی کہ
سید احمد (مرافعہ علیہ نمبر۱) نے جو قولدار کا وارث ہے۔ اراضیات وغیرہ کی کاشت کی ہے۔
اسی اثناء میں مرافعہ علیہ نمبر (۱) نے وہ درخواست پیش کی جس کا اس کے قبل ذکر کیا جاچکا ہے
جس میں اوس نے استدعا کی کہ قبول اوس کے نام منتقل کیا جائے۔ اور اس کو پٹہ دیا جائے۔
اس درخواست پر تحصیلدار نے ضروری تحقیقات کی اور بتاریخ ۴ خورداد ۱۳۱۵ف دوم تعلقدار
نے جو مسلمہ طور پر حکم دینے کا مجاز تھا۔ یہ حکم دیا کہ مرافعہ علیہ نمبر۱ کو پٹہ عطا کیا جائے۔ مرافع
کے لایق وکیل کی جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ مرافعہ علیہ نمبر (۱) کا مخالفانہ قبضہ ۴ خورداد
۱۳۱۵ف سے شروع ہونا متصور ہونا چاہئے۔ اور چونکہ دعوے بتاریخ ۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۷ف
رجوع ہوا۔ اس لئے وہ اندرون میعاد ہے۔ بادی النظر میں یہ بحث صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن

بیان کرنے والے پر ہوگا۔ نیلکنٹھ نے جو تصنیف میوکھ کے نام سے کی اس کی نوعیت کسی ایسے جدید قانون کی نہیں جو کہ اس زمانہ میں آج کل مجلس وضع قوانین کسی مسئلہ پر پہلی مرتبہ وضع کرتی ہے۔ بلکہ دراصل یہ تصنیف اُن قوانین و رسم و رواج کا مجموعہ تھا جو کہ اس مقام پر قبل تصنیف کے رائج تھے لہذا تاریخ تصنیف کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قانون متاکشرا خود ایک شرح دیرینہ ہندو قانون کی ہے جو وجیانشور پنڈت نے سنہ عیسوی کے بارھویں صدی میں لکھی ہے۔

قانون میوکھ کے بموجب لڑکیوں کا حق چھین جاتی نہیں ہوتا بلکہ منتقل ہوتا ہے آمدنی پر بیوہ کو پورا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر بیوہ چاہتی تو جائداد اس طرح حاصل کرے اس کو اس طرح سے اپنے قبضہ میں رکھے گویا وہ اپنے متروکہ شوہری میں اضافہ کر رہی ہے۔

۱۷۔ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۱۲۵ پریوی کونسل۔

۲۷۔ لا رپورٹ انڈین اپیلز ص ۱۲۳ پریوی کونسل کا حوالہ دیا گیا۔

مفصل واقعات فیصلہ سے ظاہر ہوتے ہیں جن کی رپورٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و مولوی محمد عبدالقیوم صاحب و رائے بشیشور ناتھ صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہ مسٹر آرمدو آئنگار و رائے چنی لال صاحب وکلاء۔

فیصلہ۔ اس مقدمہ کے واقعات کے سمجھنے کے لئے ذیل کا شجرہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

راجہ دل سکھ رام

زوجہ اولی سے — زوجہ ثانی گنگو بائی کے بطن سے

(زوجہ اولی سے) منا بائی دختر
راجہ بھین رائے
بھوانی پرشاد مدعی

(زوجہ ثانی سے) سندو بائی مدعا علیہا نمبر (۱) دختر
داسدیو راؤ مدعا علیہ نمبر (۲)

اس شجرہ سے ظاہر ہوگا کہ مدعی راجہ دل سکھ رام کی بیٹی منا بائی کا پوتا ہے اور مدعا علیہا نمبر (۱) راجہ دل سکھ رام کی بیٹی زوجہ ثانی سے ہیں۔ مدعی کا یہ دعوے ہے کہ راجہ دل سکھ رام چند مکانات واقع چوک میدان خان حیدرآباد اور ایک باغ واقع محلہ لنگر حوض حیدرآباد کے مالک تھے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی بیوی رانی گنگو بائی قابض ہوئیں جنہوں نے سنہ ۱۳۱۶ف

واشت - روایات خاندانی کے اثبات کا لزوم - شہادت مدعی کی - مدعی کی شادی کی اہمیت - شہادت
مدعی کا ثابت نہ ہونا - ہنود کے تمدن میں مذہبی رسوم - رسوم مذہبی سے قانون وراثت کا پتہ چلنا
سکونت ترک کر لینے سے قانون سابقہ کا متروک نہ ہونا - دھرم شاستر ذاتی ہے مقامی نہیں
میوکھ کی تاریخ - میوکھ کی تصنیف کس طرح ہے ؟ قیاس اس امر کا کہ کون کس قانون کا پابند ہے
وراثت - متاکشرا - میوکھ کے موجب لڑکیوں کا حق - حق لڑکیوں کا کس طرح کا ہوتا ہے - آمدنی
جائداد پر بیوہ کا حق - بیوہ آمدنی جائداد پر کس طرح تصرف کر سکتی ہے -

دو امور تصفیہ طلب تھے -

(۱) دو مورث فریقین کا اصلی وطن کہاں تھا اور اس مقام کا قانون وراثت کیا تھا -

(۲) منجملہ جائداد متدعویہ کے کون جائداد (و) کی تھی جس میں مدعی کا حق ہو سکتا ہے - امر اول
واقعہ ایسا ہے کہ اس کو سوائے خاندانی اشخاص کے دوسرے لوگ مشکل سے بیان کر سکتے
ہیں - نیز اس قسم کے معاملات میں بہترین شہادت وقت کی تمثیلات ہو سکتی ہیں - جن کے
بموجب ظاہر ہو سکتا تھا کہ جس قانون پر یہ خاندان عمل کر رہا تھا - وہ کس خطہ ہندوستان کا قانون تھا
دوم درجہ کی شہادت مخصوص ہندوؤں میں شادی بیاہ و غمی کے رواسم ہیں کہ وہ کس طریقہ سے ادا کیے
گئے اور نیز خاندانی روایات ہیں جو نسلاً بعد نسلاً خاندان کے ممبروں میں چلے آتے ہیں -
مدعی تو خود دعوے کر رہا ہے بہتر ہوتا کہ اگر وہ خانہ شہادت میں بھی آتا - لیکن اس ملک میں
ایسے معاملات میں فریقین کو شہادت میں پیش کرنا اُن کے مشیران قانونی ایسا اہم نہیں
سمجھتے جیسا کہ در اصل ہے -

اہل ہنود کے تمدن میں مذہبی رسوم ایک ایسا جزو اعظم ہے کہ اس سے اُن کی زندگی کے قوانین کا
جس کے وہ تابع ہیں بہت کچھ پتہ ملتا ہے -

قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مقام پر مستقل سکونت رکھتا ہو تو عام طور سے اس
شخص سے وہی قانون وراثت متعلق کرنا چاہیے جو اس مقام پر اسی مذہب کے لوگوں سے
قانوناً متعلق کیا جانا چاہیئے -

جب کسی شخص کا اصلی وطن کوئی دوسرا مقام ہے جس کو چھوڑ کر وہ اس نئے وطن میں آباد ہوا ہے
تو قیاس یہ کیا جائے گا کہ وہی قانون وراثت وہ اپنے ہمراہ لایا ہے جو کہ اس مذہب کے لوگوں
میں اسکے اصلی وطن میں رائج تھا - کوئی شخص اس کے خلاف بیان کرے تو بار ثبوت خلاف

کا بیان ہوا ہے یہ واقعہ ایسا ہے کہ اسکو سوائے خاندانی اشخاص کے دوسرے لوگ مشکل سے بیان کرسکتے ہیں۔ اور خاندانی اشخاص بھی اپنا ذاتی ذریعہ علم اس وجہ سے نہیں بیان کرسکتے کہ خود وہ بھی کہے بیان کے بموجب راجہ دل سکھہ رام کے مورثوں کو اپنا اصلی وطن چھوڑے ہوئے دو سو سال سے زائد ہوچکے ہیں۔ اس قسم کے معاملات میں بہترین شہادت تو وراثت کی مسلمات ہوسکتی ہیں جن کے بموجب ظاہر ہوسکتا تھا کہ کس قانون پر یہ خاندان عمل کر رہا تھا وہ کس خطہ ہندوستان کا قانون تھا لیکن ایسی شہادت مہیا کرنی بھی دشوار ہے خاصکر جب کہ خاندان میں کبھی ایسے جائداد کا تقسیم بھی نہ ہوا تھا جس پر قانون وراثت کا عمل کیا جاتا۔ اسلئے دوسرے قسم کی شہادت میں شادی بیاہ وغیرہ کے مراسم ہیں کہ وہ کس طریقہ سے ادا کئے گئے ہیں۔ اور تیسرے خاندانی روایات ہیں جو نسلاً بعد نسل اصلی مقام سکونت کے متعلق کسی خاندان کے ممبروں میں چلی آتی ہوں۔ جو ہمارے سامنے جو کچھ شہادت ہے وہ اس دوسرے درجہ کی شہادت ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ وہ خاندانی اشخاص جن کی شہادت سے اس واقعہ پر روشنی پڑ سکتی تھی بہت کم باقی رہ گئے ہیں مدعی خود دعویٰ کر رہا ہے بہتر ہوتا اگر وہ خانہ شہادت میں بھی آتا۔ لیکن ہمارے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس ملک میں ایسے معاملات میں فریقین کو شہادت میں پیش کرنا ان کے مشیران قانونی ایسا اہم نہیں سمجھتے جیسا کہ دراصل ہے اس واقعہ کو کہ کسی خاندان میں کیا رسوم ادا کئے جاتے ہیں کون رسوم نہ ادا کیا جاتا ہے کیا روایات ہیں سوائے خاندانی اشخاص کے اور کون بہتر ذریعہ علم ہوسکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے ہیں راجہ موہن لال کے بیان کو جو کہ راجہ دل سکھہ رام کے حقیقی بھائی کے حقیقی پوتے ہیں۔ بہت اہم خیال کرتا ہوں اُن کا بیان ہے

"وہ ہم لوگ برہم کھتری ہیں۔ گجراتی کھتری بھی کہلاتے ہیں۔ برہم کھتری کا اصلی ملک گجرات ہے۔ اور وہیں سے اُن کی نکاس ہے"

لہذا اس گواہ کے ذہن میں خاندانی روایت یہی ہے کہ وہ ملک گجرات کے باشندے ہیں۔ جب اس گواہ سے ذاتی علم کا سوال کیا گیا کہ ان کا خاندان دہلی سے آیا یا گجرات سے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کا جواب یہی دے سکتے تھے کہ ان کو نہیں معلوم۔ اگر وہ بیان بھی کرتے کہ ہم کو معلوم ہے تو وہ بیان قابل ادخال نہ ہوتا۔ گواہ کی عمر صرف ۲۶ سال کی ہے اور صرف اسقدر بیان کرسکتے تھے دیکھنا یہ ہے کہ بہ حیثیت ممبر خاندان راجہ دل سکھہ رام اُن کے خیال میں اس واقعہ کے متعلق کیا ذہن نشین ہے۔ اس کا بیان کرنا کہ کوئی واقعہ کسی گواہ کے دماغ میں کیونکر ذہن نشین ہوا۔ دشوار ہے۔

میں انتقال کیا اُس وقت منا بائی جو کہ راجہ دل سکھ رام کی بیٹی اور مدعی کی دادی تھیں زندہ تھیں
راجہ دل سکھ رام کا اصلی وطن گجرات تھا اور وہ دھرم شاستر میوکھ کے پابند تھے جس قانون کے
بموجب نصف کے مالک منا بائی ہوئیں اور نصف کی وارث نرو بائی مدعی علیہا نمبر ا ہوئیں لیکن
نرو بائی مدعی علیہا نمبر (۱) نے تنہا قبضہ کر لیا۔ اب مدعی اپنی دادی کا قایم مقام ہے۔ لہذا
جائداد متدعویہ بالا میں نصف کا دعویدار ہے۔ مدعی علیہا نمبر (۲) واسدیو راؤ مدعی علیہا نمبر (۱)
کا بیٹا ہے اور ترمیمی مدعی علیہ بنایا گیا ہے کیونکہ چند معاملات اُس کے نام سے بیان کئے جاتے
ہیں۔ مدعی علیہا نمبر (۱) کی جانب سے منجملہ دیگر عذرات کے ایک عذر یہ کیا گیا کہ راجہ دل سکھ رام
کا اصلی وطن گجرات نہ تھا۔ اور قانون میوکھ اُن سے متعلق نہیں ہے۔ اور مکانات کی بابت یہ عذر
کیا گیا کہ منجملہ مکانات کے مکانات نمبر ۵۲۰ - ۵۲۱ و ۵۲۲ راجہ دل سکھ رام کے نہ تھے
بلکہ گنگو بائی مدعی علیہا نمبر (۱) کی ماں کے تھے اور مکانات نمبری ۵۲۳ و ۵۲۴ واسدیو راؤ
مدعی علیہا نمبر (۲) کے ہیں۔ عدالت ابتدائی نے یہ تجویز کیا کہ مدعی اس واقعہ کے ثابت کرنے
سے قاصر رہا ہے کہ راجہ دل سکھ رام اصلی باشندے گجرات کے تھے۔ لہذا قانون میوکھ اُن سے
متعلق نہیں کیا جا سکتا۔ دعویٰ مدعی خارج کر دیا کیونکہ یہ امر مسلمہ فریقین تھا کہ اگر میوکھ قانون
متعلق نہ کیا جائے۔ تو مدعی مستحق نہیں ہے۔ مدعی کی جانب سے عدالت العالیہ میں اپیل دائر
کیا گیا۔ جہاں جلسہ کامل نے یہ تجویز کیا کہ راجہ دل سکھ رام کا اصلی وطن گجرات تھا۔ لہذا
قانون میوکھ اُن سے متعلق تھا اور منجملہ جائداد کے مکانات نمبر ۵۲۳ و ۵۲۴ کی بابت یہ
تجویز کیا کہ یہ مکانات راجہ دل سکھ رام کی ملک ہونا ثابت نہیں ہے بقیہ جائداد میں مدعی کے
حق میں نصف کی تقسیم کی ڈگری صادر کی۔ مدعی کا جز و دعویٰ خارج ہو گیا۔ اس کی اپیل منجانب
مدعی نہیں ہوئی۔ مدعی علیہا نرو بائی کی جانب سے جوڈیشل کمیٹی میں اپیل دائر کیا گیا ہے جو کہ اس
وقت تصفیہ طلب ہے۔ اس وقت دو بحثیں تصفیہ طلب ہیں۔ ایک یہ کہ راجہ دل سکھ رام کا اصلی
وطن کہاں تھا اور اس مقام کا قانون وراثت کیا تھا۔ دوسری بحث یہ ہے کہ منجملہ جائداد متدعویہ
کے کون جائداد راجہ دل سکھ رام کی تھی جس میں مدعی کا حق ہو سکتا ہے۔ امر اول کے متعلق صورت
یہ ہے کہ خاندان کے صرف تین اشخاص ہیں جن کے بیانات اصلی وطن کے واقعہ پر
روشنی پڑ سکتی تھی۔ ایک تو راجہ موہن لال جو کہ راجہ دل سکھ رام کے حقیقی بھائی کے پوتے
ہیں۔ دوسرے نرو بائی اور تیسرے مدعی کے بھائی پرشاد ان میں سے راجہ موہن لال نرو بائی کی

گواہ بطور واقعہ کے اسیقدر بتلا سکتا ہے کہ اصلیت وطن کے متعلق کون سی روایت بطور واقعہ کے اُس کے ذہن نشین ہے جس کو وہ صحیح تسلیم کرتا ہے۔ راجہ موہن لال کے بیان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک گجرات کو اپنا اصلی وطن سمجھتے ہیں۔ دوسرا بیان سرد بائی مدعی علیہا کا ہے اُسکے طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو نہیں بیان کر سکتیں کہ اصلی وطن کے متعلق اُن کا ذاتی خیال بہ لحاظ روایات خاندانی کیا ہے۔ غالباً وکلا نے گواہ کے ذاتی خیال کو ایک اہم واقعہ نہیں خیال کیا۔ لہٰذا ایسے سوال نہیں کئے گئے جن سے کافی روشنی پڑ سکتی لیکن پھر بھی جو بیانات ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ سرد بائی بحیثیت گواہ کے کہتی ہیں۔

ہماری ذات ہم کھتری ہے۔ ہم کھتری کو گجراتی کھتری کہتے ہیں۔ سبب مجھے معلوم نہیں۔

سوال۔ آپ کو ہم کھتری کیوں کہتے ہیں۔

جواب۔ یہ مجھے معلوم نہیں لیکن میں والدے پوچھی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ سب دہلی سے اُٹھے۔ کوئی کوئی پنجاب کو گیا۔ کوئی کاسی کو گیا۔ کوئی حیدر آباد کو گیا۔ جو جدہر گیا اُس کی وہ چال پڑی۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہم کھتری ہم کو کیوں کہتے ہیں۔ بڑوں سے ہوتی ہوئی آئی ہے۔ ہم کھتری کا نکاس کہاں سے ہے معلوم نہیں۔ کس ملک سے نکلے ہیں معلوم نہیں۔

اس بیان سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مدعی علیہا اپنا ذاتی خیال جو خاندانی روایات سے پیدا ہوا ہے صاف طور سے نہیں بیان کر سکتی۔ اب رہ گیا یہ واقعہ کہ شادی وغمی پہ مذہبی رسوم کس طرح ادا کرتے ہیں۔ اور کون ادا کرتا ہے رسوم کے متعلق بھی مجھکو افسوس ہے کہ وکلا نے گواہوں کے بیانات سے اس واقعہ پر اسقدر روشنی نہیں ڈلوائی جیسا کہ چاہئے تھا۔ مدعی نے اپنے گواہوں سے صرف اس قدر کہلوا کر اکتفا کیا کہ اُن کے خاندانی رسوم ملک گجرات کے رسوم کے موافق ہوتے ہیں لیکن یہ نہ دکھلایا کہ وہ کون کون سے رسوم ہیں جن میں یہاں کے رسوم سے فرق ہے جن میں گجرات کی تخصیص ہے۔ اور جن کی بنیاد پر یہ رائے قایم کی جا سکتی ہے کہ وہ اشخاص جو اُن رسوم کے پابند ہیں ملک گجرات کے باشندے ہیں۔ البتہ گواہان سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ رسوم کا ادا کرنیوالا ... ([illegible]) شادی کے رسوم ادا کرنے والا) اور پروہت ([illegible]) غمی کے رسوم ادا کرنے والا) راجہ دلسکھ رام گجرات سے بلاتے تھے۔ اہل ہنود کے تمدن میں مذہبی رسوم ایک ایسا جزو اعظم ہے کہ اسی سے اُن کی زندگی و قوانین کا جس کے وہ تابع ہیں بہت کچھ پتہ مل سکتا ہے یہ واقعہ کہ راجہ دلسکھ رام نے اپنا پروہت گجرات سے بلوایا اور اپنے رسوم اسی پروہت سے ادا

عدالت العالیہ کے جلسۂ کاملہ کی رائے سے اُس وقت تک اختلاف کرنا مناسب نہیں ہے
جب تک ہم کو یہ اطمینان ہو جائے کہ جو رائے اراکین جلسۂ موصوف نے اس واقعہ کی
نسبت قایم کی ہے وہ غلط ہے۔ ہم کو نہ صرف ان کی رائے کے غلط ہونے کا اطمینان نہیں بلکہ
قراین سے ان کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ بوجوہ متذکرہ بالا ہماری رائے میں یہ ثابت ہے
کہ راجہ دل سکھ رام کا اصلی وطن ملک گجرات تھا۔ اب اس کے سلسلہ میں یہ طے کرنا باقی ہے
کہ گجرات میں کونسا قانون دھرم شاستر رائج تھا۔ جس کے پابند راجہ دل سکھ رام اس وقت
تھے جب کہ انھوں نے اپنا وطن گجرات چھوڑا۔ مدعی علیہا کی جانب سے پہلی بحث یہ کی جاتی
ہے کہ راجہ دل سکھ رام حیدرآباد سے دہلی کو آئے ہیں اور دہلی میں متاکشرا رائج ہے لہذا
متاکشرا متعلق کرنا چاہئے اور اگر گجرات کا قانون بھی متعلق کیا جائے تب بھی یہ ثابت نہیں
ہے کہ جس وقت راجہ دل سکھ رام نے اپنا وطن گجرات چھوڑا اس وقت وہاں وہی قانون ہوکہ
رائج تھا جس پر مدعی کو اس وقت استدلال ہے۔ ہماری رائے میں قانون یہ ہے کہ
جب کوئی شخص کسی مقام پر مستقل سکونت رکھتا ہو تو عام طور سے اس شخص سے وہی قانون وراثت
متعلق کرنا چاہئے جو اس مقام پر اسی مذہب کے لوگوں سے قانوناً متعلق کیا جاتا ہے۔ لیکن
اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس شخص کا اصلی وطن کوئی دوسرا مقام ہے جس کو وہ چھوڑ کر اس نئے
وطن میں آباد ہوا ہے تو یہ قیاس کیا جائیگا کہ وہی قانون وراثت وہ اپنے ہمراہ لایا جو کہ اس
مذہب کے لوگوں میں اس کے اصلی وطن میں رائج تھا۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف بیان
کرتا ہے یعنی یہ کہ اس نے اصلی وطن کا قانون وراثت چھوڑ دیا تو بار ثبوت ایسے شخص
پر ہوگا جو اس طرح سے خلاف بیان کرے۔ یہ ایک ایسا عام اصول قانون کا ہے جس پر
زیادہ نظائر پیش کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک نظیر کا حوالہ دینا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو
بلونت راؤ بنام باجی راؤ لا رپورٹ ۴۷ - انڈین اپیلز صفحہ ۲۱۳ منفصلہ ۲۴ جون ۱۹۲۰ء
اصل اصول قانون کا یہ ہے کہ معاملہ وراثت میں یہ قیاس کرنا چاہئے کہ جو شخص اپنے وطن
کو چھوڑتا ہے تو اس کا منشاء یہ نہیں ہوتا کہ تبدیل مقام کے ساتھ قانون وراثت بھی تبدیل
کر دیوے اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ راجہ دل سکھ رام کے مورثوں کا اصلی وطن گجرات تھا
تو صرف اس وجہ سے کہ حیدرآباد آنے کے قبل ان کے مورث اول دہلی میں گئے اور پھر دہلی سے
ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے۔ نفس معاملہ پر کوئی اثر نہ پڑیگا۔ یوں تو فریقین کو تسلیم ہے

ضرور واقعہ متعلقہ ہے کہ عموماً برہمن کشتری اپنے آپ کو ہندوستان کے کس خطہ سے منسوب کرتے ہیں۔ مدعی علیہا نرو بائی کی جانب سے صرف دو گواہ پیش ہوئے ہیں۔ ایک فال بہادر جو کہ محکمہ مالگذاری کے مددگار تھے ان کا بیان یہ ہے اس ریاست میں وہ چھ پشت سے ہیں۔ لیکن یہ بھی بیان ہے۔

"ہماری قومیت کے لوگ گجرات ہی میں ہیں"

دوسرے گواہ روپ لال ہیں جو کہ سرکاری وظیفہ یاب ہیں اور جن کی بابت فریقین نے بیان کیا کہ عرصہ تک حیدرآباد میں جوڈیشل کام کرتے رہے بیان کرتے ہیں۔

"میری قوم برہم کھتری ہے میرا خاندان چار یا پانچ پشت سے حیدرآباد میں ہے احمدآباد گجرات سے میرا خاندان آیا ہے"

مدعی علیہا کی جانب سے یہ بھی بحث کی گئی کہ فال بہادر صاحب و روپ لال صاحب اپنے آپ کو شاستر کا پابند سمجھتے ہیں۔ گو کہ وہ برہم کھتری ہیں۔ لیکن ہماری رائے میں ان گواہوں کی رائے اس معاملہ میں بہت منتزلزل ہے۔ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے۔ ان گواہوں سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ میوکھ و متاکشرا کے فرق کو بخوبی سمجھ سکیں اور روپ لال صاحب گو کہ ممالک محروسہ میں جوڈیشل کام کر چکے تھے لیکن یہ بھی نہیں جانتے کہ بنارس اسکول میں کون شاستر رائج ہے۔ مسٹر رسل نے باشندگان ممالک متوسط کے مختلف فرقوں کی بابت ایک کتاب لکھی ہے جس کی جلد (۳) صفحہ ۵۶ کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحقیقات کا یہ نتیجہ کہ چھتری قوم گجرات میں برہم چھتری کے نام سے موسوم ہے۔ مسٹر محمد اصغر اپیلانٹ کے لائق کونسل نے یہ بحث کی کہ مصنف کا یہ منشا نہیں ہے کہ برہم کھتری صرف گجرات پر محدود ہے یہ تو منشا نہیں ہے۔ لیکن طریقہ تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی رائے میں چھتری قوم ہندوستان کے مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی ہے اور گجرات میں بھی ہے جہاں وہ برہم چھتری کے نام سے موسوم ہے راجہ دل سکھ رام مسلمہ طور سے برہم چھتری تھے۔ اس واقعہ کے متعلق کہ راجہ دل سکھ رام کا اصلی وطن کہاں تھا رائے قائم کرنے میں ہم کو کس قدر دشواری محسوس ہوئی۔ کیونکہ دو سو تیس برس کی شہادت ملنا دشوار ہے۔ ان واقعات پر غور کرنے کے بعد جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور نیز اس امر کو پیش نظر رکھ کر کہ مدعی علیہا کی جانب سے کوئی معقول تردید پیش نہیں ہو سکی۔ ہم نے اس اصول پر عمل کرنا مناسب سمجھا کہ جوڈیشل کمیٹی میں

کہ گذشتہ دو سو برس سے راجہ دل سکھ رام کا خاندان حیدر آباد میں آباد ہے یہ بھی فریقین
کو تسلیم ہے کہ راجہ دل سکھ رام کے مورث نواب آصف جاہ بہادر کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے
ان امور کے تسلیم کرنے کے بعد بھی اگر ہماری رائے یہ قایم ہو جائے کہ دہلی جانے کے قبل اس
خاندان کے مورث لوگوں کا اصلی وطن گجرات تھا تو بھی جن مقامات پر قیام کرتا ہوا یہ خاندان
بالآخر حیدر آباد پہنچا۔ ان مقامات کے مقامی قانون کا کوئی اثر اس اصلی قانون وراثت پر
نہیں پڑ سکتا ہے کیا ایسی خبر ملی کہ راجہ دل سکھ رام کے مورث گجرات سے روانہ ہوئے تھے لہذا
مدعی علیہا کے کونسل کی یہ بحث ہے کہ چونکہ حیدر آباد کو دہلی سے راجہ دل سکھ رام کے مورث
آئے تھے لہذا دہلی کا قانون متاکشرا متعلق کرنا چاہئے ہماری رائے میں قابل قبول نہیں ہے
اب دیکھنا یہ ہے کہ گجرات کا قانون وراثت کیا تھا۔ جو قانون وراثت اس وقت گجرات
میں رائج ہے۔ وہ ویرم شاستر میوکھ کے نام سے موسوم ہے مدعی علیہا کے لائق کونسل
کی یہ بحث ہے کہ میوکھ کتاب کا مصنف نیلکنٹھ تقریباً سو برس ۱۶۰۰ء میں پیدا ہوا تھا اس نے
اپنی شرح ویرم شاستر موسومہ میوکھ تقریباً نصف صدی بعد لکھی۔ تاریخی حیثیت سے یہ واقعہ صحیح
ہے۔ بحث یہ کی جاتی ہے کہ جب ہم کو یہ نہیں معلوم کہ راجہ دل سکھ رام کے مورثوں نے گجرات
کب چھوڑا تو پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ویرم شاستر میوکھ کی تصنیف یا تالیف کے قبل گجرات
یا بعد۔ اور اگر قبل میں چھوڑا تو پھر میوکھ کیونکر منتقل کی جائے۔ کیونکہ دل سکھ رام کے ترک
وطن کرنے کے بعد میوکھ لکھی گئی۔ مگر ہمارے رائے میں یہ بحث بھی قابل قبول نہیں ہے۔
ہندوؤں کے قانون کا اصلی مخزن منو کے دیے ہیں جو اشلوک و سمرتی ہیں جن کے اصلی زمانہ
کی بابت ابھی تک تحقیقات ختم نہیں ہوئی ہے۔ میوکھ متاکشرا وغیرہ صرف شرحیں
ان مصنفین کی تصنیفات ہیں جنہوں نے اس پرانے قانون کو اپنی سمجھ کے مطابق لکھا اور جیسے
سمجھے ہیں اور ان کے شایع کرنے میں اس مقام کے قدیم رواج و طرز عمل کو بھی جہاں کی
بابت یہ قانون لکھا گیا دخل تھا۔ جیسا رواج جس مقام پر قایم ہو گیا اسی طرح جیسے اس پرانے
دیرینہ قانون کی تعبیر ہونی شروع ہو گئی لہذا ہماری رائے میں نیلکنٹھ نے جو تصنیف میوکھ
کے نام سے کی اس کی نوعیت کسی ایسے جدید قانون کی نہ تھی جو کہ اس زمانہ میں آج کل بطور
وضع قوانین کسی مسلہ پر پہلی مرتبہ وضع کر دی جائے بلکہ دراصل یہ تصنیف ان قوانین و رسم و رواج
کا مجموعہ تھا جو کہ اس مقام پر قبل تصنیف کے رائج تھے لہذا ہماری رائے میں تاریخ تصنیف کا

نے ہمارے سامنے یہان تک بحث کرنیکی کوشش کی کہ خود متاکشرا کے مصنف وجیانشور کی رائے غلط ہے اور پنڈت نیلکنٹ مصنف میوکھ کی رائے صحیح ہے۔ ہمکو ہندو لا کے ان نازک مسائل میں جانیکی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری رائے میں اس مقدمہ کے اغراض کے لیئے اسی قدر تجویز کرنا کافی ہے کہ قانون میوکھ کے بموجب لڑکیون کا حق جس جیانی نہیں ہوتا بلکہ مستقل ہوتا ہے اب رہا یہ امر کہ راجہ دل سکھ رام کے مورثون نے جب گجرات چھوڑا ہے۔ اُس وقت گجرات مین لڑکیون کا قانون وراثت کیا تھا۔ ہماری رائے مین جب تک اس کے خلاف نہ ثابت ہو ہم یہ قیاس کر سکتے کہ جو قانون وراثت ۱۸۶۵ع مین تقریباً پونے تین سو سال قبل پنڈت نیلکنٹ کی تصنیف کے وقت گجرات مین رائج تھا وہ وہان اوس کے بہت قبل سے رائج تھا۔ ہم قانوناً اس قیاس کے مجاز ہین کہ جب تک اس کے خلاف نہ ثابت ہو۔ راجہ دل سکھ رام کے مورثون نے جب ملک گجرات چھوڑا ہے اُس وقت بھی یہی قانون تھا۔ اس مقدمہ مین اُس کے خلاف کوئی بات ثابت نہین ہے۔ ہماری اس تمام تجویز کا نتیجہ یہ ہے کہ جب گنگو بائی بیوہ راجہ دل سکھ رام نے ۱۲۱۶ف مین انتقال کیا اُس وقت راجہ دل سکھ رام کے متروکہ کی مالک اُن کی دو بیٹیان ہوئین ایک منا بائی دوسری نند بائی مدعی علیہا نمبر (۱) منا بائی نے ۱۲۳۱ف مین انتقال کیا اُن کے بیٹے راجہ جیون رائے نے ۱۲۳۲ف مین انتقال کیا۔ بھوانی پرشاد مدعی پسر راجہ جیون رائے اُس نصف متروکہ راجہ دل سکھ رام کے مستحق ہین جو کہ منا بائی کو وراثتاً ۱۲۱۶ف مین پہونچا تھا۔ اب دوسری بحث یہ باقی رہتی ہے کہ دل سکھ رام کا متروکہ کیا تھا۔ جائداد متدعویہ مین ایک باغ اور چند مکانات ہین۔ باغ مسلمہ طور سے راجہ دل سکھ رام کا تھا منجملہ مکانات کے ایک مکان ایسا تھا جس کا بعنامہ سید لیو راؤ مدعی علیہ نمبر (۲) کے نام سے ہے۔ عدالت العالیہ کے جلسہ کاملہ نے یہ تجویز کیا تھا کہ یہ مکان راجہ دل سکھ رام کا ثابت نہین ہے اور دعوی خارج کر دیا تھا۔ اُس کی اپیل بجانب مدعی نہین ہوئی۔ ایک دوسرا مکان باقی رہجاتا ہے۔ جس کے نمبرات (۲۲ و ۲۲۱ و ۲۲۳ و ۲۲۲ہ) ہین اس مکان کا بعنامہ مسلمہ طور سے گنگو بائی کے نام سے ہے اس کی ڈگری بحق مدعی صادر عدالت العالیہ نے بحق مدعی صادر کی ہے۔ ہمارے سامنے مدعی علیہا کی جانب سے یہ بحث کی گئی کہ اس مکان کا متروکہ راجہ دل سکھ رام ہونا ثابت نہین ہو۔ دریقین تو یہ تسلیم ہے کہ بعنامہ گنگو بائی کے نام ہے جس مین اوس کی کوئی شہادت نہین ہے کہ یہ جائداد راجہ دل سکھ رام نے گنگو بائی کے نام سے فرضی خریدی تھی مدعی کیجانب سے یہ بحث کیگئی کہ عدالت ماتحت مدعی علیہما کی جانب سے اس مکان کی نسبت مخصوص جوابدہی نہین ہوئی بلکہ مقدمہ کے تصفیہ کا

لڑکی کے اُس کی جائداد کون پائیگا کیونکہ لڑکی ویسی ہے جیسے کہ وہ خود؟"

یہ تو منو کا وہ اشلوک ہے جس پر لڑکی کا حق بعدم موجودگی پسر و بیوہ کے قایم کیا گیا ہے۔ اسی اشلوک کی بنیاد پر نلکنٹھ پنڈت مصنف میوکھ نے لڑکیوں کے حقوق کی صراحت اپنی زبان میں اس طرح سے کی ہے۔

"کہ اگر ایک لڑکی سے زیادہ ہو تو وہ جائداد تقسیم کر لیتی ہے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملتا ہے۔"

اسی اشلوک اور پنڈت نلکنٹھ کے اسی کے تعبیر کے بنیاد پر بمبئی ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک گجرات میں جہاں دھرم شاستر میوکھ رائج ہے۔ جب لڑکیاں ترکہ پاتی ہیں تو ان کا حق حین حیاتی نہیں ہوتا بلکہ مستقل ہوتا ہے۔ جس پر پریوی کونسل کی نظیر کا حوالہ ہم دے چکے ہیں یعنی بلونت راؤ بنام بلجے براو لاء رپورٹ ۴۷ انڈین اپیلز صفحہ ۲۱۳ اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر ۲۴ جون ۱۹۲۰ء کو پریوی کونسل نے بھی بمبئی ہائیکورٹ کی اُس رائے کو تسلیم کر لیا جو کہ لڑکیوں کے حقوق کے سلسلہ میں قانون میوکھ کی تعبیر انہوں نے قایم کی تھی۔ اس نظیر کے ص ۲۲۱ پر پریوی کونسل نے یہ بھی دکھلایا ہے کہ جو نظائر بمبئی ہائیکورٹ میں ہوئے ہیں وہ دراصل کسی جدید قانون کی صورت نہیں رکھتے بلکہ دراصل مثالیں اور مواقع ہیں جن میں وہ قانون بتلایا گیا جو کہ قبل سے بمبئی پریسیڈنسی میں میوکھ کی تعبیر کے لحاظ سے رائج تھا۔ بمبئی ہائیکورٹ میں اکثر لایق ہندو جج بھی رہے ہیں۔ انہوں نے بھی اس تعبیر کے خلاف اپنی آواز کبھی بلند نہیں کی۔ مثلاً چنداورکر جسٹس جن کا حوالہ میں اوپر دے چکا ہوں۔ ان وجوہ سے میں اس تجویز کے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ بمبئی ہائیکورٹ قانون میوکھ کی جو تعبیر گذشتہ نصف صدی سے کرتی چلی آئی ہے اور جس کو بالآخر پریوی کونسل نے بھی اس اشلوک میں لڑکیاں اس درجہ پر لائی گئی ہیں جس درجہ پر لڑکا ہے اور لڑکے کا حق مسلمہ طور سے حین حیاتی نہیں ہوتا ہے لڑکیوں کا حق کیوں حین حیاتی کیا جائے۔ مدعی کے لایق وکیل دیوان بہادر آر. آر. آینگار نے ہماری توجہ جسٹس سداشیو ایر مدراس ہائیکورٹ کی اس تجویز کی طرف دلائی جو کہ انہوں نے مقدمہ وینکٹ رام بنام کوٹیا (۲۴) مدراس لاء جرنل صفحہ ۲۲۲ میں صادر کی تھی جس میں انہوں نے بہ حیثیت ایک ہندو جج کے ہندو لاء کے اُس تعبیر سے ناراضامندی ظاہر کی ہے جس کے بموجب عورتوں کے حقوق محدود کرنے کی جانب مختلف ہائیکورٹس کے جج مائل رہے ہیں۔ دیوان بہادر

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کستا چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب نواب عضیح جنگ بہادر و عالیجناب نواب ضیا یار جنگ بہادر ارکان۔

سیٹھ جی (مدعی علیہ) مرافع بنام رانجی ہیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

منظوری حاصل نہ کرنیکا اثر۔ خلاف ورزی قواعد کون سی سزا دی جاسکتی ہے۔ عدالت کا اختیار خلاف ورزی قواعد میں۔ قواعد کارخانہ جات فقرہ (۹) بتجویز سزا قواعد کی خلاف ورزی میں۔

مدعیان نے رجسٹری شدہ شراکت نامہ کی بنا پر دعوے رجوع کرکے یہ استدعا کی کہ شراکت نامہ کے شرائط کے موافق کارخانہ شراکتی کے بہتر انتظام کے لئے ڈگری صادر کیجائے یا علی سبیل البدل شراکت فسخ کر کے دادرسی مستدعیہ عطا فرمائی جائے۔ ایک مدعی علیہ نے یہ جواب دہی کی کہ دستاویز تکمیل کردہ ہے لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا اور دعوے پیش رفت کے قابل نہیں ہے کیونکہ قواعد کارخانہ جات کے بموجب سرکار عالی کی اجازت حاصل نہیں کی گئی۔ عدالت ابتدائی نے اس وجہ سے دعوے خارج کیا کہ سرکار عالی کی منظوری اس کارروائی کے متعلق حاصل نہیں کی گئی تھی بصیغہ مرافعہ اجلاس کامل نے یہ قرار دے کر منظوری حاصل نہ کرنے سے فریقین کے باہمی حقوق پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ عدالت ابتدائی کی ڈگری منسوخ کرکے تکمیل کے لئے واپس بھیجا جس کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ ہوا۔

تجویز ہوئی کہ حسب قواعد کارخانہ جات فقرہ (۹) عدم حصول منظوری سے فریقین کے باہمی حقوق پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

جب کسی قاعدہ کی رو سے کسی فعل کی ممانعت ہو اور اوس کی خلاف ورزی کے لئے سزا بھی معین ہو تو یہ قرین معدلت نہیں ہے کہ عدالتیں کوئی مزید سزا تجویز کریں بجز اس کے کسی قانون یا قاعدہ کی رو سے جو قانون کا اثر رکھتا ہو اس کی اجازت ہو۔

منجانب مرافع مولوی میر احمد علیخان صاحب و رائے بشیشور ناتھ صاحب وکلاء

بنا بر اصلی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۲ اردی بہشت ۱۳۳۱ف مثل اینکہ مقدمہ بغرض تکمیل تحقیقات واپس کیا جائے

دارمدار اس پر چھوڑ دیا گیا کہ فریقین سے کون قانون متعلق ہے ہماری رائے میں جواب دعویٰ صاف طور سے ہوئی تھی۔ مدعی علیہا کے بیان تحریری کے فقرہ (۱) میں صاف طور سے لکھا گیا تھا کہ یہ مکان مملوکہ رانی گنگو بائی ہے۔ اس کے جواب میں مدعی نے اپنے جواب الجواب میں یہ لکھا کہ گنگو بائی نے سرمایہ شوہری سے خریدا تھا۔ انہیں بیانات کی بنا پر تنقیح نمبر ۴ قائم ہوئی جس کا مضمون یہ تھا:۔

"آیا اکثر متدعویہ کو حسب بیان مدعی رانی گنگو بائی نے سرمایہ جائداد شوہری سے خرید کیا ؟"

اس کا بار ثبوت مدعی پر تھا مثل میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ راجہ دل سکھ رام کے متروکہ کی اسقدر آمدنی تھی کہ اس سے مکان خرید ا جا سکتا تھا۔ آمدنی بیوہ کو پورا اختیار رہتا ہے البتہ اگر بیوہ چاہے تو جائداد اس طرح سے حاصل کرے اس کو اس طرح سے اپنے قبضہ میں رکھے گویا وہ متروکہ شوہری میں اضافہ کر رہی ہے۔ ملاحظہ ہو راجیشر دورانی بنام ستد ریندی بیبی [illegible] الہ آباد [illegible] فیصلہ ۲ نومبر ۱۹۱۸ء پریوی کونسل اس مقدمہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے ہم اس کا کوئی قیاس قانونی نہیں کر سکتے کہ ہر جائداد جو کہ بیوہ نے خریدی متروکہ شوہری کا جزو ہے۔ خود بائی کے بیان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جو کچھ متروکہ کا نقد روپیہ تھا وہ خرچ ہو چکا تھا [illegible] بیان ہے اس مکان خرید کیا وہ چھوٹی تھیں۔ اُن کی عمر ۱۵-۱۶ برس کی تھی۔ اُن کو کوئی [illegible] علم نہیں ہے۔ بحالات مذکرہ بالا ہماری رائے میں یہ مکان بھی گنگو بائی کی جائداد متصور نہیں ہو سکتی۔ اور مدعی اس میں مستحق نہیں ہے۔ نتیجہ ہماری کل تجویز کا [illegible] میں بکمال ادب یہ سفارش کرتے ہیں کہ یہ مرافعہ جزاً منظور کیا جائے اور [illegible] جلسہ کاملہ کی ڈگری میں اس قدر ترمیم کی جائے کہ مدعی کا دعویٰ بابت مکانات نمبر ۵۳۳ و ۲۲۱ و ۵ و ۲۲۵ و ۵ بھی خارج کیا جائے۔ اور صرف ڈگری تقسیم باغ واقع [illegible] نمبر ۵۴۳ تا ۲۷ و ۳۵ بحال رکھی جائے جس میں مدعی کا نصف حصہ ہے اور چونکہ فریقین جزاً کامیاب اور جزاً ناکامیاب رہے ہیں لہذا تمام عدالتوں کا خرچہ از ابتدا تا انتہا ذمہ فریقین رہے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۳ف ص ۲۴۴ نظائر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۶۴

سرکار عالی کے کارخانہ جات میں حقوق حاصل کرکے دقتیں پیدا نہ کرسکیں ۔ ممکن ہے کہ اس قاعدہ
کے اور بھی اغراض ہوں لیکن اس وقت ہمیں اُن پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ امر کہ
اصلی غرض وہی تھی جو قبل ازیں بیان کی گئی ہے ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس قاعدہ میں
یہ شرط قایم کی گئی ہے کہ اس قسم کی منظوری دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی وجہ معقول
اس کے لئے موجود نہ ہو۔

اس مقدمہ میں یہ امر مسلمہ ہے کہ منظوری کے لئے درخواست فی الواقع پیش کی گئی تھی۔
لیکن سرکار عالی نے اجازت دینے کا مسئلہ اس وقت تک ملتوی رکھا جب تک کہ اس نزاع کا
تصفیہ نہ ہوجائے جو مرافع (جس کے نام سے ابتداً اجازت دی گئی تھی) اور ایک شخص ثالث کماڈویا
کے مابین تھی۔

ہمارے روبرو سرکار عالی کا ایک حکم پیش ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کارروائی
کو جو اس دستاویز کی رو سے ہوئی تھی منظور کرلیا گیا ہے۔

یہ حکم مرافعہ پیش ہونے کے بعد پیش کیا گیا ہے اور ہم نے فریقین کی بحث اس امر کے متعلق
سماعت کی کہ اس حکم کا اس مقدمہ پر کیا اثر ہوسکتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ جس دستاویز کی بناء پر دعوے کیا گیا ہے اس کی رو سے جیسا کہ
عدالت ہائے تحت نے قرار دیا ہے ۔ مرافع کے ان حقوق کا ایک جزو منتقل کیا گیا ہے جو اس کو
کارخانہ میں حاصل تھے۔

سوال یہ ہے کہ آیا وہ انتقال ایسی نوعیت کا ہے کہ اس سے قاعدہ متذکرہ صدر متعلق ہوسکے
اس قاعدہ میں قرار دیا گیا ہے کہ "کارخانہ دوسرے شخص کے نام کسی طور منتقل نہ ہونا چاہیئے"
ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا منشا یہ ہے کہ مالک کارخانہ کے کامل حقوق کارخانہ میں کسی دوسرے شخص کے
حق میں بلا منظوری سرکار منتقل نہ ہونا چاہئیں ۔ دوسرے الفاظ میں یہ فقرہ متعلق کرنے کے لئے یہ
دیکھنا ہوگا کہ آیا انتقال ایسی نوعیت کا ہے کہ منتقل کنندہ کو کارخانہ میں کوئی حق باقی نہیں رہا ۔ اور
دوسرے شخص کو وہ کامل حقوق حاصل ہوگئے ہیں اور اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ سرکار کو اب اس
شخص پر کوئی نگرانی نہیں رہی ہے جس کے نام ابتداً منظوری دی گئی تھی ۔ لیکن اس مقدمہ میں
مرافع ابھی تک کارخانہ کے نصف حصہ کا مالک ہے اور سرکار عالی کے پاس اس کارخانہ کی بابت جو ابھی تک
زندہ رہے اور سرکار عالی نے اختیارات بطور مناسب مرافع کے ذریعہ سے کامل طور پر استعمال کرسکتی ہے

منجانب مرافعہ علیہم سید عسکری حسن صاحب کونسل و مولوی سید مبارک حسن صاحب وکیل

فیصلہ - اس مرافعہ علیہم نمبر ۱ و ۲ و ۳ نے مرافع اور مرافعہ علیہ نمبر ۴ کے مقابلہ میں ایک رجسٹری شدہ شراکت نامہ مورخہ ۲۱ فروردی ۱۳۲۳ف کی بناء پر دعوی رجوع کیا - جس میں انہوں نے استدعا کی کہ شراکت نامہ مذکور کے شرائط کے موافق کارخانہ شراکتی کے بہتر انتظام کے لئے ڈگری صادر فرمائی جائے یا بین البدل شراکت فسخ کر کے داد رسی متلزمہ عطاء فرمائی جائے۔

مدعی علیہ نمبر ۱ نے اپنے عذر میں دستاویز کی تکمیل سے اقبال کر کے یہ جواب دہی کی کہ اس پر کبھی عمل نہیں ہوا ہے۔ اور یہ صورت دعوی عدالت میں پیش رفت کے قابل نہیں ہے کیونکہ قواعد کارخانہ جات کے بموجب سرکار عالی کی اجازت اس کارروائی کے متعلق حاصل نہیں کی گئی ہے اس کی جانب سے اور بھی عذرات کئے گئے لیکن اس مرافعہ کے اغراض کے لئے ان کا تذکرہ غیر ضروری ہے۔ متعدد تنقیحات قایم کی گئیں عدالت کے ابتدائی کے فاضل جج نے قرار دیا کہ دستاویز جس کی بناء پر دعوی کیا گیا ہے قابل پابندی ہے اور فریقین کے حصص وہی ہیں جن کی دستاویز میں صراحت ہے لیکن انھوں نے دعوی اس بناء پر خارج کیا کہ سرکار عالی کی منظوری اس کارروائی کے متعلق حاصل نہیں کی گئی تھی۔

بصیغہ مرافعہ اجلاس کامل نے یہ قرار دے کر کہ منظوری حاصل نہ کرنے سے فریقین کے باہمی حقوق پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ عدالت ابتدائی کی ڈگری منسوخ کی اور دوسرے تنقیحات کے تصفیہ کے لئے مقدمہ واپس بھیجا۔

اجلاس کامل کے اس حکم کی ناراضی سے مرافع نے یہ مرافعہ کیا۔

ہم نے فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا سرکار عالی کی منظوری حاصل نہ کرنے کا یہ اثر ہے کہ مدعی داد رسی مستدعیہ کا مستحق نہیں ہے۔

قواعد کارخانہ جات میں سرکار عالی کی منظوری حاصل کرنے کے متعلق فقرہ ۹ حسب ذیل ہے۔ "دو بلا حصول منظوری سرکار عالی کارخانہ کسی دوسرے شخص کے نام کسی طور سے منتقل یا رہن نہ ہونا چاہئے۔ مگر اس قسم کی منظوری دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی وجہ معقول اس کے لئے موجود نہ ہو گی"

اس قاعدہ کا بادی النظر منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ نامناسب اشخاص ممالک محروسہ

اس لئے ہماری رائے میں یہ قاعدہ اس امر کے مانع نہیں ہے کہ وہ شخص جسے ابتداً قیام کارخانہ کی اجازت دی گئی ہو۔ ایسی شراکت قایم کرے جس کی رو سے چند حصص دوسرے اشخاص کے نام منتقل کئے گئے ہوں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ایسی اجازت کی ضرورت ہے تو بھی ہمیں اجلاس کامل کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ عدم حصول منظوری سے فریقین کے باہمی حقوق پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ قواعد کے رو سے منظوری حاصل نہ کرنے کی علت میں صرف یہ تاوان مقرر کیا گیا ہے کہ کارخانہ بند کیا جا سکتا ہے۔ قواعد میں یہ حکم نہیں ہے کہ اس کا اثر فریقین کے حقوق پر پڑے گا۔ جب کسی قاعدہ کی رو سے کسی فعل کی ممانعت ہو اور اس کی خلاف ورزی کے لئے سزا بھی معین ہو تو یہ قرین مصلحت نہیں ہے کہ عدالتیں کوئی مزید سزا تجویز کریں بجز اس کے کہ کسی قانون یا قاعدہ کے رو سے جو قانون کا اثر رکھتا ہو اس کی اجازت ہو ہمارے روبرو کوئی ایسا حکم پیش نہیں ہوا ہے لیکن برٹش انڈیا کی عدالتوں کے فیصلہ جات پر استدلال کیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ فیصلہ جات متعلق نہیں ہیں اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں ان فیصلہ جات پر عمل کرنا خطرناک ہوگا جو برٹش انڈیا کے خاص اور مقامی قوانین کے متعلق ہوئے ہیں جب تک کہ ان شرائط اور قیود کا لحاظ نہ رکھا جائے جن کی پابندی کے ساتھ ان قوانین کی تعمیل ہوتی ہے۔ اس مقدمہ میں سرکار عالی نے فی الواقع منظوری دینے سے انکار نہیں کیا تھا اور جس وجہ سے کہ منظوری نہیں دی گئی تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر شخص ثالث نے نزاع پیدا نہ کی ہوتی تو منظوری دی جاتی۔ اس واقعہ سے کہ اس مقدمہ میں سرکار کو اس کارروائی کا علم ہو گیا تھا لیکن سرکار عالی نے وہ سزا بھی نہیں دی۔ جو قواعد میں معین کی گئی ہے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان قواعد کا یہ منشاء نہیں ہے کہ خانگی حقوق میں دست اندازی کی جائے اس واقعہ سے بھی کہ سرکار عالی نے من بعد منظوری عطا کی ہے اور کسی قسم کا عذر نہیں کیا ہے ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ جو ان قواعد کی اصلی غرض کے متعلق ہم نے ظاہر کی ہے۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی رو سے تمام مقدمات از قسم دیوانی عدالت ہائے دیوانی کی سماعت کے قابل ہیں۔ بجز اس کے کہ کسی قانون کی رو سے اس کی ممانعت کی گئی ہو۔ موجودہ مقدمہ کے متعلق کسی قانون کی رو سے ممانعت نہیں کی گئی ہے اور ہم اس کے قبل قرار دے چکے ہیں کہ قاعدہ (۹) کا یہ منشاء نہیں ہے کہ خانگی حقوق قایم نہ کئے جاسکیں۔

بوجوہ مذکورہ صدر ہماری رائے میں اجلاس کامل کا فیصلہ صحیح ہے اور ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ مدعی نامنظور کیا جائے۔

کرکے بیان کیا کہ اراضی اس ڈگری کے ایفا میں جو ان سے مورث مدعی کے مقابلہ میں حاصل
کی تھی بیع کی جاچکی ہے۔ عدالت ابتدائی اور عدالت مرافعہ اولی نے مدعی کا دعوی بعدم ثبوت
میں خارج کیا۔ بصیغہ مرافعہ مجلس عالیہ عدالت نے عدالت ہائے تحت کی ڈگری منسوخ کرکے مدعی
کے حق میں ڈگری صادر کی اس ڈگری کی ناراضی سے مدعی علیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے
ہم نے فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی ہماری رائے میں مجلس عالیہ عدالت کے فاضل
ججوں نے مقدمہ کا فیصلہ اس مختلف بنا پر کیا ہے جس پر مدعی نے اپنا دعوی مبنی کیا تھا مدعی
نے بالصراحت یہ بیان کیا تھا کہ وہ محکمہ مال کے حکم کی بنا پر بیدخل کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو فقرہ
(۵) عرضی دعوے) لیکن مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ججوں نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ حسب
مصدرہ جملہ رقم کی بھر پائی ہم کو ہوئی۔ اس اقرار کی بنا پر اب مدعی دعوی کرتا ہے کہ ۵۲ سال
کا زمانہ ادائی گزر چکا۔ اراضی پر اوس کا دخل اور التوا پر بھی ڈگری صادر کی جائے۔ یہ
صحیح ہے کہ مدعی نے اپنے عرضی دعوے میں یہ بیان کیا تھا کہ اراضیات بر قبضہ ۱۵ سال کے
لئے دیا گیا تھا۔ اوس نے یہ بیان کیا تھا کہ مدت معہودہ ختم ہونے کے بعد مدعی علیہ نے اراضیات
پر قبضہ واپس دیدیا تھا (ملاحظہ ہو فقرہ (۴) عرضی دعوے) اس لئے جہاں تک اس کارروائی کا تعلق
تھا وہ مدعی کے مفید ختم ہوچکی تھی۔ اور اس کے متعلق کوئی کام باقی نہیں رہا تھا۔ مدعی اپنا دعوی
اس کارروائی پر مبنی نہیں کرسکتا تھا اور نہ کیا ہے۔ اس کا دعوے بیدخلی پر مبنی تھا۔ وہ ثبوت
عدالت ہائے تحت نے قرار دیا ہے کہ مدعی اپنا دعوی ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ ہم نے فریقین
کی شہادت کو غور سے پڑھا اور ہمیں ان کی تجویز سے کلیتاً اتفاق ہے۔ مجلس عالیہ عدالت
نے مقدمہ کے متعلق جو رائے قائم کی اس کے مدنظر شہادت پر غور کرنا غیر ضروری خیال کیا
لیکن ہمیں شبہ نہیں ہے کہ اگر مقدمہ کی اصلی نوعیت کی توضیح کی جاتی یا مدعی کی شہادت
پر توجہ مبذول کرائی جاتی تو مجلس عالیہ عدالت بھی وہی رائے قائم کرتی جو عدالت ہائے تحت
نے قائم کی تھی۔ مدعی اپنا دعوے ثابت کرنے میں ناکام رہا اور اس لئے دعوے قابل اخراج ہے
بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے بندگان حضوری میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ
مرافعہ منظور کیا جائے۔ اور مدعی کا دعوے مع جملہ عدالتوں کے خرچہ کے خارج کیا جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۴۹ نظائر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۵۰

ہے قابل تنسیخ ہے۔ جہان تک امر تبنیت کا تعلق ہے دونون عدالتون نے مدعی علیہ کے خلاف رائے
قائم کی ہے اور مرافعہ کے لایق کونسل جن کی بحث ہم نے تفصیل کے ساتھ سماعت کی یہ ظاہر نہ
کر سکے کہ اس تجویز کی تائید کسی شہادت سے نہیں ہوتی ہے یا وہ اور طور پر بحال رکھی نہیں جا سکتی
ہمین ہمارے تمت کی رائے سے پورا اتفاق ہے کہ مدعی علیہ اپنی تبنیت ثابت کرنے مین ناکام رہا
اور جہان تک اس مسئلہ کا تعلق ہے ہماری رائے میں مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری بحال رکھی
جانی چاہیئے۔

یہ جزوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے
ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس کا وہ جزو حذف کیا جائے
جو احکام امتناعی دوامی کے متعلق ہے اور باقی ڈگری بحال رکھی جائے اس مرافعہ
کا خرچہ مرافع ادا کرے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۳۸۳ نظائر دکن جلد ۴ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۲۴۹

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر رحی منتھا چاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب
نواب فاروق یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

پیلا ادو وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعان بنام گوبندراو وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

دعوی مدعی کی بناء۔ مدعی کی بناء دعوے کے خلاف ڈگری۔ ڈگری مدعی کی قایم کئے ہوے
بناء سے بہ بناء مختلف۔ عدم جواز ڈگری بر بناء مختلف از بناء دعوے۔

تجویز ہوئی کہ مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ججون نے مقدمہ کا فیصلہ اس مختلف بناء
پر کیا ہے جس پر مدعی نے اپنا دعوی مبنی کیا تھا۔

منجانب مرافع مولوی سید ابوالقاسم صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہ پنڈت گرراو صاحب و پنڈت اننداس راو صاحب وکلا۔

فیصلہ۔ مدعی مرافعہ علیہ نے اراضی متنازعہ کے قبضہ کا دعوی اس بیان سے کیا کہ وہ جاگیر کے
محکمہ مال کے حکم کی بناء پر جبرا بیدخل کیا گیا ہے۔ مدعی علیہ نے بیدخلی کے واقعہ سے انکار

سنبارا علی تجویز حکام جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۲ آذر ۱۳۳۲ف مشیر اینکہ مرافعہ منظور۔ دعوی مدعی ڈگری۔

پیش ہوئی وہ صرف دارالقضا کی ایک ایسے مقدمہ میں صادر کی ہوئی ڈگری ہے جس میں
مقدمہ ہذا کے جملہ فریقین شریک تھے اُس مقدمہ میں راہن متوفی کے متروکہ میں حصہ دلا پانے
کیلئے مقدمہ ہذا میں جو اشخاص مدعا علیہم بنائے گئے ہیں اور جو متوفی کے وارث ہیں ان میں
سے بعض نے دوسروں کے مقابلہ میں دعوی دائر کیا تھا اور اُس مقدمہ میں مدعا علیہم نے یہ
بیان کیا تھا کہ مدعی حال کی کل رقم متدعویہ واجب الادا ہے جس کے لحاظ سے دارالقضاء
نے اپنی ڈگری میں یہ حکم دیا تھا کہ رہن کی بابت کل رقم تعدادی (ـــــ) متوفی کی جائداد
سے ادا کرنے کے بعد باقی جائداد ورثا میں تقسیم کی جائے اس میں شک نہیں کہ دارالقضاء
کی یہ ڈگری واقعہ متعلقہ اور بادی النظر شہادت اس امر کی ہے کہ جملہ رقم متدعویہ راہن کو
ادا کی گئی تھی۔ اور یہ رقم ہنوز واپس نہیں ہوئی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں عدالتہائے
تحت میں کارروائی مناسب طریقہ پر نہیں ہوئی ہے اور بلحاظ اس امر کے کہ مدعی علیہم کو معاملہ زیر
زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا ہماری رائے میں اقتضائے انصاف یہ ہے کہ فریقین کو سالم زر
رہن کی ادائی یا عدم ادائی کے متعلق شہادت پیش کرنیکا موقع دیا جائے۔ بناء بران حکم ہوا کہ
مثل عدالت ابتدائی کو اس تجویز کے ساتھ واپس کی جائے کہ اس تنقیح کے متعلق جو کہ درحقیقت ابتدا
ہی میں قائم کی گئی تھی کہ کیا وہ رقم جس کی ادائی کا وعدہ باقساط درج دستاویز ہے ادا ہوچکی؛
فریقین کو شہادت پیش کرنیکا موقع دیا جائے اور اپنی رائے کے ساتھ اس حکم کے وصول ہونے کی
تاریخ سے ۲ ماہ کے اندر مثل واپس کی جائے مذکورہ صدر حکم کی تعمیل میں عدالت ابتدائی نے اپنی
تجویز کے ساتھ مثل واپس بھیجی ہے اور ہم نے مرافع اور محمد امام الدین کی بحث سماعت کی متوفی
کے دوسرے ورثا ہمارے روبرو حاضر نہیں ہوئے اور نہ وہ عدالت ابتدائی کے روبرو حاضر ہوئے
جب مقدمہ اوس عدالت میں واپس ہوا ہم نے وہ شہادت سنی جو مدعی مرافع کی جانب سے پیش
ہوئی ہے اور ہماری رائے میں اس سے یہ امر پورے طور پر ثابت ہے کہ سالم رقم غلام قطب الدین مرحوم کو پہنچ چکی ہے اسکی تردید میں مدعی علیہم
میں سے کسی کیجانب سے کوئی شہادت پیش نہیں ہوئی ان حالات میں ہماری رائے میں سالم رقم متدعویہ کی بابت ڈگری پانیکا مستحق ہے
بوجوہ مذکورہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ حضوری میں یہ رائے عرض کرتے ہیں
کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری اس طرح ترمیم کی جائے کہ اوس میں بجائے (ـــــ)
کے (ـــــ) کی رقم قائم کی جائے اور بقیہ امور کے متعلق مجلس عالیہ عدالت کی
ڈگری برقرار رہے اور اس ڈگری کی رو سے جو چھ مہینے کی مدت عطا کی گئی ہے وہ اوس تاریخ سے شمار

جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر رحمی کشتاچاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب نواب فاروق یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

محمد جمیل الدین مدعی مرافعہ علیہ — مسماۃ بنام امام الدین مدعی علیہ مرافعہ کنندہ

ڈگری متروکہ جس میں زر رہن کے ادا کے بعد تقسیم کا حکم ہو زر رہن کے دعوے میں واقعہ متعلقہ ہونا زر رہن کا راہن متوفی کو کامل پہونچنا۔ ڈگری کامل زر رہن۔

سے رہن نامہ کی بنا پر زر رہن کے پانے کے دعوی میں جس میں ایک حصہ کا نقد ادا ہونا اور باقی کے باقساط ادا کا وعدہ ہے مدعی علیہم نے کل زر رہن کے وصول سے انکار کیا ہے شہادت میں صرف دارالقضا کی ڈگری پیش ہوئی ہے جس میں مقدمہ ہذا کے جملہ فریقین شریک تھے اور راہن متوفی کے متروکہ میں حصہ پانے کا دعوی تھا جس میں مدعی علیہم نے کامل رقم مدعی واجب الادا ہونا بیان کیا تھا اور ڈگری زر رہن کامل کے ادا کے بعد تقسیم متروکہ کی صادر کی گئی قرار دیا گیا کہ ڈگری واقعہ متعلقہ ہے اور بادی النظر میں شہادت اس امر کی ہے کہ جملہ رقم متدعویہ راہن کو ادا کی گئی تھی اور وہ واپس شدنی ہے۔

شہادت پیش شدہ سے ثابت ہے کہ جملہ رقم راہن متوفی کو پہونچ چکی تھی جس کی تردیدی شہادت نہیں ہے اس لئے مدعی کامل زر رہن کی ڈگری کا مستحق ہے۔

منجانب مرافعہ کنندہ پنڈت وناسک راؤ صاحب کونسل

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد احمد اللہ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ اس مقدمہ میں مجلس عالیہ عدالت نے مدعی کی کل رقم متدعویہ تعدادی (...) کی ڈگری صادر نہیں کی اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری صحیح ہے یا نہیں۔ رہن نامہ منشاء دعوی میں زر رہن کے ایک جز کا نقد ادا ہونا درج ہے اور باقی کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ مدعی اس کو باقساط ادا کرے گا۔ مدعی علیہم نے کل زر رہن کے وصول ہونے سے انکار کیا چنانچہ اس خصوص میں تنقیح قایم کی گئی اور اس کی تائید میں جو شہادت

مرافعہ بخلاف تجویز جناب مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب میر مجلس و جناب مولوی غلام اکبر خان صاحب رکن حکام جلسہ متفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۱۲ شہریور ۱۳۲۸ف۔

مراد ہے اس بحث کا تصفیہ کرنا ضرور نہیں ہے کیونکہ مدعی نے یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ اس کے
اس قسم کا دعوی صیغہ مال میں کیا بھی تھا۔

بجانب مرافع مولوی اعجاز حسین صاحب وکیل۔
بجانب مرافعہ علیہ مسٹر آر۔ دوآنگکار وکیل و پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ نقل پیش ہوئی۔ مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل مرافع حاضر مرافعہ علیہ کی جانب
سے مسٹر آر۔ دوآنگکار وکیل حاضر بحث سماعت ہوئی اس مقدمہ میں مدعی نے مبلغ [illegible]
کا دعوی منافع جائداد وغیرہ مشمولہ مقبوضہ مدعی علیہ بابتہ سنین ماضیہ من ابتداء ۱۳۱۰ف تا
۱۳۱۸ف عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد میں دائر کیا مدعی علیہ کی جانب سے یہ جواب دہی
ہوئی کہ دعوی میں میعاد عارض ہے عدالت ابتدائی دعوی ضائع قرار بابتہ ۱۳۱۰ف تا ۱۳۱۲ف
[illegible] ف اندر میعاد قرار دیکر اس کے متعلق ڈگری مبلغ [illegible] صادر کی مدعی علیہ
نے صدر عدالت اورنگ آباد میں مرافعہ دائر کیا یہاں سے دعوے مدعی کلیتاً خارج ہوگیا اور یہی
فیصلہ عدالت العالیہ سے بحال رہا مدعی نے یہ مرافعہ جوڈیشل کمیٹی میں دائر کیا ہے اب اس وقت
صرف ۱۳۱۰ف لغایت ۱۳۱۲ف کی منافع کی بابتہ فریقین میں تنازعہ باقی رہ گیا ہے وہ امر فیصلہ
ایک جاگیر میں حصہ دار ہے اس جاگیر کے بٹوارہ کی کارروائی مدعی نے ۱۳۰۵ف میں صیغہ مال میں شروع کی
کی اس کا خاتمہ ۱۳۱۵ف میں ہوا جب یہ کارروائی ختم ہوگئی تب مدعی کو اپنے حصہ جاگیر کے منافع
کا خیال پیدا ہوا اول مدعی نے صیغہ مال میں بدیں مضمون درخواست پیش کی کہ اس کو منافع
جاگیر مدعی علیہ سے دلادیا جائے لیکن ۹ تیر ۱۳۱۸ف مدار المہام بہادر سرکار عالی نے اس درخواست
پر یہ حکم صادر کیا کہ جاگیر کی تقسیم تو ہو چکی ہے اگر نقد رقم کے حسابات کا کوئی باہمی تصفیہ نہ ہو سکے
فریقین عدالت دیوانی میں رجوع ہو سکتے ہیں لیکن مدعی نے پھر دوبارہ صیغہ مالگزاری میں سلسلہ
جنبانی کی یہاں سے ۳ شہریور ۱۳۱۸ف کو حکم ہوا جو کہ ۹ تیر ۱۳۱۸ف کو صادر ہو چکا تھا اس کے
بعد ۱۲ بہمن ۱۳۲۱ف کو عدالت دیوانی میں یہ دعوی دائر کیا گیا عدالت ابتدائی نے ۱۳۰۵ف تا ۱۳۰۹ف
کے منافع کے متعلق مدعی کا دعوے خارج کر دیا تھا اس کی بابتہ مدعی نے کوئی مرافعہ نہیں دائر
کیا لہذا اس جزو دعوے کی بابتہ فیصلہ قطعی ہو چکا اب ہمارے سامنے صرف ۱۳۱۰ف سے
۱۳۱۲ف تک منافع کے بابتہ فریقین میں تنازعہ ہے جس کی بابتہ صدر عدالت اورنگ آباد
اور عدالت العالیہ نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس زمانہ کے منافع کے بابتہ دعوے مدعی میں میعاد

کی جائے جب جوڈیشل کمیٹی کی ڈگری عدالت ابتدائی میں وصول ہو اور مرافعہ کا خرچہ ہر فریق خود برداشت کرے۔ اس کی ایک نقل مرافعہ عکسی کی مثل پر شریک کی جائے۔

نظائر دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۳ف صفحہ ۲۵۶

جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر میر مجلس و عالیجناب نواب سراج یار جنگ بہادر رکن و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر رکن -

نواب ہاشم نواز جنگ بہادر مدعی مرافع بنام نواب سید تربیت خان مدعی علیہ مرافعہ علیہ

قانون میعاد سماعت قانون ۴ بابتہ ۱۳۱۲ف دفعہ ۱۵ دفعہ کو متعلق کرنے کے لئے کس امر کا ثبوت ضروری ہے - نیا فیصلہ پیروی صیغہ مال آیا یہ ادعائی عدالت میں مجرا ہو سکتا ہے - "کارروائی دیوانی" مستعملہ دفعہ کا مفہوم

فریقین ایک جاگیر کے حصہ دار تھے اس جاگیر کے - شمار کی کارروائی صیغہ مال میں ۱۳۱۲ف میں ختم ہوئی تو مدعی کو اپنے حصہ جاگیر کے منافع کا خیال پیدا ہوا اس نے درخواست بصیغہ مال بدیں مضمون پیش کی کہ منافع جاگیر مدعی علیہ سے دلایا جائے - ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۲ف کو مدارالمہام بہادر سرکار عالی نے اس پر یہ حکم صادر کیا کہ "جاگیر کی تو تقسیم ہو چکی ہے اگر قدر رقم کے حساب کا باہمی تصفیہ ہو سکے تو فریقین عدالت دیوانی میں رجوع ہو سکتے ہیں" اس کے بعد مدعی نے پھر درخواست کی جس پر ۲۸ بہمن ۱۳۱۶ف کو وہی حکم ہوا جو سابق میں ہوا تھا اس نے مدعی عدالت دیوانی میں رجوع ہوا اور اس کا دعویٰ بوجہ عرصہ میعاد خارج کیا گیا قرار دیا گیا کہ دفعہ ۱۵ قانون میعاد سماعت قانون ۴ بابتہ ۱۳۱۲ف اس مقدمہ سے متعلق نہیں اس دفعہ کو متعلق کرنے کے قبل یہ ثابت ہونا چاہئے کہ دعوے سابق عدالت دیوانی میں رجوع ہوا تھا جب یہ امر مسلمہ ہے کہ دعوے عدالت دیوانی میں رجوع نہیں کیا گیا تھا تو دفعہ غیر متعلق ہے۔

الفاظ "کارروائی دیوانی" مستعملہ دفعہ ۱۵ سے نوعیت عدالت مراد نہیں بلکہ نوعیت کارروائی

مرافعہ خلاف تجویز جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر جناب نواب ضیا یار جنگ بہادر جناب پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان اجلاس کامل عدالت عالیہ عدالت مورخہ ۵ اردیبہشت ۱۳۳۴ف منجملہ مقدمہ ... کی مرافعہ

تنقیح ... دفعہ ۱۵ ... معیاد ... منفصلہ [illegible]

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کشناچاری صاحب مشیر قانونی و عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب فاروق یار جنگ بہادر اراکان :

سری راگھویندر راؤ وغیرہ (مدیونان) مرافعان

بنام

محمد عمر خان (ڈگریدار) مرافعہ علیہ

تمادی ۔ درخواست صادر کنندہ ڈگری میں پیش کرنا ۔ دفعہ ۴۳ گشتی نشان ۲۶ ۱۳۰۲ف عدالت منتقل الیہ عدالت کے اختیارات ۔

(۱) عدالت منتقل الیہ ڈگری کو کوئی اختیار رقم وصول شدہ ڈگریدار کو دینے کا نہیں ہے ایسی حالت میں عدالت صادر کنندہ ڈگری میں جو درخواست طلبی رقم کی دیگئی وہ بلحاظ میعاد پیش کی گئی تھی ۔

(۲) اس قسم کے درمیانی درخواستیں جو اندرون میعاد پیش ہوئی ہوں حافظ میعاد ہیں ۔

منجانب مرافعان پنڈت گرراؤ صاحب وکیل ۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکیل

فیصلہ ۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا تعمیل ڈگری کی درخواست مورخہ ۹ شہریور ۱۳۳۶ف میں تمادی عارض ہے ۔ یہ مسلمہ فریقین ہے کہ درخواست مورخہ ۵ دی ۱۳۱۸ف اندرون میعاد تھی اور اس تاریخ اور ۹ شہریور ۱۳۳۶ف کے مابین ڈگریدار نے متعدد درخواستیں وقتاً فوقتاً معینہ قانون میعاد کے اندر پیش کیں ۔ لیکن یہ بحث کی گئی ہے کہ یہ درخواستیں حافظ تمادی نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان میں صرف یہ استدعا کی گئی تھی کہ عدالت گلبرگہ سے جہاں ڈگری تعمیل کی غرض سے منتقل کی گئی تھی رقم طلب کر کے ڈگریدار کو ادا کی جائے اس بحث کی تائید میں برٹش انڈیا کی عدالتوں کے چند فیصلہ جات پر استدلال کیا گیا ہے ۔ یہ مسلمہ ہے کہ اس مقدمہ سے گشتی نشان (۲) دیوانی ۱۳۰۲ف ہم

بنا راجنی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۳ فروردی ۱۳۳۳ف منقول از انیکہ مرافعہ منظور ۔

عارض ہے مدعی کو یہ امر تسلیم ہے کہ بادی النظر میں دعوی پر میعاد عارض ہے لیکن اس مقدمہ
سے دفعات ۱۶ و ۱۷ قانون میعاد سماعت نشان ۹ بابتہ سنہ ۱۳۱۳ف متعلق ہیں اور جو زمانہ کہ
صیغہ مال کی کارروائی کے پیروی کرنے میں صرف ہوا ہے وہ مجرا ملنا چاہیے اگر یہ ہر دو دفعات
اس دعوی سے متعلق نہ کیے جائیں تو دعوی پر میعاد عارض ہے چونکہ ہماری رائے میں
دفعات ۱۶ و ۱۷ متعلق نہیں ہیں ایسی صورت میں ہم کو اس تنقیح کی ضرورت نہیں محسوس
ہوتی کہ آیا دعوے سے قانون مذکور کے ضمیمہ اول کی کونسی مد متعلق کی جائے ہماری رائے
میں دفعہ ۱۵ متعلق کرنے کی قبل مدعی کو یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ اس نے اسی رقم کے واجبات
کے بابتہ دوسری عدالت میں دعوی کیا تھا جو کہ بوجہ نقص اختیار سماعت اس دعوی کا فیصلہ
نہ کرسکی عدالت عالیہ کے لائق آرکین نے یہ تصفیہ کیا کہ دفعہ ۱۵ متعلق کرنے کے لیے دعوی سابق عدالت دیوانی میں رجوع ہونا
چاہیے چونکہ دعوی منسلکہ مثل ہذا عدالت دیوانی میں نہیں رجوع کیا گیا تھا اس وجہ سے دفعہ ۱۵ متعلق نہیں کی جا سکتی مرافع
کے لائق وکیل کی یہ بحث ہے کہ دفعہ ۱۵ میں الفاظ کارروائی دیوانی استعمال کیے گئے ہیں جن سے نوعیت
عدالت مراد نہیں ہے بلکہ نوعیت کارروائی مراد ہے اور چونکہ یہ کارروائی سابق اپنی نوعیت
میں دیوانی تھی گو کہ وہ صیغہ مال میں چلائی گئی لہذا دفعہ ۱۵ متعلق ہے لیکن ہم اس بحث
کے تصفیہ کی ضرورت نہیں محسوس کرتے کیونکہ ہماری رائے میں مدعی نے یہ نہیں ثابت کیا
کہ اس نے اسی رقم کا دعوی صیغہ مال میں کیا تھا مثل ابتدائی یہاں موجود ہے ہم نے
وکیل مدعی سے کہا کہ کیا وہ ایسے عرضی دعوے کا حوالہ دے سکتے ہیں جو انہوں نے صیغہ
مال میں داخل کیا تھا لیکن وہ اس سے قاصر رہے چند فیصلہ جات صیغہ مال کا حوالہ دیتے ہیں لیکن
ان سے یہ صاف طور سے نہیں ثابت ہوتا ہے کہ دراصل اس منافع کا دعوی صیغہ مال میں ہوا
تھا مدعی علیہ نے اپنے جواب دعوی کے فقرہ (۴) میں صاف صاف یہ جوابدہی کی تھی کہ مدعی نے
کسی واصلات کا دعوی محکمہ مال میں نہیں کیا تھا اور کوئی مدعی نے عرضی دعوی کی نقل نہیں داخل کی
ایسی صورت میں دفعہ ۱۵ متعلق نہیں کی جا سکتی دفعہ ۲۰ قانون میعاد سماعت کو اس
دعوی سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا ان وجوہ سے ہم بکمال ادب پیشگاہ خسروی میں یہ رائے
عرض کرتے ہیں کہ یہ مرافعہ معہ خرچہ خارج کیا جائے۔

نظائر دکن جلد ۴ بابتہ سنہ ۱۳۱۳ف صفحہ ۳۶۸

نواب سراج یار جنگ بہادر و نواب جیون یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔

محمود جان حیدرآباد کے ایک وکیل تھے۔ جن کا انتقال بتاریخ ۲ خورداد ۱۳۲۲ف لکھنؤ میں ہوا۔ ان کی کئی بیویاں تھیں جن کی جانب سے مرحوم کے متروکہ اور زر مہر کی بابتہ مختلف نوعیت اور مالیت کے دعاوے علیحدہ علیحدہ عدالت دارالقضاء بلدہ میں دائر ہوئے۔

ایک دعوی فرزانہ خانم و ملکہ بیگم۔ دوسرا دعوی افضل بی۔ اور تیسرا دعوے افضل بی و افضل حسین کے نام سے تھا۔ سر سہ مقدمات میں محمود جان مرحوم کی ایک زوجہ مسماۃ محمود فاطمہ اور ان کی اولاد اور محمود جان کے دیگر پسماندگان فریق ثانی یعنے مدعی علیہم گردانے گئے ہیں۔ چونکہ امور متنازعہ فیہ ایک ہی تھے۔ عدالت ابتدائی نے بعد سماعت ایک ہی تجویز صادر فرمائی۔ امور تنقیح طلب بس اس قدر تھے کہ۔

(۱) محمود جان کا متروکہ کیا تھا۔ اور کون کون اس کا کس مقدار میں مستحق ہے۔ عدالت دارالقضاء نے مکانات کے علاوہ اس رقم کو بھی جو بنام محمود فاطمہ و محمود جان بنک آف بنگال میں جمع تھی متروکہ قرار دیا ہے اس تجویز کی ناراضی سے جب عدالت العالیہ میں مرافعہ کیا گیا تو اجلاس کامل نے یہ قرار دیا کہ مکانات محمود فاطمہ کے حق میں ہبہ ہو چکے ہیں لہذا ان کا دین مہر ادا ہو چکا۔ اب صرف دو بیوگان یعنے فرزانہ خانم اور افضل بی کا دین مہر ادا ہونا باقی ہے لہذا مبلغ [illegible] کلدار اور مبلغ [illegible] عثمانیہ کی ڈگری بحق فرزانہ خانم اور مبلغ [illegible] کلدار اور مبلغ [illegible] عثمانیہ بحق افضل بی بمقابلہ محمود فاطمہ دلائی جائے۔ یہ تعداد رقم اس نسبت سے قائم کی گئی جو کہ دو بیوگان کی تعداد مہر اور اس رقم مجتمعہ بنگال بنک سے ہے جو بنک میں بنام اقبال بہو و محمود جان جمع تھی۔

اس تجویز عدالت العالیہ کی ناراضی سے اب فریقین کی جانب سے اپیل ہمارے سامنے پیش ہے۔

ان جملہ مقدمات میں فریقین نے ہمارے سامنے ایک ساتھ ہی بحث کی۔ معائنہ مثل مقدمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ ایک کثیر جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے جو مدعیوں کی جانب سے متروکہ متوفی بیان کیے گئے تھے عدالت ابتدائی نے صرف ایک بڑا مکان اور گورنمنٹ آف انڈیا کے پرامیسری نوٹ مجتمعہ بنگال بنک متروکہ قرار دیا۔ منجملہ مکانات متدعویہ کے عدالت ابتدائی نے ایک مکان کو اس بنا پر فہرست متروکہ سے خارج کر دیا کہ محمود جان

متعلق ہے۔ کشتی مذکور کی دفعہ ۴۳ میں بالصراحت حکم ہے کہ جب وہ عدالت جس مین ڈگری تعمیل کیغرض سے بھیجی گئی ہو۔ کوئی رقم ڈگری کی تعمیل مین وصول کرے تو ایسی رقم ڈگریدار کو ادا نہ کی جانی چاہیے۔ بلکہ عدالت صادر کنندہ ڈگری مین بھیجی جانی چاہیے۔ ایسی حالت مین ڈگریدار کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری مین درخواست پیش کرتا۔ جیسا کہ اس مقدمہ مین مرافعہ علیہ نے کیا ہے۔ پس ہم قرار دیتے ہین کہ درمیانی درخواستین متذکرہ صدر قانون کے موافق بطور جائز پیش کی گئین۔ اس لیے ہم مرافعان کے عذر کو نامنظور کرتے ہین اور ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ مرافعہ مع خرچہ کے نامنظور کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ ۱۳۳۴ف صفحہ ۱۷۲

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کشنما چاری صاحب مشیر قانونی و جناب نواب سراج یار جنگ بہادر و نواب جیون یار جنگ بہادر ارکان

فرزانہ خانم وغیرہ (مدعیان) مرافعان

بنام

محمود فاطمہ وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

بنک مین کھاتہ۔ برائے نام کھاتہ۔ ترکہ۔

(۱) بنگال بنک مین پہلے کھاتہ اقبال بہو کے نام تھا جس مین بوجہ اس کے کہ ایسی عورتون کے نام کھاتہ نہین قائم کیا جاسکتا جو انگریزی دان نہ ہون۔ محمود جان شوہر اقبال بہو کا نام شریک کیا گیا۔

(۲) محمود جان کے خطوط اور دیگر شہادت سے رقم اقبال بہو کی ثابت ہے اور یہ ثابت نہین ہے کہ اس کا نام برائے نام تھا لہذا یہ رقم متروکہ محمود جان نہین ہے۔

منجانب مرافعان مولوی مرزا محمود علی بیگ صاحب و مولوی عبدالعلی صاحب وکلا۔ منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد اصغر صاحب و مولوی خلیل الزمان صاحب کونسلین۔

ہندا امضی بتجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲ مہر ۱۳۲۹ف مشعر اینکہ مرافعہ ترمیماً منظور۔

انتقال ہوتے ہی اُن کے فرزند ممتاز حسین نے بنگال بنک کو اطلاع دی کہ اقبال بہو کے نام
سے جو حساب رکھا گیا ہے وہ دراصل ایک بے نامی معاملت تھی۔ محمود جان متوفی کے مالک ہیں
اگر بنک کو اس امر کا اطمینان نہ ہوتا کہ محمود فاطمہ عرف اقبال بہو ہی مالک کھاتہ ہیں تو وہ بشرکت
محمد محبوب دوسرا کھاتہ ہرگز قائم نہ کرتا محمود جان نے جو خطوط اپنی زندگی میں بنک کو لکھے تھے اُن سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو رقم انہوں نے اقبال بہو کے نام سے ابتداً اور اس کے بعد مجبوراً
بشرکت اپنے نام کے رکھوائی تھی وہ اپنی زوجہ مسماۃ محمود فاطمہ عرف اقبال بہو کے واسطے تھی۔
گو یہ رقم خود انہوں نے اپنی طرف سے اپنی اس بیوی کو عطا کی ہو یا محمود فاطمہ عرف اقبال بہو
کی ذاتی ہو۔ بہرحال جہانتک ہم شہادت پیش شدہ پر غور کرتے ہیں۔ ہم اس کو ایسے بے نامی
معاملت نہیں قرار دے سکتے اس لئے کہ بیانات محبوب اور خود محمود جان کی تحریرات سے ظاہر ہوتا
ہے کہ محمود جان کی خواہش یہ تھی کہ یہ رقم صرف ان کی زوجہ۔ محمود فاطمہ عرف اقبال بہو کے
تصرف میں آئے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اگر محمود فاطمہ اس رقم کو اپنے شوہر کی زندگی ہی میں اپنے
تصرف میں نہ لے آئیں۔ جیسا کہ ہم نے پیش ازیں بیان کیا ہے۔ محمود جان کی وفات کے بعد
بنک آف بنگال نے بلا کسی عذر کے بجائے ان کے شوہر کے ان کے بھائی محمد محبوب کا نام اس کھاتہ
میں شریک کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حسب قواعد بنک دیسی پردہ نشین مستورات کے نام سے کھاتہ
نہیں کھولا جا سکتا تاوقتیکہ کسی مرد کا نام بھی ضمناً شریک نہ رہے تاکہ جو دستخط یہ پردہ نشین کھاتہ دار
چیکوں پر کریں اس پر کسی مرد کی بھی دستخط تصدیقی میں چیک پر ثبت ہوتے رہیں۔ پس ہم رقم متدعویہ
کو بطریق بے نامی محمود جان کی ملک ہونا ثابت نہیں قرار دے سکتے۔ نتیجہ ہماری تجویز کا یہ ہوتا ہے
کہ محمود جان متوفی نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا جو درمیان مدعی علیہم تقسیم ہو سکے پس ہم بکمال
ادب عجز و انکسار بارگاہ خسروی میں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ محمود فاطمہ کا مرافعہ منظور فرمایا جائے اور
فرزانہ خانم اور افضل بی وغیرہ کے مرافعے نامنظور کئے جائیں بلحاظ حالات مقدمہ خرچہ فریقین
ذمہ فریقین رہے

دیوان بہادر جی کرشنما چاری صاحب مشیر قانونی۔ محمود جان کا جو سابق میں
ممالک محروسہ سرکار عالی میں ناظم عدالت دیوانی ضلع تھے اور سن بعد ہائیکورٹ کے وکیل ہو گئے
تھے بتاریخ ۱۴ خورداد ۱۳۲۲ف انتقال ہوا اُن کے پسماندگان میں تین بیوگان یعنے افضل بی
محمود فاطمہ اور فرزانہ خانم اور مختلف بیویوں کے بطن سے (۵) بیٹے اور (۵) بیٹیاں تھیں اُن کے

نے اسے اپنی وفات سے قبل اپنی زوجہ محمود فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ عدالت العالیہ میں بوقت اپیل جس جائداد سے بحث کی گئی ہے وہ اصل رقم باقیہ کھاتہ بنک اور ایک بڑے مکان اور طویلہ کی نسبت تھی۔ جسے عدالت ابتدائی نے بقبضہ محمود فاطمہ ہونا قرار دیا تھا۔ عدالت العالیہ نے جیسا کہ ازیں پیش بیان کیا گیا ہے اس بڑے مکان اور طویلہ کو بھی بطریق ہبہ محمود فاطمہ کی قبضہ میں آنا ثابت قرار دیکر صرف رقم پرامیسری نوٹ مجتمعہ بنک کو متروکہ قرار دیا جو شہادت اس مکان کی نسبت پیش ہوئی وہ بہت صاف ہے۔ رائے مرلیدھر صاحب اور مانک شاہ دین شاہ سے (ذی) وقعت شہود نے بیان کیا ہے کہ یہ مکان بھی محمود فاطمہ کو محمود جان سے ہبہ بالمعاوضہ کیا تھا۔ پس اس وقت ہمارے سامنے تصفیہ طلب صرف ایک نزاع باقی رہتی ہے کہ بنک آف بنگال میں جو رقم کھاتہ بنام اقبال بہو محمود جان باقی تھی وہ دراصل کس کی تھی۔ آیا اس رقم کی مالک تنہا محمود فاطمہ (جس کا پردہ کا نام اقبال بہو تھا) تھیں یا دراصل کھاتہ جس کے نام سے بنک میں کھولا گیا تھا وہ بطور بے نامی معاملت کے ایک فرضی نام تھا اور دراصل اس کے مالک محمود جان تھے۔ اس مسئلہ کے حل کرنے کیلئے شہادت مسٹر میکلیلاؔ ایجنٹ بنک آف بنگال کی شہادت اہم ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

"ابتداءً جب کھاتہ بتاریخ ۲۲ رجنوری ۱۸۶۶ء بنام اقبال بہو کھولا گیا۔ بنک نے خیال کیا تھا "کہ اقبال بہو مرد کا نام ہے۔ ورنہ بنک ہرگز کھاتہ قایم نہ کرتا۔ اس لئے تاوقتیکہ مستورات" انگریزی نوشت خواند نہ کر سکتی ہوں ان کے نام سے کھاتہ حساب قسم قایم نہیں رہ سکتا۔ ہم کو یہ بات کہ درحقیقت اقبال بہو ایک خاتون کا نام ہے۔ اس وقت معلوم ہوئی جبکہ اقبال نے خود لکھا کہ یہ ایک خاتون کا نام ہے۔ اس کے بعد بنک نے بجائے اقبال بہو کے محمود جان اور اقبال بہو کے مشترکہ نام سے کھاتہ کھولا۔ ان دونوں میں سے اگر کوئی ایک بھی فوت ہو جائے تو جائداد کا مالک پسماندہ ہوتا۔

چنانچہ محمود جان کے مرنیکے بعد اقبال بہو کے بھائی محمد محمود کا نام بنک آف بنگال کے کھاتہ میں قایم کیا گیا۔ اور ان دونوں کے دستخط پر رقوم بھی بنک نے ادا کیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنک نے رقوم مجتمعہ محمود فاطمہ عرف اقبال بہو کی ہی تصور کیں۔ محمود جان کا نام بلحاظ قواعد بنک ضروری تھا۔ اس لئے کہ کسی غیر انگریزی دان پردہ نشین عورت کی چیک بغیر اس کے شوہر یا کسی دوسرے مرد کی تصدیق یعنی دستخط کے جاری نہیں جا سکتی۔ محمود جان کا

کے انتقال کے بعد ادا کیے ہیں اور حکم دیا کہ بقیہ رقم دونوں بیوگان میں بحساب سرشکن مہر کی بابت تقسیم کیجائے - اس ڈگری کی ناراضی سے چار مرافعے جوڈیشل کمیٹی میں کیے گئے - ان چاروں مرافعوں کے نمبر ۱۰ و ۲۳ و ۳۳ و ۳۴ بابتہ سنہ ۱۳۳۰ف ہیں - ہم نے ان سب مرافعوں میں بحث یکجا سماعت کی اور جو رائے ذیل میں عرض کی جاتی ہے وہ ان سب سے متعلق ہے محمودہ فاطمہ بیگم کے مرافعہ میں صرف اس امر کے متعلق بحث کی گئی کہ مجلس عالیہ عدالت نے پرامیسری نوٹس کو متروکہ قرار دینے میں غلطی کی ہے لیکن یہ واقعہ کا سوال ہے اور دونوں عدالتہائے تحت یہ قرار دینے میں متفق ہیں کہ پرامیسری نوٹس متروکہ کا جزو ہیں - لائق کونسل یہ نہیں ظاہر کرسکے ہیں کہ اس تجویز میں کوئی بیضابطگی ہے - اور نہ انکی یہ بحث ہے کہ اس تجویز کی تائید میں کوئی شہادت نہیں ہے انکی صرف یہ بحث ہے کہ مثل میں کافی شہادت نہیں ہے - اور جو شہادت مثل میں موجود ہے اس کا سوازنہ غلط کیا گیا ہے - اگر آخری بحث صحیح بھی ہو تو بھی ہم جوڈیشل کمیٹی میں دونوں ماتحت عدالتوں کی متفقہ تجویز میں دست اندازی بطور جائز نہیں کرسکتے ہیں لیکن فی الواقع ہماری یہ رائے ہے کہ شہادت کا سوازنہ کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے - اور جو تجویز کی گئی ہے اس کے لیے مثل میں کافی شہادت موجود ہے -

فرزانہ خانم کے مرافعے میں بڑے مکان کے ہبہ کے متعلق عذر کیا گیا ہے - شہادت پر کامل غور کے بعد ہماری رائے میں مجلس عالیہ عدالت کی تجویز صحیح ہے - راجہ فتح نواز ونت بہادر اور مسٹر انک شاہ کی لسانی شہادت سے ہبہ کے مسئلہ کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہتا - لیکن مرافعہ کی جانب سے یہ بحث کیگئی ہے کہ دستاویز مورخہ ۱۹ ؍ اردی بہشت سنہ ۱۳۱۶ف سے جس کے ذریعہ سے محمود جان مرحوم نے اس مکان کے متعلق وصیت کی تھی اور جو مسلمہ طور پر انہوں نے تکمیل کیا تھا - ہبہ کے بیان کی کامل طور پر تردید ہوتی ہے - لیکن وہ دستاویز مرافع کے حق میں مطلق مفید نہیں ہے کیونکہ اس کا آغاز وصیت کے طور پر کیا گیا ہے مگر اس کے آخر میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ انتقال مابین فریقین ہے اور اس کی رو سے جائداد محمود فاطمہ کے حق میں منتقل کیگئی ہے ہم نہیں خیال کرتے کہ محمود جان کا دراصل یہ منشاء تھا کہ اس دستاویز کی رو سے جائداد منتقل کرے - اگر ایسا انتقال جائز بھی قرار دیا جائے اس کے متعلق ہمیں بہت شبہ ہے ہماری رائے میں ان کا اصل منشاء یہ تھا کہ اس امر کا اظہار کریں جو وہ اس کے قبل محمود فاطمہ کے حق میں کرچکے تھے - گو انہوں نے وہ کام غلط طریقہ سے کیا

متروکہ اور دو بیویوں کے زر مہر کے متعلق نزاع ہوئی۔ اور دار القضاء بلدہ میں تین دعوے رجوع ہوئے ایک دعوی فرزانہ خانم اور انکی بیٹی نے رجوع کیا جس میں فرزانہ خانم کے زر مہر اور فرزانہ خانم اور اُن کی بیٹی کے حصہ کا دعوی کیا گیا۔ دوسرا دعوے افضل بی نے اپنے زر مہر اور متروکہ میں حصہ کا کیا۔ تیسرا دعوے افضل حسین نے جو افضل بی کے بیٹے تھے متروکہ میں حصہ کا کیا۔ متروکہ دو مکانات۔ ایک چھوٹا اور ایک بڑا مع اصطبل وغیرہ کے۔ گورنمنٹ پرامیسری نوٹ رقمی ۱۰۰۰ کلدار اور ایکہزار ۱۰۰۰ سکہ عثمانیہ اور جائداد منقولہ کثیر مالیت کی بیان کیگئی۔ اس سب دعاوی میں محمود فاطمہ بیگم اور اُن کے بچے مدعی علیہم تھے محمود فاطمہ بیگم نے یہ جوابدہی کی کہ بڑا مکان اور اصطبل..... اُن کے حق میں زر مہر کے معاوضہ میں ہبہ کیئے جاچکے ہیں اور چھوٹے مکان کا اُن کے حق میں ہبہ بالمعاوضہ ہوچکا ہے انہوں نے یہ جوابدہی بھی کی کہ پرامیسری نوٹس اون کی ذاتی جائداد ہیں انہوں نے اس سے انکار کیا کہ اُن کے قبضہ میں محمود جان کی کوئی جائداد منقولہ ہے۔ اور یہ بیان کیا کہ انہون نے محمود جان کے انتقال کے بعد اُن کا کثیر قرضہ ادا کیا ہے انہوں نے اور عذرات بھی کیے۔ مثلاً فرزانہ خانم کے ازدواج کا عدم جواز اور اُن کو طلاق دیا جانا۔ لیکن یہ عذرات اِس مرافعہ کے اغراض کے لیئے غیر متعلقہ ہیں۔ عدالت دار القضاء کے فاضل جج نے قرار دیا کہ چھوٹا مکان محمود فاطمہ بیگم کے حق میں ہبہ ہوا ہے لیکن بڑے مکان اور اصطبل اور پرامیسری نوٹس نزاعی کو متروکہ قرار دیا انہون نے یہ بھی قرار دیا کہ فرزانہ خانم کا مہر مبلغ ۱۰۰۰ سکہ عثمانیہ اور افضل بی کا مبلغ ۱۰۰۰ سکہ عثمانیہ تھا۔ حکم دیا کہ زر مہر کی ادائی کے بعد جو جائداد باقی رہے وہ ورثا میں تقسیم کیجائے۔ جائداد منقولہ کے متعلق انہون نے قرار دیا کہ مدعیان اُس کے ثابت کرنے میں ناکام رہے اور اس لیئے اُس کی بابت دعوے خارج کیا گیا۔ اس تجویز کی ناراضی سے فریقین نے مجلس عالیہ عدالت میں (۷) مرافعے کیے اور مجلس عالیہ عدالت نے سب مرافعون کا تصفیہ ایک فیصلہ میں کیا۔ جس میں قرار دیا گیا کہ بڑا مکان اور اصطبل محمود فاطمہ بیگم کے حق میں اُن کے زر مہر کے معاوضہ میں ہبہ کیے گئے ہیں۔ لیکن عدالت دار القضاء بلدہ کی ڈگری نسبت پرامیسری نوٹس بحال رکھی گئی۔ مجلس عالیہ عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ منجملہ پرامیسری نوٹس کی قیمت کے مبلغ ۱۰۰۰ کلدار محمود جان کے اُس قرضہ کی بابت وضع کیے جائیں جو محمود فاطمہ بیگم نے محمود جان

مسماۃ افضل حسین کا ہے اس میں شبہ نہیں ہے اور وہ بحیثیت وارث حصہ پانے کا مستحق
ہے لیکن بلحاظ اس رائے کے جو ہم نے اس متروکہ کے متعلق قایم کی ہے جو تقسیم کیا جا سکتا
ہے ہماری رائے میں وہ بجز اس کے اور کسی ڈگری کا مستحق نہیں ہے کہ اس کے حصہ کا
اظہار کر دیا جائے۔ اس کے تعمیل کی یہ بحث ہے اور جہاں تک اس کا تعلق ہے اس کو
محمود جان مرحوم کی جائداد کے مقابلہ میں ڈگری ملنی چاہیے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ معمولاً
ڈگری اسی طرح دی جانی چاہیے۔ لیکن اس مقدمہ میں تفصیلی تحقیقات کے بعد جو (۹) سال
تک ہوتی رہی یہ قرار دیا گیا ہے کہ متروکہ صرف پرامسری نوٹس ہیں۔ اور وہ ان وجوہ سے
جو بعد میں بیان کیے گئے ہیں ورثاء میں تقسیم نہیں کئے جا سکتے۔ اس لیے اس مرافعہ کی بحث کو
قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اب افضل بی کا مرافعہ جو زر مہر کے متعلق ہے تصفیہ طلب رہ جاتا ہے۔ عدالت دارالقضاء
بلدہ مستقر نے اس دعوے کو ثابت قرار دیا ہے اور مجلس عالیہ عدالت میں یا ہمارے روبرو
اس تجویز کے خلاف بحث نہیں کی گئی ہے۔ اس طرح فرزانہ خانم کے زر مہر کے متعلق بھی
کوئی عذر نہیں کیا گیا ہے ہمیں مجلس عالیہ عدالت کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ محمود فاطمہ
نے محمود جان مرحوم کا قرضہ رقمی [illegible] کلدار اپنی ذاتی رقم سے ادا کیا۔ ہماری اس تجویز
کے مد نظر جو پرامسری نوٹس محمود جان مرحوم کا متروکہ ہے۔ اُن کی قیمت بعد وضع مبلغ
[illegible] کلدار دونوں بیوگان کے زر مہر کی ادائی میں صرف کی جانی چاہیے۔ اگر کوئی
رقم باقی رہے تو وہ ورثاء میں تقسیم کی جانی چاہیے۔ لیکن چونکہ مہر کی مجموعی مقدار
متروکہ کی اس رقم سے زیادہ ہے جو بعد منہائی اس قرضہ کے باقی رہتی ہے جو محمود فاطمہ
نے بطور جائز ادا کیا ہے اس لیے سوائے اس کے چارہ نہیں ہے کہ اس رقم کو فرزانہ خانم
اور افضل بی کے مہر میں متناسب تقسیم کیا جائے اس طرح کوئی جائداد باقی نہیں رہتی جو
ورثاء میں تقسیم کی جا سکے۔

بوجوہ مندرجہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے
ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری بحال کی جائے اور سب مرافعے مع خرچہ کے خارج کئے
جائیں اور اس رائے کی ایک اطلاع شش نشان ۱۰ و ۲۲ و ۲۳ میں شریک کی جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ ۱۳۴۴ف صفحہ ۱۷۳

ہدایت کی اس کی استدعا ہے کہ سرٹیفکیٹ استقرار حق تبنیت کی ڈگری بحق اس کے بمقابلہ مدعا علیہا عطا کی جائے۔ مدعی علیہا کا زبانی بیان بطور جواب ۱۵ اسفندار ۱۳۳۱ف کو عدالت ابتدائی نے قلم بند کیا ہے جو صرف اسی قدر ہے کہ وہ دعویٰ مدعی غلط ہے مدعا علیہا کو مدعی کی تبنیت سے انکار ہے مگر اس قدر تسلیم کرتی ہے کہ نلی کشن راؤ متوفی جس کی اہلیہ تنازعہ ہے معاشدار تھا۔ عدالت نے اس مقدمہ میں ۱۷ فرودی ۱۳۳۲ف کو تنقیحات قائم کیں۔ جن میں تنقیح نمبر (۱) و نمبر (۲) منجملہ دیگر تنقیحات کے ان الفاظ میں قائم کی گئیں۔

نمبر (۱) آیا اجازت نامہ مورخہ ۹ شہریور ۱۳۳۰ف نوشتہ نلی کشن راؤ ہے؟

نمبر (۲) آیا تبنیت نامہ مورخہ ۱۲ شہریور ۱۳۳۲ف نوشتہ پینا بائی ہے؟

اس کے بعد مزید کاروائی مرتبہ ۱۲ امرداد ۱۳۳۲ف کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے (جو کاپی مطبوعہ کے صفحہ (۴) پر طبع ہوئی ہے) کہ تنقیحات میں حسب استدعا فریقین عدالت نے تنقیح نمبر (۱) بہ تبدیل الفاظ اس طرح پر قائم کی کہ آیا مدعی نلی راؤ راجہ کی تبنیت منجانب نلی کشن راؤ متوفی بہ طریق سے بطور جائز عمل میں آئی تھی؟ عدالت ابتدائی نے بہ تحقیقات مواد موجودہ مثل پر کافی غور فرما کر دعویٰ مدعی خارج فرمایا۔

اس فیصلہ کی ناراضی سے صدر عدالت میں اپیل ہوا جو ۲۲ مہر ۱۳۳۳ف کو منظور ہوا جس کا اپیل مجلس عالیہ عدالت میں پیش کیا گیا چونکہ صدر عدالت کے فیصلہ میں حکم آخر یہ دیا گیا تھا کہ اپیل منظور مرافعہ گزار کو استقرار حق کی ڈگری بلا تصفیہ امور متنازعہ کے دیجائے اس لئے ایک مرافعہ ثانی بجانب فریق ثانی پیش کیا گیا کہ لفظ بلا تصفیہ ڈگری سے خارج کیا جائے اپیل مدعی علیہا کا منظور ہو اور دعویٰ مدعی خارج کیا گیا جس کی ناراضی سے یہ اپیل جوڈیشل کمیٹی میں بہ تعمیل فرمان خداوندی بغرض سماعت پیش ہے۔

واقعات یہ ہیں کہ نلی کشن راؤ متوفی معاشدار تھا۔ اس کی دو زوجہ تھیں منکوحہ اول کے بطن سے لکشمی بائی اس کی لڑکی جو صاحب اولاد ہو کر مر گئی دوسری زوجہ پینا بائی ہے جس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ رام راؤ کا ادعا یہ ہے کہ کشن راؤ متوفی نے اس کو حسب قواعد شاستری متبنیٰ لیا ہے۔ اسی تبنیت کی استقرار کی ڈگری کا دعویٰ ہے۔ ہم کو دادرسی مستدعیہ عطا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس امر پر غور کریں کہ آیا تبنیت متذکرہ ثابت ہے یا نہیں جس کا بار ثبوت کلیتاً ذمہ مدعی ہے۔ مدعی کے ثبوت میں

بحث کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا میں نے جملہ شہادت فریقین شمول مثل پر بہ تحقیق نظر غور کیا
میرے نزدیک مدعی کی شہادت ایسی نہیں ہے جو مدعی کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی ہو
میری رائے میں دونوں دستاویزات یعنی تبنیت نامہ و اجازت نامہ ثابت نہیں عدالت ابتدائی
نے دیکھا ہے کہ دستاویزیں بہت مشتبہ ہیں اور محکمہ مال نے ان کو جعلی قرار دیا ہے۔ مجھکو
مجلس عالیہ عدالت کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ جو گواہ مدعی کی جانب سے ثبوت
تبنیت میں پیش ہوئے ہیں وہ قابل وقعت نہیں ہیں اور نہ ان کے بیانات قابل اعتبار ہیں
گو مدعا علیہا کے گواہ بھی مدعی کے گواہ سے بہت زیادہ ترجیح نہیں ہیں۔ لیکن کثیر التعداد گواہ
منجانب مدعا علیہا پیش ہوئے ہیں ان سے ان گواہوں کے بیانات کی تردید ہوتی ہے جو
منجانب مدعی ثبوت تبنیت میں پیش ہوئے ہیں مگر غور طلب یہ امر ہے کہ مدعی علیہا وارث
قوی کشن راؤ متوفی کی ہے اور قابض جائداد ہے۔ اُس کے مقابلہ میں بہت مضبوط شہادت
ثبوت تبنیت میں مدعی کو پیش کرنا چاہئے تھا جو میرے نزدیک پیش نہیں ہوئی۔ سررشتہ مال میں
بھی مدعی نے بربنائے تبنیت دعوے وراثت کشن راؤ متوفی کیا تھا جس میں وہ ناکامیاب رہا مدعی
نالش میں مدعی نے بیان کیا ہے کہ سنہ ۱۳۱۰ف میں وہ باراتی مراسم مذہبی متبنی لیا گیا [illegible]
پر کشن راؤ کی وفات سنہ ۱۳۱۴ف میں واقع ہوئی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کشن راؤ نے جو ایک
متوسط درجہ کا صاحب جائداد تھا۔ اگر متبنی لیا تھا تو سرکار میں اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔
حالانکہ اس کو وقوع تبنیت کے بعد کافی مہلت تقریباً چار سال تک ملی۔ کشن راؤ ان احکام
مال سے پورے طور پر واقفیت رکھتا تھا۔ جو اطلاع دینے کے متعلق نافذ کئے گئے
تھے جیسا کہ روئداد مقدمہ سے ظاہر ہے۔ میری رائے میں اگر تبنیت واقع ہوتی۔ جیسا کہ مدعی
کا بیان ہے تو کشن راؤ اس تبنیت کی اطلاع سرکار کو ضرور دیتا تب ضابطہ منظوری تبنیت
کی کارروائی سررشتہ مال میں کرتا اس کے ایسا نہ کرنے سے قیاس غالب یہی ہوگا کہ تبنیت
عمل میں نہیں آئی۔ ایک امر اور بھی غور طلب ہے کہ مدعی نے اپنے اصلی باپ کی جائداد
میں بطور وراثت حصہ حاصل کیا ہے جیسا کہ اس کے بھائی کے بیان سے ثابت ہے۔ اگر فی الواقع
مدعی متبنی ہو لیا ہو تو اپنے اصلی خاندان میں اس کو کوئی حق وراثت نہ پہونچتا۔ جس سے قیاس
قوی یہی ہو سکتا ہے کہ وہ متبنی نہیں ہوا تھا۔ میری رائے میں عدالت ابتدائی نے تنقیحات
سے جو نتیجہ نکالا ہے اور جس سے ذی علم حکام مجلس عالیہ عدالت نے بھی اتفاق فرمایا ہے

ہو سکتا۔ اس فرمان مبارک میں کوئی حکم صریح یا معنوی اس قسم کا نہیں ہے کہ قانون [illegible] دادرسی
خاص کی دفعہ (۷) بے اثر یا زائل کی جاتی ہے۔ دوسرے امر کی نسبت ہماری رائے یہ ہے کہ دفعہ
(۷) کے بموجب جو نالش ہوتی ہے اوس کو کوئی تعلق حقیت سے نہیں ہے وہ نالش حقیت
پر مبنی ہوتی ہے نہ حقیت کی بنیاد پر اس میں کوئی جوابدہی کی سماعت نہیں کی جاتی ہے اور نہ
عدالت ایسی نالش میں کسی حقیت کا تصفیہ کرتی ہے یہاں تک کہ حقیت کی بنا پر کوئی جوابدہی
کی جائے تو دفعہ میں صراحتاً حکم ہے کہ ایسی نالشات میں باوجودیکہ مدعی علیہ کوئی حقیت
پیش کرے۔ مدعی محض قبضہ کی بنا پر ہی ڈگری پانے کا مستحق ہوگا۔ اگر مدعی علیہ کو کوئی
حقیت حاصل ہے تو وہ دوسری نالش کے ذریعے اپنے حق کی بنا پر مدعی کو بیدخل کر سکیگا
اس دفعہ (۷) کا اثر یہاں تک ہے کہ مدعی علیہ کا استحقاق بھی مدعی کو بیدخل کرنے لیکن
بیدخلی بغیر رضامندی مدعی خلاف ضابطہ معینہ قانون عمل میں آئی ہو تو اس صورت
میں بھی مدعی کامیاب ہوگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دفعہ (۷) اس غرض سے وضع ہوئی ہے کہ کوئی شخص خود حاکم
بنکر قانون اپنے ہاتھ میں لیکر خلاف ضابطہ معینہ قانون مثلاً جبر سے دھوکہ یا فریب سے کسی
دوسرے شخص [illegible] بیدخل نہ کرے۔ اگر وہ بیدخل کر دیگا تو مدعی کو ایک
فوری چارہ کار حاصل ہوتا ہے۔

ہماری [illegible]
[illegible]
[illegible] ہوا ہے۔ ایک [illegible] اس [illegible]
[illegible] قائم [illegible] مولوی [illegible] صاحب [illegible] نواب
[illegible] فرمائی ہے کہ [illegible] دفعہ (۷) قانون
دادرسی کیا جاتا ہے۔ [illegible] اور باوجود اون
[illegible] نالش ہونے کے اس قسم کے دعاوی [illegible] مندرجہ بالا [illegible]
[illegible] مندرجہ بالا کی [illegible] سے اختلاف نہیں فرمایا۔ پانچویں [illegible]
[illegible]
[illegible]

فیصلہ ۔ اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ سید محی الدین علیخان نے اپنے باپ کے قائم مقام بنائے جانے کی جو درخواست پیش کی ہے وہ اندرون میعاد ہے یا خارج المیعاد ۔ دار القضاء بلدہ نے درخواست کو خارج المیعاد قرار دیکر نامنظور کی ہے ۔

اجلاس کامل نے درخواست اندرون میعاد قرار دی ہے ۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں رجوع کیا گیا ہے ۔ ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی ۔ اس مقدمہ میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ آیا اس درخواست سے گشتی نشان (۲) ۱۳۰۳ف کے احکام متعلق ہونگے یا مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی نشان [illegible] ۱۳۲۵ف کے احکام متعلق ہونگے ۔ اجلاس کامل کے فاضل ارکان نے قرار دیا ہے کہ اس درخواست سے مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کے احکام متعلق ہیں ۔ ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں ۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کی دفعہ (۳) میں بصراحت حکم ہے کہ قانون ہذا کی کسی عبارت کا کسی ایسے مقدمہ ابتدائی یا مرافعہ کی کاروائی یا تعمیل ڈگری پر کچھ اثر نہ ہوگا جو تاریخ نفاذ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے قبل رجوع ہوچکے ہیں ۔ اون سے گشتی نشان (۲) ۱۳۰۳ف کے احکام متعلق ہونگے ۔

فاضل ارکان اجلاس کامل نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ اس دفعہ کی تعبیر اس طرح کیجانی چاہئے کہ حکم صرف اون کاروائیوں سے متعلق ہوگا جو تاریخ نفاذ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے وقت زیر تجویز ہوں ۔ ہماری رائے میں کسی عدالت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کے الفاظ میں اس طرح اضافہ کرکے قانون کی تعبیر کرے ۔ دفعہ کا صاف منشاء یہ ہے کہ گشتی نشان (۲) ۱۳۰۳ف ان مقدمات سے متعلق ہونگی جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کے نفاذ کے قبل رجوع ہوچکے ہوں ۔ یہ مسلمہ ہے کہ یہ مقدمہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے نفاذ کے قبل رجوع ہوا تھا ۔ اس لئے موجودہ درخواست کا تصفیہ گشتی نشان (۲) ۱۳۰۳ف کے احکام کے لحاظ سے ہونا چاہئے ۔ ہمیں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے کہ گشتی نشان ۲ ۱۳۰۳ف کے دفعہ ۸۸ کی رو سے جبتک کہ حکم اخراج مقدمہ صادر نہ ہو اوس وقت تک مقدمہ کسی فریق کے فوت ہونے سے ساقط نہیں ہوسکتا ۔ اس مقدمہ میں اوس دفعہ کے تحت ابھی تک کوئی حکم صادر نہیں ہوا ہے اسلئے یہ قرار دینیکا موقع نہیں ہے کہ مقدمہ ساقط ہوگیا ہے ۔ دار القضاء بلدہ نے سید محی الدین علیخان کی درخواست کا تصفیہ مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کے احکام کے تحت کیا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں ہے ۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ سید محی الدین علیخان کی جانب سے جو درخواست قائم مقامی پیش ہوئی وہ چھ مہینے کی مدت مقررہ قانون میعاد سماعت سرکار عالی کے بعد پیش ہوئی ۔ لیکن وہ درخواست سقوط مقدمہ کا حکم صادر ہونے کے قبل پیش ہوئی ہے ایسی حالت میں عدالت ابتدائی اس امر کی مجاز تھی کہ مقدمہ کے حالات پر غور کرنیکے بعد اسکا تصفیہ کرتی کہ آیا چھ مہینے کے اندر درخواست پیش نہ ہونے کی کافی وجہ تھی ۔ سید محی الدین علیخان مسلمہ طور پر نابالغ ہیں ۔ درخواست اون کی والدہ کی جانب سے پیش ہوئی ہے جو اس مقدمہ میں [illegible] فریقین اور [illegible] خود بھی قائم مقام ہونا چاہتی ہیں ۔ اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے یہ تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے کہ سید محی الدین علیخان کی والدہ کو اس مقدمہ کا علم نہ تھا ۔ سوال صرف یہ باقی رہتا ہے کہ اگر کسی نابالغ کا ولی مدت

قانون کے اندر درخواست قائم مقامی پیش نہ کرے تو آیا اوس سے عدالت پر یہ لازم
آتا ہے کہ نابالغ کو ہمیشہ کے لئے اس کے حق سے محروم کردے۔ یہ اصول معمولی
فہم کے منافی ہے۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قانون ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ
پر کامل غور کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ قانون کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ اگر
نابالغ کے ولی نے قائم مقامی کی درخواست ۲ مہینے کے اندر پیش نہ کی ہو تو وہ ہمیشہ کے
کے لئے اپنے حق سے محروم ہو جائیگا۔ قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۶ صورت زیر بحث
سے متعلق ہے۔ اور قائم مقام کی نابالغی سے عدالت اوسے پورے طور پر فائدہ پہنچا سکتی ہے
ہماری رائے کا نتیجہ یہ ہے کہ اجلاس کامل نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ صحیح ہے
بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ حضور میں یہ رائے عرض کرتے
ہیں کہ مرافعہ مع خرچہ نا منظور کیا جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۵ بابتہ ۱۳۲۹ف صفحہ ۳۰۶

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر
و عالیجناب نواب حبیب جیون بیگ صاحب و عالیجناب نواب اقتدار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان

دیوان بہادر سیٹھ رام گوپال ... مرافع

بنام

کیسری مل وغیرہ ... مرافعہ علیہم

حکم قرقی قبل از فیصلہ۔ احکام درمیانی۔ درمیانی احکام کب تک نافذ رہ سکتے ہیں۔ نفس مقدمہ
کے انفصال کے ساتھ احکام درمیانی زائل ہو جاتے ہیں۔ قرقی عدالت۔ دفعہ ۵۲ ضابطہ دیوانی۔

واقعات اس مقدمہ کے یہ ہیں کہ کیسری مل نے محمد بستان کے مقابلہ میں عدالت
دیوانی بلدہ میں زر نقد کا دعویٰ کیا۔ دوران کارروائی میں مدعی نے قرقی قبل از فیصلہ
کی درخواست پیش کی اور عدالت نے ایک قطعہ دکان کی قرقی کا حکم دیا۔ اس کے
بعد کیسری مل مدعی کا ... تاریخ یکم آذر ۱۳۲۸ف عدم پیروی میں خارج ہوگیا

بنا براضی تجویز اجلاس کامل عدالت العالیہ مورخہ ۱۲ بہمن ۱۳۳۲ف منسوخ ہو کر مرافعہ منظور فیصلہ عدالت ابتدائی بحال رہے۔

کا کیا اثر ہوگا۔ برٹش انڈیا کے متعدد فیصلہ جات میں یہ طے کیا گیا ہے کہ ایسا حکم نہ دینے
کی وجہ سے ڈگری دار کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ الہ آباد جلد ۱۰ ص ۹۹ ۵ و کلکتہ جلد ۲۳
ص ۸۰ ۔ میں اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور قرار دیا گیا ہے کہ
قرقی خود بخود برخاست متصور ہوگی۔ ہم اس رائے سے پورے طور پر متفق ہیں۔ فاضل صدر
مجلس نواب میرزا یار جنگ بہادر نے بھی اس مقدمہ میں اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ قرقی خود
بخود برخاست متصور ہوگی۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ بشکال ضروری یہ رائے عرض کرتے
ہیں کہ مرافعہ منظور کیا جائے اور مرتہن کے ارتہان کا اعلان کیا جائے۔

ہماری رائے میں اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

نواب ہاشم یار جنگ بہادر رکن۔ مجھے جناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر و پنڈت
بجانہ صاحب کی رائے سے اتفاق ہے۔ میں صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ
اگر بخلاف اس کے یہ قرار دیا جائے کہ چونکہ عدالت نے اپنے حکم اخراج مقدمہ مورخہ یکم آذر
۱۳۲۶ف میں برخاست قرقی کا حکم صراحتاً نہیں دیا اس لئے قرقی برخاست نہیں ہوئی تو
نتیجہ کیا ہوگا۔ دفعہ ۲۰۵ کے الفاظ کے لحاظ سے عدالت کو قرقی کے برخاست کرنے یا نہ کرنے
کے متعلق کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے بلکہ یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ اخراج مقدمہ کی صورت
میں قرقی برخاست کی جائے لیکن اگر دفعہ مذکور کی تعبیر اس طرح کی جائے کہ بصورت صراحتاً حکم
برخاست قرقی نہ ہونے کے قرقی قائم رہے گی تو پھر عدالت کے اختیار میں ہوگا کہ باوجود اخراج
مقدمہ قرقی کو برخاست کرے یا نہ کرے جو صریحاً خلاف منشاء قانون ہوگا۔ اس کے علاوہ
میرے نزدیک اگر بفرض محال یہ قرار دیا جا سکے کہ باوجود اخراج مقدمہ قرقی باقی رہی تو
اس قرقی کو بوجوہ خلاف احکام [illegible] دفعہ ۲۰۵ ہونے کے ایک قرقی خلاف ضابطہ قرار
دینا ہوگا۔ اور میری رائے [illegible] اگر کوئی قرقی خلاف ضابطہ کی بنا پر نیلام عمل میں آئے تو وہ
بھی اسی طرح خلاف ضابطہ اور ناقابل نفاذ [illegible] ہوگا جس طرح اشتہار [illegible] قرقی یا نیلام
کے مرتب یا شائع ہونے میں کسی اہم [illegible] قابل نفاذ قرار دیا جاتا
ہے اور ایسی ناقص کارروائی کی بنا پر کسی [illegible] فریق [illegible] قرقی کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دی
جا سکتی۔ اس قدر وضاحت کے ساتھ میں جناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر [illegible] رائے بجانہ صاحب

مدعی نے قرقی قبل از فیصلہ کی درخواست پیش کی اور عدالت نے ایک قطعہ مکان کی قرقی
کا حکم دیا اس کے بعد کیسری مل کا مقدمہ بتاریخ یکم آذر ۱۳۲۸ف عدم پیروی میں خارج
ہو گیا۔ کیسری مل نے باز دائری کی درخواست پیش کی جو بتاریخ ۱۰ فروردی ۱۳۲۸ف
منظور ہوئی۔ محمد ستان نے بتاریخ ۲۸ مہر ۱۳۲۸ف وہی جائداد جو حکم اخراج کے قبل قرق
ہوئی تھی دیوان بہادر رام گوپال کے پاس رہن رکھی۔ کیسری مل کا مقدمہ بتاریخ ۵ شہریور
۱۳۲۹ف ڈگری ہوا اس ڈگری کی تعمیل میں اس جائداد کے جو ابتداء میں قرق ہوئی تھی نیلام کی کارروائی کی
گئی۔ دیوان بہادر رام گوپال کی جانب سے یہ عذرداری کی گئی کہ اس کے حق ارتہان کا
اعلان کیا جائے۔ عدالت ابتدائی نے عذرداری نامنظور کی اس کی نگرانی مجلس عالیہ عدالت
میں کی گئی اور مجلس عالیہ عدالت کے فاضل ارکان جلسہ کاملہ میں اختلاف ہوا۔ دو ارکان
کی رائے یہ ہوئی کہ عدالت ابتدائی کا حکم درست ہے اور فاضل میر مجلس عالیہ عدالت
کو اس رائے سے اختلاف تھا لیکن فیصلہ غلبہ آراء کے لحاظ سے ہوا اجلاس کامل کے فیصلہ
کی ناراضی سے دیوان بہادر سیٹھ رام گوپال نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا۔

ہم نے وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی اس مقدمہ میں صرف یہ قانونی
مسئلہ تصفیہ طلب ہے کہ مقدمہ کے اخراج کا قرقی قبل از فیصلہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آیا قرقی خود
بخود برخاست ہو جاتی ہے یا جب تک عدالت اس کے برخاست کا حکم نہ دے وہ بحال رہتی ہے۔

ہماری رائے میں احکام درمیانی کا عام اصول یہ ہے کہ وہ نفس مقدمہ کے ساتھ
قائم رہ سکتے ہیں۔ جب نفس مقدمہ باقی نہ رہے تو احکام درمیانی خود بخود زائل ہو جاتے ہیں۔
مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی نشان (۳) ۱۳۲۳ف کی دفعہ ۵۰۲ میں بالصراحت حکم ہے کہ
وہ جب حکم قرقی قبل از فیصلہ صادر ہو تو عدالت قرقی کے برخاست کیے جانے کا حکم صادر
کرے گی۔ اگر مدعی علیہ ضمانت مطلوبہ اور نیز قرقی کے خرچہ کی ضمانت داخل کرے یا مقدمہ
خارج ہو جائے۔

اس دفعہ کے احکام کا صاف منشاء یہ ہے کہ عدالت پر قرقی برخاست کرنا لازم ہے
اس حکم کو جاری کرانے کے لئے کسی فریق کی درخواست پیش ہونا لازم نہیں قرار دیا گیا ہے
بلکہ عدالت کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ قرقی کے برخاست کا حکم صادر کرے۔ اب سوال
صرف یہ ہے کہ جب عدالت اپنے قانونی فرض کو انجام دینے

نہ ہونے کا عذر۔

دوران کارروائی میں حسب خواہش فریقین کارروائی سپرد ثالثی کی گئی۔ اور ثالثوں نے اپنا فیصلہ داخل عدالت کردیا۔ عدالت نے بربنائے درخواست ایک از فریقین باوجود نوٹس بیرون میعاد قانونی پیش ہونے کی فیصلہ ثالث کو نظرانداز کرکے روئداد پر فیصلہ کردیا۔

تجویز ہوئی لہٰذا

(۱) عدالت کو صرف حسب دفعہ ۵۱۵ ضابطہ دیوانی فیصلہ ثالث کو ترمیم یا اصلاح کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ثالثوں کا رسم و رواج سے واقف نہ ہونے کا عذر داخل دفعہ مذکور نہیں ہے۔ اور نہ عدالت کو نظرانداز کرنے کا اختیار حاصل ہے لہٰذا فیصلہ ثالث قابل نفاذ ہے۔

(۲) باوجود نوٹس عذرات اندرون ۲۰ یوم نہ کئے جائیں۔ بلکہ ۳۴ یوم پیش ہوں۔ تو بوجہ خارج المیعاد ہونے کے کوئی لحاظ نہیں ہوسکتا۔

منجانب مرافعان۔ مولوی محمد غیاث الدین صاحب و مولوی جہانگیر حسین صاحبان وکلاء۔

مرافعہ علیہ غیر حاضر۔

فیصلہ۔ فریقین میں زن و شو کے تعلقات ہیں۔ باہمی نزاعات کی وجہ سے ہوتی بائی اپنے شوہر سے علیحدہ رہتی تھی۔ عدالت دیوانی بلدہ میں اس نے اپنے شوہر کے مقابلہ میں اپنے زیورات کی واپسی کا دعویٰ کیا۔ اور عدالت ابتدائی نے بعوض [illegible] بقدر [illegible] ڈگری کیا۔ اس دعوے کے رجوع ہونے کے بعد نارائن سنگھ نے عدالت دیوانی بلدہ میں طلب زوجہ کا دعوے کیا۔ اور عدالت ابتدائی نے طلب زوجہ کا دعویٰ اس شرط پر ڈگری کیا کہ مدعی (۶) مہینے کے اندر ذات میں داخل ہو۔ اور مبلغ [illegible] ہزار روپیہ کی ضمانت قابل اطمینان داخل کرے کہ وہ مدعیہ علیہا کو آزار رسانی نہیں ہونے پائیگا اور اس کو نان و نفقہ دیا کرے گا اور اس کے ساتھ کسی داشتہ کو نہیں رکھیگا۔

ان دونوں ڈگریوں کی ناراضی سے نارائن سنگھ مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ کیا اور جلسہ متفقہ نے ان کو اجلاس کامل کے سپرد کیا۔ فریقین کی درخواست پر یہ کارروائی سپرد ثالثی کی گئی۔ اور ثالثوں کا فیصلہ بتاریخ ۱۲ فروردی ۱۳۳۰ف داخل عدالت ہوا۔ اور

کی رائے سے اتفاق کرتا ہون - اور بکمال ادب بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے کی عزت حاصل کرتا ہون کہ مرافعہ منظور فرمایا جائے -

نواب جیون یار جنگ بہادر رکن - ازروئے دفعہ ۲۰۰ ضابطہ دیوانی جب مقدمہ خارج ہوجائے تو عدالت حکم قرقی قبل از فیصلہ برخاست کریگی اب سوال یہ ہے کہ اگر عدالت ایسا حکم صادر کئے بغیر مقدمہ خارج کردے تو آیا قرقی قبل از فیصلہ باقی رہیگی یا نہین میری رائے میں لزوم ضابطہ ترک ہونے سے خواہ [illegible] قیاس [illegible] نہیں ہوتا اور حکم مذکور باقی نہیں رہا [illegible] [illegible] گذاشت [illegible] قرقی کو جاری رکھنا قانونی کا حق حاصل ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ ایک لیسے [illegible] اتفاقاً عدم پیروی میں خارج ہوا جب تک دوبارہ نمبر پر لگے مدیون اپنی جائداد کسی تیسرے شخص کے حق میں منتقل کرسکیگا - جو صریحاً مدعی کی حق تلفی کا باعث ہوگا قانون انصاف کی کوئی منشا جس سے دعوے کی اصلی غرض فوت ہوجائے جائز نہیں ہوسکتی - اس مسئلہ میں نظائر بھی مختلف جیسے ہیں پس میں بصد ادب یہ رائے عرض کرون گا کہ مجلس عالیہ عدالت کا فیصلہ جو بعلیہ [illegible] ناقذ ہوا ہے بحال فرمایا جائے اور مرافعہ مع خرچہ عدالتین نامنظور فرمایا جائے -

دکن لا ریورٹ جلد ۵ بابتہ ۱۳۳۲ف صفحہ ۳۱۷

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس [illegible] رائے بہادر صاحب مشیر قانونی و پنڈت کیشوراؤ صاحب و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان -

موتی لال وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعان

بنام

نارائن سنگھ (مدعی) مرافعہ علیہ

فیصلہ ثالثی - فیصلہ ثالثی کے بنسبت عذرات اندرون مدت نہ کرنے کا اثر - اختیار عدالت بنسبت نظرانداز کرنے فیصلہ ثالثی - دفعہ ۱۵ ضابطہ دیوانی سرکار عالی تا النون کا رسم ورواج [illegible]

منظور شدہ ۹ [illegible] منظورہ ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۱۳ صفر [illegible] ۱۳۳۲ف [illegible]

بنا راضی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۳ اسفندار ۱۳۳۲ف منسوخ نیکہ مرافعہ ترمیماً منظور -

نارائن سنگھ کے وکیل کو اوس کی اطلاع دیکر حکم دیا گیا کہ اگر فیصلہ ثالثی سے متعلق کوئی اعتراض
ہو تو ۲۰ یوم کے اندر پیش کیا جائے۔ ۲۰ یوم کے اندر کوئی اعتراض پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ ۲۰
یوم کے بعد نارائن سنگھ کی جانب سے ایک درخواست اس مضمون کی پیش کی گئی کہ
ثالثان اوس کی قوم کے رسم و رواج سے واقف نہ تھے۔ اور انھوں نے رسم و رواج
کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ اس لئے فیصلہ منسوخ کیا جائے۔ اس درخواست کے پیش ہونے پر اجلاس
کال نے بنا بر آں امر یہ قرار دیا کہ فیصلہ ثالثی نظر انداز کیا جائے۔ اور مزید شہادت قلمبند
کر کے نارائن سنگھ کا مرافعہ منظور کیا۔

اوس کی ناراضی سے موتی بائی نے مرافعہ کیا ہے جو جوڈیشل کمیٹی کے سپرد بذریعہ فرمان
واجب الاذعان مصدرہ [illegible] ہوا ہے۔ مرافعہ کی سماعت کے وقت
نارائن سنگھ کی جانب سے کوئی حاضر نہیں تھا۔ اس لئے ہم نے مرافعہ کی یکطرفہ سماعت کی۔ اس
مقدمہ میں اصلی امر تنقیح طلب یہ ہے کہ آیا اجلاس کال کو یہ حق حاصل تھا کہ ثالثوں کے
فیصلہ کو نظر انداز کرے۔ ہماری رائے میں اس مقدمہ میں اجلاس کال نے مجموعہ ضابطہ
دیوانی کے احکام کے خلاف عمل کیا ہے۔ ثالثوں کے فیصلہ کی ترمیم یا اصلاح صرف دفعہ ۵
کے احکام کے موافق ہو سکتی ہے۔ نارائن سنگھ نے اوس زمرہ کی کوئی وجہ بیان نہیں کی
جس کی بنا پر دفعہ ۱۵ کے احکام متعلق ہو سکیں۔ نارائن سنگھ نے اپنی درخواست میں
یہ وجہ بیان کی تھی کہ ثالث اوس کی ذات کے رسم و رواج سے واقف نہیں ہے۔

ہماری رائے میں یہ وجہ مطلق قابل لحاظ نہیں ہے۔ ثالث واقعات اور قانون کے متعلق
فریقین کے منتخب شدہ جج ہوتے ہیں اور اگر وہ صراحتاً قانون کے خلاف بھی کوئی حکم دیں
تو کسی فریق کو اوس کے متعلق اعتراض کا حق نہیں ہے۔ یہ امر کہ ثالث فریقین کے رسم
و رواج سے واقف نہیں ہیں۔ مطلق قابل لحاظ نہیں ہے۔ اور ثالثوں کے فیصلہ میں دست
اندازی کا اجلاس کال کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ فیصلہ ثالثی
کے خلاف عذرات پیش کرنے کے لئے صرف ۲۰ یوم کی قانون میعاد میں مقرر ہے
اور عدالت نے ۱۳ فروری سنہ ۱۳۳۰ف کی فرد کارروائی میں بھی ۲۰ یوم مدت مقرر کی تھی
ایسی حالت میں نارائن سنگھ کی درخواست جو ۲۰ یوم کے بعد پیش ہوئی تھی۔ خارج المیعاد
تھی۔ اور اوس پر کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

سابہیہ مبارک فرمان کی تعریف میں داخل ہے اور حسب فحواء دفعہ ۶۲ قانون شہادت نقل مصدقہ کے ذریعہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

منجانب مرافع - مولوی سید ابوالقاسم صاحب و مولوی شیخ احمد حسین صاحب و مولوی منظر الحق صاحب وکلار۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی حاجی سید عبد الرزاق صاحب وکیل۔

نواب فاروق یار جنگ بہادر رکن و نواب فصیح جنگ بہادر رکن۔ یہ مقدمہ دیرینہ ہے اور زمانہ دراز سے نزاع مابین فریقین چلی آتی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بغرض انکشاف حالات واقعات کا اظہار کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جائے سلسلہ سجادگی مدعیہ و فریقین حسب ذیل ہے

سلسلہ سجادگی مدعیہ مرافعہ علیہ	سلسلہ سجادگی مدعی مرافع
حضرت شیخ محمد قاسم صاحب المعروف شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ	حضرت شیخ محمد بابا صاحب المعروف شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ
حضرت محمد شفیع خان صاحب عرف محمد رضا صاحب سجادہ و متولی	حضرت محمد علی شاہ صاحب عرف شاہ نور شیخ صاحب سجادہ و متولی
حضرت غلام خواجہ صاحب عرف خواجہ میاں صاحب سجادہ و متولی	حضرت غریب علی شاہ صاحب سجادہ و متولی
حضرت میر فیاض علی خان صاحب سجادہ و متولی	سید محمد کریم الدین صاحب مدعا علیہ مرافع سجادہ و متولی
حضرت میر سید علی صاحب سجادہ و متولی	
میر محمد علی خان صاحب مدعی سجادہ و متولی	

ابتداً سید محمد علی شاہ صاحب نے بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۹۱ھ بمقابلہ غلام خواجہ صاحب عدالت دار القضاء بلدہ میں دعوے دلایانے مکانات متعلقہ اور دو اثاث البیت ملکی شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ قدس سرہ - بربنار ہمشیر زادگی و سجادگی و تبنیت دائر کیا - جو بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۲۹۱ھ اس تجویز کے ساتھ فیصل ہوا کہ مدعا تبنیت سجادگی ایسا امر نہیں ہے جو متروکہ متوفی سے متعلق ہو اس مقدمہ میں مدعا صورت دعوی مستحق نہیں ہے بسلسلہ مرافعہ یہ مقدمہ عدالت بادشاہی میں آیا اور کمیٹی علماء کے سپرد ہوا کمیٹی مذکور سے بتاریخ ۱۰ رمضان ۱۲۹۴ھ اس تجویز کے ساتھ فیصل ہوا کہ ہر گاہ ورثائے شرعیہ دعوی بعنوان مذکور نہ شدہ است ہمہ متفق اند از دیگر مطارحات عدالت بادشاہی و نائب دار القضاء بحث کردن نیست [illegible] ہے اس عنوان سے مقدمہ پیش کیا گیا ہے [illegible] اس کے بعد میر محمد [illegible] مدعی نے

[illegible] سجادگی [illegible] اس جائداد [illegible]

جاری ہو سکے پیر طریقت کسی کا انتخاب کرتا ہے اور علوم باطنی کی تعلیم کی اوس کو اجازت
دیتا ہے جسکا نام خلافت ہے جس سے ظاہر ہے کہ الفاظ خلیفہ و سجادہ نشین مترادف نہیں ممکن ہے کہ ایک
شخص خلیفہ بھی ہو اور سجادہ نشین بھی مگر اس کا لزوم نہیں کہ جو خلیفہ ہو وہ سجادہ نشین بھی ہو۔
بعض اکابر صوفیہ نے مریدوں کی تعلیم و تعلم کی غرض سے مقامات مخصوص کئے اور اس مقام
پر خود یا ان کے مریدوں نے عمارتیں بنوا دیں جو خانقاہ کے نام سے موسوم ہوا جس میں
تعلیم علوم باطنی کی خود پیر طریقت تاحیات کرتے تھے جب اون کا وصال ہو جائے تو
وہ جگہ جہاں وہ مدفون ہوتے ہیں درگاہ کے نام سے موسوم ہو جاتی ہے اگر ان کی زندگی
میں عہدہ سجادہ نشینی کے لئے کوئی نامزد ہو گیا ہو تو اون کے ورثہ میں سے کوئی شخص جو [illegible]
طریقت کی تعلیم مریدوں کو دے سکے عہدہ سجادہ نشینی پر مامور ہوتا تھا جس کی حیثیت مرشد
و مرشد زادہ کی ہوتی ہے اور وہ درگاہ کا محافظ و منتظم ہوتا ہے اور اس کے لئے اسی کا استحقاق
مرجح ہوتا ہے جو صاحب درگاہ کے ورثہ میں سے ہو سجادہ نشینی اور متولی میں فرق اس قدر
ہے کہ متولی صرف ناظر اوقات ہوتا ہے بخلاف سجادہ نشینی کے کہ وہ تولیت کے ساتھ پیر
طریقت کے وصف کے ساتھ متصف ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔ محی الدین بنام سعد الدین انڈین لاء رپورٹ
کلکتہ جلد ۲ صفحہ [illegible] و اشتیاق احمد بنام سید مسعود الہ آباد لاء جرنل جلد ۶ صفحہ [illegible] جب تک
ثابت نہ ہو کہ اصل دستاویز گم یا تلف ہو گئی ہے اس وقت تک اوس کی شہادت
منقولہ پیش نہیں ہو سکتی۔ مثل عدالت دار القضاء کی حالت کے لحاظ سے جب دستاویز زیر
بحث اس مثل میں نہیں ہے تو غالباً گم ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس کا وجود منفصلہ جات دار القضاء
عدالت بادشاہی مہر علما سے ثابت ہے اس لئے دستاویز کی شہادت منقولہ پیش ہو سکتی ہے
تیس سال کے قبل لکھی ہوئی دستاویز کی نسبت دفعہ ۹۰ قانون شہادت کی رو سے قیاس
کرنا خواہ مخواہ لازم نہیں وہ قواعد لوازم جو ثبوت دستاویز جدید کے لئے درکار ہیں وہ قدیم دستاویز
سے متعلق کئے جائیں تو اس کا ثبوت دشوار ہے اس لئے ایسی قدیم دستاویز کی اصلیت اس
کی صحت کا قیاس کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ حراست مناسب میں رہی ہو اور حراست مناسب
سے پیش ہو۔ نیکا بنام کاسی دت۔ ویکلی رپورٹ جلد ۱ صفحہ [illegible] دیواجی بنام گوراباتی
بنگال لاء رپورٹ جلد ۲ صفحہ [illegible] عظیم الدین بنام شیخ احمد بنگال لاء رپورٹ جلد ۸ صفحہ [illegible] کا
حوالہ دیا گیا۔

کی امر محمد شفیع خانصاحب عرف جمعدار صاحب حضرت شیخ جی حالی صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے
۱۲ فروری ۱۳۱۰ف کو سجادہ نشین ہوئے اور تا حیات خود متولی و سجادہ نشین رہے جن کا وصال
۴ مہر دی ۱۳۲۳ف کو ہوا اون کے بعد غلام خواجہ صاحب قدس سرہ کے فرزند سجادہ نشین و متولی
ہوئے اور تا حیات خود ۱۱ خورداد ۱۳۲۵ف تک سجادہ نشین و متولی رہے اون کے بعد میر
فیاض علیخان صاحب المشہور بہ بندہ پرور زیارت خواجہ میان صاحب سجادہ نشین ہوئے
اور ۱۰ آبان ۱۳۲۸ف مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ تک سجادہ نشین و متولی درگاہ
موصوفہ رہے ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۳۸ ہجری کو بعد وصال فیاض الدین علی خان صاحب
میر بہبود علی صاحب سجادہ نشین و متولی ہوئے ۱۴ صفر ۱۳۴۲ ہجری مطابق ۲۶ مہر دی ۱۲۹۴ف
کو میر بہبود علی خان صاحب وفات پائے ۱۶ صفر کو بہ ذریعہ زیارت مدعی سجادہ نشین و متولی
درگاہ ہوا ۱۴ آذر ۱۳۳۲ف کو فرزند علی شاہ صاحب نے ایک درخواست بملاحظہ سرکار عالی بہ
یمین السلطنت بہادر پیش کی جس درخواست میں اپنے آپ کو سجادہ نشین درگاہ شیخ جی حالی صاحب
ظاہر کیا اور اپنے نواسہ کریم الدین صاحب کو اپنا جانشین کرنا بتلایا ۲۵ آذر ۱۳۳۲ف کو مدعی
نے درخواست حصول سند سجادگی محکمہ امور مذہبی میں پیش کیا حسب ضابطہ اشتہار جاری ہوا
مگر فرزند علی شاہ کے جانب سے کوئی رجوع نہیں ہوا لیکن کسی نہ کسی طرح اس نزاع کا سلسلہ جاری
رہا بالآخر ۱۳ اردی بہشت ۱۳۳۵ف کو محکمہ سرکار سے یہ حکم صادر فرمایا کہ فریقین نزاع سجادگی
کا فیصلہ عدالت سے کرائیں۔ مدعی نے عرضی دعویٰ کے فقرہ (۱۲) میں یہ بتلایا ہے کہ جب سلسلہ
خلافت و تولیت و سجادگی ایک خاندان میں آچکا ہے تو پھر اس سے خارج نہیں ہوا اگر چہ عذر
میں لایق وکیل نے اس پر زور نہیں دیا اور نہ کوئی دلیل اس کی پیش کی مدعی نے فقرہ (۱۳) عرضی
دعویٰ میں یہ بتلایا ہے کہ امر محمد شفیع خان صاحب جمعدار صاحب قبلہ حضرت خواجہ میاں صاحب قبلہ
قدس سرہ کے سلسلہ بیعت میں اور نہ واسطہ خلافت میں اون کو خود اور نہ اون کے مرشد عمر علی شاہ
صاحب مرحوم کو حق سجادہ نشینی حاصل نہ تھا تو پھر اپنے جانشین محمد کریم الدین صاحب کو ایک سجادہ کے
قائم مقام ہوسکتے ہوئے سجادہ نشین نہیں بنا سکتے۔ مدعی کا یہ بیان ہے کہ عمر علیشاہ صاحب نے
حضرت خواجہ میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو اور جناب حضرت بشیر الدین صاحب برادر حقیقی شیخ جی
حالی صاحب قدس سرہ نے حضرت شاہ محمد شفیع خان صاحب جمعدار صاحب قبلہ قدس سرہ
کو سجادگی میں لا دعوی تحریر کردیا مدعی ڈگری استقراری اس امر کی چاہتا ہے کہ یہ امر قرار

کوئی وجہ عدالت ابتدائی نے نہیں لکھی۔ اقرار نامہ مورخہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۲۶۲ ہجری سے مدعی کے
دعوے کی تائید ہوتی ہے اقرار نامہ کی تائید یادداشت محمد علی شاہ مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۶۵ ہجری
و فیصلہ عدالت بادشاہی واقعہ نواب مختار الملک مرحوم مورخہ غرہ رمضان ۱۲۷۹ ہجری سے
ہوتی ہے جس میں محمد علی شاہ صاحب نے غلام محمد صاحب کی سجادگی تسلیم کی ہے اس تجویز سے
مدعا علیہ کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں اپیل ہوا ارکان جوڈیشل کمیٹی کی آرا میں اختلاف ہوا دو ارکان
صاحبان نے اپیل کی نامنظوری کی رائے ظاہر فرمائی اور ایک رکن صاحب نے اپیل منظور فرمایا
پھر کل آرا جوڈیشل کمیٹی کی بارگاہ خسروی [illegible] سے فرمان واجب الاذعان
مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۰۰ بدیں مضمون [illegible] جوڈیشل کمیٹی کی آرا میں اختلاف ہے
یہ مقدمہ ایسا ہے [illegible] مذہبی و قانونی ہر دو پہلو پر غور کرنا ضرور ہے اس لئے اس مقدمہ
کو ایک دوسری کمیٹی کے سپرد کیا جاوے جس کے ارکان معین المہام امور مذہبی و مشیر قانونی ہوں
یہ دونوں عہدہ دار روئداد مثل پر غور کر کے اور وکلا کی بحث سماعت کر کے اپنی رائے کے ساتھ
محکمہ مناسب کے ذریعہ سے ملاحظہ میں پیش کریں بالفعل فرمان مبارک مقدمہ دوسری کمیٹی میں پیش
ہوا اس کمیٹی کے ارکان کے آرا میں بھی اختلاف ہوا۔ نواب فضیلت جنگ مرحوم معین المہام
مذہبی نے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ سجادگی مدعی کو اور تولیت مدعا علیہ کو دی جائے۔ دوسرے رکن
صاحب نے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ سجادگی و تولیت دونوں کا مستحق [illegible] ہے بارگاہ خسروی
میں ان آرا کے پیش ہونے پر فرمان واجب الاذعان بدیں مضمون ۲۰ رجب ۱۳۰۰ کو شرف
صدور لایا کہ (چونکہ دوسری جوڈیشل کمیٹی میں بھی اختلاف ہوا ہے لہذا وہی جوڈیشل کمیٹی از سر نو
دوبارہ رائے پیش کرے اور اس جوڈیشل کمیٹی میں مشیر قانونی کے ساتھ مولوی حبیب الرحمن صاحب
شریک رہیں گے۔ ان دونوں صاحبوں کی آرا میں بھی اختلاف ہوا اس کے بعد سید کریم الدین
کی درخواست پر فرمان مبارک ۲۰ جمادی [illegible] ۱۳۰۳ ہجری بدیں مضمون شرف صدور لایا کہ اس کی
نسبت مولوی محمد احمد صاحب کی رائے دریافت کی جائے مفتی محمد احمد صاحب نے نواب فضیلت جنگ
مرحوم کی رائے سے اتفاق فرمایا اس کے بعد فرمان مبارک مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۰۴ ہجری
بدیں مضمون شرف صدور لایا کہ سرکار [illegible] صاحب کی [illegible] کے بارہ میں محمد کریم الدین
اور محمد علی خان [illegible]
ہے اس کے نسبت [illegible] کریم الدین کو [illegible]

کی گئی ہے اسلئے کوتوالی بلدہ جو کتابی مطبوعہ کے صفحہ ۹۴ تا ۹۶ پر طبع ہوا ہے اس کو سنا کر بحث کی جاتی ہے کہ فرزند علی صاحب سجادہ تھے اور ماہوار عیدگاہ کی ادائی کے نام اجراء ہوئی تھی اس امر کو تسلیم کرکے کہ سند خلافت مورخہ ۱۸ محرم ۱۳۳۰ھ جو بحق عمر علی شاہ صاحب لکھی گئی ہے اس کے نسبت کوئی زبانی شہادت پیش نہیں کی گئی بحث کی جاتی ہے کہ قانوناً اس دستاویز کے نسبت یہ قیاس کرنا چاہئے کہ یہ دستاویز صحیح اور تکمیل کردہ شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمۃ ہے لائق وکیل نے اپنی بحث کی تائید میں دفعہ ۹۰ قانون شہادت کا حوالہ دیا ہے یہ بھی ان کی بحث ہے کہ ایسی قدیم دستاویز کے نسبت یہ شہادت کافی ہے کہ جن گواہوں کی دستخط یا مہر ثبت ہے ان میں گواہوں کی سے غلام محی الدین گواہ زبردست خان کی مہر شناخت کرتا ہے جو حاشیہ دستاویز پر بطور شہادت ثبت ہے (۵) دوسری سند سجادگی جو عمر علی شاہ نے فرزند علی شاہ کو لکھ دی ہے غلام محی الدین و خواجہ محمود علی کی شہادت سے ثابت ہے (۶) عمر علی شاہ صاحب کے زمانہ سے کریم الدین مدعا علیہ کے زمانہ تک مسلسل قبضہ درگاہ پیرادی ترتیب سے ثابت ہے جو جواب دعوی میں بیان کیا گیا ہے (۷) بموجودگی اقرار واقف غیر کو تولیت نہیں مل سکتی۔ اس بحث کی تائید میں در مختار جلد سوم صفحہ ۵۹۸ کا حوالہ دیا گیا ہے (۸) حکم مدار المہام مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجری جس میں غلام خواجہ صاحب کو سجادہ نشین لکھا ہے دراصل یہ کوئی فیصلہ سجادگی کا نہیں ہے (۹) مدعی نے کوئی ایسا رواج ثابت نہیں کیا جس کی تبادر نہ معلوم ہوتی ہو کہ ایسا کوئی قاعدہ مستمرہ تھا کہ بعد کسی پیر طریقت کے اس کا سجادہ اور قائم مقام دوسرا شخص بنایا جاتا (۱۰) سیاہہ مبارک مسلہ مدعی کے نسبت یہ بحث کی جاتی ہے کہ وہ شہادت میں پیش نہیں ہوسکتا اس بحث کی تائید میں نقل روبکار صدر اعظم العطیات نشان ۲۰ مورخہ ۹ آذر ۱۳۱۲ ف پیش کی گئی ہے جس میں یہ امر کہا گیا ہے کہ سیاہہ جات سرکاری شہادت میں پیش نہ کئے جائیں یہ بھی بحث کی جاتی ہے کہ سیاہہ ثابت نہیں ہے نہ یہ کاغذ سرکاری سمجھا جاسکتا ہے جو محتاج ثبوت نہ ہو اور بھی متعدد اعتراضات ترتیب سیاہہ مبارک کی نسبت کئے گئے ہیں لائق وکیل مدعا علیہ کی بحث یہ ہے کہ اقرار نامہ مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجری سے (جس کے نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ عمر علی شاہ صاحب نے بحق غلام خواجہ صاحب تکمیل کیا) ثابت ہے کہ عمر علی شاہ صاحب نے غلام خواجہ صاحب کو سجادہ درگاہ شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمۃ تسلیم کرلیا ہے یہ اقرار نامہ اس وجہ سے قابل وثوق ہے کہ

ہوا میری عمر چھ سات سال کی تھی جمعدار صاحب کے فرزند سجادہ خواجہ صاحب تھے جو [illegible]
شیخ نبی حالی صاحب کے خلیفہ و سجادہ نشین تھے جب کہ خواجہ صاحب اپنے باپ کی جگہ
سجادہ نشین ہوئے اس وقت میری عمر چھ سات برس کی تھی خواجہ صاحب کے خلیفہ و
سجادہ نشین میر فیاض الدین خان صاحب بندہ ہوئے تھے میر فیاض الدین صاحب بندہ
نے بیماری میں اپنا قائم مقام و سجادہ نشین بہبود علی خان صاحب کو کیا تھا اور میر کے وقت
خواجہ صاحب سجادہ نشین ہوئے تھے اس گواہ کے بیان سے سلسلہ سجادگی بہبود علی ثابت
نہیں ہے خلاصہ خواجہ صاحب کی سجادگی اس وقت ہوئی تھی جب کہ گواہ کی عمر بقول اس
کے چھ سات سال کی تھی اب گواہ نے اپنی عمر ۷۶ سال کی لکھایا ہے۔ اگر چھ سات سال کی
اس سے منہا کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس واقعہ کو گواہ بیان کرتا ہے اس کو وقوع
پذیر ہوئے تاریخ بیان سے ستر سال گذر چکے ہیں یہ اپنا ممکن تو نہیں ہے [illegible]
مشکل ہے کہ ستر سال کے واقعہ کو بعد وقت ایک ایسا شخص بیان کرے جس نے [illegible] چھ سال
کی عمر میں دیکھا ہو یہ ممکن ہے کہ گواہ کے حافظہ میں کچھ غلطی ہو۔ [illegible]
گواہ کے بیان پر جس نے اپنی چھ برس کی عمر میں کسی واقعہ کو دیکھا ہو اور [illegible]
واقعہ کو اس طرح بیان کرے جیسا کہ یہ گواہ بیان کرتا ہے ثابت قرار دینا مشکل ہے [illegible]
خان گواہ نمبر ۳ کے بیان سے مطلقاً ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جو سلسلہ خلافت مدعی نے بیان کیا ہے
اس کی نسبت گواہ کا کوئی ذاتی علم یا واسطہ نہیں ہے جو کچھ گواہ کا بیان ہے وہ [illegible]
مدعی کا بچپن سے درگاہ میں رہتا ہے۔ یہ گواہ بیان کرتا ہے کہ محمد علی شاہ صاحب درگاہ میں
آ گئے تھے فرزند علی شاہ صاحب نے [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ و سجادہ نشین بنایا تھا ان
سب واقعات کو سماعی بیان کرتا ہے اس گواہ کے مجموعی بیان پر نظر غائر ڈالنے سے مدعی
کا بہبود سلسلہ سجادگی و تولیت ثابت قرار دینا مشکل ہے۔ گواہ نمبر ۵ [illegible] الدین احمد ولد
سید حسین ہے جس کی شہادت مدعی کے کچھ بھی مفید نہیں ہے وہ واقعہ سجادگی و خلافت
سے قطعاً اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ بعض سنے سنائے واقعات خلافت کی حد تک بیان کرتا ہے
اس نے اپنے ابتدائی سوالات میں یہ بیان کر دیا تھا کہ فیاض الدین خان صاحب نے اپنی
علالت کے زمانہ میں سجادہ نشین بہبود علی صاحب کو کر دیا تھا بہبود علی صاحب نے دو چار
آدمیوں کو خلافت دی تھی لیکن اپنا سجادہ نشین مدعی کو کیا تھا اس کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا

اوسی سلسلہ سے مدعا علیہ بھی قرابتدار ہیں مگر اس مسئلہ شرعی سے کہ قرابتدار واقفین کو تولیت
میں اغیار پر ترجیح ہے کوئی فائدہ مدعا علیہ کو نہیں پہونچتا (۸) مدعا علیہ کا یہ استدلال کہ راہوار
بنام محمود گل ۔ اون کے نام جاری ہے غلط ہے بلکہ یہ نامہوار سررشتہ راجہ شیوراج بہادر سے
خرمہرہ اعتبار یان میں جاری ہوئی ہے ۔ اولا میں اون ضروری گواہون کے بیانات پر غور کرتا
ہون جو بجانب مدعی اس سلسلہ سجادگی کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں گواہ نمبر ا
مولوی فوالمن صاحب مرحوم پیش کئے گئے ہیں ان کی شہادت کا ماحصل یہ ہے کہ محمد شفیع
خان صاحب جمعدار حضرت شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے حضرت شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ
کے انتقال کے بعد اون کے قائم مقام محمد شفیع خان صاحب ہوئے مولوی صاحب موصوف
نے یہ صاف بیان کر دیا ہے کہ انہون نے شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ کو دیکھا نہ محمد شفیع خان
صاحب مرحوم کو اون کے بیان سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ محمد فیاض الدین خان صاحب
بعد خواجہ میان صاحب کے بعد جس مجلس میں قائم مقام بنائے گئے اوس میں مولوی صاحب
شریک تھے ۔ غلام خواجہ صاحب موصوف المعروف بہ خواجہ میان صاحب محمد شفیع خانصاحب
کے [illegible] جس طرح مدعی تک سلسلہ قائم مقامی مسلسل بیان کیا ہے مگر اپنی شرکت صرف فیاض
الدین خان صاحب جمعدار و [illegible] صاحب و میر محمد علی خان صاحب کے مجالس قائم مقامی
میں بتلائے ہیں مولوی صاحب مرحوم کے بیان سے ان بزرگون کا درگاہ میں انتظام کرنا
بھی معلوم ہوتا ہے مولوی خیرالدین صاحب مرحوم نے اپنے ابتدائی بیان میں سلسلہ قائم
مقامی منظورہ مدعی کو بیان فرمایا ہے ۔ مگر سوالات جرح میں یہ بیان فرمایا ہے اون کے سامنے
کوئی [illegible] قائم مقام [illegible] شیخ جی حالی علیہ الرحمۃ میں نہیں بنایا گیا اونہون نے کہا ہے کہ میں نے
[illegible] سے سنا ہے کہ فیاض الدین خان صاحب کو خواجہ میان صاحب کی جگہ بٹھایا گیا
تولیت و سجادگی کی مد میں نہیں سنا ایک جگہ یہ بیان فرمایا ہے کہ فرزند علی شاہ صاحب کو
میں شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمۃ کے قرابت دار سمجھتا تھا اور اس وجہ سے اون کی قدمبوسی
کرتا تھا مولوی صاحب مرحوم کے بیان کا ماحصل اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سلسلہ سجادگی
[illegible] کا علم اون کو بعض اشخاص سے ہوا مدعی کی نسبت مولوی صاحب مرحوم کا یہ
بیان ہے نمبر (چونکہ اون کے مرید ہیں اون کو پیر مرشد کہتے ہیں اس لئے میں اون کو متولی و
خلیفہ سجادہ نشین سمجھتا ہون سید نورالاولیا کا بیان ہے کہ جس وقت جمعدار صاحب کا انتقال

اون میں سے بعض حضرات نے اپنے مریدین کی تعلیم و تعلم کی غرض سے مقامات مخصوص کئے
اور اس مقام پر خود یا اون کے مریدون نے عمارتین بنوا لی جہان مریدون کو تعلیم علوم
باطنی تاحیات خود پیر طریقت فرماتے تھے اور وہ عمارتین خانقاہ کے نام سے موسوم کی جاتی
بعض پیر طریقت کو ایک خاص قسم کا اثر [illegible] مریدین پر حاصل ہوتا ہے اور جب اون کا
وصال ہوجاتا ہے تو وہ جگہ جہان وہ مدفون ہوتے ہیں درگاہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے
اگر اونہون نے اپنی زندگی میں عہدہ سجادہ نشینی کے لیے کسی کو نامزد نہ کیا ہو تو کوئی شخص اون
کے ورثا میں سے جو وارث طریقت کی تعلیم مریدان کو دے سکتا ہو عہدہ سجادہ نشینی
پر مامور ہوتا ہے میرے نزدیک عہدہ سجادہ نشینی تولیت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا مدعی نے
خود بھی اوس کے ثابت کرنے کی کوشش کی ملاحظہ ہو بیانات گواہان مدعی محبوب علی خان
و فخر الدین ان کے بیانات وکیل مرافعہ علیہ نے پڑھ کر سنائے اور یہ بحث کی کہ سجادہ
و متولی ایک ہی ہونا چاہیے عہدہ سجادہ نشینی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کو
بعض خدمات روحانی بھی بجالانے ہوتے ہیں اور اوس کی حیثیت مرشد و مرشد زادہ
کی ہوتی ہے اور وہ اوس درگاہ کا عموماً منتظم ہوتا ہے جس میں اوس کا مورث مدفون کیا
گیا ہے اور یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ بذریعہ اوس کے روحانی سلسلہ اوس کے مورثون کا
قایم رہتا ہے یہ امر ظاہر ہے کہ ایسے درگاہیں اور مقبرے اون نامی بزرگان دین کے
ہندوستان و غیرہ ملک کے قریب قریب ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں جو اپنی حیات
میں اولیا کبار سمجھے جاتے تھے اون میں سے بعض حضرات نے خانقاہیں قائم کین
جن میں وہ اپنے مریدین کو تعلیم علم باطنی کی فرماتے تھے جب اونہون نے اوس دار فانی
سے رحلت فرمائی اور ان کا وصال ہوا اور وہ وہان مدفون ہوے تو وہ درگاہ کے نام
سے موسوم ہو گئین جیسا کہ مین نے اوپر بتلایا ہے اگر اونہون نے اپنے زمانہ حیات میں کسی
کو عہدہ سجادہ نشینی کے لیے نامزد نہ کیا ہو تو اون کے ورثا سے کوئی شخص نامزد کیا جاتا ہے
اون میں سے بعض درگاہیں ایسی بھی ہیں جن کے لیے سرکار عالی اور گورنمنٹ آف انڈیا
سے معاش بھی دیا جاتا ہے پس میرے نزدیک عہدہ سجادگی کے لیے اوسی کا استحقاق صرف
ہے جو صاحب درگاہ کے ورثا سے ہو اور اوس کو یہ عہدہ ملنا چاہیے اور اوس
مورث کے درگاہ کا انتظام اوسی سے متعلق رہنا چاہیے جن درگاہون پر معاشین بحال

دونوں اقرار ناموں کو ملاکر عمل کیا جائیگا اور مزید اقرار یہ ہے کہ جو کچھ رقم سالانہ اوس اقرار نامہ مین غلام خواجہ صاحب نے لکھی ہے اوس سے زیادہ نہ طلب کیجائیگی - لائق وکیل مرافعہ علیہ کا یہ استدلال ہے کہ دوسرا کوئی اقرار نامہ غلام خواجہ صاحب نے بحق عمر علی شاہ صاحب نہین لکھا اگر ہوتا تو عدالت دار القضاء بلدہ مین جو عمر علی شاہ صاحب نے دعوی کیا تھا اوس مین ضرور پیش ہوتا جو پیش نہین ہوا مقصود اس استدلال کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اقرار نامہ پیش نہین ہوا لہذا اوس پر اب کوئی توجہ کی ضرورت نہین اگر بحث کا یہ مقصود ہے کہ پیش نہ ہونے سے یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ کوئی اقرار نامہ غلام خواجہ صاحب نے بحق عمر علی شاہ صاحب تحریر ہی نہین کیا تھا تو اوس کے غلط ہونے مین کوئی شک و شبہ نہین ہے کیونکہ مدعی جب اقرار نامہ پر استدلال کرتا ہے اوس سے ثابت ہے کہ ہر ایک فریق نے دوسرے کو اقرار نامہ لکھدیا جس کے نسبت ہم آگے چل کر موقع مناسب پر بحث کرینگے - نوٹ ہم کو مثل دار القضاء کے ملاحظہ سے ضرورت اس امر کے جانچنے کے لئے ہوئی کہ آیا اوس مثل مین اصل اقرار نامہ پیش ہوا تھا یا نہین یا اوس کی نقل پیش ہوئی تھی اور کیا ثبوت پیش ہوا تھا - مثل دار القضاء سے اور جوڈیشل کمیٹی سے ہم نے طلب کئے کیونکہ جوڈیشل کمیٹی سے جو مثلین پیش کی گئیں ان مین یہ مثل نہ تھی جوڈیشل کمیٹی اور دار القضاء سے اس بارہ مین مراسلت جاری رہی - مگر اب تک وہ مثل نہ آئی چونکہ ہم اس اقرار نامہ مستدلہ کے نسبت رائے قائم کرنے کے لئے اوس مثل کا ملاحظہ کرنا ہر اعتبار سے ضروری سمجھتے تھے اس لئے تجویز کے شروع کرنے مین تاخیر ہوئی اور ہم نے دار القضاء کے مثل کے انتظار مین تجویز کو ملتوی رکھا بالآخر مثل کا پتہ نہین چلا اب ہم کو روداد موجودہ پر اظہار رائے کرنے مین زیادہ انتظار کی ضرورت بلحاظ اون مراسلون کے نہین معلوم ہوتی جو دار القضاء سے وصول ہوئے منجانب مدعی گواہ نمبر ۲۰ اسد توفیق حسن پیش ہوا ہے یہ دار القضاء کا محافظ دفتر ہے دار القضا کی مثل کے نسبت اپنا بیان اسطرح پر دیتا ہے کہ یہ سب کاغذات متفرق تھے مین نے اونکو ترتیب دیکر یہان روانہ کیا جب عدالت العالیہ سے مثل طلب ہوئی اوسی وقت اوسکی فہرست مرتب ہوئی ان کاغذات پر کوئی نمبر نہ تھے اب ڈالے گئے ہین نہ اس مثل کا کسی رجسٹر مین اندراج ہے اب یہان بھیجنے کے وقت رجسٹر مین درج کی گئی ہے اس گواہ کے بیان پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مثل مین اقرار نامہ مذکور شامل کیا جاتا ہے دراصل وہ کوئی مثل مرتب نہ تھی بلکہ چند متفرق کاغذات تھے جن کو گواہ نے

رجوع ہو چکی ہے دارالقضاء میں اقرارنامہ غلام خواجہ صاحب کا وجود ہی نہ تھا اگر یہ مان بھی لیا جائے
کہ یہ اقرارنامہ اس مقدمہ میں پیش نہیں کیا گیا تو ایسی حالت میں جس کو اوس کا وجود
[illegible] مختارالملک مرحوم کے رشتہ ثابت ہے تو اوس کا نہ پیش ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا
ہمارے سامنے نہ کسی اقرارنامہ کی اصل موجود ہے اور نہ ایسی کوئی باضابطہ نقل موجود ہے
جس سے معلوم ہو کہ اصل اقرارنامہ سے لی گئی ہے نقل سے مطلقاً معلوم نہیں ہوتا کہ اصل اقرار
نامہ نوشتہ عمر علی شاہ صاحب بحق خواجہ صاحب کس کے قبضہ میں ہے اور اسی طرح اوس
اقرارنامہ کی حالت ہے جس کی نسبت غلام خواجہ صاحب کا بحق عمر علی شاہ صاحب لکھنا معلوم
ہوتا ہے مدعی کے بیانات کے لحاظ سے اصل اقرارنامہ کی مثل دارالقضاء میں ہونا چاہئے یہ نہیں معلوم
ہوتا کہ دارالقضاء سے اوسکی نقل الیکر کیوں پیش نہیں کی گئی اگر دارالقضاء کی مثل ہمارے سامنے
موجود ہوتی تو ممکن تھا کہ ہم کو [illegible] کچھ اور مدد ملتی تاہم قانونی نقطہ نظر سے جب تک یہ
ثابت ہو کہ اصل دستاویز گم یا تلف ہو گئی ہے اس وقت تک اوس کی شہادت منقولی پیش نہیں
ہو سکتی جیسا کہ وکیل مرافعہ [illegible] بحث [illegible] ہے مگر گواہ نمبر ۳ کے بیان سے جو
حالت مثل دارالقضاء [illegible] اوس کے لحاظ سے [illegible] گنجائش ہے کہ اگر
یہ دستاویز اوس [illegible] مثل [illegible] گم ہو گئی ہوگی کیونکہ اوس کا پیش ہونا فیصلہ جات دارالقضاء
عدالت بادشاہی و کیفیتی علماء سے ثابت ہے ان حالات میں دستاویز مذکور کی شہادت منقولی پیش ہو سکتی
ہے مدعا علیہ مرافع کی جانب سے کاغذات ذیل پیش کئے گئے ہیں (۱) دستاویز مورخہ ۱۴ محرم ۱۲۳۸ھ بعطیہ
شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمہ مشعر اینکہ مین نے اپنے ہمشیرزادہ برخوردار سید عمر علی کو اپنی فرزندی میں لیکر
اپنا قائم مقام بنایا اور اپنا سجادہ نشین کیا اور کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ مملوکہ خود موجودہ حیدرآباد
چھچون ہبہ کر دیا ہم نے اس دستاویز کو غور سے پڑھا ہمارے نزدیک یہ دستاویز خلافت
نامہ نہیں کہی جا سکتی اور نہ اوس طریقہ پر مرتب کی گئی ہے یہ ہبہ نامہ ہے اور سجادہ نشینی
اور فرزندی کا ذکر بطور ایک امر واقعہ کے کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ واہب کا مقصود
ہبہ کرنے کی وجہ یہ رہا ہو تاہم کچھ بھی ہو ہم کو اس دستاویز کے خلافت نامہ قرار
دینے میں تامل ہے (۲) دستاویز نوشتہ امیر الدین صاحب برادر شیخ جی حالی
صاحب مورخہ ۶ شوال ۱۲۶۱ ہجری مشعر اینکہ مین نے بھی مثل اپنے برادر کے برخوردار
سید عمر علی کو اپنی فرزندی میں لیا اور اپنی جائداد موجودہ حیدرآباد و دیہات (یعنی چھچھون) کا مالک و مختار کیا (۳)

جنہون نے کسی دستاویز پر گواہی کی ہو زندہ نہین رہتے۔ اس لئے وہ قواعد اور لوازم جو ثبوت دستاویزات جدید کے لئے درکار ہین اگر قدیم دستاویزات سے متعلق کئے جائین تو اکثر ایسی دستاویزات قابل ادخال شہادت نہ رہنگی مگر اس کے ساتھ اس امر کی احتیاط کرنی چاہئیے کہ ہر ایسی دستاویز کو جس پر تاریخ ۳۰ سال قبل کی لکھی ہوئی ہو خواہ مخواہ صحیح نہ تصور کرے کلکتہ ہائیکورٹ نے بمقدمہ ٹیکا بنام کاشی وت یہ تجویز کیا ہے کہ فی الواقع ایک پٹہ پر قدیم تاریخ لکھی ہونے سے جبکہ کوئی شہادت اوس کے قدیم ہونے کی نہین ہے کافی ثبوت اس کی صحت کا نہین ہے ویکلی رپورٹ جلد نمبر ا صفحہ ۲۱ صیغہ دیوانی کسی دستاویز قدیم کے صحت کا قیاس کرنے کے لئے اہم شرط یہ ہے کہ وہ حراست مناسب سے پیش ہوئی ہو نہ کسی دستاویز پر قدیم تاریخ لکھی ہونے سے اوس کی وقعت بڑھ جاتی ہے نہ اوس کے قدیم ہونے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حراست مناسب مین رہی دستاویزات قدیم سے اس دفعہ کو متعلق کرنے کے لئے لازم ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ وہ دستاویز حراست مناسب مین رہی ہے اگر حراست مناسب مین دستاویز نہ رہی ہو تو ایسی حالت مین جس قیاس کے قائم کرنے کے لئے حسب دفعہ مذکور عدالتون کو اختیار دیا گیا ہے وہ قایم نہین کر سکتی۔ ہم کو مقدمہ زیر غور مین اولا یہ دیکھنا چاہئے کہ دستاویزات مابہ البحث حراست مناسب سے پیش ہوئی ہین اوس امر کے طے کرنے کے لئے کہ آیا کوئی دستاویز حراست مناسب سے پیش ہوئی ہے یہ امر غور طلب ہوا کرتا ہے کہ پیش کنندہ دستاویز جس کے قبضہ و حفاظت مین وہ دستاویز تھی اوس کی حفاظت مناسب متصور ہو سکتی ہے بمقدمہ دیواجی بنام گوراباٹی بنگال لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۸۶ پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ اگر کوئی تمسک اس کے قبضہ مین ہو جس سے اس کو حق اور جسکو اوس کے قبضہ کا حق ہے تو یہ حفاظت مناسب ہے اور یہی اصول حکام ہائیکورٹ کلکتہ نے بمقدمہ عزیزالدین شاہ بنام شفیع اللہ بنگال لا رپورٹ جلد ۸ صفحہ ۶ [illegible] دستاویزات مذکور سید کریم الدین مدعا علیہ نے پیش [illegible] کی حراست مین یہ دستاویزات رہین۔ کیا یہ حراست [illegible] اصول کے لحاظ سے جو مقدمات آخر الذکر مین [illegible] کے کہنے مین ذرا تامل نہین ہے کہ یہ دستاویزات [illegible] رہین کریم الدین جس نے یہ دستاویزات پیش کی ہین اون کی نسبت یہہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس معاملہ سے اون کو پورے طور پر تعلق ہے جن کی نسبت یہہ دستاویزات [illegible]

اقرار نامہ حضرت شاہ شیخ شاہ صاحب جمعدار مرحوم مورخہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۹ھ مشعر اینکہ عمر علی شاہ صاحب
سجادہ نشین درگاہ ہیں اکثر وہ راجپور میں بوجہ ناموافقت آب و ہوا حیدرآباد رہتے ہیں ان کے جانب سے
[illegible] درگاہ کا انتظام و اہتمام کریں گے (۴) دستاویز نوشتہ سید عمر علی صاحب مورخہ غرہ رجب ۱۲۹۳ ہجری
مشعر اینکہ میں نے فرزند علی کو اپنا قائم مقام و سجادہ نشین درگاہ شیخ جی حالی صاحب کا کیا اور اپنی جائداد
کو مابین پسر و دختران تقسیم کر دیا ان دستاویزات کے ثبوت میں کوئی لسانی شہادت مخالف مدعا علیہ
مرافع پیش نہیں ہوئی دستاویز مورخہ ۱۷ محرم ۱۲۳۹ ہجری تکمیل کردہ شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمہ
بیان کی جاتی ہے کوئی زبانی شہادت مثل پر ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ گواہ کے روبرو
شیخ جی حالی صاحب علیہ الرحمہ نے تکمیل کی ہمارے نزدیک استداد زمانہ کی وجہ سے ایسی شہادت کا
پیش ہونا محال عقلی تو نہیں ہے مگر محال عادی ضرور ہے اس دستاویز پر گواہوں کی مہریں ثبت
ہیں جس میں ایک مہر زبردست خان مرحوم کی بھی بیان کی جاتی ہے اس مہر کی شناخت غلام محی الدین
گواہ مدعا علیہ نے کی ہے جسکا بیان کاپی مطبوعہ کے صفحہ ۶۷ پر طبع ہوا ہے لائق وکیل مرافع کہتے ہیں کہ
ثبوت کافی ہے میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ مہر ایک ایسی چیز ہے جس کا کسی کاغذ پر ثبت ہونا
قطعی دلیل اس کی نہیں ہو سکتی کہ جسکی مہر ہے اوسی نے ثبت کی ہے۔

تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ صاحب مہر نے اسی مہر کو بطور شہادت حاشیہ دستاویز پر
خود ثبت کیا ہے۔ گواہ کا محض مہر کی شناخت کرنا دستاویز کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں
ہے۔ وکیل مرافع کی دوسری حجت یہ ہے کہ دستاویزات مذکور تیس برس سے زاید کی تکمیل
کردہ ہیں لہذا حسب دفعہ ۹۰ قانون شہادت بلا کسی مزید ثبوت کے قابل تسلیم ہیں ایسی دستاویز
کی نسبت یہ قیاس ہونا چاہئے کہ وہ صحیح ہے ہماری رائے ہیں دفعہ ۹۰ قانون شہادت کا منشاء
یہ ہے کہ اگر کوئی دستاویز تیس سال قبل کی لکھی ہوئی معلوم ہو یا ثابت ہو ایسی حالت
میں کہ جب وہ حراست مناسب سے پیش ہو تو عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ یہ قیاس
کرے کہ دستخط اور ہر جزو اوس کا اوس شخص کا لکھا ہوا ہے جس کا ظاہر ہوتا ہے اس
دفعہ سے لزوم ایسے قیاس کا نہیں ہوتا الفاظ (عدالت قیاس کر سکے گی) موقوعہ
دفعہ ۹۰ قانون شہادت سے ظاہر ہے کہ ایسا قیاس کرنا خواہ مخواہ عدالت
پر لازم نہیں ہے قانون نے اس دفعہ کو اس وجہ سے وضع کیا ہے
[illegible] امر کا منشا یہ ہے کہ [illegible] کی ایک ایسی [illegible] صحیح ہے کہ اگر [illegible]

مولوی محمد احمد صاحب مفتی ۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد۔ مقدمہ ہٰذا حضرت شیخ جی حالی صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں مجھے اس سے قبل بھی اپنی رائے پیش کرنے کی عزت حاصل ہو چکی ہے اوس وقت میں نے اپنی یہ رائے عرض کی تھی کہ مدعی علیہ نے نسبت سے ایسے کاغذات داخل کئے ہیں جن سے گو تولیت اور سجادگی کا تصریحاً ثبوت نہ ہو مگر اوس سے بلاریب یہ ثابت ہوتا ہے کہ سید کریم الدین صاحب اور اون کے مورثون کا معاملہ سجادگی و انتظام جائداد میں دخل تام تھا یا یہ کہ یہ امور اون کے ہاتھ میں ہے اور شرعی مسائل کی بنا پر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جب تک واقف کے اقربا میں ایسے لوگ موجود ہون جو خدمت تولیت کی اہلیت رکھتے ہون اور دیانتداری سے حسب منشا واقف انتظام وقف قائم رکھ سکتے ہون تو ایسی صورت میں اجنبی کو متولی نہ بنایا جائے اس لئے تولیت کا تعلق سید کریم الدین صاحب مدعی علیہ سے ظاہر کیا گیا تھا اور سجادگی کی نسبت یہ عرض کیا گیا تھا کہ وہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر احکام فقہ کا ترتیب ہو بلکہ وہ ایک امر باطنی ہے چونکہ اس سجادگی کا تعلق مدعی کے ورثا سے بھی پایا گیا تھا اس لئے سابقہ بموافقت رائے مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ صرف سجادگی کی حد تک مدعی کی تائید میں رائے عرض کی گئی تھی۔ مگر اب وکلا فریقین کے مباحث سن کے اور مسل پر مکرر غور کرنے اور فاضل ممبر کارگذار سے مشاورت کے بعد مجھ کو اپنے معزز ممبر کارگذار کے نتیجہ تجویز سے اتفاق ہے۔ لہذا پیشگاہ اقدس و اعلیٰ میں میری بھی معروضہ یہی رائے ہے کہ سجادگی اور تولیت دونون کا تعلق سید کریم الدین صاحب مدعی علیہ سے رکھا جائے اور مرافعہ منظور فرما کر دعوی مدعی کا خارج فرمایا جائے۔

نظائر دکن جلد ۵ بابتہ ۱۳۲۳ف صفحہ ۱۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب رائے بجناتھ صاحب ممبر و مولوی ... صاحب فاروقی ... و پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان ...

صادق محمود وغیرہ ... مدعی علیہمان ... مرافعہ خواہان

بنا راضی تجویز جبکہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۲۵ آذر ۱۳۲۳ف جس میں ... منظور ہوکر ... نصف کی ڈگری دیجاتی ہے۔ واصلات کے تصفیہ کے لئے ہم مقدمہ کو عدالت ابتدائی میں واپس کرتے ہیں۔

فیصلہ۔ محمد جان و محمود جان دو حقیقی بھائی تھے۔ دونون سرکار عالی کی ملازمت میں تھے
محمود جان نے وظیفہ لینے کے بعد وکالت شروع کی۔ بتاریخ ۲۶ آذر ۱۳۱۲ ف مطابق
یکم نومبر ۱۹۰۲ء ان دونون بھائیون کے نام ایک باغیچہ اور مکان کی بابت بیع نامہ تکمیل ہوا
زرثمن دس ہزار دو سو روپیہ ایک چک موسومہ بنگال کے بنک کے ذریعہ سے ادا ہوا چک اقبال
بیو کا نوشتہ تھا اس کے بعد اراضی کا بیع نامہ ان دونون بھائیون کے حق میں بتاریخ ۳۱
خورداد ۱۳۱۳ ف مطابق ۴ مئی ۱۹۰۴ء رجسٹری ہوا۔ اس کا زرثمن بھی اقبال بیو کے نوشتہ
چک موسومہ بنک آف بنگال کے ذریعہ سے ادا کیا گیا۔ اس بیعنامہ کی تکمیل کے تھوڑے سے
عرصہ بعد ہی ۱۳۱۳ ف میں محمد جان کا انتقال ہو گیا۔ محمود جان مکان متنازعہ پر اپنی حین
حیات قابض رہے۔ محمود جان کا انتقال بتاریخ ۳۱ خورداد ۱۳۲۳ ف ہوا۔ محمود جان نے ایک
وصیت نامہ تکمیل کیا جس کی رو سے مکان متنازعہ محمود فاطمہ عرف اقبال بیو کے حق میں ہبہ کیا
یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ محمود جان نے اس مکان کی تعمیر و ترمیم میں معتدبہ رقم صرف کی اور تعمیر
رقوم کی ادائی اقبال بیو کے نوشتہ چیکون کے ذریعہ سے ہوئی۔

محمود جان کے انتقال کے بعد محمد جان کے ورثا کی جانب سے بایں بیان دعوی پیش
ہوا کہ مکان ان کے مورث محمد جان نے اپنے سرمایہ سے خریدا تھا اور اس کی تعمیر و ترمیم
بھی ان کے سرمایہ سے ہوئی لیکن چونکہ محمود جان کا نام بھی بیعنامہ میں شریک ہے اس
لئے دعوی صرف نصف مکان کے قبض اور ۶ سال کے واصلات کا کیا گیا۔ مدعی علیہم کی جانب
سے یہ جوابدہی کی گئی کہ محمد جان کا نام فرضی ہے۔ مکان دراصل محمود جان نے اپنے صرفہ
سے اپنے لئے خریدا تھا اور انھون نے اپنے سرمایہ سے اس کی تعمیر و ترمیم کی اور اس پر تا
حیات قابض رہے اور ان کے فوت ہونے کے بعد مدعی علیہم اخیر قابض ہیں۔ محمود فاطمہ
عرف اقبال بیو کی یہ جوابدہی تھی کہ وہ مکان محمود جان نے ان کے حق میں ہبہ کر دیا ہے
اور زرثمن کی ادائی محمود جان نے ان سے رقم قرض لیکر کی تھی اور اس کی تعمیر و ترمیم کے لئے
بھی ان سے رقم قرض لی گئی۔

عدالت ابتدائی نے یہ قرار دیا کہ محمد جان کا نام بیع نامجات میں فرضی نہین قرار دیا
جاسکتا لیکن مدعیان کو صرف نصف مکان کی ڈگری دی اور واصلات کا دعوی خارج کیا۔
[illegible] عدالت ابتدائی کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ محمد جان کا نام

بنام

غلام محی الدین وغیرہ (مدعیان) مرزا نعمت علی وغیرہم

اختیار سماعت - اختیار سماعت دارالقضاء - دعوی بمقابلہ غاصب کا قابل سماعت دارالقضاء نہ ہونا - جبکہ دعوی بربنائے غصب ہو مدعی علیہ کا اپنے حق میں ہبہ بیان کر دینے سے دارالقضاء کا مجاز سماعت نہ ہوجانا - بینامی - بار ثبوت بینامی - بینامی کا بار ثبوت اس شخص پر ہونا جو حالت ظاہری کے خلاف بیان کرے - معاملات بینامی میں ادائی زر ثمن کا بخور طلب ہونا - ادائی منجانب مدعی علیہ ثابت ہونے کی صورت میں بار ثبوت واقعہ بینامی کے خلاف بیان کرنے والے پر ہونا -

(۱) جب کہ دعوی تقسیم ترکہ کا نہ ہو بلکہ ورثاء متوفے کے مقابلہ میں بطور غاصب کے دائر کیا گیا ہو تو محض مدعی علیہ کی اس جواب دہی کی وجہ سے مکان متوفے نے اس کے حق میں ہبہ کر دیا تھا دعوی قابل سماعت عدالت دارالقضاء نہیں ہوجاتا -

(۲) کسی دستاویز میں کسی شخص کا نام بطور بینامی درج ہونیکا بار ثبوت اس شخص پر ہوگا جو ظاہری حالت کے خلاف بیان کرے اور ہر صورت میں یہ ثابت ہونا چاہیے کہ زر ثمن کس نے ادا کیا -

کلکتہ جلد ۸ ص ۸۴۵ و مدراس جلد ۸ ص ۲۱۴ و بمبئی جلد ۹ ص ۳۰۶ و کلکتہ جلد ۱۲ ص ۱۸۱ و الہ آباد جلد ۱۰ ص ۱۹۷ - کلکتہ جلد ۲۶ ص ۸۷۱ و کلکتہ جلد ۱۵ ص ۳۰ و کلکتہ جلد ۲ ص ۳۷۴ و کلکتہ جلد ۲۶ ص ۱۱ و مدراس جلد ۱۴ ص ۵۶ کا حوالہ دیا گیا -

(۳) جب یہ امر ثابت ہو کر زر ثمن مدعی علیہ کے کھاتہ سے ادا کیا گیا تھا تو مدعی کو یہ ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ زر ثمن اس شخص نے جس کا نام بطور بینامی بیان کیا جاتا ہے ادا کیا تھا یا اس کھاتہ مدعی علیہ میں جس سے زر ثمن ادا کیا گیا کوئی رقم بغرض ادائی زر ثمن داخل کی -

منجانب مدعیان مولوی محمد خلیل الزمان صاحب صدیقی کونسل -
منجانب مرزا نعمت علی وغیرہم مولوی مرزا محمود علی بیگ صاحب وکیل -

ہو سکتا ہے اور جیسا کہ دفعہ ۱۳ کے لحاظ سے چونکہ جوڈیشل کمیٹی
کو عدالت مرافعہ کے اختیارات حاصل ہیں۔ نیز لہذا عمل درآمد جوڈیشل کمیٹی
واقعات کے متعلق بحث سماعت کر سکتی ہے۔ گو عدالت ہائے ماتحت واقعات میں
متفق ہوں۔

کلکتہ جلد ۱۸ ص ۲۷ و کلکتہ جلد ۲۸ ص ۱۰۵ و انڈین کیسیز جلد ۴۸ صفحہ ۵۲
و کلکتہ لا جرنل جلد ۲ ص ۲۳۶ و بمبئی جلد ۴۲ صفحہ ۳۵۲ و اپر برما رپورٹ
جلد ۳ ص ۳۳ و اودھ لا جرنل جلد ۱۳ ص ۵۴۱ کا حوالہ دیا گیا۔

بہ غلبہ آراء رائے بحنا کہ صاحب مشیر قانونی و نواب فاروق یار
جنگ بہادر رکن متفق الرائے۔

تجویز ہوئی کہ آراضی غیر بندوبست شدہ واقع جاگیر میں قابض کو بلا عطائے پٹہ
یا معاہدہ صریح کے کوئی حق دوامی حاصل نہیں ہوتا۔ اور مدعی اپنے سابقہ قبضہ کی بناء
پر کسی ایسے شخص کے مقابلہ میں جس کو جاگیردار نے پٹہ عطا کیا ہو اس وقت تک دخل کی ڈگری
نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ اپنا مستقل یا دوامی حق ثابت نہ کرے آئین جلد ۲۳
ص ۲۰۳ کو تمیز کیا گیا۔

نواب جیون یار جنگ بہادر رکن مختلف الرائے۔

جاگیرات غیر بندوبست شدہ میں قابض دہی حق کی جو رقم مالگذاری ادا کرتا رہے
حیثیت پٹہ دار کی ہو جاتی ہے اور جاگیردار اپنی مرضی پر اس کو بیدخل نہیں کر سکتا
آئین جلد ۲۰ ص ۱۲۳ کا حوالہ دیا گیا۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب و مولوی سید سراج الحسن صاحب وکلاء
منجانب مرافعہ علیہا رائے بشیشور ناتھ صاحب و پنڈت گرداو صاحب و مولوی
محمد مسعود صاحب فاروقی وکلاء

رائے بحنا کہ صاحب مشیر قانونی و نواب فاروق یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔

اس مقدمہ میں نرہر پانڈے اس بیان سے دعوی کیا کہ اس کے باپ نیلکنٹھ کے پانچ
نمبرات بطریق پٹہ مقبوضہ تھے جن سے جاگیردار نے اس کو ناجائز طور پر بیدخل کرکے
ان کا پٹہ بصورت مدعی علیہ کے نام کر دیا ہے اس سے اس کو دخل دلایا جائے۔ مدعی علیہ

انڈین کیسز جلد ۸۴ ص ۲۴۲۔ کلکتہ لا جرنل جلد ۲۷ ص ۵۶۳۔
بمبئی جلد ۲۲ ص ۳۵۲۔ ایپر ہمار رپورٹ جلد ۳ ص ۲۳
اودھ لا جرنل جلد ۴ ص ۱۴۰۔

ہم اس عذر ابتدائی کو نامنظور کرتے ہیں۔

اس مقدمہ کا دار و مدار تنقیح نمبر ۴ کے تصفیہ پر ہے۔ جو حسب ذیل الفاظ میں قائم کی گئی ہے "کیا نمبران مستدعویہ موروثی مدعیان ہیں اور اُن اراضیات پر مدعیان کو دوامی و مستقل حق حاصل تھا"؟

یہ امر مسلمہ ہے کہ سنہ ۱۳۰۹ف کے قبل مدعی کا باپ نیکیا ان نمبرات پر قابض تھا اور سنہ ۱۳۱۱ف سے مدعی علیہ بحیثیت پٹہ دار اُن کا قابض ہے۔ اس مقدمہ میں اصل امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ سنہ ۱۳۰۹ف کے قبل نیکیا کا قبضہ کس نوعیت کا تھا اور آیا اس کو قبضہ کی بناء پر کوئی دوامی و مستقل حق جاگیردار کے مقابلہ میں حاصل ہو چکا ہے۔ اس کا بار ثبوت مدعی کے ذمہ پر تھا۔ مدعی کی جانب سے کوئی پٹہ یا قول یا کوئی اور دستاویز اپنے حق کی تائید میں پیش نہیں کی گئی ہے۔ صرف لسانی شہادت سے حق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مدعی کی جانب سے تین گواہ پیش ہوئے ہیں جن کے بیان سے صرف یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نیکیا ان نمبرون پر قابض تھا اور وہ کاشت کرتا تھا۔ سنہ ۱۳۱۱ف میں بھی مدعی علیہ کے حق میں جاگیردار کی جانب سے جو دستاویز تکمیل کی گئی ہے وہ صرف قولنامہ ہے نہ کہ پٹہ اور یا دس میں سال بہ سال رقم داخل کرنے کی ہدایت ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس جاگیر میں پٹہ دینے کا طریقہ نہ تھا۔ چونکہ اس قسم کے مقدمات اکثر پیش آتے رہتے ہیں جن میں جاگیر کی اراضی کے قابضان کے حقوق کے متعلق نزاع ہوتی ہے اس لئے ہم اس مسئلہ پر قانونی نقطہ نظر سے تفصیل سے غور کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جاگیر عطیہ سلطانی ہے اور سرکار کی جانب سے سرکار کے حقوق جاگیردار کو عطا کئے جاتے ہیں۔ جب تک عطا بحال رہتی ہے اُس وقت تک عطا شدہ اراضی کا مالک جاگیردار ہے۔ جاگیردار کی ملکیت کے حقوق اگر محدود ہو سکتے ہیں تو صرف دو طریقے سے یعنی۔

(۱) کسی قانون کی رو سے۔

(۲) کسی معاہدہ کی بناء پر۔

نے یہ جوابدہی کی کہ دیکیا کو ان سنرات پر کوئی مستقل اور دوامی حق نہ تھا۔ جاگیردار نے ٹھیکیات کے زراضی نامہ کی بنا پر اُن کا پٹہ مدعی علیہ کے مورث کے نام کیا اور اُس نے بلا غرض اُس اراضی کی اصلاح پر صرف کیا ہے۔

عدالت ابتدائی نے مدعی کا حق ثابت قرار دیکر یہ ڈگری دی کہ مدعی علیہ مدعی کو ابسے بابتہ قیمت اراضی ادا کرے اس کی ناراضی سے فریقین نے صدر عدالت میں مرافعے کئے۔ اور صدر عدالت نے مدعی کو اراضی متنازعہ پر دخل کی ڈگری دی۔ صدر عدالت کی ڈگری کی ناراضی سے جلسہ متفقہ میں مرافعہ کیا گیا اور جلسہ متفقہ نے یہ قرار دیا کہ مدعی علیہ اُن درختوں کی قیمت جو اس نے اراضی پر نصب کئے ہیں مدعی سے پانیکا مستحق ہے۔ قیمت ادا کرنے کے بعد مدعی دخل پا سکیگا۔ جلسہ متفقہ کے فیصلہ کی ناراضی سے فریقین نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعے کئے ہیں۔ ہم نے دونوں مرافعوں میں لائق وکلا اور کونسل فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ بکمال سماعت کی۔ سر پاکے لائق کونسل نے ایک ابتدائی عذر یہ کیا کہ چونکہ واقعات کے متعلق عدالت ہائے متفق ہیں اس لئے جوڈیشل کمیٹی کے روبرو واقعات کے متعلق بحث نہیں کی جاسکتی۔ ہماری رائے میں یہ عذر قابل التفات نہیں ہے قانون جوڈیشل کمیٹی کی دفعہ ۱۲ میں بالصراحت حکم ہے کہ جوڈیشل کمیٹی کو عدالت مرافعہ دیوانی کے اختیارات حاصل ہونگے۔ اور مجموعہ ضابطہ دیوانی ممالک محروسہ سرکار عالی نشان (۴۱) ۱۳۲۳ف کی دفعہ (۱۰۲) میں بالصراحت حکم ہے کہ موازنہ شہادت کی غلطی کی وجہ سے بھی مرافعہ ثالث ہوسکیگا۔ قطع نظر اس کے جوڈیشل کمیٹی کا عمل درآمد بھی یہی ہے کہ موازنہ شہادت کی غلطی کی صورت میں دست اندازی کی جاتی ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں تو صریح قانون موجود ہے لیکن برٹش آف انڈیا میں جہاں اس کے خلاف ضابطہ دیوانی میں صریح حکم ہے کہ مرافعہ ثانی میں عدالت مرافعہ اولی کے واقعات کے متعلق رائے سے اختلاف نہ کیا جائیگا جب وہ عدالت ابتدائی کی رائے سے متفق ہو پریوی کونسل نے متعدد مقدمات میں واقعات کے متعلق دست اندازی کی ہے پریوی کونسل کے صرف منفصلہ ذیل مقدمات کا حوالہ کافی ہوگا۔

کلکتہ جلد ۱۴ ص ۷۲ و کلکتہ جلد ۷ ص ۱۰۷ -

قانون مالگزاری اراضی نشان (۹ سنہ ۱۹۱۲ء) میں اراضی خالصہ کے متعلق بالصراحت حکم موجود ہے کہ اراضی پٹہ دادہ شدہ خالصہ کا جب پٹہ دیا جائے تو پٹہ دار بلا اپنی رضامندی کے بیدخل نہ کیا جا سکیگا بجز اس کے کہ وہ بقایا سرکاری ادا نہ کرے۔ جاگیرات میں اکثر قطعات اراضی غیر پٹہ دادہ شدہ ہیں اور اُن میں جب اراضی زراعت کیلئے سے اوٹھائی جاتی ہے تو جاگیردار اور رعایا میں معاہدہ ہوتا ہے۔ جاگیرات میں حسب ذیل تین طریقوں سے اراضی دیجاتی ہے۔

(۱) پٹہ کے ذریعہ سے

(۲) قول کے ذریعہ سے

(۳) سال بہ سال کاشت کیلئے زبانی معاہدہ

یہ امر مسلمہ ہے کہ پٹہ بھی معاہدہ ہے۔ اگر فریقین معاہدہ میں شرائط خود طے کریں تو بعض صورتوں میں قانون شرائط قرار دیتا ہے مثلاً اراضی خالصہ کے پٹہ کی صورت میں بھی قانون میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ پٹہ کی بناء پر رعیت کو مستقل حق حاصل ہو جائیگا۔ قول کے متعلق اس قسم کا کوئی قانونی حکم نہیں ہے اور جب اراضی سال بہ سال زراعت کے لیے زبانی معاہدہ پر دی جائے تو ظاہر ہے کہ جاگیردار کے مقابلہ میں کوئی حق قانوناً پیدا نہیں ہو سکتا۔ مالک کے حقوق [illegible] کوئی قانونی حکم یا معاہدہ ہونا ضروری ہے۔ اس مقدمہ میں مدعی کی جانب سے کوئی پٹہ پیش نہیں ہوا ہے [illegible] یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نیکیا کی حیثیت پٹہ دار کی تھی مدعی کی جانب سے کوئی ایسی شہادت پیش نہیں ہوئی ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ اُس کو حقوق حاصل [illegible] دوامی اور مستقل تھا ایسا حق کسی قانون یا معاہدہ کی بناء پر حاصل ہو سکتا ہے اس مقدمہ میں کسی معاہدہ کا ادعا بھی نہیں کیا گیا ہے مدعی کو اپنے قبضہ کی نوعیت ثابت کرنی ضروری تھی چونکہ مدعی کی جانب سے اس بارہ میں کوئی شہادت پیش نہیں کی گئی ہے اس لئے ہم یہ نہیں قرار دے سکتے کہ مدعی کے باپ کو اراضی متدعوٰیہ کے متعلق دوامی اور مستقل حق حاصل تھا مدعی کے باپ نیکیا نے ہی اراضی کا قبضہ حاصل کیا تھا۔ یہ مسلمہ ہے کہ نیکیا کا باپ اس اراضی پر قابض نہ تھا۔ بلکہ اُس کے قبل ردیا پائی کا قابض ہونا خود مدعی کے گواہوں کے بیانات سے ثابت ہے۔ یہ امر بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ خود مدعی کی شہادت

گنپت سنگھ وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

دعوی دخل بربنا قبضہ بوجہ بیدخلی جبریہ۔ دعوی دخل بربنا بیدخلی جبریہ کا قابل سماعت عدالت دیوانی ہونا۔ بیدخلی سے (۶) ماہ کے اندر دعوے دخل کا بلالحاظ حقیت بیدخل کنندہ قابل ڈگری ہونا۔ بیدخلی کے چھہ ماہ بعد دعوے کی صورت مین بیدخل کنندہ کو اپنی حقیت ثابت کرنے کا موقعہ دیا جانا۔ بصورت عدم اثبات حقیت بیدخل کنندہ دعوی دخل کا اوسکے مقابلہ میں قابل ڈگری ہونا۔ قانون دادرسی خاص دفعہ (۷)۔

محض بربنا قبضہ ایسے شخص کے مقابلہ میں جس نے بجبر قبضہ حاصل کرلیا ہو عدالت دیوانی میں دخل کا حق حاصل ہے۔ بروئے دفعہ (۷) قانون دادرسی خاص اگر بیدخلی سے (۶) ماہ کے اندر نالش کی جائے تو بلالحاظ حقیت بیدخل کنندہ دعوی ڈگری کیا جاسکیگا۔ لیکن (۶) ماہ کے بعد نالش دائر ہونے کی صورت میں بیدخل کنندہ کو اپنی حقیت ثابت کرنے کا موقعہ دیا جائے گا اور بصورت عدم اثبات ایسی حقیت کے اوس کے مقابلہ میں دخل کی ڈگری دی جاسکیگی۔ الہ آباد جلد ۲۲ ص ۱۵ و کلکتہ جلد ۳۰ و ص ۶۱۳ کا حوالہ دیا گیا۔

منجانب مرافع پنڈت گرراؤ صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔

فیصلہ۔ مدعیہ مرافعہ نے اراضی کے دخل کا دعوے معہ واصلات کے اس بیان سے کیا کہ اراضی تنہا زعہ پیوائش سے شوہر کا اور اوس کا قبضہ ۱۹ اردی بہشت ۱۲۹۶ ف سے ۱۳۳۶ ف تک رہا۔ ۱۳۳۶ ف میں مدعی علیہم نے اس کو بجبر بیدخل کردیا ہے۔ اوس کو اراضی پر قبضہ دلایا جائے۔ اور واصلات کی ڈگری دیجائے۔ عدالت ابتدائی اور صدر عدالت نے مدعیہ کا دعوی کی معہ واصلات کے ڈگری کیا۔ جلسہ متفقہ نے مدعیہ کا دعوے معہ خرچہ خارج کیا ہے جلسہ متفقہ کی ناراضی سے مدعیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے۔ جو ہمارے روبرو زیر تصفیہ ہے ہم نے وکلا و کونسل فریقین کی بحث نہایت تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ اس مقدمہ مین اصلی سوال تصفیہ طلب یہ ہے کہ آیا محض قبضہ کی بنا پر کسی شخص کو ایسے شخص کے مقابلہ

مرافعہ بنار اضی تجویز جلسہ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۲ ار خورداد ۱۳۳۱ ف مثبتہ نامنظوری مرافعہ و اخراج دعوے۔

کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۳۱۲ف میں جو عین زمانہ قحط عظیم کا تھا نیکیا نے راضی نامہ دیدیا اور جاگیردار نے اُس کو بیدخل کر کے مدعی علیہ کے نام پٹہ قائم کیا۔ تینوں عدالتوں نے متفقہ طور پر مدعی کو پٹہ دار تسلیم کیا اور راضی نامہ کا دیا جانا ثابت قرار دیا ہے گویا دعوائے مدعی کو طریق اختلاف کے ساتھ ڈگری کر دیا۔ اس نوبت پر اگرچہ واقعات پر غور کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن بلحاظ عملدرآمد جوڈیشل کمیٹی و بہ نظر انصاف فریقین کو بحث کا موقع دیا گیا۔ شہادت مشمولہ مثل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جاگیر غیر بند وبست شدہ ہے اور پدر مدعی کے پٹہ کی نوعیت اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ سال ہائے سال سے اراضیات متنازعہ میں کاشت کر رہا تھا۔ اور زر مالگزاری کی ادائی میں قصور نہ کرتا تھا گویا وہ پشتینی اور موروثیہ کاشتکار اس اراضی کا تھا۔ قانون کی نظر میں اُس کی حیثیت پٹہ دار کی بھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مقدمہ دھونڈیا بنام نارائن مندرجہ آئین دکن جلد ۳۳ ص ۲۲۰ فاضل حکام جوڈیشل کمیٹی نے نہایت زور کے ساتھ اس کو طے فرمایا ہے کہ وہ کسی ایسے وصول سے قطعاً واقف نہیں ہیں کہ جس کی بنا پر کسی جاگیردار کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ایسی رعیت کو جو زمانہ دراز سے دخیل ہو اپنی مرضی کے موافق بیدخل کر سکے۔ میں اپنے آپ کو اس رائے سے بالکل متفق پاتا ہوں۔ میری رائے میں فیصلہ جلسہ متفقہ زیر مرافعہ قانون اور انصاف پر مبنی ہے۔ فاضل حکام جلسہ متفقہ نے یہ تجویز کیا ہے کہ جو صرفہ مدعی علیہ نے زمین کی استواری اور درخت ہائے میوہ دار کے نصب کرنے میں کیا ہے وہ اوس کو واپس دلا یا جائے۔ یعنی اوس کو درختوں کی قیمت کا مستحق قرار دیا ہے۔ یہ ایک بڑی رعایت اس کے حق میں ہے۔ اس سے زائد کا وہ مستحق نہیں۔ لہذا میں بصد ادب بارگاہ جہاں پناہی میں یہ رائے عرض کرتا ہوں کہ فریقین کے مرافعے مع خرچہ نامنظور ہوں۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابت سنہ ۱۳۳۵ف ص ۳۳

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب راجہ بجنانتھ صاحب مشیر قانونی و نواب فاروق یار جنگ بہادر و نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان۔

نمبر مقدمہ ۱۰۲ سنہ ۱۳۳۰ف منظورہ ذریعہ فرمان مبارک

پیلکی راسکا　(مدعیہ)　مرافعہ

بنام

ہیں جس نے بطور خود بجبر قبضہ حاصل کر لیا ہو دعویٰ کا حق حاصل ہے یا نہیں ۔ قوانین نافذہ ممالک
محروسہ سرکار عالی کے مد نظر ہمیں اس میں شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس قسم کا دعویٰ عدالتوں
کی سماعت کے قابل ہے قانون دادرسی خاص ممالک محروسہ سرکار عالی کی دفعہ ۹ میں بصراحت
ایسے دعوے کی اجازت دی گئی ہے جب اس دفعہ کے تحت بیدخلی سے ۶ مہینے کے اندر دعویٰ
کیا جائے تو مدعا علیہ کو اپنی حقیت کے ثابت کرنے کا بھی موقع نہیں دیا جاتا اور مدعی محض یہ
ثابت کرنے سے کامیاب ہوجاتا ہے کہ وہ قابض تھا اور بغیر قانونی طریقہ اختیار کئے ہوئے
ناجائز طور پر مدعی علیہ نے اوس کو بیدخل کیا ہے جب ۶ مہینے کے اندر دفعہ ۹ کی رو سے
دعوے نہ کیا جائے تو متعدد مقدمات میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ محض قبضہ کی بنا پر بھی دعوے
ہو سکتا ہے ۔ لیکن ایسی صورت میں مدعی علیہ کو اپنی حقیت کے ثابت کرنے کا موقع دیا
جائیگا ۔ انگلستان کے پریوی کونسل نے مقدمہ مسنہ بنام پاربتی الہ آباد جلد ۱۲ ص
۵۱ ۔ اور مقدمہ اسمٰعیل عارف بنام محمد غوث کلکتہ جلد ۲۰ ص ۸۳۴ میں یہ قرار دیا ہے کہ
محض قبضہ کے حق کی بنا پر ایسے شخص کے مقابلہ میں دعوے ہو سکتا ہے جس نے بجبر قبضہ
حاصل کیا ہو اور اپنی ملکیت ثابت نہ کر سکے ۔ اس مقدمہ میں عدالت [illegible] صدر عدالت
نے بطور واقعہ کے یہ ثابت قرار دیا ہے کہ مدعیہ ۱۳۲۶ ف سے ۱۳۳۲ ف تک اراضی
متنازعہ پر قابض تھی اور ۱۳۳۲ ف میں بغیر قانونی طریقہ اختیار کئے ہوے وہ بیدخل کی گئی
ہے ۔ جلسہ متفقہ نے بھی اس واقعہ سے اختلاف نہیں کیا ہے ۔ روئداد اوس کے معائنہ سے
بھی عدالت ہائے تحت کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ مدعیہ کا قبضہ ۱۳۳۲ ف تک اراضی
متنازعہ پر رہا ہے ۔ ان واقعات کے ثابت قرار دینے کے بعد مدعی علیہم کا یہ فرض تھا
کہ وہ اپنی حقیت ثابت کرتے ۔ یہ مسلمہ ہے کہ اراضی ۱۳۲۶ ف میں تین سال کے لئے رہن
رکھی گئی تھی ۔ اس مدت کے گذر جانے کے بعد عدالت میں بیعیات کا دعویٰ کیا گیا جو
عدالت ابتدائی سے ڈگری ہوا اور صدر عدالت نے بھی اس ڈگری کو اسی شرط سے بحال
رکھا کہ مدعی علیہ حلف بر عدم الیت لے ۔ اس کی تکمیل نہ ہوئی لیکن مدعیہ کا قبضہ ۱۳۳۲ ف
تک اس اراضی پر باقی رہا ایسی حالت میں وہ جائداد کے قبضہ سے صرف اس صورت
میں محروم رکھی جا سکتی ہے ۔ جب مدعی علیہ یہ ثابت کرتا کہ اس نے بطور جائز قبضہ
حاصل کیا ہے ۔ مدعی علیہ کی جانب سے کوئی بیان اس امر کے متعلق نہیں کیا گیا ہے

مرافع کے لایق وکیل نے یہ قانونی عذرات کئے ہیں اور صرف ایک وصی کاروبار کرنیکا اختیار نہ تھا۔ اور جب دوکان میں نقصان ہو رہا تھا تو اوصیاء کا یہ فرض تھا کہ دوکان کو بند کر دیتے۔

ہماری رائے میں یہ عذرات قابل التفات نہیں ہیں۔ اس قسم کی دوکان کا کام بالعموم منیب کے ذریعہ سے چلتا ہے۔ اس وقت ممالک محروسہ سرکار عالی میں سب بڑی دوکانوں پر منیب ہر قسم کا کاروبار کرتا ہے۔ موجودہ مقدمہ میں سعادت سنگھ صرف منیب ہی نہ تھا۔ بلکہ عدالت کا منظورہ وصی و پرستی بھی تھا۔ جب ایک سے زیادہ اوصیا و ٹرسٹیز ہوں تو وہ سہولت کے لئے کام کی تقسیم کر سکتے ہیں۔ اور اگر کسی ایک وصی یا ٹرسٹی کو باقیماندہ اوصیاء و ٹرسٹیز نے کوئی خاص کام سپرد کیا ہو تو اس کا کیا ہوا کام جملہ اوصیاء و ٹرسٹیز کا کام سمجھا جائیگا۔ دوکانات کا کام بغیر اس قسم کے انتظام کے چلانا ممکن نہیں ہے۔ مرافع کے وکیل نے اس امر پر شدت سے زور دیا ہے کہ جب دوکان میں نقصان ہو رہا تھا تو دوکان بند کرنا اوصیاء پر لازم تھا۔

اس مقدمہ میں یہ ثابت نہیں کیا گیا ہے کہ دوکان میں واقعی نقصان ہو رہا تھا لیکن اگر یہ ثابت بھی ہوتا تو بھی ہمیں یہ تسلیم کرنے میں تامل ہے کہ اوصیاء پر دوکان کا بند کرنا لازم تھا۔ کیونکہ وصیت کے فقرہ (۱۳) میں بالصراحت یہ ہدایت موجود ہے کہ دوکان کا کام حسب شد آمد قدیم جاری رکھا جائے۔

مرافع کی جانب سے اوصیاء و ٹرسٹیز کی کوئی بددیانتی ثابت کرنے کی اس مقدمہ میں کوشش نہیں کیگئی ہے نہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعیان کسی ایسی سازش میں شریک تھے جس کے ذریعہ سے مدعی علیہم کی دوکان کو ناجائز طور پر نقصان پہونچانا مقصود تھا۔

مرافع کے لایق وکیل نے متعدد نظائر پر استدلال کیا ہے ہم نے ان نظائر کا بغور معائنہ کیا۔ ہم ہر نظیر کے متعلق ذیل میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

انڈین کیسز جلد ۱۸ ص ۵۰۳ میں جو اصول طے ہوا ہے اس سے مرافع کو کوئی فایدہ نہیں پہونچ سکتا ہے کیونکہ اس نے اس مقدمہ کے دوران میں اوصیاء و ٹرسٹیز کی بدنظمی ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ اوصیاء و ٹرسٹیز نے کوئی قرضہ کسی خاص کام کے لئے لیا بلکہ معمولی کاروبار دوکان کے ضمن میں مدعی کی یہ رقم بقایا نکلی ہے۔ ایسی

منجانب مرافع مسٹر ہری نارائن صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہ نمبر (۱) پنڈت گرراؤ صاحب و پنڈت لبنا داس راؤ صاحب وکلا۔

فیصلہ۔ مدعیان مرافع علیہم نے اپنی دوکان کے بقایا کی بابت مدعی علیہ مرافع کے مقابلہ مین دعوی کیا۔ صدر عدالت سے دعوے ڈگری ہوا اور اجلاس کامل نے بھی صدر عدالت کی ڈگری بحال رکھی۔ اُس کی ناراضی سے مدعی علیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے۔

ہم نے وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی۔ اس مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ رزیڈنسی بازار اور حمالک محروسہ سرکار عالی کے دیگر مقامات پر ایک دوکان موسوم فتح چند گردھاری لال قائم تھی۔ آخری مالک دوکان نے ایک وصیت کے ذریعہ سے تین اوصیا و ٹرسٹیز مقرر کئے اور اُن کو اختیار دیا کہ کسی وصی کے فوت ہونے یا کام کرنے سے انکار کرنے کی صورت میں دوسرا وصی و ٹرسٹی مقرر کر سکتے ہیں۔ اس وصیت کا صداقت نامہ نفاذ وصیت عدالت رزیڈنسی سے جہاں صدر دوکان واقع تھی حاصل کیا گیا اور اوصیا و ٹرسٹیز مین وقتاً فوقتاً جو تبدیلی واقع ہوئی اُس کی منظوری عدالت رزیڈنسی سے حاصل کی گئی۔ اوصیا و ٹرسٹیز کو وصیت کے فقرہ (۱۳) کی رو سے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سب دوکانیں حسب شد آمد قدیم جاری رکھیں لیکن اُس فقرہ میں یہ بھی درج تھا کہ ”اگر میرے وصیون اور ٹرسٹیون کو مناسب معلوم ہو تو کسی دوکان کو بند کرنے یا کسی دوکان کھولنے کا اختیار ہوگا“۔

فقرہ (۱۳) کی تعمیل میں اوصیا و ٹرسٹیز نے جملہ دوکانوں کو جاری رکھا اور انھوں نے اپنے زمانہ میں کسی دوکان کو بند کرنا مناسب نہیں خیال کیا اور نہ کوئی جدید دوکان کھولی۔ فتح چند گردھاری لال کی دوکان پر لین دین ہوتا تھا۔ اور ہنڈیان جاری ہوتی تھیں۔ مدعیان نے جس رقم کا دعوی کیا ہے وہ اُس لین دین کے بقایا کی بابت ہے جو فتح چند گردھاری لال کی دوکان اور مدعی کی دوکان کے مابین ہوا ہے۔

وصیت نامہ کے رو سے تین ٹرسٹیز اور اوصیا مقرر کئے گئے تھے۔ لیکن رزیڈنسی کی دوکان کا کاروبار اُس زمانہ میں جب موجودہ لین دین ہوا اسادت سنگھ بہ حیثیت ٹرسٹی و وصی و منیب دوکان کا کام انجام دیتا تھا۔

مدعی اور مدعی علیہ کی دوکان کے بہی کھاتہ جات میں رقم متنازعہ مدعی کی واجب درج ہے اور اُس کے واجب الادا ہونے میں بطور واقعہ کے کوئی شبہ نہیں ہے۔

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ضیا یار جنگ بہادر
و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

معین الدین حسین خان وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعان

بنام

سید احمد (مدعی) مرافعہ علیہ

تمسک اقرار ادائی رقم سابقہ بہ فصل آئندہ کا تمسک ہونا۔ میعاد۔ شمار میعاد ماہواری میں وعدہ ادائی فصل کی صورت میں میعاد کا شمار انفصال سے ہونا۔

دستاویز جس کی رو سے کسی رقم سابقہ کو فصل آئندہ پر ادا کرنے کا اقرار کیا گیا ہو۔ ایک تمسک ہے۔ اور چونکہ زمانہ وصولی مالگزاری ماہواری میں انفصال دخورداد ہے لہذا میعاد کا شمار انفصال سے کیا جائے گا۔

منجانب مرافعان۔ مولوی میر محمد علی صاحب فاضل و مولوی سید بشارت حسین صاحب و مولوی شمس الدین خان صاحب وکلا۔

منجانب مرافعہ علیہ۔ پنڈت اننادا س راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ مقدمہ بلحاظ واقعات کے ایک صاف اور سادہ مقدمہ ہے جس میں دستاویز مناط دعوے کے تعلق سے ایک قانونی بحث پیدا کی گئی ہے۔ دستاویز مناط دعوے کا پی مطبوعہ کے صفحہ پر درج ہے جو حسب ذیل ہے۔

سید احمد صاحب تحصیلدار کی مختلف گزارشات بہ تقاضائے ایصال رقم دست گردان ملاحظہ ہوئے چونکہ صاحب مذکور کی جانب سے بموجب تحریرات و چٹھیات گذشتہ مابدولت کی جیب خاص میں باوقات مختلف تقریباً مبلغ دس ہزار روپیہ داخل ہوا ہے۔ جو ان کو میرے اسٹیٹ سے ایصال ہے کیونکہ مابدولت اپنے علاقہ میں پگڑی پٹی کا انتظام کر کے ہیں اس رقم کے وصول کے ساتھ اور مابدولت کی سواری اجمیر شریف سے واپس آنے

مرافعہ بنا راضی تجویز خلیفہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۔ آبان ۱۳۳۱ف جس کی بنا پر دعوے مدعی معہ خرچہ مبلغ ... روپیہ سکہ عثمانیہ کی ڈگری بحق مدعی علیہ ہوئی۔ یا مرافعہ خارج کیا۔

حالت میں اوصیاء و ٹرسٹیز کی ذات پر ذمہ داری عاید کرنیکا کوئی موقعہ نہیں ہے۔
بالخصوص جب وصیت نامہ کی رو سے اُن پر کاروبار حسب سابق قدیم جاری رکھنے کی
ذمہ داری تھی۔

انڈین کیسز جلد ۳۴ صفحہ ۸۶۵ میں پر امیسری نوٹ کی تکمیل کے اختیار کے متعلق
بحث ہے۔ اس مقدمہ میں پر امیسری نوٹ کی تکمیل نہیں کیگئی ہے۔ اور وہ نظیر غیر متعلق
انڈین کیسز جلد ۲۶ صفحہ ۱۱۶۔ اُس صورت سے متعلق ہے جب وصی بغیر ضرورت کے قرضہ
لے موجودہ مقدمہ میں کوئی قرضہ لیا ہی نہیں گیا۔ بلکہ دوکان کے معمولی کاروبار کے
ضمن میں یہ رقم بقایا نکلی ہے۔ جس کا چلانا اوصیاء پر لازمی تھا۔

کلکتہ ویکلی نوٹس جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۴۔ بھی صرف اس صورت سے متعلق ہے جب وصی
کوئی قرضہ لے اس مقدمہ میں کوئی قرضہ نہیں لیا گیا اور اس لئے وہ نظیر غیر متعلق ہے۔

مدراس لاجرنل جلد ۳۲ صفحہ ۲۵۹۔ پر امیسری نوٹ سے متعلق ہے۔ اور اس لئے وہ موجودہ
مقدمہ سے غیر متعلق ہے۔

کلکتہ جلد ۳۱ صفحہ ۲۵۳۔ اُس صورت سے متعلق ہے جب کسی ایک وصی نے کسی
مال کی خریدی کے لئے قرضہ لیا ہو جو کہ اسٹیٹ کے کام میں لایا گیا ہو موجودہ مقدمہ کے واقعات
کے لحاظ سے نظیر بھی غیر متعلق ہے۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ مدعیان بالکل بے قصور ہیں۔ انہوں نے ایک مشہور
و معروف دُکان سے معاملہ کیا ہے۔ اُس دُکان کی ہنڈیاں کل ممالک محروسہ سرکار عالی
میں چلتی تھیں۔ دُکان کا کام عدالت کے مقرر کردہ اوصیاء و ٹرسٹیز چلا رہے تھے
اوصیاء کی کسی بدعمالی کا مرافعہ کی جانب سے ادعا بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مدعیان اس دُکان
کی بدنظمی میں (اگر کوئی بدنظمی تھی) شریک نہ تھے۔ ایسی حالت میں مدعیان کو اُن کی رقم سے
محروم کرنا کسی طرح سے قرین انصاف نہیں ہو سکتا۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں
کہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور کیا جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۲۵ ف صفحہ ۵ نظائر دکن جلد ۶ بابتہ ۱۳۲۵ ف صفحہ ۱۲۳

کے بعد ضروری تھا ری رقم کی ادائی یا دیہات کی قسط تحصیل پر رقم مذکور دینے کے لئے احکام
دئیے جائیں گے ۔ تم ہر طرح مطمئن رہو ۔ لہٰذا یہ تحریر بحیثیت قرضہ و اقرار کے بطور تکملہ دی گئی سند ہو
اور بوقت ضرورت کام آوے ۔

مرافع کی جانب سے اس دستاویز کو پرامیسری نوٹ بیان کر کے یہ اصرار کیا جاتا ہے
اور چونکہ اس پر صرف ایک آنہ کا اسٹامپ چسپاں ہے جو صرف ایسے پرامیسری نوٹ
سے مخصوص ہے ۔ جو عند الطلب واجب الادا ہو ۔ اس لئے کافی نہیں اور حسب منشاء
دفعہ (۳۴) قانون اسٹامپ اس کا تکملہ بھی نہیں کرایا جا سکتا ہے ۔ اس لئے دستاویز
ناقابل ادخال شہادت اور دعوے قابل اخراج ہے ۔

عدالت ابتدائی نے بھی اس دستاویز کو پرامیسری نوٹ قرار دیکر بوجہ نقص اسٹامپ
ناقابل ادخال شہادت تجویز فرمایا ہے ۔ اور محض اسی بنا پر دعوے ساقط فرمایا ہے ۔
اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت نے جن کی ناراضی سے یہ مرافعہ ہے دستاویز کو تمسک
قرار دیا ہے ۔ اور ہماری رائے میں بھی یہ دستاویز بناء دعویٰ کسی طرح سے پرامیسری
نوٹ کی نوعیت نہیں رکھتی ہے ۔ اس لئے جو بحث اس دستاویز کی اس نوعیت مخصوص پر
مبنی کی گئی ہے خود بخود ساقط ہو جاتی ہے ۔ عدالت ابتدائی میں میعاد کا عذر بھی تھا ۔ اور
ہمارے روبرو بھی اس کی جانب توجہ دلائی گئی ہے ۔ لیکن جیسا کہ عدالت ابتدائی نے تجویز
کیا ہے یہ دعوے اندرون میعاد ہے ۔ یہ امر تقریباً مسلمہ ہے کہ وعدہ ادائی کے لحاظ
سے بعد تجربہ [illegible] نوٹس جو از روئے قانون کورٹ آف وارڈس کو دیا جانا ضروری تھا
یہ دعوے خلاف میعاد قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ وکیل مرافع اس مادہ میں صرف یہ بحث کرتے
ہیں کہ وعدہ ادائی جو فصل پر منحصر تھا ۔ آبان ۱۳۲۱ف میں گذر گیا ۔ لیکن مرہٹواسی کی مالگذاری
کے وصول کا زمانہ اسفندار و خور داد معین ہے ۔ اس لئے ہماری رائے میں اسفندار
۱۳۲۲ف میں ادائی حسب وعدہ ہونا چاہئے تھی ۔ اور اس لحاظ سے اسفندار ۱۳۲۲ف
سے میعاد محسوب کرتے ہیں ۔ دعوے اندرون میعاد قرار پاتا ہے ۔ اور یہی رائے عدالت
ابتدائی کی بھی ہے ۔

دستاویز بناء دعوے کو عدالت ابتدائی و عالیہ کامل نے ثابت قرار دیا ہے اور
ہمارے روبرو اس کے خلاف کوئی معقول بحث نہیں کی گئی ہے ۔ اس لئے واقعات کے لحاظ

تینوں مدعی علیہم کے مقابلہ میں ڈگری کیا اس ناراضی سے صرف مدعی علیہ نمبر (۳) نصیر جنگ بہادر نے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا جہاں سے ان کا مرافعہ نامنظور ہوا۔ اجلاس کامل کے فیصلے کی ناراضی سے انہوں نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے جو ہمارے روبرو زیر تصفیہ ہے ہم وکیل مرافع کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

یہ مسلمہ ہے کہ نصیر جنگ بہادر نے اس پرامیسری نوٹ پر دستخط کئے۔ اس امر کا بار ثبوت کہ دستخط فریب اور غلط بیانی سے لئے گئے ان پر تھا۔ ان کی جانب سے فریب اور غلط بیانی ثابت کرنے کے لئے کوئی شہادت پیش نہیں کی گئی ہے۔ ہمیں عدالت ہائے تحت کی رائے سے اتفاق ہے کہ مدعیان کی جانب سے کوئی فریب یا غلط بیانی اس دستاویز کی تکمیل کرانے میں نہیں ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نصیر جنگ بہادر کو اس رقم کا کوئی جز نہ ملا ہو لیکن اس سے نصیر جنگ بہادر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جب ایک سے زیادہ اشخاص کسی پرامیسری نوٹ پر دستخط کردیں تو ان میں سے ایک کو رقم کا وصول ہوجانا کافی ہے اور تکمیل کنندگان میں سے کوئی کل ذمہ داری سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ یہ نا ثابت کرے کہ رقم کسی کو بھی وصول نہیں ہوئی ہے۔ اس مقدمہ میں اس قسم کا کوئی بیان نہیں کیا گیا ہے اور نہ اوس کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ہم عدالت ہائے تحت کی اس رائے سے متفق ہیں کہ پرامیسری نوٹ بلا بدل نہیں ہے۔

مرافع کی اصلی بحث یہ ہے کہ یہ پرامیسری نوٹ باضابطہ اسٹامپ شدہ نہیں ہے اور اس لئے ناقابل ادخال شہادت ہے۔ عدالت ابتدائی میں بھی یہ عذر کیا گیا تھا اور عدالت ابتدائی نے قواعد اسٹامپ کے فقرہ (۲) کے رو سے اس عذر کو نامنظور کر کے دستاویز کو قابل شہادت قرار دیا۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اجلاس کامل کے روبرو یہ عذر پیش نہیں کیا گیا۔ بہرحال اجلاس کامل نے اس کے متعلق کوئی رائے اپنے فیصلہ میں ظاہر نہیں کی ہے ہمیں اس کے متعلق بہت شبہ ہے کہ مرافع کو ایسی حالت میں جوڈیشل کمیٹی میں اس عذر کے پیش کرنے کا موقعہ دیا جاسکتا ہے قانون اسٹامپ ممالک محروسہ سرکار عالی نشان (۴) ۱۳۳۱ف کی دفعہ ۴۳ میں بالصراحت حکم ہے کہ جب کوئی دستاویز شہادت میں قبول کی جاچکی ہو تو اس

(۱) یہ امر مسلمہ ہے کہ مدعی علیہ نمبر (۳) نے پرامیسری نوٹ پر دستخط کئے اس امر کا بار ثبوت کہ وہ تحفظ فریب اور غلط بیانی سے لئے گئے تھے ان پر تھا لیکن اس کے متعلق کوئی ثبوت پیش نہیں ہوا۔

(۲) جب ایک سے زیادہ اشخاص کسی پرامیسری نوٹ پر دستخط کردیں تو ان میں سے کسی ایک کو رقم کا وصول ہوجانا کافی ہے اور تکمیل کنندگان میں سے کوئی کل ذمہ داری سے اسوقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ یہ ثابت نہ کرے کہ رقم کسی کو بھی وصول نہیں ہوئی۔

(۳) قانون اسٹامپ نشان (۲) ۱۳۳۳ف کی دفعہ ۳۴ میں بصراحت حکم ہے کہ جب کوئی دستاویز شہادت میں قبول کی جاوے تو اس کے اسطرح قبول کئے جانے کے متعلق اس مقدمہ یا کارروائی کی کسی نوبت پر اس بنا پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حسب ضابطہ اسٹامپ شدہ نہیں ہے۔

(۴) قانون اسٹامپ کی رو سے کسی فریق مقدمہ کو کوئی حق عطا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ وہ محض مالی قانون ہے اور اس سے سرکاری آمدنی کی حفاظت مقصود ہے۔

(۵) فیصلہ عدالت ابتدائی ان مدعی علیہم کے مقابلہ میں امر فیصلشدہ کا اثر رکھتا ہے جنہوں نے اس کا اپیل نہ کیا ہو۔

منجانب مرافع پنڈت گوپال راؤ صاحب و مولوی سید ابوالقاسم صاحب و مولوی عبدالرشید صاحب وکلاء

منجانب مرافعہ علیہم دیوان بہادر آرمدو آئنگار صاحب و مسٹر ہری نارائن صاحب وکلاء

فیصلہ۔ مدعیان مرافعہ علیہم نے ایک پرامیسری نوٹ کی بنا پر دعوی کیا۔ مدعی علیہم نے دستاویز کی تکمیل سے اقبال کیا لیکن یہ جوابدہی کی کہ اس کا بدل وصول نہیں ہوا ہے مدعی علیہ (۳) نے جو اس مقدمہ میں مرافع ہے یہ جوابدہی کی کہ اس کو کوئی بدل نہیں وصول ہوا ہے اور اس نے مدعی کی غلط بیانی اور فریب کی وجہ سے دستخط کئے ہیں اور دستخط یہ سمجھکر کئے ہیں کہ وہ بطور گواہ دستخط کررہا ہے۔

مدعی علیہ نمبر ۲ نے کوئی جوابدہی نہیں کی اور اوس کے مقابلہ میں کارروائی یکطرفہ ہوئی مجلس عالیہ عدالت کے منصفہ ابتدائی نے بعد اخذ شہادت فریقین مدعی کا دعوی

کے اسطرح قبول کئے جانیکے متعلق اُس مقدمہ یا کارروائی کی کسی نوبت پر اس بناء پر اعتراض نہ کیا جا سکیگا کہ وہ حسب ضابطہ اسٹامپ شدہ نہیں ہے۔ اس صریح حکم کی موجودگی میں ہم نہیں خیال کرتے کہ مرافع کو جوڈیشل کمیٹی میں کوئی مدد مل سکتی ہے۔ دستاویز زیر بحث کو عدالت ابتدائی قابل ادخال شہادت قرار دے چکی ہے۔ اجلاس کامل نے بھی اس رائے سے اختلاف نہیں کیا ہے اس لئے جوڈیشل کمیٹی دفعہ ۴۳ کے احکام کے مدنظر کسی دست اندازی کی مجاز نہیں ہے۔

مرافع کی جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ جس وقت دستاویز تکمیل کی گئی اس وقت قانون اسٹامپ مصدرہ سنہ ۱۲۹۹ف نافذ تھا۔ اور اس لئے قانون اسٹامپ مصدرہ سنہ ۱۳۳۴ف اس کارروائی سے متعلق نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اس بحث کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس بحث کے پیش کرنے میں قانون اسٹامپ کی اصلی غایت کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ قانون اسٹامپ کی رو سے کسی فریق مقدمہ کو کوئی حق عطا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ وہ محض مالی قانون ہے اور اس سے سرکاری آمدنی کی حفاظت مقصود ہے۔ چنانچہ قانون اسٹامپ کی دفعہ ۳۵ میں بالصراحت حکم ہے کہ سرکار عالی اس امر کے متعلق قواعد وضع کر سکیگی۔ کہ جب کسی دستاویز پر کافی مقدار کا اسٹامپ ثبت ہو لیکن وہ اس قسم کا نہ ہو جو اس دستاویز کے لئے مقرر کیا گیا ہو تو یوم واجب الادا کے داخل ہونے پر اس امر کی تصدیق کی جائے گی کہ وہ دستاویز باضابطہ اسٹامپ شدہ ہے اور جس دستاویز پر اس طرح تصدیق ہو جائے اُس کے متعلق یہ متصور ہوگا کہ وہ تاریخ تکمیل پر حسب ضابطہ اسٹامپ شدہ تھی۔

ہمیں اس میں شبہ نہیں ہے کہ اگر کسی دستاویز کی تکمیل اُس وقت ہوئی ہو جب قانون اسٹامپ مصدرہ سنہ ۱۲۹۹ف نافذ تھا اور اس دفعہ کے تحت تصدیق کر دیجانے تو عدالت پر لازم ہوگا کہ اس دستاویز کو باضابطہ اسٹامپ شدہ تصور کرے۔ کسی دستاویز کا قابل ادخال شہادت ہونا یا نہ ہونا محض ضابطہ کا سوال ہے اور اس سے وہی ضابطہ متعلق ہوگا جو مقدمہ کی سماعت کیوقت نافذ ہو۔ بجز اس کے کہ قانون میں اس کے خلاف کوئی حکم بالصراحت درج کیا گیا ہو۔

وکیل مرافع ہماری توجہ کسی ایسے حکم کی جانب مبذول نہ کرا سکے اور ہم بھی کسی ایسے

کی جانب سے یہ بیان ثابت نہیں کیا گیا ہے کہ ان سے کوئی خاص شاستر متعلق ہے اس لئے وہ مہاراشٹرا مکتب کے تابع متصور ہوں گے۔

ہمیں اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ دہرم شاستر مقامی قانون نہیں ہے بلکہ شخصی قانون ہے جب کوئی خاندان جس سے کسی خاص مقام کا قانون متعلق ہو ایک مقام سے دوسرے مقام کو چلا جائے اور وہاں جا کر مستقل سکونت اختیار کرے تو وہ اس دوسرے مقام پر بھی اپنے شخصی قانون کا تابع ہوگا۔ گو اس دوسرے مقام کا قانون اس کے شخصی قانون سے مختلف ہو۔ (بمبئی جلد ۲۳ ص ۲۵۷ - مدراس جلد ۲ ص ۲۵۰ - کلکتہ جلد ۹ ص ۳۳۴ - الہ آباد جلد ۴ ص ۳۴۲) ہمیں جلسہ متفقہ کی اس رائے سے بھی اتفاق نہیں ہے کہ ضلع بیر کا مقامی قانون مہاراشٹرا مکتب ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ضلع بیر میں ایسے اشخاص مستقل سکونت رکھتے ہوں جو مہاراشٹرا مکتب کے احکام اپنے ساتھ لائے ہوں اور ان سے بلا شبہ مہاراشٹرا مکتب متعلق ہوگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ ضلع بیر میں جتنے ہندو [illegible] آباد ہیں وہ سب مہاراشٹرا مکتب کے تابع ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ اس مقدمہ کے فریق جین مذہب رکھتے ہیں اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ جین فرقہ سے معمولاً متاکشرا کے احکام متعلق ہوں گے۔ (کلکتہ ویکلی نوٹس جلد ۲ ص ۱۵۴ - ٹیگور لکچر متعلق قانون تبنیت مؤلفہ گلاب چند سرکار صفحہ ۴۹۲ ۲۵) جب کوئی شخص یہ بیان کرے کہ جین فرقہ سے متاکشرا کے سوا کوئی دوسرا قانون متعلق ہے تو اس کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہوگا۔ اس مقدمہ میں نہ بیان کیا گیا اور نہ کوئی ثبوت پیش ہوا ہے کہ اس خاندان سے مہاراشٹرا مکتب متعلق ہے۔ ایسی حالت میں ہم قرار نہیں دے سکتے کہ اس خاندان سے مہاراشٹرا مکتب محض اس وجہ سے متعلق ہے کہ اس کی مستقل سکونت ضلع بیر میں ہے اب ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ مدعی اپنا دعوٰی ثابت کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے مدعی وارث عودی کی حیثیت سے دعویدار ہے

یہ امر مسلمہ ہے کہ کپور چند اور کستور چند حقیقی بھائی اور خاندان مشترکہ کے ارکان تھے۔ کستور چند کا بیٹا چمنی لال کستور چند کی زندگی میں اپنی بیوہ رویا بائی کو چھوڑ کر فوت ہوا۔ کپور چند بھی اپنے بھائی کی زندگی میں اپنی بیوہ رتنا بائی چھوڑ کر فوت ہوا۔ جائداد متنازعہ کا آخری مرد جو مالک تھا وہ کستور چند تھا جس کا انتقال اس دعویٰ کے رجوع ہونے کے تیس سال قبل ہوا اس کے انتقال کے وقت اس کے خاندان میں صرف دو بیوگان باقی تھیں۔

تو وہ اس دوسرے مقام پر بھی اپنے شخصی دھرم شاستر کا تابع ہوگا گو وہ اس دوسرے مقام کا قانون اس کے شخصی قانون سے مختلف ہو۔

بمبئی جلد ۲۳ صفحہ ۲۸۶ - مدراس جلد ۲۲ ص ۶۵۰ - کلکتہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۴۳ - الہ آباد جلد ۴۲ ص ۳۷۳ و۔

(۳) فرقہ جین سے عمولاً متاکشرا کے احکام متعلق ہونگے - کلکتہ ویکلی نوٹس جلد ۲ ص ۱۵۴ - ٹیگور لکچر متعلق قانون ہنود مولفہ گلاب چند سرکار ص ۳۷۳ -

(۴) جب کوئی شخص یہ بیان کرے کہ جین فرقہ سے متاکشرا کے سوائے کوئی دوسرا قانون متعلق ہے تو اس کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہوگا۔

(۵) جب بیس سال تک ایسی عورت کا قبضہ رہا ہے جو آخری مالک کی وارث نہ تھی تو مدعیان کا دعوے مراخذا بیر دن میعاد ہے۔

(۶) جب دفعہ (۴) قانون میعاد سماعت ہر عدالت پر لازم ہے کہ جب دعوے میں میعاد عارض ہو تو اس کو خارج کرے۔ عدالت مرافعہ بھی یہ حکم اسیطرح قابل پابندی ہے جس طرح عدالت ابتدائی پر۔

منجانب مرافعان مولوی سید اعجاز حسین صاحب و مولوی سید سراج الحسن صاحب وکلاء
منجانب مرافعہ علیہما رائے بشیشور ناتھ صاحب وکیل۔

فیصلہ - مدعیان مرافعان نے بحیثیت وارث عودی استقرار حق پیش ... فیصلہ مال کا دعوی کیا۔ عدالت ابتدائی نے دعوی خارج کیا۔ صدر عدالت نے دعوی ڈگری کیا۔ جلسہ منقفہ نے صدر عدالت کی ڈگری منسوخ کرکے عدالت ضلع کا فیصلہ بحال کیا۔ اب مدعیان مرافعان نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے۔

ہم نے وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ مدعیان رُدھیا بائی کے ... کے ... ہیں۔ ہماری رائے میں روئداد مثل سے یہ ثابت ہے کہ کیور چند اور کستور چند حقیقی معائی تھے - اور کیور چند کا انتقال ... چند کے قبل ہوا۔ کستور چند کا ... اس کی زندگی میں اپنی بیوہ ردھیا بائی چھوڑ کر فوت ہوگیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ فریقین جین مذہب رکھتے ہیں و پہلا امر جو اس مقدمہ میں تصفیہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ فریقین کس شاستر کے تابع ہیں۔ جلسہ منقفہ نے یہ امر قرار دیا ہے کہ چونکہ فریقین ضلع ... سکونت رکھتے ہیں ... ان

بنام

بخشی رام وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

اختیار سماعت عدالت۔ عرضی دعوے کی ترمیم۔ اجازت ترمیم عرضی دعوے کب جائز ہے۔؟

جب مدعیان سوچ سمجھ کر ایک خاص طریقے سے اپنا دعوی چلادیں تو عدالت کو اختیار حاصل نہیں ہے کہ فریق کے لئے کوئی جدید مقدمہ بنا کر اس کی سماعت کا حکم دے۔

منجانب مرافعان پنڈت گرراؤ صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہم راے بشیشر ناتھ صاحب وکیل۔

فیصلہ: مدعیان مرافعہ علیہم نے صدر عدالت اورنگ آباد میں دعوے اس بیان سے کیا کہ ان کی دوکان کی (۲۰۶۹) گانٹھ روئی کی بطریق آڑھت فروخت کیلئے مدعا علیہم مرافعان کی دوکان پر بھیجی گئی تھیں منجملہ ان کے (۱۰۸۹) گانٹھ کی قیمت وصول ہو چکی ہے بقیہ (۹۸۰) گانٹھ کی قیمت بعد وضعات کمیشن دلائی جاوے۔

صدر عدالت نے مدعیان کا دعوی اس بنا پر خارج کیا کہ مدعیان آڑھت کا معاہدہ ثابت کرنے میں ناکام رہے اور مدعا علیہم نے شراکت کا معاہدہ ثابت کیا ہے۔ اس کی ناراضی سے اجلاس کامل میں مرافعہ پیش ہوا۔ اجلاس کامل نے فریقین کے بہی کھاتہ جات خود معاینہ کیے اور گواہوں کے اظہارات بھی قلمبند کیے۔ اس جدید مواد پر غور کرنے کے بعد اجلاس کامل نے یہ قرار دیا ہے کہ منجملہ (۲۰۶۹) گانٹھ کے مسلمہ طور پر (۷۷۵) گانٹھوں کی بابت فریقین میں شراکت تھی لیکن بقیہ (۱۲۹۴) گانٹھ بطریق آڑھت بھیجی گئی تھیں اس لئے اجلاس کامل نے مقدمہ تکمیل تحقیقات کیلئے عدالت ابتدائی میں اس حکم کے ساتھ واپس بھیجا ہے کہ جو رقوم مدعا علیہم کی جانب سے مدعیان کو ادا ہو رہی ہیں وہ ان ۱۲۹۴ گانٹھ کی بابت ادا کی گئی متصور ہونگی اور اس کے بعد اگر مدعیان کی کوئی رقم باقی رہے تو اس کی بابت وہ ڈگری پانے کے مستحق ہونگے۔

بنا بر عمل تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۳۰ اردی بہشت ۱۳۳۲ ف مشتہرہ نمبر ۱۹ فہرست منظور مقدمہ صدر عدالت میں واپس کیا جائے کہ اس کی تحقیقات حسب ہدایات متذکرہ بالا کی جائے۔

یعنی رینا بائی جو کستور چند کی بیوہ اور کستور چند بھاوج تھی اور رودیا بائی جو کپور چند کی بہو تھی۔ ہم اس کے قبل یہ قرار دے چکے ہیں کہ اس خاندان سے متاکشرا کے احکام متعلق ہیں اور ان کے لحاظ سے رینا بائی یا رودیا بائی وارث نہیں ہو سکتی تھی اور مدعیان کو اگر بہ حیثیت سپنڈ کوئی حق پہنچ سکتا تھا تو کستور چند کے فوت ہونے کے بعد پہونچ سکتا تھا۔ مدعیان نے خود تسلیم کیا ہے کہ اراضی متنازعہ کا پٹہ رینا بائی کے نام ہوا اور وہ تقریباً بیس سال تک قابض رہی۔ ایسی حالت میں ہم نہیں قرار دے سکتے کہ مدعیان بہ حیثیت وارث محدودی دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں۔ رینا بائی بہ حیثیت بیوہ کستور چند قابض نہ تھی اور اس لئے مدعیان کو بہ حیثیت وارث محدودی کوئی حق نہیں پہونچ سکتا جب بیس سال تک ایک ایسی عورت کا قبضہ رہا ہے جو آخری مالک کی وارث نہ تھی تو مدعیان کا دعویٰ صراحتاً بیرون میعاد ہے۔ لایق وکیل مرافعہ نے ہمارے روبرو بہ نہایت قابلیت سے یہ بحث کی کہ مدعی علیہم کی جانب سے اس قسم کی کوئی جواب دہی نہیں کی گئی تھی اور اس لئے ہم اس پر غور نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم اس بحث کے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر عدالت پر قانون میعاد سماعت کی دفعہ (۳) کے احکام کے لحاظ سے یہ لازم ہے کہ جب دعوے میں میعاد عارض ہو تو اس کو خارج کرے۔ عدالت مرافعہ پر بھی یہ حکم اسی طرح قابل پابندی ہے جس طرح عدالت ابتدائی پر۔ جب مثل سے واقعات پورے طور پر ثابت ہوں جن کے لحاظ سے دعویٰ خارج المیعاد ہو تو یہ امر مطلق قابل لحاظ نہیں ہے کہ مدعی علیہ نے اس طریقہ پر جواب دہی نہیں کی جن کے لحاظ سے دعویٰ خارج المیعاد قرار پا سکتا ہے۔ عدالت دفعہ ۳ قانون میعاد سماعت کے احکام کے لحاظ سے اس کے خارج کرنے پر مجبور ہے۔ ہماری رائے کا نتیجہ یہ ہے کہ اجلاس ماتحت کا فیصلہ بحال رکھے جانے کے قابل ہے۔

بوجوہ مذکورۂ صدر ہم بہ نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۹۱ نظائر دکن جلد ۶ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۱۱۹

افسر دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و پنڈت کشن راؤ صاحب و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان

کنہیالال وغیرہ — مرافعان

(مدعی علیہم)

نمبر مقدمہ ۱۳۳۴ ۱۳۴ منفصلہ ۱۳۳۴ ف منظورہ فرمان مبارک

میر سبحان علی خان کی جانب سے بھی مرافعہ عکسی کیا گیا ہے اُن کے متعلق [illegible] پیش کیا
عذر ابتدائی یہ ہے کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۵۸۰ کے احکام کے لحاظ سے مرافعہ خارج المیعاد ہے
یہ عذر اس بناء پر کیا گیا ہے کہ طبع کاغذات کا جو اطلاع نامہ مرافعہ علیہ کے پاس محکمہ جوڈیشل
کمیٹی میں سے بھیجا گیا تھا۔ اُس کے ایک مہینہ کے اندر مرافعہ عکسی پیش نہیں کیا گیا۔ ہماری
رائے میں دفعہ ۵۸۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی میں جس اطلاع نامہ کا ذکر ہے وہ ایسا اطلاع نامہ
ہونا چاہیئے جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت جاری کیا جائے۔ طبع کاغذات کا جو اطلاع نامہ
بھیجا جاتا ہے۔ وہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت نہیں بھیجا جاتا۔ بلکہ قواعد جوڈیشل کمیٹی کے لحاظ
سے بھیجا جاتا ہے اس لئے ہم اس عذر ابتدائی کو بھی نامنظور کرتے ہیں

اس مرافعہ میں صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ مدعیہ کو اس کی استدعا کے موافق مکان
متنازعہ کے متعلق ڈگری دی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ہماری رائے میں اس استدعا کو منظور
کرنے اور اُس کے مطابق ڈگری صادر کرنے میں کوئی قانونی امر مانع نہیں ہے۔

مدعیہ نے عرضی دعوے میں مکان کے متعلق استدعا بالصراحت کی تھی۔ اس کے
لحاظ سے عدالت دار القضاء بلدہ نے بالصراحت تنقیح نمبر ۳ متذکرہ صدر قائم کی تھی۔
ایسی حالت میں ہم اجلاس کامل کے فیصلہ مورخہ ۱۲ امرداد ۱۳۳۲ف سے متفق نہیں ہیں
کہ اس نزاع کا تصفیہ صیغہ [illegible] میں ہونا چاہیئے [illegible] نے اپنے فیصلہ
مورخہ ۱۳ امرداد ۱۳۳۲ف کی رو سے اسی تنقیح کے متعلق مزید شہادت لیکر فیصلہ کرنیکا
حکم دیا تھا۔ فریقین کی پلیڈنگس کے لحاظ سے یہ تنقیح صحیح طور پر قائم کی گئی تھی اور اس کا تصفیہ
کرنا عدالت پر فرض تھا۔ میر سبحان علیخان نے اپنے بیان میں خود تسلیم کیا ہے کہ اُن
کے والد کے انتقال کے بعد میر سبحان علیخان اور میر بشارت علیخان کے مابین جو تقسیم
ہوئی اس کی بناء پر مکان متنازعہ میر بشارت علیخان کے حصہ میں آیا تھا۔ وہ اسی وقت
سے اپنی وفات کے وقت تک اُس پر قابض رہے۔

شہادت سے یہ بھی پورے طور پر ثابت ہے کہ عزت النساء بیگم اپنی شادی کے
بعد سے اب تک اسی مکان میں سکونت رکھتی ہیں۔ وہ امر جس پر اس مقدمہ کے تصفیہ کا دار
و مدار ہے صرف یہ ہے کہ آیا مکان متنازعہ میر بشارت علیخان کا متروکہ ہے یا نہیں
اور ہماری رائے میں اس مکان کا میر بشارت علیخان کا متروکہ ہونا پورے طور پر ثابت ہے

یہ حکم دیا کہ دعوی مدعیہ بابت زر مہر مبلغ ... روپیہ سکہ حالی بمقابلہ متروکہ میر بشارت علیخان مرحوم ڈگری ہو یہ بھی قرار دیا جاتا ہے کہ مکان مندرجہ عرضی دعوے جو متروکہ میر بشارت علیخان ہے اس پر مدعیہ کا قبضہ بعوض جزو دین مہر ہے اور جزو دین مہر مذکور میں مستغرق ہے اور اس پر اس وقت تک قبضہ رکھنے کی مستحق ہے کہ مدعیہ کا دین مہر مذکور مدعیہ کو وصول ہو۔

اس ڈگری کی ناراضی سے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا گیا اور اجلاس کامل نے بتاریخ ۳۱ امرداد ۱۳۳۳ف مقدمہ تکمیل تحقیقات کے لئے اس حکم سے واپس بھیجا کہ تنقیح نمبر ۲ متذکرہ صدر کے سلسلہ میں یہ امر صاف طور پر واقعہ ہے کہ میر بشارت علیخان میر محمد علیخان کے صحیح النسب فرزند ہیں یا نہیں۔

اس حکم کی بناء پر عدالت دارالقضاء بلدہ نے فریقین کی مزید شہادت قلم بند کرنے کے بعد بتاریخ ۹ امرداد ۱۳۳۴ف وہی حکم بحال رکھا جو بتاریخ ۱۸ خورداد ۱۳۳۴ف صادر کیا تھا۔

اس کی ناراضی سے میر سبحان علی خان نے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا اور اجلاس کامل نے بتاریخ ۱۲ امرداد ۱۳۳۴ف مرافعہ جزئیاً منظور کیا اور عدالت دارالقضاء بلدہ کے اس جزو کے اخراج کا حکم دیا جو مکان سے متعلق تھا۔ اس کی ناراضی سے مدعیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے اور میر سبحان علیخان نے بھی مرافعہ کسی پیش کیا ہے۔

ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

میر سبحان علی خان کے لائق وکیل نے یہ ابتدائی عذر کیا کہ مدعیہ کے وکیل نے عدالت دارالقضاء بلدہ میں بتاریخ ۲۶ خورداد ۱۳۲۹ف یہ بیان قلم بند کرایا تھا کہ مزید شہادت پیش کرنی نہیں ہے تمام متروکہ پر ڈگری زر مہر کی دی جائے اس لئے اب یہ مرافعہ قابل پیشی رفت نہیں ہے۔

ہماری رائے میں یہ ابتدائی عذر قابل منظوری نہیں ہے کیونکہ مدعیہ کی جانب سے مکان نزاعی کے متعلق شہادت پیش ہو چکی تھی اور عرضی دعوے میں مکان کے متعلق بالصراحت استدعا کی گئی تھی۔ وکیل مدعیہ کے بیان کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا تھا کہ مکان نزاعی کے متعلق جو دعوے کیا گیا تھا۔ اس سے دستبرداری مقصود ہو لہذا ہم اس عذر ابتدائی کو نامنظور کرتے ہیں۔

جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ پیش کیا۔ اس مقدمہ میں اہم امور تصفیہ طلب یہ ہیں کہ۔

(۱) دعوے کس تاریخ کا رجوعہ متصور ہونا چاہئے۔

(۲) اس دعوے سے قانون نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد (۱۰۰) متعلق ہوگی یا مد (۱۰۶) یا (۵۹) یا یہ کہ مد (۶۳) قانون نشان نشان ۴۸ ۱۳۲۹ف تجویز ہونی ہے (۱) دعوے کا رجوع ہونا اس وقت متصور ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی عدالت میں رجوع کیا جائے جو اس کی سماعت کی مجاز ہو۔

(۳) قانون میعاد سماعت نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد (۱۰۰) اس دعوے سے متعلق ہے۔

منجانب مرافعان مولوی حافظ عبد العلی صاحب و مولوی شمس الدین خانصاحب وکلاء۔
منجانب مرافعہ علیہ مولوی رشید الدین صاحب وکیل پائیگاہ۔

رائے نجابتہ صاحب مشیر قانونی و نواب فاروقی یار جنگ بہادر و نواب ذوالقدر جنگ بہادر و نواب فتح جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔ مرزا فیاض علی خان نے نواب سر وقار الامراء مرحوم کی پائیگاہ کا عہدہ آبکاری من ابتداء ۱۳۱۲ف لغایت ۱۳۱۳ف لیا اس عہدہ کی بابت جو رقم اُن کے ذمہ واجب تھی اس کی بابت مدار المہام پائیگاہ نے بتاریخ ۲۲ر مہر ۱۳۲۳ف نظامت دیوانی علاقہ پائیگاہ نواب وقار الامراء مرحوم میں مبلغ[illegible] کا دعوی کیا اس دعوی کے متعلق مدعی علیہ کی جانب سے یہ عذر کیا گیا کہ عدالت نظامت پائیگاہ اس کی سماعت کی مجاز نہیں ہے اس عذر کا تصفیہ اجلاس کامل سے بتاریخ ۱۱ر خورداد ۱۳۲۶ف یہ ہوا کہ بناء دعوی شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئی ہے اس لئے عدالت پائیگاہ مجاز سماعت مقدمہ نہیں ہے۔ مدعی کو عرضی نالش عدالت مجاز میں پیش کرنے کے لئے واپس دی جائے اس فیصلہ کی بناء پر مدعی نے عرضی دعوے عدالت نظامت پائیگاہ سے واپس لیکر بتاریخ ۵ر شہریور ۱۳۲۶ف مجلس عالیہ عدالت کے صیغہ ابتدائی میں پیش کی ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کے صیغہ ابتدائی میں مدعی علیہم کی جانب سے یہ عذر کیا گیا کہ دعوے میں میعاد عارض ہے اجلاس ابتدائی مجلس عالیہ عدالت نے بتاریخ یکم خورداد ۱۳۲۷ف دعوی اس بناء پر خارج کیا کہ وہ بیرون میعاد پیش ہوا ہے اس کا مرافعہ اجلاس کامل میں ہوا اور وہ جلسہ حسب ذیل کے سپرد ہوا: اجلاس مذکور نے تین ثبوت کی یہ رائے ہوئی کہ دعوی

مذکورہ میں دعوے رجوع کیا گیا اس کا لحاظ نہیں ہو سکتا بلکہ اسی تاریخ کو پیش نظر کیا جا سکتا ہے جس تاریخ دعوے عدالت مجاز میں پیش کیا گیا اور یہ تاریخ ۵ شہریور ۱۳۳۲ف ہے۔

جب یہ قرار دیا گیا کہ تاریخ ارتفاع نالش ۵ شہریور ۱۳۳۲ف ہے تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اس مقدمہ سے وہی قانون میعاد سماعت متعلق ہوگا جو تاریخ مذکورہ پر نافذ تھا یعنی قانون نشان (۳) ۱۳۲۲ف نہ قانون سابقہ۔

قانون نشان (۳) ۱۳۲۲ف کی مد ۱۰۰ ان دعووں سے متعلق ہے جو تحریری ایسے معاہدہ کی خلاف ورزی کے دعوے سے متعلق ہے جو رجسٹری شدہ نہ ہوا اور جس کے لئے کوئی اور مد صراحتاً صریح نہ کی گئی ہو۔ مسلمہ ہے کہ جس معاہدہ کی خلاف ورزی کی بنا پر دعوے دائر کیا گیا ہے وہ رجسٹری شدہ نہ تھا اور نہ اس دستاویز کے لئے قانون میعاد سماعت میں صراحتاً کوئی اور مد مقرر ہے۔ اگر بالفرض مد ۵۹ کو متعلق کیا جا سکے تو اس کی رو سے بھی ۳ سالہ ہی میعاد مقرر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب مد ۱۰۰ متعلق ہو سکتی ہے تو مد ۱۲۰ سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مد آخر الذکر کا تعلق اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی اور مد متعلق نہ ہو سکے۔

بموجب معاہدہ حق نالش ۱۳۲۱ف میں پیدا ہو گیا تھا اور جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے تاریخ ارتفاع نالش ۵ شہریور ۱۳۳۲ف قرار پائی ہے اس لئے یقیناً یہ دعویٰ حق نالش پیدا ہونے کی تاریخ سے زائد از ۳ سال مدت گزرنے کے بعد رجوع ہوا ہے اور اس لئے خارج المیعاد ہے [illegible] ۱۰۰ [illegible] میں [illegible] کیا تھا دائر کیا گیا تھا اس لئے بر بنائے دفعہ ۱۴ قانون سماعت اغراض شمول میعاد کے لئے وہ مدت قابل اخراج قرار پائی ہے جو عدالت مذکورہ کی پیروی میں گزری ہے یہ مدت از ابتدا ۲۲ مہر ۱۳۲۲ف لغایت ۱۱ خورداد ۱۳۲۶ف تخمیناً ۵ سال ۸ ماہ کی ہے۔ لیکن چونکہ دعوے حق نالش پیدا ہونے کے ۹ سال ۹ ماہ بعد دائر کیا گیا ہے اس لئے اگر اس مدت پیروی عدالت پائیگاہ کو خارج بھی کیا جائے تاہم یہ قرار پاتا ہے کہ حق نالش پیدا ہونے کی تاریخ سے چار سال ایک ماہ کے بعد دائر کیا گیا ہے اور اس لئے بلحاظ میعاد سہ سالہ جو کہ مد ۱۰۰ ہے خارج المیعاد ہے۔

ان وجوہ سے میں بھی نہایت ادب کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اجلاس کامل کا فیصلہ منسوخ فرمایا جائے اور دعوے بوجہ عرض

بیرون میعاد نہیں ہے اور دو ججوں کی یہ رائے ہے کہ اس میں میعاد عارض ہے۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے حسب دفعہ ۴ ضمن الف ضابطہ جوڈیشل کمیٹی مرافعہ کیا گیا ہے۔

ہم نے فریقین کے لائق وکلاء کی بحث تفصیل سے سماعت کی۔

اس مقدمہ میں پہلا تصفیہ طلب امر یہ ہے کہ دعویٰ کس تاریخ کا مرجوعہ متصور ہونا چاہیے عدالت ابتدائی اور اجلاس کامل کی یہ رائے ہے کہ یہ دعویٰ ۵ شہریور ۱۳۲۶ف کا مرجوعہ متصور ہوگا۔ یعنے جس تاریخ کہ وہ صیغہ ابتدائی مجلس عالیہ عدالت میں مکرر پیش ہوا ہمیں اس سے اتفاق ہے اور اس دعوے سے قانون نشان (۲) ۱۳۲۲ف کے احکام متعلق ہونگے۔

اس مرافعہ میں اصلی امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ رقبایا متعہد آبکاری کی دعاوی سے قانون میعاد سماعت کی کونسی مد متعلق ہے۔ عدالت ابتدائی نے اس دعوے سے قانون میعاد سماعت نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد (۱۰۰) متعلق کی ہے لیکن اجلاس خمسہ کے فاضل ارکان میں اختلاف ہے۔ تین فاضل ارکان نے اس دعوے سے قانون میعاد سماعت نشان (۴) ۱۳۱۱ف کی مد ۹۴ یا قانون نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد (۱۰۲) متعلق کی ہے۔ اور دو فاضل ارکان کی رائے یہ ہے کہ اس دعوے سے قانون نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد ۹۵ متعلق ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کے متعلق کامل غور کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ قانون میعاد سماعت نشان (۲) ۱۳۲۲ف کی مد (۱۰۰) اس دعوے سے متعلق ہے اور دعویٰ بیرون میعاد پیش ہوا ہے۔

ہماری رائے کا نتیجہ ہے کہ اجلاس کامل کا فیصلہ قابل تنسیخ اور عدالت ابتدائی کا فیصلہ قابل بحالی ہے۔

بوجوہ مذکورہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ مع خرچہ منظور کیا جائے۔

نواب ہاشم یار جنگ بہادر رکن۔ میں صرف بطور مجمل ان وجوہ کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جن کی بناء پر رائے صدر عرض کی گئی ہے۔ ارجاع نالش کی تاریخ ۵ شہریور ۱۳۲۶ف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ قانونی نقطۂ نظر سے دعوے کا رجوع ہونا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب وہ ایسی عدالت میں رجوع کیا جائے جو اس کی سماعت کی مجاز ہو جب یہ طے پاچکا ہے کہ عدالت پائیگاہ مجاز سماعت نہ تھی تو جس تاریخ عدالت

تمادی سعہ خرچہ خارج فرمایا جاوے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۲۵ف صد ۱۷۱

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب راے بھناکتہ صاحب معتمد قانونی و عالیجناب نواب فاروق یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان۔

ستر کل (مدعی علیہ) مرافعہ

بنام

گوبند لعل (مدعی) مرافعہ علیہ

درخواست تنسیخ فیصلہ یکطرفہ۔ اطلاعنامہ کی تعمیل ذات پر ہونیکا اثر۔ تعمیل سمن ناکافی انتہا بنام مدعی علیہ برائے حاضری۔ مدعی علیہ کے ذات پر سمن تعمیل ہونے کا لزوم۔ طریقہ تعمیل سمن۔ مدعی علیہ روپوش ہونیکی صورت میں کارروائی۔ سمن میں صحیح پتہ کے عدم اندراج کا اثر دفعہ (۷۹) مجموعہ ضابطہ دیوانی قانون نشان (۳) ۱۳۲۳ف۔

ایک مقدمہ عدالت مرافعہ سے تکمیل تحقیقات کے لئے واپس ہوا۔ بعد واپسی مقدمہ عدالت نے مدعی علیہ کے نام سمن جاری کئے لیکن۔ وہ گاؤں میں نہ ہونیکی وجہ سے اطلاعنامہ کی تعمیل نہ ہوسکی اشتہار جاری کیا گیا لیکن اشتہار میں مدعی علیہ کا صحیح پتہ درج نہیں تہا اس لئے وہ حاضر نہ ہوسکا آخر کار عدالت نے یکطرفہ فیصلہ کیا جس کے تنسیخ کیلئے مدعی علیہ نے عدالت ابتدائی میں درخواست پیش کی جس کو عدالت ابتدائی ضلع و صدر عدالت نے نامنظور کردیا جس کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ ہوا۔

تجویز ہوئی کہ حسب دفعہ (۷۹) ضابطہ دیوانی عدالت صرف اسی صورت میں کارروائی کرسکتی ہے جبکہ عدالت کو اطمینان ہوجائے کہ اس امر کے باور کرنیکی کافی وجہ ہے کہ مدعی علیہ اسی غرض سے روپوش ہے کہ طلب نامہ کی تعمیل اوس پر ہونے پاسکے یکسی اور وجہ سے طلب نامہ کی تعمیل معمولی طور

بناراضی تجویز جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۲ بہمن ۱۳۲۳ف منفصلہ مرافعہ منظور۔

مرافعہ ۵۲ سنہ ۱۳۲۳ف منفصلہ ۱۱ ۲ بہمن ۱۳۲۳ف منظور و ذریعہ فرمان مبارک

دوسرے طریقہ پر تعمیل ہوسکتی ہے لیکن اوس دفعہ میں یہ اہم شرط قایم کی گئی ہے کہ اسطرح کارروائی صرف اوس صورت میں ہوسکیگی جب عدالت کو اطمینان ہو جائے کہ اس امر کے باور کرنے کی وجہ ہے کہ مدعی علیہ اس غرض سے روپوش ہے کہ طلب نامہ کی تعمیل اوس پر ہونے پائے یا کسی اور وجہ سے طلب نامہ کی تعمیل معمولی طور پر ہو سکتی ہو اس مقدمہ میں عدالت منصفی نے اس قسم کا کوئی اطمینان نہیں کیا کہ مدعی علیہ روپوش ہو رہا ہے برخلاف اس کے مثل کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اوس کے صحیح پتہ سے کوئی طلبنامہ بھیجا ہی نہیں گیا۔ اشتہار میں بھی اس کا جو پتہ درج کیا گیا ہے وہ وہی ہے جس کے متعلق اہلکار تعمیل کنندہ طلب نامہ نے بخلف بیان کیا ہے کہ وہ اوس گاؤں میں نہیں رہتا ہے ان حالات میں ہم یہ نہیں قرار دیسکتے کہ یکطرفہ کارروائی کا حکم کسطرح جائز تھا۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کا فیصلہ منسوخ اور مقدمہ عدالت ابتدائی میں اس غرض سے بھیجا جائے کہ اوس کو ابتدائی نمبر پر لیکر حسب ضابطہ مدعی علیہ کو جوابدہی کا موقع دے کر فیصلہ کرے مقدمہ کا خرچہ نتیجہ آخر پر منحصر ہوگا۔

ڈگری لاریپورٹ جلد ۱۲ بابت ۱۳۳۵ف ص ۸۵

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس رائے بھیناتھ صاحب مشیر قانونی و عالیجناب نواب سراج یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب ضیاء یار جنگ بہادر ارکان

کیشو راؤ وغیرہ (مدیونان) مرافعان

بنام

جسونت راؤ (ڈگریدار) مرافعہ علیہ

امر فیصل شدہ۔ اصول امر فیصل شدہ تعمیل کی کارروائی سے متعلق ہونا۔ تعمیل ڈگری کی درخواست اخراج درخواست تعمیل کی صورت میں مکرر درخواست کے پیشی کا جواز۔

(۱) امر فیصل شدہ کا اصول تعمیل ڈگری کی کارروائی سے بھی متعلق ہوسکتا ہے

فرمان مبارک مورخہ ... ۱۳۴۳ف منظوری رائے ... جوڈیشل کمیٹی

ہمارا خیال یہ ہے کہ حکم عدالت العالیہ مورخہ ... ۱۳۲۱ف مشعر اسکے کہ مرافعہ یاتفاق رائے عدالت ابتدائی نامنظور کیا جائے

اور اس کے اقبال کا فریق پورے طور پر پابند ہے۔

باوجود اس کے ہم نے لائق کونسل مرافع کو اس بات کا موقع دیا کہ حسابات کے متعلق اون کو کس قسم کا عذر ہے انہوں نے بیان کیا کہ بدیون ڈگری کو سود کٹ سٹی کے حساب سے دلایا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جو قسم کہ ڈگری دار کو وصول ہوتی جائے اوس پر ڈگریدار سود نہیں پا سکتا۔ خواہ کٹ سٹی کے طریقہ پر سود کا حساب کیا جائے۔ خواہ ڈگریدار کی اصل رقم میں سے رقم ادا شدہ کو منہا کر کے سود کا حساب کیا جائے۔ نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے کونسل مرافع کی یہ بھی بحث ہے کہ کمشنر نے حسابات کی ترتیب میں یہ غلطی کی ہے کہ آئندہ سود صرف اصل ڈگری کی رقم پر دلایا گیا ہے حالانکہ کل رقم پر جو اصل ڈگری سود اور خرچہ کی بابت واجب الادا تھی۔ دلانا چاہئے تھا۔

ہماری رائے میں یہ حجت صحیح نہیں ہے۔ ابتدائی ڈگری کے الفاظ کے لحاظ سے کمشنر نے جو عمل کیا ہے وہ درست ہے۔ اس مرافعہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آیا مرافعہ جوڈیشل کمیٹی میں اندرون میعاد پیش ہوا ہے چونکہ روداد پر ہماری رائے مرافع کے خلاف ہے اس لئے اس مسئلہ کے تصفیہ کی ضرورت نہیں رہی۔ ہمیں اجلاس کامل کے فیصلہ میں دست اندازی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی لہذا ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۱۳۷

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب رائے بہادر صاحب مسٹر قانونی و عالیجناب نواب سراج یار جنگ بہادر و جناب پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان۔

ہرو بائی ... مرافعہ (مدعیہ)

بنام

بھگوان داس ... مرافعہ علیہ (مدعی علیہ)

نمبر مقدمہ ۱۳۴۲ سنہ ۱۳۳۳ف
منظور شدہ ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۴ھ

بنا بر اصلی تجویز عدالت العالیہ صادر اور دا ۱۳ اسفندار ۱۳۳۲ف متعلقہ چونکہ اندرون (۹۰) یوم ادخال درخواست مرافعہ کے بعد درخواست مفلسی استجازت مرافعہ بصیغہ مفلسی پیش نہیں ہوئی اور درخواست مرافعہ باکورٹ فیس پیش ہوئی ہے اس لئے درخواست مذکورہ خارج کی جائے۔

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی وعالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر وعالیجناب نواب نذر اللہ جنگ بہادر

راجہ بہادر دیویر ناگنا (ڈگریدار) مرافع

بنام

سرینواس راؤ وغیرہ (مدیونان) مرافعہ علیہ

فریق پر کونسل کے اقبال کی پابندی۔

فریق اپنے کونسل کے اقبال کا پابند گردانا جاتا ہے۔ کونسل کی حیثیت معمولی وکیل کی کی نہیں ہوا کرتی۔

منجانب مرافع۔ مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔

منجانب مرافعہ علیہم۔ پنڈت وناک راؤ صاحب کونسل وپنڈت گوپال راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ یہ مرافعہ تعمیلی کارروائی کے سلسلہ میں پیش ہوا ہے۔ ابتدائی ڈگری بتاریخ ۱۶ ار خورداد ۱۳۰۵ف صادر ہوئی۔ ڈگری کی رقم پر چھ فیصد سالانہ سود دلایا گیا ہے۔ چند موضعات اس ڈگری کی تعمیل میں رسیور کے تفویض کئے گئے ہیں اور ان کی آمدنی سے ڈگری کی ادائی ہو رہی ہے۔ فریقین میں نزاع سود کے حساب کے متعلق ہے۔ عدالت ابتدائی نے کمشنر کا تقرر کر کے تصفیہ کیا لیکن مجلس عالیہ عدالت نے جدید کمشنر کا تقرر مناسب خیال کیا۔ جدید کمشنر نے جو حساب مرتب کیا اوس کو مرافع کے کونسل نے منظور کیا۔ اور اوس کے موافق اجلاس کامل نے حکم دیا اب مرافع کی جانب سے یہ عذر کیا گیا ہے۔ کہ کونسل نے فی الواقع حساب کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اگر انھوں نے تسلیم بھی کیا تو وہ ان پر قابل پابندی نہیں ہے۔ ہم ان عذرات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اجلاس کامل نے اپنے فیصلہ میں بالصراحت لکھا ہے کہ کونسل نے حسابات کی صحت کو تسلیم کیا۔ ہم اجلاس کامل کے ریکارڈ کو محض حلف نامہ کی بنا پر غلط باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسرا عذر بھی قابل التفات نہیں ہے۔ کونسل کی حیثیت معمولی وکیل کی نہیں ہے

بنا برانہی تجویز جلیلہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۱۲ اردی بہشت ۱۳۴۳ف مشعر اینکہ مرافعہ منظور ہو۔ مدیونان ڈگری ایک لاکھ بیس ہزار کلدار ڈگریدار کو جو آخر ۱۳۳۹ف تک ان کے ذمہ برآمد ہوتی ہے۔ ادا کریں۔

منظورہ ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ بلحاظ مقدمہ نمبر ۱۳ بابت ۱۳۴۴ف از مرافعہ پنڈت

مفلسی۔ مرافعہ مفلسی کے ساتھ درخواست استجازت مفلسی کی عدم پیشی کا اثر۔ اخراج مرافعہ کا عدم جواز بصورت عدم ادخال درخواست استجازت مفلسی۔ رسوم عدالت۔ دفعہ ۶۰۹ ضابطہ دیوانی۔

ایک مرافعہ مجلس عالیہ کے جلسہ کاملہ میں بصیغۂ مفلسی پیش ہوا لیکن عرضی مرافعہ کے ساتھ درخواست استجازت مرافعہ بصیغۂ مفلسی پیش نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اجلاس کامل نے عرضی مرافعہ کو داخل دفتر فرمایا۔ اس تجویز کی ناراضی سے حسب دفعہ (۴) ضمن الف ضابطہ جوڈیشل کمیٹی مرافعہ پیش ہوا۔

تجویز ہوئی کہ

جب کوئی درخواست مرافعہ بلا اسٹامپ پیش کی جاوے اور استجازت مرافعہ مفلسی کی درخواست پیش نہ کی جاوے تو ایسی درخواست مرافعہ کے متعلق قرار دینا چاہئے کہ وہ معمولی قسم کی درخواست مرافعہ ہے جو بلا اسٹامپ پیش ہوئی ہے ایسی حالت میں ادخال اسٹامپ کا حکم بہ تعیین مدت دیا جانا ضروری ہے۔

منجانب مرافعہ مولوی محمد اصغر صاحب [illegible] مولوی شمس الدین خان صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہ مسٹر فریدون ڈی ملا کونسل

فیصلہ۔ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد میں مدعیہ نے تقسیم جائداد کا دعوی بصیغۂ مفلسی پیش کیا۔ صدر عدالت نے مدعیہ کی مفلسی منظور کرکے مقدمہ میں کارروائی کی اور بالآخر مدعیہ کا دعوی اس بنا پر خارج کیا کہ مدعیہ خاندان [illegible] کی بیوہ ہے اس لئے وہ حصہ نہیں پاسکتی۔ صدر عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے مدعیہ نے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ کیا لیکن درخواست مرافعہ کے عنوان پر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ مفلسی متعلقہ [illegible] ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۶۰۹ کے احکام کے لحاظ سے استجازت مفلسی کی جو درخواست اندرون تیس یوم پیش کرنی چاہئے تھی وہ مرافعہ کے ساتھ پیش نہیں کی اس لئے اجلاس کامل نے اس کے عذرات مرافعہ کو داخل دفتر کر دیا ہے اس تجویز کی ناراضی سے مدعیہ نے حسب دفعہ (۴) ضمن الف ضابطہ جوڈیشل کمیٹی مرافعہ کیا ہے۔

ہم نے لائق کونسل فریقین کی بحث [illegible] کے ساتھ سماعت کی۔

مرافعہ علیہ کے لائق کونسل نے یہ ابتدائی عذر کیا کہ درخواست پر مرافعہ کے دستخط نہیں ہیں

عدالت کو نہیں ہے۔

(۷) خدمت ایک شئے ہے اور اس خدمت کے متعلق جو وطن قائم کیا گیا ہے وہ دوسری شئے ہے۔

(۸) وطن وہ شئے ہے جس پر مالک کی توریث صادق آسکتی ہے۔

(۹) سرکاری خدمت ایک دوسری شئے ہے جو ملکیت خانگی کے حدود سے باہر ہے۔

(۱۰) خدمات کا تبادلہ ایک ایسی کارروائی ہے جو بغیر منظوری محکمہ متعلقہ عمل میں نہیں آسکتی۔ ذریعہ گشتی نشان ۵ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۲۸۷ھ اس کے متعلق صریح احکام جاری ہو چکے ہیں اور بغیر منظوری صدر المہام مال کوئی وطن منتقل نہ ہو سکے گا۔

(۱۱) یہ امر کہ کارگذار خدمت کس قدر قسم اسکیل پا سکتا ہے اس کا بھی تصفیہ سررشتہ مال سے ہونا چاہئے۔

منجانب مرافعان مولوی محمد عبد القیوم صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و پنڈت گوپال راؤ صاحب و مولوی سید غلام پنجتن صاحب وکیل۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر و نواب ضیا یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔

فیصلہ۔ سیتا رام ریڈی مدعی کا یہ دعوی تھا کہ موضع مرکینڈہ تعلقہ ورنگل کی کوتوالی پٹیلی کی خدمت پر اننت رامیا جد مدعی مامور تھا اور اب مدعی اس خدمت کا مستحق ہے۔ اننت رامیا کی حیات میں سیتا رامیا پدر مدعی علیہ نمبر (۱) منجانب اننت رامیا جد مدعی بطور گماشتہ کوتوالی پٹیلی کا کام کیا کرتا تھا۔ ۱۳۱۵ف میں جب اننت رامیا کا انتقال ہو گیا تب پدر مدعی علیہ نمبر (۱) نے وطن کوتوالی پٹیلی میں ملکیت کا دعوے کیا اور بعد اس کے انتقال کے مدعی علیہ نمبر (۱) بھی ملکیت وطن کا وراثتاً دعوی کرتا رہا۔ جس کا آخری نتیجہ محکمہ مالگزاری میں یہ ہوا کہ مدعی کو عدالت دیوانی میں چارہ جوئی کرنے کی ہدایت ۱۳۲۴ف میں ہوئی اور مدعی علیہ نمبر (۱) کوتوالی پٹیل مقرر ہو گیا۔ مدعی علیہ نمبر (۲) مدعی کا کا باپ ہے جو اسی موضع کا مالی پٹیل تھا اور جس کے کسی الزام کی بنیاد پر برطرف ہونے کے بعد خدمت مالی پٹیلی اولاً اننت رامیا مذکور جد مدعی کے سپرد ہوئی اور پھر اننت رامیا

بنام

لوٹ ریڈی سیتارام ریڈی وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

حقوق کا تصفیہ عدالت دیوانی سے کئے جانے کا جواز۔ خدمت پٹیلی کا دعوی۔ اختیار سماعت عدالت دیوانی۔ محکمہ مال کے اختیارات۔ مال کے اختیاری تقرر یا برگزی ہونا۔ عدالت کی دست اندازی کا عدم جواز۔ تنسیخ حکم سررشتہ مال کا دعوی قابل سماعت عدالت دیوانی نہ ہونا۔ خدمت سے مراد۔ وطن پٹیلگی کی تعریف ملک صادق آنا انتقال وطن کا عدم جواز بغیر منظوری صدر المہام مال۔ عدالت کا اختیار نسبت تنسیخ حکم سررشتہ غیر۔

(۱) عدالت دیوانی کا یہ کام ہے نہ اس کے اختیار میں ہے کہ مختلف محکمہ جات سرکار عالی کے عہدہ داران کے احکام کو منسوخ کرنے میں مشغول ہو۔ عدالت دیوانی حکم مصدرہ محکمہ معتمدی مالگزاری کو منسوخ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

(۲) ہر محکمہ کے مدارج قایم ہیں اور عموماً ہر محکمہ کے عہدہ دار کے حکم کو منسوخ کرنیکا اختیار اوسی سررشتہ کے بالاتر حاکم کو دیا گیا ہے۔

(۳) دفعہ ۴۴ فقرہ ۲ قانون دادرسی کا یہ ہی اصول ہے کہ کوئی عدالت واسطے التوا کارروائی کسی ایسی عدالت یا محکمہ کے جو اُس عدالت کے ماتحت نہ ہو حکم امتناعی صادر نہیں کرسکتی۔

(۴) ایک عدالت کو صرف اپنی ماتحت عدالت کے اوس کے حکم کے منسوخ کرنیکا اختیار دیا گیا ہے جس کی اجازت قانون نے دی ہو۔

(۵) حقوق کے تصفیہ کرنیکا اختیار عدالتوں کو عطا کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دیگر محکمہ جات کے احکام منسوخ کرنے کا اختیار عدالت کو ہے۔

(۶) خدمات کورتوانی پٹیلگی و مالی پٹیلگی پر تقرر کرنے کا اختیار صرف محکمہ مال کو ہے یہ ایک پبلک خدمت ہے اس کو نظم و نسق ملک سے تعلق ہے ان تقررات میں جو انتظامی مصالح پیش نظر ہوتے ہیں اون میں دخل دینے کا کوئی اختیار

بنا راضی تجویز اجلاس مستقر حجابیہ عالیہ عدالت مورخہ ۲۰ بہمن ۱۳۲۳ف مشعر اینکہ مرافعہ خرچہ منظور تجویز صدر عدالت تحت منسوخ دشوی و عی ڈگری کیا جائے۔

دوم یہ کہ مدعی نے وطن کو تو الی پٹیلی موضع فرکنیڈہ کی بابت اپنا حق ثابت کیا کہ نہیں؟
سوم یہ کہ آیا دعوی مدعی اندرون میعاد ہے۔؟
دیگر مباحث فروعی ہیں جن کا تعلق ان ہی تینوں امور متذکرہ بالا سے ہے
امر اول یعنے اختیار سماعت کی بابت ہے گو کہ مدعی علیہ نمبر (۱) نے عذر کیا تھا لیکن اس کے متعلق نہ کوئی تنقیح قایم کی گئی اور نہ مدعی علیہ نمبر (۱) کی جانب سے تنقیح نہ قایم کئے جانے کا کوئی عذر کیا گیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عدالت ابتدائی کی تجویز میں اس عذر کی بابت کوئی صریحی فیصلہ نہیں ہے عدالت العالیہ کے جلسہ متفقہ کی تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ لایق اراکین کے روبرو اس مقدمہ کی بحث چار یا پانچ روز تک رہی۔ وکلا کے مباحث کا ذکر کیا گیا لیکن عطائے دادرسی کے سلسلہ میں عدالت دیوانی کے اختیار سماعت کی بحث کا کوئی تذکرہ اس تجویز میں نہیں ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اراکین عدالت العالیہ کی توجہ اختیار سماعت دیوانی کے مسئلہ کیطرف رجوع نہیں ہوئی جلسہ متفقہ نے اس تجویز کے بعد کہ مدعی مستحق وطن کو توالی پٹیلی کا ہے۔ عدالت ابتدائی کی ڈگری کو بحال کردیا اور مدعی کی مطلوبہ دادرسی پر غور نہیں فرمایا۔ مگر چونکہ اس مسئلہ کا تعلق اختیار سماعت سے ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ بغیر کسی عذر کے بھی ہم اس مسئلہ پر غور کریں اور جوڈیشل کمیٹی میں اس کے متعلق بحث بھی کی گئی۔ ہم مدعی کی اصل استدعائے دادرسی کی نقل کر چکے ہیں اس دادرسی کے فقرہ دوم کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔
"اس امر کا استقرار فرمایا جائے کہ مدعی علیہ نمبر (۱) کے پدر کی حیثیت گماشتہ کی ہے"۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یہ جزو دادرسی غیر ضروری ہے۔ یہ دادرسی اس اصل دادرسی کے تابع ہے جو کہ مدعی نے اپنی ملکیت وطن کو توالی پٹیلی سے متعلق طلب کی ہے۔ اگر ہم یہ تجویز کردیں کہ مدعی وطن کو توالی پٹیلی کا مستحق ہے یا اس کا مالک ہے تو پھر گماشتگی کا استقرار کرنا ایک فعل عبث ہوگا۔ مدعی نے غالباً عذر میعاد سماعت سے محفوظ رہنے کی غرض سے اس غیر ضروری دادرسی کی استدعا کی تھی۔ بہرکیف واقعہ گماشتگی کو اگر بصورت ثابت ہو سکنے کے بطور ایک واقعہ متعلقہ کے دیا جا سکتا ہے۔ خواہ اس کا ثبوت کسی سلسلہ میں ہو یا میعاد کے سلسلہ میں ہو مگر اس واقعہ متعلقہ کی ڈگری۔

دادرسی کی صورت میں عطا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان وجوہ سے اس وجہ سے اس جز دادرسی پر غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب رہی دادرسی فقرہ (۱) [illegible] کے تین اجزا ہیں۔

اول منسوخی حکم محکمہ بندوبستی یعنی مالگذاری مورخہ ۱۵ فروری سنہ ۱۳۳۲ف۔

دوم ڈگری استقرار حق بابت وطن کوتوالی پٹیلی۔

سوم تفویض دخل برخدمت کوتوالی پٹیلی۔

ان تینوں اجزا کو پیش نظر رکھ کر عدم اختیار سماعت دیوانی کی بابت ہم اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ جز اول کی بابت ہماری رائے یہ ہے کہ عدالت دیوانی کا یہ کام نہیں اور نہ اس کے اختیار میں ہے کہ مخالف محکمہ جات کے احکام کو منسوخ کرنے میں مشغول ہو۔ اگر ہم ایک مرتبہ یہ تجویز کر دیں کہ محکمہ مالگذاری کا حکم مورخہ ۱۵ فروری سنہ ۱۳۳۲ف کے منسوخ کرنے کا اختیار عدالت دیوانی کو ہے تو ہم کو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دیگر محکمہ جات مثل جنگلات وغیرہ کے ان احکام کے منسوخ کرنے کا اختیار عدالت دیوانی کو کیوں نہ ہو جن سے مدعی مقدمہ دیوانی ناراض ہو۔ ہر محکمہ کے مدارج قائم ہیں اور عموماً ہر محکمہ کے عہدہ دار کے حکم کو منسوخ کرنے کا اختیار اسی محکمہ کے بالاتر حاکم کو دیا گیا ہے۔ اگر عدالت کسی دوسرے محکمہ کے احکام کو منسوخ بھی کرے تو ظاہر ہے کہ دراصل اس ڈگری کی پابندی دوسرے محکمہ پر نہ ہوگی اور نہ عدالت اپنے حکم کی تعمیل دوسرے محکمہ سے کرا سکتی ہے۔ قانون کا کبھی یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ عدالت کو ایسے فعل عبث کے کرنے کا اختیار دیا جائے۔ یہی اصول قانون دادرسی خاص نشان (۵) سنہ ۱۳۱۶ف کی دفعہ ۴۴ کے فقرہ (۲) میں مصرح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عدالت واسطے التوائے کارروائی کسی عدالت یا محکمہ کے جو اس عدالت کے ماتحت نہ ہو حکم امتناعی صادر نہ کرے گی۔ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ برٹش انڈیا کے قانون دادرسی ایکٹ نمبر (۱) سنہ ۱۸۷۷ء کی دفعہ ۴۵ کے مماثل ممالک محروسہ سرکار عالی کے قانون دادرسی خاص نشان (۷) سنہ ۱۳۱۵ف میں کوئی دفعہ قائم نہیں کی گئی ہے اور برٹش انڈیا میں بھی صرف پریسیڈنسی ٹاؤنس کی ہائیکورٹس کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ دوسرے محکمہ جات سرکاری سے اپنے چند احکام کی تعمیل کرا دیں۔ ایک عدالت کو صرف اپنی ماتحت عدالت کے اس حکم کے منسوخ کرنے کا

یہ کل ذخیرہ اُن قوانین و گشتیات کا ہے جن کا تعلق تقرری خدمات مالی پٹیلی و کوتوالی پٹیلی سے ہے ان کے پڑھنے سے واضح ہوگا کہ ان خدمات پر تقرر کرنے کا اختیار صرف صیغہ مال کو ہے سنہ ۱۳۳۲ ف میں عدالت العالیہ کے جلسہ کاملہ نے بھی بخلیفہ آرا بمقدمہ راوجی بنام اسمرو با مطبوعہ دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ حصہ دیوانی ص ۲۴۱ پر بھی تجویز کیا تھا کہ اس قسم کی خدمات پر تقرر کرنے کا اختیار صرف محکمہ مال کو حاصل ہے۔ ہماری رائے میں یہ دادرسی مدعی کو عدالت دیوانی سے نہیں مل سکتی۔

دوسرا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ آیا مدعی نے وطن کوتوالی پٹیلی موضع مرکنڈہ کی بابت اپنا حق ثابت کیا یا نہیں۔ اس مسئلہ پر ہم عدالت ابتدائی و عدالت العالیہ کی رائے سے متفق ہیں یعنی یہ کہ مدعی نے اپنا حق ثابت کرا دیا۔ زمانہ سابق میں اننت رامیا و کشٹیا ساکنان موضع مرکنڈہ نے ایک دعوی بمقابلہ ومیاد لچھیا بغرض استقرار حق مقدمی مالی و کوتوالی دائر کیا تھا جس کا آخری فیصلہ کچہری صدر تعلقداری سمت مشرقی ملک سرکار عالی نے ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ھ کو ہوا تھا اس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ کشٹیا عہدہ مقدمی مالی پر اور اننت رامیا عہدہ مقدمی کوتوالی پر مامور کیا جائے یہ فیصلہ گو کہ "Resjudicata" یعنی امر فیصلشدہ کی وقعت نہیں رکھتا تاہم حق کی بابت ایک اہم واقعہ متعلق ہے۔ فریقین کو تسلیم ہے کہ جو اننت رامیا اس مقدمہ میں مستحق مقدمی کوتوالی قرار پایا تھا وہ مدعی حال کا جد ہے لیکن کشٹیا کی بابت جو کہ عہدہ مقدمی مالی کا مستحق قرار پایا تھا فریقین میں اختلاف ہے۔ مدعی کہتا ہے کہ اس کا مورث تھا اور مدعی علیہ کہتا ہے کہ وہ کشٹیا اس کا مورث تھا۔ بہرکیف جس کشٹیا کا اس فیصلہ میں ذکر ہے اس کے انتقال کے بعد تعلقدار ضلع کھمم نے یہ حکم دیا کہ کشٹیا متوفی کے بجائے اوس کے علاقہ داروں میں سے کسی ہوشیار و لائق شخص کو مامور کرکے پٹیلوں کے تختہ جات روانہ کئے جائیں اس حکم کی تعمیل میں مقدمی مالی کا تختہ گوپال ریڈی ولد اننت رامیا کے نام تحصیل سے مرتب ہوکر تعلقداری سے منظور ہوا۔ یہ گوپال ریڈی مدعی کا باپ ہے جو کہ اس مقدمہ میں مدعی علیہ نمبر (۲) ہے۔ مدعی کا بیان ہے کہ گوپال ریڈی پدر مدعی کسی الزام میں ماخوذ ہوکر خدمت سے برطرف کیا گیا جس کے بعد اننت رامیا جد مدعی اس موضع کا مالی پٹیل بھی مقرر ہوگیا۔ اور اننت رامیا کے مرنے کے بعد اب راجیندر مدعی علیہ نمبر (۳)

ہیں جو انتظامی مصالح پیش نظر ہوتے ہیں اُن میں دخل دینے کا کوئی اختیار عدالت کو نہیں ہے خدمت ایک شے ہے اور اس خدمت کے متعلق جو وطن قایم کیا گیا ہے وہ دوسری شے ہے وطن وہ شے ہے جس پر ملک کی تعریف صادق آسکتی ہے سرکاری خدمت ایک دوسری شے ہے جو ملکیت خانگی کے حدود سے باہر ہے اس وقت تک سرکار عالی نے جو احکام بابت تقرری ملازمان دیہی وقتاً فوقتاً نافذ کئے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) سنہ ۱۲۸۱ف :- دستور العمل پٹیل و پٹواری جس میں یہ تبلایا گیا ہے کہ خدمت پٹیلی کا تقرر کن اصولوں پر ہوگا۔

(۲) سنہ ۱۲۹۳ف :- گشتی نشان (۴) معتمدی مالگزاری سنہ ۱۳۰۱ھ اس میں یہ تبلایا گیا ہے کہ اگر کوئی پٹیل کسی جرم میں ماخوذ ہو کر سزایاب ہو تو اُس کا قایم مقام کس طرح سے منتخب ہوگا۔

(۳) سنہ ۱۲۹۴ف :- گشتی معتمدی مالگزاری نشان (۱۲) سنہ ۱۳۰۲ھ متعلق اقتدارات عدالتہائے دیوانی و مال جس کی دفعہ (۵) خاص طور سے قابل لحاظ ہے جس میں وہ ضابطہ اور طریقہ بتایا گیا ہے جس کے بموجب پٹیل و پٹواری کی خدمات کا تقرر ہونا چاہئے۔

(۴) سنہ ۱۳۱۱ف :- گشتی معتمدی مالگزاری مورخہ ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ جس میں گشتی نشان (۴) سنہ ۱۳۰۱ھ متذکرہ بالا کی ترمیم کی گئی ہے اور یہ تبلایا گیا ہے کہ آیندہ سے جب کوئی پٹیل اور پٹواری کسی جرم میں ماخوذ ہو کر سزایاب ہو تو قایم مقام کا تقرر کس طرح سے ہوگا

(۵) سنہ ۱۳۱۵ف :- گشتی معتمدی مالگزاری نشان (۸) مورخہ ۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۴ھ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ موقوف شدہ پٹیل و پٹواری کی خدمت سے جو معاش متعلق ہے اُس کی تقسیم کیونکر ہوگی۔

(۶) سنہ ۱۳۲۶ف :- گشتی معتمدی مالگزاری نشان (۲) سنہ ۱۳۲۶ف اس میں یہ امر صراحت سے بتایا گیا ہے کہ

"فیصلہ دیوانی خدمت سے متعلق نہ ہوگا بلکہ حقیقت وطن سے اس لئے کہ تقررات اصول انتظامی پر مبنی ہیں مگر ان میں بھی اس حد تک کہ مقاصد انتظامی میں خلل واقع نہ ہو رعایت اس حد تک وطنداری کی ملحوظ رہیگی جس کی دیوانی سے ڈگری دی گئی ہو"

(۷) سنہ ۱۳۱۱ف :- گشتی معتمدی مال نشان (۵۵) سنہ ۱۳۱۱ف اس میں ان ہی اصولوں کا اعادہ کیا گیا ہے جن کا ذکر گشتی نشان (۲) سنہ ۱۳۲۶ف متذکرہ بالا میں تھا۔

تھے کہ صیغہ مال کے ایک فیصلہ کی بنیاد پر ۱۳۱۸ف میں مدعی کو وطن کو توالی پٹی پر قبضہ دلاپس ہوگیا اور گو کہ قبضہ صیغہ مال کے فیصلہ ما بعد کے بموجب بحق مدعی علیہ نمبر (۱) اوٹھ گیا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ۱۳۱۸ف میں مدعی علیہ نمبر (۱) کے قبضہ مخالفانہ کا تسلسل منقطع ہوگیا۔ یہ دعوے مسلمہ طور سے اوس تاریخ سے اندرون شش سال دائر ہوا جبکہ مدعی علیہ نمبر (۱) نے وطن پر بربنا فیصلہ مال دوبارہ قبضہ حاصل کیا۔ موجودہ دعوے ۱۳ رار دی بہشت ۱۳۲۴ف کو دائر ہوا ہے اس دعوے سے خواہ دعوے استقراری کی میعاد شش سالہ متعلق کی جائے یا دعوے جائداد غیر منقولہ کے دخل کی میعاد بارہ سالہ متعلق کی جاوے دونوں صورتوں میں دعوے ہذا اندرون میعاد ہوگا۔ بوجوہات متذکرۂ بالا ہم پیشگاہ حضروی میں نہایت ادب سے اس رائے کے پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ مرافعہ ہذا منظور کیا جائے اور بجائے ڈگری عدالت العالیہ مصدرہ ۲۶ رمہر ۱۳۳۲ف کے مدعی کے حق میں ڈگری استقراری بدین مضمون صادر کی جائے کہ مدعی وطن کو توالی پٹی کا مستحق بربنائے ارث ہے خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

رائے بجناب صاحب مشیر قانونی۔ میں اپنے فاضل شریک نواب عزیز یار جنگ بہادر کی رائے سے نتیجہ میں متفق ہوں۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۱

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر و عالیجناب ہاشم یار جنگ بہادر و عالیجناب نواب جیون یار جنگ بہادر ارکان

سیٹھ رام لال وغیرہ (دیونان) مرافعان

بنام

بیرل گیر وغیرہ (ڈگری داران) مرافعہ علیہم

خلاصہ تجویز ارکان جب کہ فیصلہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۴ رار دی بہشت ۱۳۳۴ف منسوخ کیا جا کر مرافعہ منظور۔ دعویٰ ڈگری اندرون میعاد قرار دیا جا کر ڈگری کی تعمیل کی جائے۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر و نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے۔
مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ ۵ بہمن سنہ ۱۲۹۹ف کو ایک ڈگری زر نقدی دھن راج گیر کی
کے حق میں بمقابلہ رام لال و بنسی دھر وغیرہ مدیونان عدالت العالیہ سے صادر ہوئی ۲۲ دی ماہ
سنہ ۱۲۹۹ف کو دھن راج گیر ڈگری دار نے درخواست اجراء ڈگری بمقابلہ مدیونان پیش کی جس میں
چند مکانات و دوکانات مملوکہ مدیونان کی قرقی و ہراج کی استدعا کی تھی۔ عدالت نے
یہ تجویز کر کے کہ جائداد قرقی طلب دوسری عدالت کے حدود اراضی میں داخل ہے ۳۰ بہمن
کو یہ حکم دیا کہ یہ درخواست واپس دیجائے اگر ڈگری دار چاہے تو ایک دوسری درخواست
انتقالی ڈگری کی پیش کرے۔ چنانچہ ڈگری دار نے ۲۵ بہمن سنہ ۱۲۹۹ف کو درخواست انتقال
ڈگری پیش کر دی۔ جس میں یہ استدعا تھی کہ ڈگری عدالت موسومہ بیرون بلدہ میں منتقل
کی جائے جس کے حدود اراضی میں غالباً جائداد قرقی طلب واقع تھی۔ اس درخواست پر
۱۴ اسفندار سنہ ۱۲۹۹ف کو عدالت نے یہ حکم دیا کہ مقدمہ عدالت بیرون بلدہ میں منتقل کر دیا
گیا لہذا مثل باقیات سے خارج کر دیجاوے۔ جس قدر مواد مثل پر موجود ہے اس سے پتہ نہیں
پایا جاتا کہ عدالت بیرون بلدہ میں دھن راج گیر ڈگری دار نے پھر اجراء ڈگری کی کوئی درخواست
پیش کی یا نہیں۔ چند نقول داخل کئے گئے ہیں جن سے صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت
بیرون بلدہ میں معائنہ مثل کی درخواست منجانب ڈگری دار پیش کی گئی تھی۔ وکیل ڈگری دار کی
یہ بحث ہے کہ بیرون بلدہ کی اصل مثل کا پتہ نہیں چلتا لیکن پتہ نہ چلنے سے ہم یہ قیاس نہیں
کر سکتے کہ بیرون بلدہ میں واقعی کوئی درخواست اجراء پیش کی گئی۔ بہرکیف واقعہ یہی ہے
کہ مواد موجودہ مثل سے کسی درخواست اجراء ڈگری کا پیش کئے جانا ظاہر نہیں ہوتا۔

۳۰ آبان سنہ ۱۳۰۱ف کو دھن راج گیر ڈگری دار کا انتقال ہو گیا اور اسی وقت سے دھن راج گیر
کے قائم مقاموں میں مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ عدالت فوجداری بلدہ نے دھن راج گیر
کی کل جائداد بصیغہ لاوارثی ضبط کر کے فریقین کو دیوانی نالش سے اپنے حقوق کا تصفیہ کرا لینے
کی ہدایت دی۔ جو قواعد اس وقت جائداد لاوارث کے متعلق نافذ تھے اُن کے لحاظ سے
عدالت العالیہ نے بھی یہی حکم دیا کہ دھن راج گیر کے قائم مقام اپنے حقوق کا تصفیہ
عدالت مجاز سے کرا دیں۔ تا تصفیہ عدالت دیوانی دھن راج گیر متوفی کی جائداد عدالت
فوجداری بلدہ میں بصیغہ لاوارثی رہی ان قائم مقاموں میں عرصہ تک مقدمہ بازی

رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس ڈگری کا اجرا ممکن نہ تھا یعنے جائداد
بصیغہ اداراتی ضبط ہو گئی تھی یہ رکاوٹ ۱۱ فروری ۱۳۲۸ف تک قایم رہی جو اس زمانہ
بین مذرا ہے وہ تحت دفعہ ۱۵ قانون میعاد سماعت ۱۳۲۲ف ڈگری دار کو مجرا ملنا
چاہیے۔ اس تجویز کی ناراضی سے مدیوان نے جوڈیشل کمیٹی میں اپیل پیش کیا۔
تجویز ہوئی کہ میعاد کا آغاز ۱۹ اسفندار ۱۲۹۹ف سے ہوگا۔
جب ڈگری دار کی درخواست اجرا ڈگری ۲۲ مہر ۱۲۹۹ف کو خارج کردی گئی
تھی۔ موجودہ درخواست اجرا ڈگری ۳۰ آبان ۱۳۲۹ف کو پیش کی گئی ہے۔ اس
زمانہ میں سے اگر ۲ آبان ۱۳۰۱ف سے لیکر ۱۱ فروردی ۱۳۲۸ف تک کا زمانہ
منہا کر دیا جاوے تو جو زمانہ باقی رہتا ہے وہ چار سال چار ماہ پندرہ یوم کا ہے
جو تین سال سے زیادہ ہے۔ لہذا یہ درخواست اجرا ڈگری اندرون میعاد
نہیں ہے۔

(۲) تحت مد ۱۶۰ قانون میعاد سماعت درخواست اجرائی ڈگری تاریخ ڈگری
سے اندرون ۳ سال پیش کرنا چاہیے مگر جب کوئی درخواست اجرائی ایک مرتبہ
پیش ہو چکی ہو تو تاریخ اخراج سے ۳ سال کے اندر جدید درخواست اجرا
پیش ہو سکتی ہے۔

(۳) تحت دفعہ ۱۵ قانون میعاد سماعت اگر کسی ڈگری کا اجرا بحکم عدالت ملتوی
کر دیا گیا ہو تو جس قدر زمانہ تک ایسا حکم قایم رہا ہو۔ وہ تمام زمانہ اس تین
سال کی میعاد شمار کرتے وقت کل زمانہ سے منہا کر دیا جائیگا۔

(۴) تحت مد ۱۵۹ قانون میعاد سماعت تین سال کی میعاد کا شمار اس وقت سے
ہوگا جبکہ اس کے پیش کرنے کا حق حاصل ہو۔
انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۳۱ ص ۱۷۔
انڈین کیسز جلد ۵۴ ص ۲۶۴۔

منجانب فریق اول دیوان بہادر آر مدوآتیگار و پنڈت گوپال راؤ صاحب پنڈت
گرراؤ صاحب وکلا۔
منجانب فریق ثانی مسٹر کلیان رام اور مسٹر راجہ رام صاحب وکلا۔

۲ [illegible] بالآخر ۲۲ بہمن ۱۳۲۵ف کو اس طرح سے صلح ہوئی کہ نصف جائداد گوبند گیر چیلہ
[illegible] نصف [illegible] گیر چیلہ کو ملی - یہ باہمی تصفیہ تھا - اسی تصفیہ کے بموجب ڈگری صادر ہوئی
اس تصفیہ [illegible] ۱۱ فروردی ۱۳۲۸ف عدالت فوجداری دھنراج گیر کا قبضہ بحق گوبند
گیر [illegible] چھوڑ دیا - اس کے بعد ۳۰ آبان ۱۳۲۹ف کو ہیرا گیر گوبند گیر و مہابیر پرشاد
[illegible] ہیرا گیر [illegible] کی جانب سے ایک درخواست اجرائی ڈگری بمقابلہ
دھنراج [illegible] عدالت العالیہ کے صیغہ ابتدائی میں اس بیان سے
گذری کہ [illegible] بہمن ۱۳۲۹ف کو جو دھنراج گیر صادر ہوئی تھی اس کے اجراء میں ابھی
کوئی [illegible] ہوئی ہے منجانب مدیون میعاد کا عذر [illegible] عدالت العالیہ کے صیغہ
ابتدائی [illegible] درخواست میعاد [illegible] کی بنیاد پر خارج کر دی گئی - ڈگری دار کی جانب
سے عدالت العالیہ کے جلسہ کاملہ میں مرافعہ دائر کیا گیا [illegible] بغلبہ آراء یہ طے ہوا کہ درخواست
اندرون میعاد ہے - مدیون کی جانب سے جو فل بنچ میں مرافعہ دائر کیا گیا ہے - اس
مرافعہ میں صرف میعاد کی بحث ہے عدالت العالیہ کے جلسہ کاملہ نے بغلبہ آراء جس عنوان
سے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا وہ یہ ہے کہ ۳۰ آبان ۱۳۲۱ف کو جب دھنراج گیر نے انتقال
کیا - اس اجراء ڈگری میں ایک ایسی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس ڈگری کا
اجراء غیر ممکن ہو گیا یعنی جائداد بحیثیت لاوارثی ضبط ہو گئی - یہ رکاوٹ ۱۱ فروردی
۱۳۲۸ف تک جاری رہی - جو زمانہ ۳۰ آبان ۱۳۲۱ف تاریخ وفات دھنراج گیر
اور ۱۱ فروردی ۱۳۲۹ف تاریخ واگذاشت قبضہ گذرا ہے وہ تحت دفعہ ۱۵ قانون میعاد
[illegible] ڈگری دار کو مجری ملنا چاہئے لیکن عدالت العالیہ کے لائق اراکین
نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اگر تحت دفعہ ۱۵ قانون میعاد سماعت یہ کل زمانہ منہا
بھی کر دیا جائے تب بھی قانون میعاد سماعت نافذہ کے بموجب اس درخواست اجراء
ڈگری میں میعاد عارض ہوتی ہے - تحت م ۱۲۰ قانون میعاد سماعت درخواست اجراء
ڈگری تاریخ ڈگری سے اندرون تین سال پیش کرنا چاہئے - مگر جب کوئی درخواست اجراء
ڈگری ایک مرتبہ پیش ہو چکی ہو تو تاریخ اخراج سے تین سال کے اندر جدید درخواست
اجراء پیش ہو سکتی ہے - تحت دفعہ ۱۵ قانون میعاد سماعت اگر کسی ڈگری کا اجراء
بحکم عدالت ملتوی کر دیا گیا ہے تو جس قدر زمانہ تک ایسا حکم قائم رہا ہو وہ تمام زمانہ

نہ کوئی ایسی روان چلتی ہوئی کارروائی باقی تھی۔ جس میں درخواست پیش کرنے کی کوئی میعاد نہیں معین ہو سکتی۔ غیر تصفیہ شدہ درخواستوں کے زندہ کرنے کے متعلق اور اُن سے قانون میعاد سماعت کی عام مد متعلق کرنے کی بابت جو نظائر اس وقت تک ہوئے ہیں اُن کے اصول سے ہمکو اختلاف نہیں ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کسی درخواست پر صرف اس قدر حکم دینے سے کہ وہ داخل دفتر کی جائے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ اس درخواست کا تصفیہ بلحاظ اصول مذکور ہو گیا۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ جدید درخواست کسی داخل دفتر شدہ کارروائی کے زندہ کرنے کی غرض سے پیش کی گئی ہو تو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ اجراء ڈگری کے فارم یا نمونہ و نقشہ کے بموجب مرتب ہوئی ہے یا نہیں۔ اس امر کو طے کرنے کے لئے کہ جو درخواست اجراء ڈگری ایک مرتبہ داخل دفتر کر دی گئی۔ عدالت داخل دفتر کنندہ کو اس کا فیصلہ کرنا مقصود تھا یا دفتری سہولت کے اغراض سے مثل کو صرف فارغ شدہ مقدمات سے خارج کر کے محافظ خانہ بھیجنا مقصود تھا۔ ہر مقدمہ میں نفس معاملہ کو دیکھنا چاہیے۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ عدالت نے اپنے اختیارات کی حد تک درخواست کا فیصلہ کر دیا خواہ وہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط تو پھر اُسی درخواست کو دوبارہ چلانے یا زندہ کرنے کی درخواست پیش نہیں ہو سکتی۔ اس کا چارہ کار صرف یا نگرانی یا جو چیز تابع نوعیت حکم کی مقتضا ہو۔ ہر مقدمہ میں یہ دیکھنا چاہیے کہ عدالت کا منشاء کیا تھا۔ اسی طرح جو درخواست کہ ڈگری دار کی جانب سے بعد میں پیش کی جاتی ہے اُس کے نفس مطلب کو بھی دیکھنا چاہیے۔ اگر جدید درخواست دراصل اجراء ڈگری کی جدید درخواست ہے جو کہ درخواست داخل دفتر شدہ کے سلسلہ میں نہیں دی جا سکتی تو پھر ایسی جدید درخواست سے مد ۱۷۹ متعلق نہیں کی جا سکتی۔ اس مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ پہلی درخواست اجراء ڈگری ۲۲ دسمبر ۱۸۹۹ء کو پیش کی گئی تھی۔ اس وقت تک کوئی نشان (۲) سنہ ۱۳۲ بنا ء فیصلہ جس کے دفعات ۲۹ لغایت ۴۳ میں انتقال اجراء ڈگری کی صورتیں درج ہیں نافذ نہ کئے گئے تھے جب جائداد دوسری عدالت کے حدود اختیار میں واقع ہو حسب ڈگری دار کو چاہیے کہ ڈگری کے منتقل کرنے کی درخواست پیش کرے۔ ڈگری دار نے جو درخواست اجراء ڈگری ۲۳ دسمبر ۱۸۹۹ء کو عدالت العالیہ کے صیغہ ابتدائی میں پیش کی تھی اس میں چند مکانات و دکانات متعلقہ مدیون ڈگری کی قرقی و نیلام کی استدعا کی گئی تھی۔ یہ جائداد دو

۳ آبان ۱۳۲۹ف کو ڈگریداروں کی جانب سے جو درخواست اجرار ڈگری پیش ہوئی ہے
اُس کو درخواست اجرار ڈگری نہ تصور کرنا چاہئیے بلکہ یہ قیاس کرنا چاہئیے کہ وہ اُس کارروائی
کے ازسر نو تازہ زندہ کرنے کی درخواست ہے جو بلا تصفیہ ۴ اسفندار ۱۲۹۹ف کو داخل
دفتر کردی گئی۔ اس بحث کی تائید میں لائق وکیل نے ہمارے روبرو متعدد نظائر پیش کئے
جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عدالت نے کسی اجرار ڈگری کی درخواست کا تصفیہ نہیں کیا
بلکہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے یا ڈگریدار کی عدم توجہی یا تساہلی کی وجہ سے داخل دفتر کردیا
اور ڈگریدار نے اجرار ڈگری کی دوسری درخواست پیش کی تو یہ سمجھنا چاہئیے کہ جدید درخواست
اجرار ڈگری نہیں ہے بلکہ داخل دفتر شدہ درخواست کو ازسر نو زندہ کرنے کی درخواست
ہے اور ایسی درخواست سے قانون میعاد سماعت وہ مد متعلق ہوگی جو اُن عام درخواستوں
کے لئے مدون کی گئی ہے جن کے واسطے کوئی دوسری مد صریح طور سے موجود نہیں ہے مثلاً
اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے مد (۱۵۹) قانون نشان (۲) ۱۳۲۲ف متعلق کرنا
چاہئیے جس میں (۳) سال کی میعاد کا شمار اس تاریخ سے ہوتا ہے جبکہ درخواست پیش
کرنے کا حق پیدا ہوا۔ قانون مذکور میں عام درخواستوں کے لئے یہی مد ہے مد (۱۶۰)
اجرار ڈگری کی درخواست سے متعلق ہے۔ ڈگریدار کے وکیل کی یہ بحث ہے کہ اس
مقدمہ سے مد (۱۶۰) متعلق نہیں ہے بلکہ مد (۱۵۹) متعلق ہے اور ایسی درخواست پیش
کرنیکا حق ڈگریدار کو ۱۱ فروردی ۱۳۲۸ف کو پیدا ہوا جبکہ عدالت فوجداری نے دفعہ
گیر کی جائداد سے اپنا قبضہ ہٹا لیا اور جب سے وہ رکاوٹ جو ضبطی کی وجہ سے سد راہ تھی
رفع ہوگئی۔ اس سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ تحت مد ۱۵۹ تین سال کی میعاد کا شمار
اُس وقت سے ہوگا جب کہ اُس کو پیش کرنے کا حق حاصل ہوا ور زندہ کرنے کی درخواست
پیش کرنے کا حق ۴ اسفندار ۱۲۹۹ف کو پیدا ہوگیا جبکہ درخواست داخل دفتر ہوئی
اور اگر رکاوٹ کا زمانہ منہا کیا جاوے تو زائد از سہ سال گذر جاتے ہیں لہذا تاریخ داخل دفتر
ہونے کے لحاظ سے بھی میعاد گذر جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ جیلوا ڈی کوٹیا بنام پولوری
انڈین لا رپورٹ جلد ۳۱ مدراس صفحہ ۱۶ ۱۹۰۸ء و مقدمہ کالکا سنگھ بنام گوردھن
لال دیہ ۵ انڈین کیسز ص ۲۶ ۱۹۱۹ء لیکن اس مقدمہ کے واقعات کے لحاظ سے
ہماری رائے میں نہ کوئی ایسی درخواست داخل دفتر ہوئی تھی جو کہ زندہ کیجا سکتی ہے اور

عدالت کے حدود اراضی اختیارات سماعت میں واقع تھی چنانچہ رکن عدالت العالیہ نے
جن کے روبرو درخواست پیش ہوئی ۔ ۲۳ بہمن ۱۲۹۹ ف کو یہ حکم دیا کہ

"درخواست واپس دی جائے اگر چاہیں درخواست انتقال دوسری پیش کریں"
(ملاحظہ ہو مثل مطبوعہ صفحہ ۱۱۳) معلوم ہوتا ہے کہ ڈگریدار نے اس حکم کو منظور کر لیا کیونکہ ۱۷
بہمن ۱۲۹۹ ف کو وہ مہراج گیر ڈگریدار نے اس بیان کے ساتھ کہ قرقی طلب جائداد مدیونان
حدود اراضی عدالت بیرون بلدہ میں واقع ہے یہ استدعا کی کہ درخواست تعمیل کے واسطے
قرقی و ہراج جائداد مدیونان منتقل کر دی جائے ۔ (ملاحظہ ہو مثل مطبوعہ ص ۱۱۷) ۲۵ بہمن
۱۲۹۹ ف کو حکم منتقلی بدین مضمون صادر ہوا کہ

"صداقت نامہ ڈگریدار کو باین غرض دیا جاتا ہے کہ ڈگریدار بذریعہ اس کے
عدالت بیرون بلدہ میں رجوع ہو کر تعمیل اپنے فیصلہ کی وہاں سے جاری کرائے" (ملاحظہ
مثل مطبوعہ ص ۱۱۸) سرٹیفکیٹ [illegible] ڈگریدار کو دیا گیا ۔ ۱۳ اسفندار ۱۲۹۹ ف کو درخواست
اجراء ڈگری اس حکم کے ساتھ خارج کر دی گئی

"مقدمہ عدالت بیرون بلدہ میں منتقل کر دیا گیا [illegible] تعمیل سے خارج کر دیا جائے"
(ملاحظہ ہو مثل مطبوعہ ص ۱۱۸)

ہماری رائے میں جہاں تک عدالت العالیہ کے صیغہ ابتدائی کا تعلق تھا ۔ عدالت
نے ڈگریدار کی درخواست منتقلی کا اور درخواست اجراء ڈگری کا قطعی طور سے یہ فیصلہ کر دیا
کہ قرقی جائداد مندرجہ درخواست کی کارروائی اس عدالت سے نہیں ہو سکتی ۔ ڈگری بغرض
اجراء منتقل ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ وہ منتقل کر دی گئی ۔ عدالت العالیہ کی حد تک کوئی
امر تصفیہ طلب باقی نہیں رہا اب رہا یہ امر کہ جس عدالت میں ڈگری بغرض اجراء منتقل ہوئی
اس کو عدالت منتقل کنندہ میں نتیجہ آخری کی اطلاع دینا چاہئے اس کی غرض
صرف اس قدر ہے کہ اس عدالت کو جس نے ڈگری صادر کی تھی یہ امر معلوم ہو جاوے
کہ تعمیل کہاں تک ہوئی تاکہ آئندہ اجرائی ڈگری کی درخواست کے وقت معلوم ہو سکے
کہ کس قدر تعمیل باقی ہے اس کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نتیجہ آخری اطلاع ہونے تک عدالت
منتقل کنندہ [illegible]
درخواست اجراء ڈگری پیش ہو سکتی ہے ۔ ایسی کسی نظیر یا قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا ۔

تو ان حالات کی اطلاع دیگئی جن کی وجہ سے تعمیل نہ ہوسکی"

ان قوانین کی رو سے عدالت منتقل الیہ کو نتیجہ تعمیل کی اطلاع دینا از بس ضروری تھا۔ ایسی اطلاع نہ دینے کیوجہ سے حقوق فریقین پر جو از روئے ڈگری تھے کچھ اثر کسی طرح کا نہیں پہونچ سکتا اور نہ میری رائے میں معیاد سماعت کی بحث قائم رہسکتی ہے۔ ان احکام سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ ڈگری کے منتقل کرنے سے عدالت صادر کنندہ ڈگری کا تعلق منقطع نہیں ہو جاتا۔ اور مثل کے داخل دفتر کر دینے سے یہ مقصد نہیں ہوسکتا کہ گویا باغراض مد ۱۶۰ قانون معیاد سماعت حال درخواست خارج کر دیگئی۔ برٹش انڈیا کے قانون معیاد سماعت نشان (۹) سنہ ۱۹۰۸ع کی مد ۱۸۲ کی ضمن (۵) میں جو صراحت کیگئی وہ اگرچہ کہ ہمارے قانون میں نہیں ہے لیکن وہ انہیں دقتوں اور دشواریوں کے رفع کر دینے کی غرض سے کیگئی ہے۔ اس قانون کی رو سے اگر انتقال ڈگری کی درخواست پیش ہو جائے تو وہ اجرائے ڈگری کی حد تک موثر تعمیل متصور ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو درخواست ۳۰ آبان سنہ ۱۳۲۹ ف کو پیش ہوئی بلحاظ اپنی نوعیت کے بادی النظر میں ایک جدید درخواست معلوم ہوتی ہے لیکن اصلاح درخواست کو مرتب کرنے اور اس میں دوسری جائدادون کو ظاہر کرنے سے اثر قانونی زائل نہیں ہوسکتا وہ کم از کم اس جائداد کی حد تک کہ جسکی صراحت درخواست مورخہ ۲۲ دے سنہ ۱۲۹۹ ف میں کیگئی تھی موثر ہوگی۔ بہر حال میری رائے میں وہ درخواست کہ جو ابتداً اجلاس عالیہ عدالت میں ۲۲ دے سنہ ۱۲۹۹ ف کو پیش ہوئی تھی وہ عدالت بیرون بلدہ میں منتقل ہونے کی وجہ سے منشاء مد ۱۶۰ قانون معیاد سماعت خارج نہیں ہوئی اور عدالت منتقل الیہ کا جو عرصہ ہوا کہ صیغہ ابتدائی مجلس عالیہ عدالت میں ختم ہوگئی تعمیل کی اطلاع نہ دینے کا یہ اثر نہیں ہوسکتا کہ گویا وہ درخواست جو منتقل کیگئی تھی باقی نہیں رہی۔ بلکہ قیاس قانونی ہونا چاہئے کہ ۲ آبان سنہ ۱۳۰۱ ف کو بوجہ انتقال ڈگریدار جائداد ضبط ہونے سے اور اس کے واگذاشت ہونے تک حیز التوا میں رہی۔ جائداد کے واگذاشت ہونیکی تاریخ سے ڈگریدار کو یہ حق ہوا کہ اپنی درخواست سابقہ کے سلسلہ میں درخواست پیش کرے جو اس نے ۳۰ آبان سنہ ۱۳۲۹ ف کو پیش کر دی۔ اس لئے میری رائے میں درخواست اندرون معیاد ہے۔

میں بعد ادب بحضور بارگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرونگا کہ فیصلہ جلیلہ کاملہ جو بتغلیب آراء صادر ہوا ہے بحال رکھا جائے اور مرافعہ نامنظور فرمایا جائے۔ مخارج حالات خرچہ فریقین ذمہ فریقین عائد فرمایا جائے

دکن لا رپورٹ جلد ۱۶ بابتہ سنہ ۱۳۳۵ ف صفحہ ۲۲۶ سنہ ۱۳۴۳ ف صفحہ ۱۲۳

کہ ۱۳۱۶ف تک جائداد مرہونہ کے منافع سے وہ اپنا کل قرضہ ادا کرلے۔ ہماری رائے مین جو انتظام
رامراؤ نے کیا نہ قرین عقل تہا اوس سے جائداد کی حفاظت ہوتی تہی۔ ہر سال اقساط کی ادائی
کی ذمہ داری دور ہوجاتی تہی۔ اور ایک بڑی [illegible] بچا لیا گیا تہا۔ لہٰذا ۱۳۱۱ف مین جو رہن نامہ بالعوض
(۸) ہزار کی بابتہ رامراؤ نے بحق ہیرالال لکہا وہ ضرورت جائز کے لئے تہا اور اوس کی پابندی مدعیان
پر ہے۔ لیکن ۲۳ آبان ۱۳۱۲ف کو [illegible] سب انتظامات بیفکری کی وجہ سے درہم برہم کرکے
بجائے رہن قائم رکہنے کے وہ خاندان مشترکہ کی جائداد کو بیع کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا یہ ظاہر
ہے کہ ۱۳۱۲ف مین بیع کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہین تہی کیونکہ کوئی قسط ناغہ نہین ہو
رہی تہی۔ دستاویز ۱۳۱۰ف مین ایسے کوئی شرائط تہے جن کی وجہ سے ۱۳۱۲ف مین جائداد
مرہونہ کے تلف ہوجانیکا اندیشہ ہو ہم نے ہیرالال کے لائق وکیل سے دریافت کیا کہ آیا
اس مثل مین کوئی شہادت ایسی ہے جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہو کہ ۱۳۱۲ف مین مدعیان
ورامراؤ کی بسراوقات کا کوئی ذریعہ معاش نہ رہا تہا اور بیع کردینے کی مجبوری لاحق ہوگئی
تہی۔ اونہون نے ایسی شہادت کا حوالہ دینے سے معذوری ظاہر کی جائداد پر قبضہ ۱۳۱۰ف
مین دیدیا گیا تہا اگر دوسری جائداد نہ تہی تو ۱۳۱۲ف تک گذر کیسی ہوئی کسی جائداد کو صرف
رہن کرنا ایک امر ہے اور اوس کو بیع کرنا اور اوس کا تعلق خاندان مشترکہ سے مطلقاً قطع
کردینا ایک دوسرا امر ہے۔ بیع کرنے کے لئے ایسی شہادت ہونا چاہئے جس سے ظاہر ہو کہ
سوائے بیع کے کوئی چارہ نہ تہا ذی فہم آدمی کے لئے یہی انتظام مناسب تہا ورنہ کل جائداد
کے تلف ہوجانے کا اندیشہ تہا۔

اس مقدمہ مین امور متذکرہ بالا کے ثابت کرنے کا بار ہیرالال اور اوسکے منتقل الیہم پر
تہا ایسا ثبوت پیش نہین کیا گیا۔ ہماری رائے مین جو تین قطعات بیعنامجات ۲۳ آبان ۱۳۱۲ف
کو جائداد موروثی کے متعلق رامراؤ نے تحریر کئے اون کی نسبت ایسی ضرورت جائز ثابت
نہین ہے جن کی وجہ سے ان انتقالات کی پابندی مدعیان پر قرار دیجائے۔ ہیرالال کے وکیل
کی ایک دوسری بحث یہ ہے کہ ۱۳۱۵ف مین ہیرالال نے تین دعوے بابتہ جائداد بر سہ بیعنامجات
متذکرہ بالا بمقابلہ رامراؤ و [illegible] مدعیان [illegible] بولایت رامراؤ دائر کرکے ڈگریان حاصل
کرلین لہٰذا جبتک یہ ڈگریات اندرون میعاد [illegible] منسوخ نکرائی جائین مدعیان خال
جو اون ڈگریون مین فریق تہے وہ دعوے مذکور سے [illegible]

طور سے بمقابلہ نابالغ ہوئی ہے۔ ہر مقدمہ کے خاص حالات پر ہمیشہ منحصر رہیگا۔ اس مقدمہ کے حالات اسکے متقضی نہیں ہیں کہ ہم مدعیان کو ایسی ڈگری کا پابند کردین جو کہ حالات مذکرہ بالا مین اون کے مقابلہ مین صادر ہوئی ہے ان مین کا ایک نابالغ جو منکر ۵ سالہ تھا اور بقیہ دو بارہ سال و دس سال کے تھے غالباً انکو کو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ ہیرا لال نے کوئی مقدمہ اون کے مقابلہ مین دائر کیا ہے۔

لایق وکیل مرافع نے ہماری توجہ نظیر (۱۰) دکن لا رپورٹ ۴۳ بمقدمہ مکھا سنی رام بنام رامچند کی جانب دلائی۔ مگر اس مقدمہ کے واقعات بالکل جدا گانہ تھے وہی شروع سے آخر تک نابالغون کی جانب سے لڑا اور پیروی کی بالآخر نا کامیاب ہوا اوس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے نابالغ ڈگری کے پابند قرار دیے گئے تھے مقدمہ کے حالات سے علیحدہ ہوکر کوئی عام اصول قانونی قائم کیا جانا بہت دشوار ہوا کرتا ہے۔ لہذا نظیر کو اونہین واقعات کی روشنی مین پڑھنا چاہیے [illegible] کے [illegible] نظیر [illegible] متفق ہیں جو کہ نظائر ذیل مین طے کئے گئے ہین۔

۱۔ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۴۴ ص [illegible] بنام پرتھم لال مفیصلہ ۲۱ مارچ ۱۹۲۲ء۔

۲۔ انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۴۶ ص [illegible] بنام [illegible] مفیصلہ ۸ اپریل ۱۹۲۳ء (پریوی کونسل)۔

نظیر اول مین یہ طے ہوا ہے کہ اگر کوئی نابالغ کسی علیانیتی ڈگری کو جو کہ اوس کے خلاف صادر ہو چکی ہے اوس بنا پر منسوخ کرانا چاہے کہ اوس کی جانب سے کوئی شخص جوابدہی کرنیوالا نہ تھا تو مقدمہ کی روداد و حالات کو پیش نظر رکھکر اس امر کا فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا در اصل اوس کی جانب سے کوئی پیروی کرنیوالا تھا یا نہین۔

دوسری نظیر مین یہ طے ہوا تھا کہ اگر کسی مقدمہ مین ولی نے بغیر اجازت عدالت کے فریق ثانی سے صلح کرکے نابالغ کے خلاف ڈگری صادر کرا لی تو ایسی ڈگری نابالغ کے مقابلہ مین بلحاظ دفعہ ۴۶۲ ضابطہ دیوانی برٹش انڈیا

ڈگریان امر فیصلشدہ کا اثر رکھتی ہیں اور قطعی ہیں۔ اس دعوے کے متعلقہ واقعات یہ ہیں کہ بیعنامجات ۱۳۱۲ف
میں ہوئے تھے۔ بادی النظر میں ہیرالال مشتری جائداد مبیعہ پر قابض تھا کیونکہ جو بیعنامے ۳ آبان ۱۳۱۲ف کو
تحریر کئے گئے۔ اونمیں صاف طور سے درج ہے کہ جائداد مبیعہ پر ہیرالال کا قبضہ بر بنائے رہن نامہ ۱۳۰۶ف موجود
ہے۔ لہذا جہانتک قبضہ کا تعلق ہے ہیرالال کو دخلیابی کے دعوے کی ضرورت نہ تھی پھر بھی ہیرالال تین عرضی دعوے
لیکر عدالت منصفی ہنگولی میں ۸ مہر ۱۳۱۵ف کو جاتا ہے۔ ان عرائض دعاوی میں بجے سنگھ و پریتم راؤ و اجیبا بلانغ
برادران رامراؤ کو فریق بناتا ہے رامراؤ کو ولی دوران مقدمہ قرار دیتا ہے جس تاریخ کو عرضی دعوے عدالت میں لیکر
جاتا ہے اوسی تاریخ کو رامراؤ اپنی جانب و برادران نابالغ کی جانب سے عدالت میں اقبال دعوے داخل کرتا ہے اوسی تاریخ
کو ہیرالال کا دعوی ڈگری ہو جاتا ہے رامراؤ کی جانب سے کوئی جوابدہی نہیں کیجاتی اور غالباً جوابدہی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ
متعلقہ دستاویزات خود رامراؤ کی تحریر کردہ تھیں نابالغان کی جانب سے جو ولی ہے وہ وہی شخص ہے جس نے اون دستاویزات
کو تحریر کیا تھا جسکا وہ پابند تھا نابالغ فریق مقدمہ میں تحت دفعہ ۱۲ گشتی نشان ۴۲ سنہ ۱۳۰۳ف منجانب نابالغان ایسا
اقبال دعوی داخل کرنیکی کوئی اجازت عدالت سے نہیں لیجاتی ہے اب نہ عدالت کی توجہ اون تمام حالات
کی جانب مبذول کرائی جاتی ہے۔ جن حالات میں ولی اقبال دعوی کر رہا ہے ہم کو تجویز اس امر کی
بابتہ کرنا ہے کہ ان حالات میں جو ڈگری بمقابلہ مدعیان و واجی برادر مدعیان صادر ہوئی تھی اوس کی
پابندی مدعیان پر کہاں تک ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ رامراؤ مدعیان کی جانب سے باقاعدہ ولی مقرر ہوکر
اون نابالغوں کے حقوق کی حفاظت کرتا رہا اور اون کی جانب سے واجبی پیروی کی تب تو نابالغ
اس ڈگری کے پابند ہوتے مگر جو واقعات کہ ہم نے ظاہر کئے ہیں اون سے ظاہر ہوتا ہے کہ نابالغ مدعیان
صرف کاغذی فریق تھے دراصل اونکی جانب سے کوئی پیروکار یا جوابدہ بعد غور کے مقرر نہیں کیا گیا
بادی النظر میں اصلی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ نابالغ پابند کئے جائیں اور [illegible]
غور کے کوئی تجویز صادر کرے رامراؤ کے تقرر ولی کی کارروائی جیسی اس مقدمہ میں ہوئی وہ نہ ہونے کے برابر [illegible]
ایسا ہوتا ہے کہ ہیرالال اور رامراؤ میں پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ ہیرالال ایک دعوی کریگا [illegible] رامراؤ کوئی جوابدہی
نہ کریگا اور اپنی اور اپنے نابالغ بھائیوں کی جانب سے وہ اقبال دعوے داخل کریگا [illegible]
ہوگی۔ اگر اس قسم کی کارروائی کی بابت ہم یہ تجویز کریں کہ وہ [illegible]
جائز اون کے مقابلہ میں ڈگری ہوئی ہے۔ ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ رامراؤ [illegible]
برادران نابالغ کا ولی کسی صورت میں مقرر نہیں ہو سکتا تھا اس امر کا تصفیہ کہ کسی
مقدمہ میں نابالغ کے مقابلہ میں جو کارروائی کی گئی ہے وہ بولایت جائز صحیح

ایکٹ ۱۴ سنہ ۱۸۸۲ع بے اثر و کالعدم ہوا کرتی ہے جو کہ ممالک محروسہ سرکار عالی
میں ڈگری مابہ النزاع کے وقت نافذ تھی اوس کی دفعہ ۱۴ کے بموجب
نابالغ کے مقابلہ میں تصفیہ و صلح کرنے کے لئے عدالت سے اجازت لینا لازمی
تھا۔ اس مقدمہ میں گو کہ باقاعدہ صلحنامہ داخل نہیں ہوا تھا۔ لیکن فریقین کا جو
طریقہ عمل تھا اوس سے ظاہر ہے [illegible] عدالت میں آنے کے قبل ہی ہیرالال
اور راجہ راؤ میں مقدمہ کی بابت کوئی سمجھوتہ ہو گیا تھا [illegible] راجہ راؤ
ہیرالال کے ہمراہ ۱۵ تاریخ نالش کے روز عدالت میں آیا اور اقبال دعوے
کر دیا۔ اس قسم کی کارروائی میں اور صلحنامہ کی کارروائی میں بہت کم فرق
معلوم ہوتا ہے

قانون کا یہ منشاء نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اوس کے احکام کے اثر کو اس
طریقہ سے زائل کر دے یعنی بجائے باقاعدہ صلحنامہ داخل کرنے کے جس پر
فریقین کے دستخط ہوں زبانی اقرار یا اقبال کے ذریعہ سے وہی مطلب
حاصل کرنے جس کی ممانعت قانون میں صریحی الفاظ میں کی گئی ہے۔ ہماری
رائے میں جو ڈگریات ۸ مہر سنہ ۱۳۱۵ف کو ہیرالال نے بمقابلہ [illegible]
حال تولیت راجہ راؤ حاصل کی تھی۔ اون کی پابندی ان نابالغان پر نہ تھی کیونکہ
اون کی جانب سے وہ اصل کوئی جوابدہی یا پیروی کرنے والا نہ تھا اور نہ مقابلہ
نابالغان عدالت کی اجازت حاصل کی گئی تھی۔ البتہ راجہ راؤ کی حد تک ہیرالال
کی ڈگریات قطعی یقینی ہمارے روبرو میعاد کی بھی بحث منجانب مرافعہ ہیرالال
کی گئی۔ لیکن یہ بحث بھی قابل قبول نہیں ہے جبکہ معاملے ہوئے ۱۰ آبان
سنہ ۱۳۱۲ف تک ہیرالال کا قبضہ مسلمہ طور سے مرتہنانہ تھا اوس تاریخ تک تو
قبضہ مخالفانہ کی بحث پیدا نہیں ہو سکتی۔ دعوے نمبر ۳۰ اردی بہشت
سنہ ۱۳۲۴ف کو اندرون بارہ سال دائر ہو گیا ہے ہم یہ تجویز کر چکے ہیں کہ ڈگری
بمقابلہ نابالغان کالعدم و بے اثر ہے۔ ایسی ڈگری کا منسوخ کرانا
نابالغان کے لئے لازم نہ تھا۔ لہذا مقدمہ میں میعاد کا عذر نہیں ہے
تیسری بحث جو اس مقدمہ میں بسلسلہ مرافعہ عکسی جے سنگھ

پیدا ہو کر گیا۔ اس طریقہ سے مدعیان حال کل جائداد میں قانون شاکشرا کے بموجب ½ کے مالک ہو گئے لہذا مدعیان قانوناً ¾ حصہ کی ڈگری کے مستحق ہیں۔ مدعا علیہم گنو جی انبا سونا جی ہیرالال کے منتقل الیہم ہیں اور ان کو اس سے زیادہ کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو کہ خود ہیرالال اون کے بائع کو حاصل تھا ان مدعا علیہم کی جانب سے خریدار نیک نیت کی بحث کی گئی ہے لیکن جبکہ مدعیان کے مقابلہ میں کوئی اسٹاپل یا اصول مانع تقریر مخالف سدراہ نہیں ہے تو پھر مدعیان کی ملکیت زائل نہیں ہو سکتی۔ مدعا علیہم مذکور اصول خریدار ہوشیار باش کے پابند ہو جاتے ہیں ہیرالال کے فعل سے یا منتقل الیہم کی ناواقفیت کی وجہ سے مدعیان اپنے حقوق سے محروم نہیں کئے جا سکتے۔

بحیثیت منتقل الیہم ہیرالال یہ بقیہ مدعا علیہم مدعیان کے اسی طرح سے جوابدہ و ذمہ دار ہیں جیسا کہ خود ہیرالال ہے۔

آخری بحث اس مقدمہ میں یہ ہے کہ مدعیان کو کن شرائط پر ڈگری دیجائے ہم یہ تجویز کر چکے ہیں کہ مدعیان ۱۳۰۱ف کے رہن نامہ سے جو کہ راما راؤ نے تحریر کیا تھا پابند نہیں ہیرالال جو شخص مشتری تھا وہی مرتہن بھی تھا۔ ۳ آبان ۱۳۱۲ف کے بیعنامجات کا عدم قرار پائے جانیکا قانونی نتیجہ یہ ہے کہ مدعیان کے مقابلہ میں رہن نامہ ۱۹ اردی بہشت ۱۳۰۴ف بقدر ½ قائم رہتا ہے اس رہن نامہ کے بموجب ہیرالال کو یہ حق تھا کہ وہ (۸) قطعات مندرجہ رہن نامہ پر ۱۳۲۶ف تک قابض رہے جملہ اون (۱۰) قطعات کے (۳) قطعات نمبری ۲۹ و ۲۵ و ۲۶ پر ہیرالال کا قبضہ ۳ آبان ۱۳۱۲ف سے جاتا رہا کیونکہ اوس پر راما راؤ نے بعد تحریر بیعنامجات کے قبضہ کر لیا تھا مدعیان چونکہ راما راؤ کے ساتھ شریک تھے غالباً اون کے منافع سے مستفید ہوتے رہے۔

رہن نامہ ۱۳۰۷ف راسرانو کا قرضہ ادا ہو گیا ہے اور ۳/۴ حصہ کے منافع کے
مستحق مدعا علیہم نہ رہے۔ اس حساب کے تیار کرنے مین ایک فریق کی
باقی رقم دوسرے فریق کی باقی رقم سے منہا کیجاسکتی ہے اور منافع
خالص سے ہماری مراد وہ منافع ہے جو بعد ادائی رقم مالگزاری سرکار باقی
بچتا ہے۔ اگر دوران دعوے یا بعد [illegible] مدعیان نے بذریعہ اجرائے ڈگری کسی
جزو جائداد پر قبضہ کر لیا ہے تو حساب کے وقت اس کا لحاظ کیا جائیگا
بعد اس حسابی عمل کے اگر کوئی رقم باقی ہیرالال برآمد ہو تو مدعیان کے حق
مین ڈگری و خلیابی (۳/۴) منجملہ نمبرات ۳۰-۴۲-۴۵-۴۶-۴۷ متدعویہ یا ادائی
اوسی رقم کے بمقابلہ جملہ مدعا علیہم صادر کیجائے لیکن اگر بعد منہائی رقم باقی
ہیرالال حسابی عمل مذکور کے کوئی رقم بحق مدعیان برآمد ہو تو ڈگری ۳/۴ نمبرات مذکور
کی نیز اسی قدر رقم کی جو کہ بحق مدعیان بمقابلہ ہیرالال برآمد ہو بمقابلہ مدعا علیہم صادر
کیجائے مدعیان کے حق مین کسی رقم کی ڈگری ہونے کی صورت مین مزید کورٹ فیس اوس
رقم پر مدعیان سے وصول کیا جائیگا۔

بوجوہات متذکرہ بالا ہم پیشگاہ خسروی مین بکمال ادب یہ سفارش کرتے ہین کہ اسمقدمہ مین ڈگری عدالت العالیہ ماتحت منسوخ فرمائی جائین اور مقدمہ عدالت ابتدائی مین اس غرض سے واپس کیا جائے کہ عدالت ابتدائی اُن اصولون کے مطابق جنکا تصفیہ کیا گیا ہے بعد تحقیقات کے ڈگری صادر کرے اسوقت تک کا خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے کیونکہ ہر دو فریق ایک حد تک اپنے اپنے عذرات مین کامیاب ہوئے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۲۶۹ نظائر دکن جلد ۵ بابتہ ۱۳۳۵ صفحہ ۱۲۳

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر و نواب فاروق یار جنگ بہادر ارکان

میر تقی راج وغیرہ — مرافعان

بنا راضی تجویز اجلاس کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۵ ارشہریور ۱۳۳۲ف مشعر اسکے مرافعہ مدعی علیہ منظور و دعوے مدعی خارج مرافعہ عکسی مدعی کا خارج۔ تمام خرچہ [illegible] عدالتون کا [illegible] مدعی عائد ہو۔

کے بعد کل جائداد چینی لال کے قبضہ میں آئی جب چینی لال کو عدالت فوجداری کے فیصلہ کے
بعد قبضہ مل گیا اوس وقت مدن مل کی دوکان کی اور جائداد باقی نہیں رہی تھی جس پر وہ آدمل
مدعی علیہ یا مولچند کو قبضہ مل سکتا بعد مدعیان کا یہ ادعا ہے کہ چینی لال نے اپنے ذاتی سرمایہ
سے دوکان مول چند مدن مل قایم کی ان واقعات کے مدنظر بالکل صحیح ہے۔ جب جائداد
چینی لال کے قبضہ میں آگئی تو قانون کے نقطہ نظر سے وہ اوس کا ذاتی سرمایہ ہوگیا اور وہ
اوس دوکان کا قطعی مالک تھا ان حالات میں یہ امر متعلق قابل لحاظ نہیں رہتا کہ دوکان
کا نام مول چند مدن مل کیوں رکھا گیا یہ امر [illegible] ہے کہ چینی لال کی اصلی دوکان جولاہیاں
تھی اگر اوس نے دوسری دوکان نگر کا دل میں اپنے نام سے نہیں بلکہ اپنے عمزاد بھائی
مول چند کے نام سے قایم کی تو اوس کی وجہ سے اوس کی ملکیت زائل نہیں ہوسکتی ۔

اس مقدمہ میں تبنیت کی بنا پر کوئی شخص دعویدار نہیں ہے بلکہ تبنیت کی بحث صرف مدعی
علیہ کی جوابدہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے مدعی علیہ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ اوس نے مولچند
کے فوت ہونے کے بعد بطور خود جائداد پر قبضہ کرلیا ہے کیونکہ مولچند اوس کے باپ مدن مل
کا متبنی بیٹا اور لاولد تھا اس لئے وہ اوس کا وارث تھا ۔

ہماری رائے میں مدعی علیہ کی جوابدہی صرف اوس صورت میں تسلیم کی جا سکتی ہے جب
وہ مولچند کی تبنیت کے واقعہ کو اور نیز اس واقعہ کو پوری طور پر ثابت کرتا کہ دوکان
کا مال مدن مل کی ملک تھا ۔

ہمیں اجلاس کامل کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ مولچند کی تبنیت ثابت ہے اس
واقعہ کے اثبات کے لئے جو دو گواہ منجانب رڈر آدمل مدعی علیہ پیش کئے گئے ہیں اون میں
سے ایک تو صرف کامالی دوسرا مسٹھہ ہے ہندوؤں میں عام عمل درآمد یہ ہے کہ تبنیت کی رسم
کے موقع پر اہل برادری جمع ہوتے ہیں برادری کا ایک گواہ بھی نہ پیش ہونا نہایت مشتبہ معلوم
ہوتا ہے ایسی حالت میں ہم . مولچند کی تبنیت کو ثابت قرار دینے کے لئے تیار نہیں ہیں
اور ہم اس کے قبل بیان کرچکے ہیں کہ ابنا بالی بیوہ مدن مل کے فوت ہونے کے بعد کل جائداد
چینی لال کے قبضہ میں آچکی تھی اور رڈر آدمل مدعی علیہ نے یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ چینی لال
نے وہ جائداد مولچند کو واپس دی اوس کا یہ بیان ہے کہ مولچند کے واپس آنے پر چینی لال
نے جائداد رڈر آدمل کو دی ۔ اور رڈر آدمل نے وہ جائداد مولچند کو دی ۔ اس بیان کی تائید میں

کو دخل مکان یا دوکان مول چند۔ مدن لال واقع ڈگر گاؤن پر دلایا جائے اور مقدمہ ڈگری عذرخرچہ مدعیان مدعی علیہ ادا کرے۔

اس ڈگری کی ناراضی سے فریقین نے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ کیا مجلس عالیہ عدالت نے مدعی علیہ کا مرافعہ منظور کرکے مدعی کا دعویٰ معہ خرچہ خارج کیا۔

اس ڈگری کی ناراضی سے مدعیان نے جوڈیشل کمیٹی میں حسب دفعہ ۴۳ ضمن الف ضابطہ جوڈیشل کمیٹی مرافعہ کیا ہے۔ ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث نہایت تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

ہماری رائے میں اجلاس کامل کو اس مقدمہ کے تصفیہ میں تسامح ہوا ہے۔ اجلاس کامل نے مدعیان کا دعویٰ خارج کرنے میں زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ مدعیان اپنے باپ چینی لال کی تبنیت ثابت نہیں کر سکتے ہیں اگر مدعیان تبنیت کے ادعا سے دعویدار ہوتے تو ہمیں بلحاظ روئداد مثل اون کے اخراج میں اجلاس کامل سے اتفاق کرنے میں تامل نہ ہوتا۔ لیکن مدعیان تبنیت کی بنا پر دعویدار نہیں ہیں اون کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ اون کے پدر نے اپنے ذاتی سرمایہ سے دوکان قائم کرکے مول چند کو اپنا کارندہ مقرر کیا تھا۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا مدعیان نے اس بیان کو ثابت کیا ہے۔

ہماری رائے میں یہ بیان دستاویزی اور لسانی شہادت سے اور بالخصوص سوداول مدعی علیہ کے بیان سے پوری طور پر ثابت ہے عدالت فوجداری کے فیصلہ اور روداد مدعی علیہ کے بیان سے یہ امر پوری طور پر ثابت ہے کہ ابنابائی بیوہ مدن لال کے انتقال کے بعد کل جائداد پر چینی لال پدر مدعیان نے قبضہ کر لیا تھا رورآور مل مدعی علیہ نے چینی لال کے مقابلہ میں فوجداری استغاثہ کیا ~~کیا~~ یہ استغاثہ عدالت سے خارج ہوا مدعی علیہ رورآور مل نے عدالت میں خود یہ بیان کیا کہ اوس کے استغاثہ کی تائید میں گواہی دینے کے لئے گاؤں کا ایک آدمی بھی رضامند نہیں ہے استغاثہ پیش ہونے پر دوکان کا سامان عدالت فوجداری کے قبضہ میں لے لیا گیا تھا اور استغاثہ کے اخراج کے ساتھ ہی دوکان کی کل جائداد پر چینی لال کا قبضہ دیا گیا اور اوس سے مچلکہ لئے گئے۔ اس کارروائی کے معائنہ کے بعد اس امر کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ مدن لال پرتاب مل کی دوکان پر مدن لال کے انتقال کے بعد اوس کی بیوہ ابنابائی کا قبضہ ہوا اور اوس کے انتقال

حساب کتاب ہو اور اوسی پر عمل ہو۔

مدعیان کی جانب سے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ پیش کیا گیا کیونکہ وہ کل منافعہ جائداد کا حساب کتاب طلب کرتے تھے۔ اجلاس کامل نے عدالت ابتدائی کی اوس تجویز کو بحال رکھا کہ جو منافعہ جائداد کا دستاویز میں معین کیا گیا ہے اوس سے زیادہ مجرا پانے کے مستحق مدعیان نہیں ہیں۔

لیکن بلحاظ دفعہ ۲۱۳ مجموعہ ضابطہ دیوانی مزید حساب و کتاب کرنا اوس وجہ سے غیر ضروری سمجھا کہ مرتہنان اصل زر رہن کی رقم سے زاید سود پانے کے مستحق کسی طرح نہیں ہو سکتے لہذا ڈگری فک رہن بادائی مبلغ [illegible] اصل و [illegible] سود جملہ [illegible] بحق مدعیان صادر کی۔

مدعیان کی جانب سے یہ مرافعہ جوڈیشل کمشنری میں دائر کیا گیا ہے وہ کل منافع کے حساب و کتاب کے طالب نہیں۔ مدعی علیہم کی جانب سے مرافعہ عکسی دائر کیا گیا ہے جس میں وہ مزید سود کے طالب ہیں جو مرافعہ کہ مدعیان کی جانب سے دائر کیا گیا ہے اوس میں پہلی بحث یہ کی جاتی ہے کہ حسب شرائط رہن نامہ مدعیان جائداد مدعوہ کے منافع کے اعتبار سے حساب فہمی کے مستحق نہیں جو رقم کہ دستاویز میں معین کی گئی ہے وہ اس غرض سے نہ تھی کہ اوس کی پابندی اوس صورت میں ہو جبکہ اصل منافع میں ردوبدل ہو جاوے۔ ہم نے دستاویز کے مضمون پر غور کیا ہماری رائے میں مرافعان مدعیان کی بحث صحیح ہے قانون رہن کا عام اصول یہ ہے کہ اگر مرتہن جائداد مرہونہ پر قبضہ کرے تو وہ اوس جائداد کے منافع کی حساب فہمی کا ذمہ دار ہے البتہ اگر اس عام اصول کے خلاف فریقین میں کوئی ایسی شرط باہمی قرار پائے جس کی رو سے کوئی رقم بطور منافع کے بلا لحاظ اصل منافع کے معین کر دی جاوے تو پھر فریقین ایسی شرط کے پابند ہو جاتے ہیں۔ رہن نامہ میں منافع کی بابتہ جو شرط ہے وہ حسب ذیل ہے۔

"و بعد انقضای پنج سال بلا بالی متوالی مبلغ مذکور الصدر مع سود بحساب [illegible] یکصد روپیہ"
"دو باستر ضای طرفین مقرر نمودہ شد و رقم سود مبلغ مذکور الصدر [illegible] پنجاہ و ہفت روپیہ"
"و دوازدہ آنہ حالی [illegible] و منافع [illegible] مذکور [illegible] بیست روپیہ است"
"بس در منافع [illegible] ہشت روپیہ کرایہ ملکی [illegible] مذکور [illegible]"

اس امر کہ شراب کی واقعی آمدنی مجرا دینے کے بعد مرتہن کو کس قدر رقم سود کی بابت واجب الوصول ہوگی جب تک بطور واقعہ کے یہ نہ معلوم ہو کہ مرتہن کو سود کی بابت اصل رقم سے زیادہ یافتنی ہے اوس وقت تک یہ مسئلہ تصفیہ طلب نہیں قرار دیا جا سکتا کہ آیا رہن کی ڈگریوں سے بھی دفعہ ۲۳۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے احکام متعلق ہیں۔ ان وجوہ سے میں اس مسئلہ کے متعلق اظہار رائے سے اجتناب کرتا ہوں۔ لہذا فدوی نہایت ادب سے بیشگاہ حضوری میں یہ رائے عرض کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے کہ اجلاس کامل کا فیصلہ منسوخ کیا جائے اور یہ مقدمہ عدالت ابتدائی میں اس غرض سے واپس بھیجا جائے کہ جائداد مرہونہ کے واقعی منافع کے لحاظ سے اس امر کا تعین کرے کہ کس قدر رقم از روئے حساب باقی ہے اور اوس کے لحاظ سے مقدمہ کا حسب ضابطہ تصفیہ کرے جو نتیجہ آخر پر منحصر ہوگا۔ اس رائے کی ایک نقل مثل بالا کے مرافعہ مکلی میں شامل کی جائے۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر و نواب سراج یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے

بحث وکلائے فریقین سماعت ہوئی اس مقدمہ میں ۵ شوال ۱۲۹۵ء مطابق ۱۵ آبان ۱۲۹۴ف کورام لال نے اڈہ گری سے فرنشی اوری لال و سدہوری لال کے پاس بعوض مبلغ ۱۵۰ روپیہ رہن بالقبض کیا مدعیان رتن لال و غازی لال اصل راہن کے ورثا قائم مقام ہیں اور انہوں نے دعوے فک رہن بمقابلہ مدعی علیہم جو مرتہنان کے قائم مقام ہیں دائر کیا۔ عرضی دعوے میں مدعیان نے یہ بیان کیا کہ جائداد مرہونہ کے منافع سے اصل و سود ادا ہو چکا ہے مدعیان کے حق میں ڈگری فک رہن صادر کی جائے اور جو زائد رقم منافعہ مدعی علیہم وصول کر چکے ہیں اوس میں سے مبلغ ۔۔۔ روپیہ بطور واصلات گذشتہ ۰ سال کی بابت دلائے جائیں۔ مدعی علیہم کی اصل جواب دہی یہ ہے کہ حسب شرائط رہن نامہ جو منافع جائداد کا رہن نامہ میں معین کر دیا گیا ہے اوس سے زیادہ کسی رقم کے مجرا پانے کے مدعیان مستحق نہیں ہیں۔

عدالت ابتدائی نے مدعی علیہم کے اس عذر کو منظور کر کے ڈگری فک رہن بحق مدعیان بادائی اصل زر رہن مبلغ ۱۵۰ روپیہ و سود ۱۲ فیصدی ماہانہ کے حساب سے صادر کی لیکن ڈگری میں یہ حکم دیا کہ جو منافعہ جائداد کا رہن نامہ میں معین ہو گیا ہے اوسی لحاظ

"آب شبہ فروشان دو روپیہ بابت بازاری جملہ دوصد روپیہ فی ماہ دادہ
باقی سی و سہ روپیہ"

"در سود خود حجرا گرفتہ باشند و آنرا باب چندان کہ رقم باقی سودی
بابت مطالبہ اقرار"

"در قیمت ما لعدہ را اصل مع سود بقیہ بعد سالش ساختہ بجنسہ بلا عذر بہ مرتہنان
مذکورین"

"در ادا نمودہ فک رہن ادہ - گری مذکورہ خواہم نمود"

اگر فریقین کا یہ منشاء ہوتا کہ سود میں منافع کی ایک معین رقم مجرا دی جائے تو پھر
کسی حساب وکتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی سود کی ایک معین رقم ہمیشہ اضافہ ہوتی رہتی
اور وہی معین رقم اصل میں شامل کرنے سے مرتہن کا زر اصل و سود معین ہو جاتا۔
مگر کل دستاویز پڑھنے سے یہ صورت نہیں معلوم ہوتی ہے دستاویز کی عبارت سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ زر اصل زر رہن پر [رقم] روپیہ سیکڑہ ماہواری سود معین کیا گیا تھا اور
اس کے متعلق یہ تجویز کیا گیا تھا کہ بعد انقضاء میعاد حساب اصل و سود بقیہ کا حساب
کیا جائے گا اور بعد حساب کے جو رقم باقی ہوگی اوسی رقم کی ادائی پر فک رہن ہو سکے گا۔
جائداد کی آمدنی کی بابت یہ لکھا ہے کہ [رقم] روپیہ ماہوار اوس کا منافع
ہے اور اس میں چند رقوم ادا ہو چکے مبلغ [رقم] ماہوار منافع بچتا ہے جو کہ مجرا ہوگا۔
اس کے معنی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس وقت جائداد رہن کی گئی اوس وقت اس کا منافع
اسی قدر تھا۔ فریقین کا یہ منشاء نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اوس منافع میں اضافہ ہوتا
تو راہن اوس اضافہ سے مستفید نہ ہو سکے گا۔ بادی النظر میں ایسی شرط کی کوئی وجہ
نہیں معلوم ہوتی ہے بالخصوص جبکہ [رقم] ماہانہ سود کی قرارداد ہوئی تھی۔
اگر تاریخی تعبیر اختیار نہ کی جائے تو مرتہن [رقم] فیصدی ماہوار سے بہت زیادہ
سود پائے گا۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ سود لیگا اور دوسری جانب وہ اوس املاک کے زائد منافع سے
بھی مستفید ہوگا۔ حالانکہ فریقین کا یہ منشاء نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مرتہن اس غیر معمولی
سود سے بھی زیادہ کسی صورت میں مستفید ہو۔ اگر اتفاق سے یہ جائداد زائل ہو جاتی یا اوس
کا منافع کم ہو جاتا تو اوس وقت غالباً اس پر استدلال کرتا کہ وہ ہر صورت میں ایک

کی ڈگری رہن سے متعلق کرنا ضروری پایا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ
اس باب کی دفعہ ۲۳۶ متعلق کیون نہ کی جاوے البتہ اگر دفعہ ۲۳۶
میں کوئی ضابطہ ایسا ہوتا کہ جو باب ۳۴ متعلق رہن کے کسی ضابطہ
سے متضاد ہوتا تب تو یہ امر غور طلب ہوتا کہ دفعہ ۲۳۶ کہاں تک
متعلق کی جاوے مگر بادی النظر میں کوئی ایسا تضاد نہیں معلوم ہوتا دفعہ ۲۳۶
میں حساب کتاب کرنے کا ایک عام اصول بتلایا گیا ہے جو رہن کے مقدمات سے بھی
متعلق کیا جا سکتا ہے

دفعہ ۲۳۶ کا اصل منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود معاہدہ ہونے کے
کوئی داین اصل کی رقم سے زائد کا مستحق نہ قرار دیا جاوے قانون کا منشا
یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جب داین کی حیثیت مرتہن کی ہو تب یہ رعایت مدیون
کے ساتھ ملحوظ نہ رکھی جاوے عام اصول تو یہ ہے کہ جب مدیون اپنی
جائداد کو کفالت میں دیتا ہے تو سود میں وہ رعایت کا مستحق ہے
اگر دفعہ ۲۳۶ کو ہم رہن کے مقدمات سے متعلق نہ کریں تو نتیجہ
یہ ہوگا کہ معمولی مدیون تو زر اصل سے سود زائد دینے کا ذمہ دار نہیں ہے
لیکن جب کبھی وہ اپنی جائداد رہن کردے یا کفالت میں دیدے تب وہ زر
اصل کا چوگنا جیسی کہ حالت ہو دینے کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

ہماری رائے میں واضعان قانون کا یہ منشا ہرگز نہیں ہوسکتا تھا
ہم کو اس مقدمہ کے طے کرنے میں ہندو لا یا قانون متاکشرا میں جانے کی
ضرورت نہیں ہم کو صرف دفعہ ۲۳۶ ضابطہ دیوانی کی تعبیر کرنا ہے یہ دفعہ
ہر مذہب و فرقہ کے شخص سے متعلق ہے خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی
ہو یا مسلم ہو۔ یہ دفعہ ہر مدیون کے فائدے کے لئے منضبط کی گئی ہے
ان وجوہ سے ہماری رائے میں ڈگریات رہن میں بھی عدالتوں کو دفعہ ۲۳۶
ضابطہ دیوانی پیش نظر رکھنا چاہئے اس امر کو طے کرنے کے بعد کہ دفعہ ۲۳۶
متعلق ہے اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ڈگری کن الفاظ میں مرتب کی جاوے
تاکہ وہ ڈگری ہر صورت پر جو بعد حساب کتاب پائی جاوے حاوی ہو اور پھر اس

یہ نہیں معلوم ہے کہ حساب کرنے کے بعد مرتہن کا زر اصل کس قدر نکلیگا۔ لیکن تاہم اس امر نزاعی کا
کہ آیا مرتہن سود کی بابتہ اصل زر رہن کی رقم سے پا سکتا ہے یا نہیں تصفیہ کردینا ضروری خیال
کرتے ہیں عدالت العالیہ نے اس مسئلہ کا صاف طور سے تصفیہ کردیا تھا اب ہم اگر اس کو
بلا تصفیہ چھوڑ دینگے تو پھر اگر مرتہن کا باقی اصل سے زائد نکلا تو عدالت ابتدائی تشویش
میں پڑجائیگی۔ اگر عدالت ابتدائی نے اصل کی رقم سے زیادہ سود کی بابتہ ڈگری کردیا تو ممکن ہو
کہ یہ مقدمہ اسی ایک امر کے فیصلہ کے لیے زینہ بہ زینہ جوڈیشل کمیٹی تک پہنچ جائے جس سے
فریقین کو بیجا زحمت اور زیر باری ہوگی۔ مقدمہ دس برس سے زائد کا پیدا ہوچکا ہے
الغرض ان وجوہ سے ہم دفعہ ۲۳۶ ضابطہ دیوانی کی تعبیر کے متعلق بھی اپنی رائے کا اظہار کردینا مناسب
سمجھتے ہیں اور اوسی تعبیر کے بموجب ڈگری تیار کیے جانیکا مشورہ دینگے۔ دفعہ ۲۳۶ ضابطہ
دیوانی کا عنوان یہ ہے۔

"سود محسوب کرنے کا طریقہ اس کے تحت میں یہ تبلایا گیا ہے کہ سود اوسی طریقہ
سے محسوب کیا جائیگا۔ جس کا معاہدہ فریقین نے کیا ہو مگر شرط یہ ہے کہ حسب فقرہ ہذا جو سود دلایا جائے
اوس کی مقدار کسی حالت میں زر اصل سے زیادہ نہیں ہوگی۔

بحث یہ ہے کہ جب فک رہن کی ڈگری میں ہم راہن کو روپیہ ادا کرنے کا حکم دیں تو
پھر ہم پر اس دفعہ ۲۳۶ کی پابندی لازمی ہے یا نہیں۔
دفعہ ۲۳۶ ضابطہ دیوانی باب ۲۱ میں واقع ہوئی ہے جس کا تعلق زیادہ تر ترتیب
فیصلہ اور ڈگری سے ہے۔ مقدمات متعلقہ رہن کی بابتہ ضابطہ دیوانی نے باب ۳۶ میں
کچھ ضابطہ معین کیا ہے لیکن اس میں وہ عام اصولی باتیں جو کہ باب ۲۱ میں مدون
ہوچکی تھیں دوبارہ باب ۳۶ میں نہیں دہرائی گئیں کیونکہ اوس کی ضرورت نہ تھی۔ ہم نے
لائق وکیل فریقین سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس حد تک بحث کرنے کے لیے
تیار ہیں کہ باب ۲۱ کی کوئی دفعہ باب ۳۶ مقدمات رہن سے متعلق نہ کی جائے انہوں نے جواب دیا
کہ ایسا نہیں ہوسکتا ورنہ مہمل نتائج پیدا ہونگے کیونکہ باب ۲۱ میں بہت سی اصولی باتیں
تبلائی گئی ہیں جو کسی طرح ترتیب ڈگری کے وقت فروگذاشت نہیں کی جائینگی
(ملاحظہ ہو دفعہ ۲۰۲) وغیرہ وغیرہ۔ ان سب امور کی پابندی فک
[illegible]

وجہ سے دوبارہ اس مقدمہ کو جوڈیشل کمیٹی میں لانے کی ضرورت نہ باقی ہے چونکہ بہ
حساب کتاب کے دو صورتوں کا ہونا ممکن ہے ایک صورت یہ کہ کل زر رہن و سود
منافع سے ادا ہو چکا ہے اور راہنان اوس منافع کے مستحق پائے جاتے ہیں جو کہ
اندرون چھ سال قبل مرتہنان نے وصول کیا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ خود
مرتہنان کا باقی نکلتا ہے ان دونوں صورتوں کو پیش نظر رکھ کر ہماری رائے میں حسب
ذیل الفاظ میں ڈگری کا صادر کیا جانا مناسب ہوگا۔

ڈگری عدالت العالیہ مورخہ ۵ آذر ۱۳۳۲ف منسوخ کی جائے اور
مقدمہ عدالت ابتدائی میں واپس بھیجا جائے اور تحقیقات میں حساب و کتاب
بلحاظ اصل منافع جائداد کے کیا جائے۔ زر رہن کو دستاویز کی شرح کے
حساب سے سود دلایا جائے اور جائداد کا جو کچھ منافع ہو وہ اوس میں سے مجرا کیا جائے
اس طرح حساب کرنے کے بعد اگر اندرون چھ سال قبل از رجوع نالش کل رقم
ادا ہو جاتی ہو تو جو منافع کہ مرتہنان نے تاریخ ادائی سے مدعیان کو دخل حاصل
ہونے کی تاریخ تک وصول کیا ہو اوس قدر رقم مع سود کے مرتہنان [illegible] راہنان
کو ادا کریں۔

اگر زر رہن و سود تاریخ رجوع نالش سے چھ برس سے پہلے قبل وصول ہو چکا ہو تو چونکہ
مدعیان صرف ۶ سال کا گذشتہ منافع اپنے عرضی دعوی میں طلب کرتے ہیں
لہذا تاریخ رجوع نالش سے ۶ سال قبل کا منافع نیز اوس دوران مقدمہ
کا منافع جب تک مرتہنان قابض رہے ہیں مدعیان کو دلایا جائے۔ لیکن اگر اس
طرح حساب و کتاب کرنے کے بعد زر رہن ادا نہیں ہوتا ہے تو ڈگری فک رہن
بادائی اوس قدر زر رہن و سود کے جو کہ باقی مرتہنان قرار پائے حسب دفعہ ۹۲
مجموعہ ضابطہ دیوانی مرتب کی جائے۔ لیکن کسی صورت میں سود کی رقم اصل رقم
زر رہن سے زائد نہ دلائی جائے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم اعلیٰ بارگاہ خسروی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ حسب
اشارات مندرجہ صدر ڈگری بحق مدعیان صادر فرمائی جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۲ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۳۵۰

"آیا مدعی کا باپ اپنی وفات تک اس موضع کے مالی وکو توالی مقدمی کے وطن کا قابض تھا اور وہ بہ حیثیت مالک اس سے مستفید ہوتا رہا"

مجلس عالیہ عدالت نے مقدمہ عدالت ابتدائی میں غرض تعلم مزید شہادت روانہ کیا۔ عدالت ابتدائی سے جب کارروائی مجلس عالیہ عدالت میں واپس آئی تو مجلس عالیہ عدالت نے رائے ظاہر کی ہے کہ سابقہ رائے میں کسی تبدیلی کا موقعہ نہیں ہے۔

ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی۔ اس مقدمہ میں خود مدعی کے عرضیدعویٰ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مدعی کا باپ بتاریخ ۵ امرداد ۱۳۲۶ف فوت ہوا۔ عرضیدعویٰ کے فقرہ (۵) میں مدعی نے یہ بیان کیا ہے کہ "اپنے واجبی حقوق سے مدعی بیدخل و محروم ہے تاریخ وفات مورث سے منتج اوطان مسدود ہو گیا ہے" مدعی نے دعویٰ بتاریخ ۱۴ آبان ۱۳۳۶ف رجوع کیا ہے۔ خود مدعی کے بیان کردہ واقعات سے ظاہر ہے کہ اس نے استقرار حق کا دعویٰ بیدخلی سے چھ سال سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد رجوع کیا ہے۔ ایسی حالت میں مجلس عالیہ کا فیصلہ صحیح ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ بارگاہ خسروی میں یہ رائے معروض کرتے ہیں کہ مرافعہ معہ خرچہ خارج کیا جائے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ ۱۳۲۶ف صفحہ ۱۵۷ آئین دکن جلد ۳۳ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۳۹ نظائر دکن جلد ۷ بابتہ ۱۳۳۴ف صفحہ ۳۶۴۔

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب راجہ بجا اتمہ صاحب مشیر قانونی و نواب مرزا یار جنگ بہادر و نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان

تاروڑ راگھو پینڈ راؤ وغیرہ (مدعیان) مرافعان

بنام

سری الوری نرسہوان راجو وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

تنسیخ بیعنامہ۔ فریب۔ مرافعہ جوڈیشل کمیٹی حسب دفعہ (۳) ضمن الف ضابطہ جوڈیشل کمیٹی۔ مرافعہ کا

[illegible]

بنا رائے تجویز اجلاس کامل عدالت العالیہ مورخہ ۲۸ فروردی ۱۳۳۵ف منشاء اینکہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور۔

قائم مقامان کے ذمہ عائد ہو۔

اس بارے کی نقل دوسرے مرافعون مین شریک کیجائے

دکن لا رپورٹ جلد ۱۰ بابتہ ۱۳۲۶ف صفحہ ۔ آئینہ دکن جلد ۳۳ بابتہ ۱۳۲۹ف صفحہ ۱۵۴

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالی جناب راجہ جگناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان

مرافع — مالیہ و نیکٹ راما فوت قائم مقام وینکٹ ریڈی (مدعی)

بنام

مرافعہ علیہ — غلام احمد خان (مدعی علیہ)

استقرار حق وطن مالی پٹیلی ۔ بیدخلی بغرض تمادی ۔

تجویز ہوئی کہ جبکہ عرضی دعوے سے ظاہر ہے کہ مدعی نے استقرار حق کا دعوے بیدخلی سے

چھ سال سے زائد عرصہ گذر جانیکے بعد پیش کیا ہے ایسی حالت مین تمادی عارض ہے۔

منجانب مرافع راجہ نرسنگ راؤ صاحب وکیل منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل

اس مقدمہ مین مدعی مرافع نے استقرار حق وطن مالی و کوتوالی پٹیلی کا دعوے اس بیان سے دائر کیا کہ مدعی علیہ کو موضع بلارم کا قول تحت دستور العمل دیہہ دیران عطا کیا گیا ہے۔ قول کی عطا کے ماقبل زمانہ سے مدعی کا باپ اس موضع کا پٹیل تھا لیکن اوس کے انتقال کے بعد مدعی علیہ نے مدعی کو بیدخل کر دیا ہے۔

عدالت ابتدائی نے دعوے اس بناء پر خارج کیا کہ دعوے مین تمادی عارض ہے صدر عدالت اور مجلس عالیہ عدالت نے بھی عدالت ابتدائی کی رائے سے اتفاق کیا۔ مجلس عالیہ عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے مدعی نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ کیا اور بذریعہ فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ یہ مرافعہ جوڈیشل کمیٹی کے تفویض کیا گیا۔ جوڈیشل کمیٹی نے اس مقدمہ کی سماعت کر کے حسب ذیل تنقیح قائم کر کے مقدمہ مجلس عالیہ عدالت مین واپس بھیجا۔

بلا ملاحظہ تجویز عدالت ماتحت صادرہ ۹ آبان ۱۳۲۸ف منظر اینکہ مرافعہ تا منظوری حصہ مرافعہ علیہ عائد ہو۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ کی سماعت بتاریخ ۲۹ مہر ۱۳۳۲ف ختم ہو چکی تھی اور اوس کے بعد سماعت فیصلہ کیلئے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی تھی اور نہ اوس کی اطلاع مرافعہ کو دی گئی تھی۔ جب اس کا علم کا فیصلہ پیش ... مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۴۲ کے احکام کے لحاظ سے فریقین یا ان کے وکلاء کو سماعت فیصلہ کی تاریخ کی اطلاع دی جانی لازمی تھی جس کی تعمیل نہیں کی گئی مرافعان کو جب فیصلہ کی اطلاع ہوئی اس کے بعد فوراً نقل حاصل کر کے مرافعہ دائر کیا اس کے متعلق مرافعان کی جانب سے حلف نامہ بھی پیش ہوا۔

اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ہماری رائے میں مرافعان کو قانون میعاد کی دفعہ ۵ سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا جاسکتا ہے اور ہم عذر ابتدائی نامنظور کرتے ہیں نفس مقدمہ کے متعلق لائق وکیل مرافع نے اس بارے میں کوئی بحث نہیں کی کہ عدالتہائے تحت نے یہ قرار دیئے ہیں کہ مدعی علیہم کا فریب ثابت نہیں ہے کوئی غلطی کی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جب تک مدعی علیہم کا فریب ثابت نہ ہو اس وقت تک دستاویز کی تنسیخ کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

لائق وکیل مرافع نے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ اکیوٹی کے اصول کے لحاظ سے اون کو انہیں رقم کی ڈگری ملنی چاہئے جو مدعی علیہم کی جانب سے انہیں اس بیعنامہ کی بابت وصول شدنی ہے ہم اس بحث کو قبول نہیں کر سکتے۔ مدعی نے صرف دعوی میں صرف تنسیخ دستاویز کا ادعا کیا ہے اور اس مقدمہ میں ہم صرف اس امر کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا مدعی دستاویز مذکور کی تنسیخ کا مستحق ہے اس مقدمہ میں ہم اس امر کا تصفیہ نہیں کر سکتے کہ مدعی کو مدعی علیہ سے بیعنامہ کی بابت کونسی قدر رقم وصول شدنی ہے

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کیساتھ بارگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ مع خرچہ نامنظور کیا جائے

دکن لاء رپورٹ جلد ۱ بابتہ ۱۳۲۶ف صفحہ ۲۶ - آئین دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۴۹
نظائر دکن جلد ۲ بابتہ ۱۳۳۱ف صفحہ ۴۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و پنڈت کیشوراؤ صاحب و نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان

نارائن ونایک (مدعی) مرافع

بنام

اندرون میعاد ہونا۔ چھ ماہ بعد سماعت بحث فیصلہ کا تکمیل پانا۔ دفعہ ۲۲۶ ضابطہ دیوانی۔ دفعہ (۵) قانون میعاد سماعت۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جب تک مدعی علیہم کا فریب ثابت نہ ہو اسوقت تک دستاویز کی تنسیخ کا حکم نہیں دیا جا سکتا

(۲) جب دعوے صرف تنسیخ دستاویز کا ہے تو اوس مقدمہ میں بلحاظ اصول الکیوٹی سیم اس امر کا تصفیہ نہیں کر سکتے کہ مدعی کو مدعی علیہ سے بیعنامہ کی بابت کل زر ثمن وصول شدنی ہے۔

(۳) بروئے دفعہ ۲۲۶ ضابطہ دیوانی فریقین یا اون کے وکلاء کو سماعت فیصلہ کی تاریخ کی اطلاع دی جانی لازمی تھی اس کی اطلاع نہیں دیگئی۔ ایسی صورت میں دفعہ (۵) قانون میعاد سماعت سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا جا سکتا ہے۔

منجانب مرافعان رائے بشیشور ناتھ صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت انباداس راؤ صاحب و پنڈت ہنمنت راؤ صاحب وکلاء

فیصلہ۔ مدعیان مرافعان نے صدر عدالت صوبہ ورنگل میں اس بیان سے دعوے کیا کہ مدعیان نے مدعی علیہم کے حق میں ایک بیعنامہ کی تکمیل کی تھی اور مدعی علیہم نے اپنا تمول ظاہر کرکے ایک پرامیسری نوٹ اون کے حق میں لکھدیا تھا جس کی رقم ہنوز وصول نہیں ہوئی ہے جائداد مبیعہ ان کے قبضہ میں ہے اسلئے بیعنامہ قابل تنسیخ ہے اون کی استدعا یہ تھی کہ دستاویز بیعنامہ مورخہ ۱۶ خورداد ۱۳۳۷ف جو منجانب مدعیان بحق مدعی علیہم تکمیل پائی ہے کلیتاً کالعدم و منسوخ قرار دی جائے اور خرچہ عدالت بذمہ مدعی علیہم عائد ہو۔

صدر عدالت نے قرار دیا کہ مدعیان مدعی علیہم کا کوئی فریب ثابت نہیں کر سکتے ہیں اسلئے عدالت نے دعوے مع خرچہ خارج کیا۔

اوس کی ناراضی سے اجلاس کامل میں مدعیان نے مرافعہ کیا اور اجلاس کامل نے بفیصلہ مرافعہ نامنظور کیا۔

اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے مدعیان نے جوڈیشل کمیٹی میں حسب دفعہ ۴ ضمن ۱ ضابطہ جوڈیشل کمیٹی مرافعہ کیا۔

ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

مرافعہ علیہ کے لائق وکیل نے یہ عذر ابتدائی کیا کہ جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ بیرون میعاد پیش ہوا ہے لائق وکیل مرافع نے ہماری توجہ اجلاس کامل کی مثل کی جانب مبذول کرائی جہاں سے

گوپال نرہر راؤ وغیرہ (مدعی علیہم) **مرافعہ علیہم**

دفعہ (۵) قانون میعاد سماعت - استقرار حق وطن دیسپانڈیہ گری - عذر تمادی حلف نامہ کا ناقابل اعتبار ہونا - صداقت نامہ کا باوثوق نہ ہونا - وجہ معقول -

تجویز ہوئی کہ (۱) حلفی بیان مرافع اور مضمون صداقت نامہ طبی دونوں صریحاً متضاد ہیں اسلئے صداقت نامہ ناقابل اعتبار قرار دیا جاتا ہے -

(۲) بلحاظ منشاء دفعہ (۵) قانون میعاد سماعت محض معمولی بیماری کا عذر وجہ کافی متصور نہیں ہو سکتا -

منجانب مرافع پنڈت اناداس راؤ صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہم پنڈت گرراؤ صاحب ونرہر راؤ صاحب وکلاء -

فیصلہ : مدعی مرافع نے استقرار حق حصہ داری دیسپانڈیہ گری کا دعوے مع واصلات کے کیا عدالت ابتدائی نے دعوے عدم ثبوت میں خارج کیا - صدر عدالت نے اُس کا مرافعہ نامنظور کیا اجلاس کامل نے بھی مرافعہ نامنظور کیا - اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا گیا -

ہم نے وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی - مرافعہ علیہ کے لائق وکیل نے ابتدائی عذر یہ کیا کہ جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ بیرون میعاد پیش کیا گیا ہے اور جو حلف نامہ مرافع نے پیش کیا ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور صداقت نامہ طبی باوثوق نہیں ہے - مرافعہ علیہ کے وکیل کی خواہش پر ہم نے اُن کو موقعہ دیا کہ وہ حلف نامہ کے متعلق مرافع پر جرح کریں - جرح میں مرافع نے خود بیان کیا کہ جس حکیم کا صداقت نامہ اوس نے پیش کیا ہے اوس کے زیر علاج وہ اُس زمانہ میں نہیں رہا - جبکہ اُس کو مرافعہ پیش کرنا چاہیئے تھا - صداقت نامہ میں حکیم نے یہ لکھا ہے کہ مرافع اُس کے زیر علاج اُس زمانہ میں رہا ہے خود مرافع کے بیان سے صداقت نامہ قابل اعتبار نہیں متوہم ہوتا - قطع نظر اُس کے محض معمولی بیماری کا عذر قانون میعاد سماعت کی دفعہ (۵) کے منشاء میں وہ وجہ کافی متصور نہیں ہو سکتا - چونکہ مرافعہ مسلمہ طور پر بیرون میعاد پیش ہوا ہے اسلئے وہ قابل اخراج ہے -

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ مع خرچہ خارج کیا جائے

دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۶۸ آئین دکن جلد ۴۳ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۴۲

بنا راضی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۴ ۲ بہمن ۱۳۳۱ف مشتہر اشکہ مرافعہ نامنظور -

نمبر مقدمہ ۹۵ ۱۳۳۷ف منظورہ فرمان مبارک مصدرہ ... ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ

بعد اُس نے بتاریخ ۹ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۹ ف سرکار عالی کے مقابلہ مین اُس جائداد موقوعہ بلدہ حیدرآباد
کے قبضہ کا دعوے کیا جو مجلس عالیہ عدالت کے حکم کے بعد بتاریخ ۹ مہر سنہ ۱۳۲۱ ف بصیغہ لاوارثی
سرکار عالی کے قبضہ مین لیگئی تھی۔ سرکار عالی کی جانب سے اس دعوے کی جوابدہی کیگئی اور منجملہ
اور عذرات کے تمادی کا عذر بھی کیا گیا۔ عدالت ابتدائی نے مدعی کا دعوی تمادی کی بناء پر خارج
کیا۔ عدالت ابتدائی کی یہ رائے ہے کہ مدعی کو اس دعوے مین کامیاب ہونے کے لئے اپنی نسبت
ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور ایسے دعوے سے قانون میعاد سماعت نفاذ سنہ ۱۳۲۲ ف کی مد (۱۰۵)
متعلق ہے جس مین پسر متبنی کے متعلق مزاحمت کی تاریخ سے چھ سال میعاد مقرر کیگئی ہے چونکہ
مدعی کے حق سے انکار سنہ ۱۳۲۱ ف سے ہو رہا ہے اس لئے اوس کا دعوے صریح طور پر خارج المیعاد ہے

اجلاس ابتدائی کے فیصلہ کی ناراضی سے اجلاس کامل مین مرافعہ ہوا اور اجلاس کامل نے
اجلاس ابتدائی کی اس رائے سے اتفاق نہین کیا کہ اُس دعوے سے مد (۱۰۵) متعلق ہے اور اُس
دعوے کو دعوے متروکہ بربناء وراثت قرار دیا۔ لیکن قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۱۴ کے احکام
متعلق کرکے قرار دیا کہ مدعی کو دعوے قانون نشان (۲) سنہ ۱۳۲۲ ف کے نفاذ کی دو سال کے اندر رجوع
کرنا چاہیئے تھا۔ چونکہ اس نے اس مدت کے گذرنے کے بعد دعوے کیا اس لئے دعوے مین میعاد
عارض ہے۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے اب لاڈیدی نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ کیا ہے

ہم نے لایق وکلاء کونسل فریقین کی بحث تفصیل کیساتھ سماعت کی۔ اس مرافعہ کے اغراض
کے لئے ہمین صرف اس مسئلہ کا تصفیہ کرنا ہے کہ اس دعوے مین میعاد عارض ہے یا نہین۔ یہ
امر مسلمہ ہے کہ سرکار عالی نے جائداد متنازعہ پر قبضہ مجلس عالیہ عدالت کے اُس حکم کی بناء پر کیا جو
بصیغہ نگرانی بتاریخ ۹ مہر سنہ ۱۳۲۱ ف صادر ہوا تھا۔ اُس حکم کی تاثیر یہ ہے کہ لاڈیدی اور گنپت رائے
جو اپنے آپ کو وارث بیان کرتے تھے وارث تسلیم نہین کئے گئے اور مجلس عالیہ عدالت نے
قرار دیا کہ کسی قریب کے وارث کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے جائداد کی مستحق سرکار عالی ہے
مجموعہ گشتیات فوجداری سرکار عالی کی دفعہ ۳۴۶ مین حکم ہے کہ وہ مال لاوارث کا معاملہ متعلق
صیغۂ فوجداری ہے وہان سے جو حکم ہوگا تحقیقات سرسری کی بناء پر ہوگا اور شخص ناراض
عدالت دیوانی مین بصیغۂ نالش نمبری چارہ جوئی کرسکتا ہے۔ جس وقت جائداد متنازعہ پر سرکار عالی
نے قبضہ کیا ہے۔ اسوقت قانون جائداد لاوارث نشان (۲) سنہ ۱۳۲۲ ف نافذ نہین ہوا تھا اس
لئے اُس قانون کی دفعہ (۱۴) کے احکام متعلق کرنے کا کوئی موقع نہین ہے۔ اس مقدمہ کے

بعد کل جائداد پر پولیس نے بصیغۂ لاوارثی قبضہ کر لیا۔ عدالت فوجداری میں دو اشخاص نے عذرداری کی۔ ملا ریڈی نے اس بیان سے کہ سماۃ نیلائی نے اُسکو اپنے متوفی شوہر راجہ مل بھوپال کے لئے متبنیٰ لیا تھا۔ اور گنپت راؤ نے اس بیان سے کہ اُسکو رانی ابائی دختر راجہ مل بھوپال نے متبنیٰ لیا ہے۔ چونکہ راجہ مل بھوپال کی جائداد اضلاع اور نیز بلدہ حیدرآباد میں واقع تھی اسلئے اضلاع کی جائداد کے متعلق کارروائی اضلاع کی عدالت میں اور بلدہ کی جائداد کے متعلق کارروائی عدالت فوجداری بلدہ میں ہوئی۔ اضلاع اور نیز عدالت فوجداری بلدہ نے ملا ریڈی کی عذرداری نامنظور کی اور گنپت راؤ کی عذرداری منظور کی۔ عدالتہائے فوجداری کے فیصلہ کے لحاظ سے کل جائداد پر گنپت راؤ کا قبضہ ہو گیا اور جائداد کے متعلق یہ قرار دیا گیا کہ وہ لاوارثی نہیں ہے اور سرکار عالی اُس کی مستحق نہیں ہے اس کے بعد ملا ریڈی نے گنپت راؤ کے مقابلہ میں عدالت دیوانی میں دعوےٰ دائر کیا ۱۳۲۱ف میں جب اس دعوے کے ضمن میں اجلاس کامل میں مرافعہ ہوا تو اجلاس کامل نے یہ رائے قائم کی کہ ملا ریڈی اور گنپت راؤ دونوں کی تبنیت ثابت نہیں ہے اور اس لئے اجلاس کامل نے اُس کارروائی کو بصیغۂ نگرانی طلب کیا جو عدالت فوجداری بلدہ میں ہوئی تھی اور جو صرف جائداد موقوعہ بلدہ حیدرآباد کے متعلق تھی اور اس مثل میں جائداد موقوعہ بلدہ حیدرآباد کے متعلق بتاریخ ۹ مہر ۱۳۲۲ف یہ حکم دیا کہ جائداد پر سرکاری قبضہ کر لیا جائے اُس حکم کی بناء پر جائداد موقوعہ بلدہ حیدرآباد سرکار عالی کے قبضہ میں بصیغۂ لاوارثی کیگئی۔

اضلاع کی جائداد کے متعلق چونکہ اجلاس کامل نے کوئی حکم نہیں دیا تھا اسلئے وہ جائداد بدستور گنپت راؤ کے قبضہ میں رہی۔ اجلاس کامل کے اُس فیصلہ کی ناراضی سے جو دیوانی مقدمہ میں ہوا تھا۔ ملا ریڈی نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا اور گنپت راؤ کے علاوہ سرکار عالی کو بھی جوڈیشل کمیٹی میں فریق بنایا بصیغۂ نگرانی مجلس عالیہ عدالت نے جو حکم دیا تھا اُس کی ناراضی سے فریقین میں سے کسی کی جانب سے کوئی کارروائی نہیں کیگئی۔ جوڈیشل کمیٹی میں سرکار عالی کی جانب سے یہ عذر کیا گیا کہ اس نوبت کارروائی پر سرکار عالی فریق نہیں بنائی جا سکتی ہے اور جوڈیشل کمیٹی نے سرکار عالی کی عذرداری منظور کر کے اُن کو فہرست مرافعہ علیہم سے خارج کیا۔ جوڈیشل کمیٹی نے ملا ریڈی کا مرافعہ منظور کر کے وہ جائداد جو گنپت راؤ کے [illegible] بھوپال کے قبضہ میں تھی اُس کو دلانے کا حکم دیا اور بقیہ جائداد کے متعلق استقرار حق کی ڈگری دی۔ سرکار عالی کے مقابلہ میں جوڈیشل کمیٹی نے کوئی ڈگری صادر نہیں کی۔ جوڈیشل کمیٹی سے ملا ریڈی کے موافق فیصلہ ہونے کے

ارتکاب کا آلہ بنایا جائے۔ ہمارے خیال میں اس دفعہ کا یہ منشا نہیں ہے اور اس کے خلاف جو رائے قایم کیگئی ہے وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ دفعہ ۳۰ و ۳۱ ایک ہی اصول پر نہایت مبنی اور ایک ہی قسم کی خرابی کے انسداد کے لئے وضع کیگئی ہیں۔

دونوں دفعات میں اس بے انصافی کی روک کیگئی ہے جو میعاد کے دفعتاً کم ہو جانے سے پیدا ہو سکتی ہے لیس دفعہ ۳۱ کی کوئی ایسی تعبیر قبول نہیں کیجا سکتی جو دفعہ ۳۰ کے صاف و صریح منشاء کے مغائر اور دونوں دفعات کی ضرورت وضع کے یکساں طور پر منافی ہو۔ ہم نہیں خیال کرتے کہ دفعہ ۳۱ اس قسم کے مقدمات سے متعلق ہو سکتی ہے جیسا کہ موجودہ مقدمہ ہے جو موجودہ قانون کے احکام کے لحاظ سے بھی اندرون میعاد ہے۔"

جوڈیشل کمیٹی کی اس رائے کو پیشگاہ خسروی سے بذریعہ فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ شرف منظوری عطا ہو چکا ہے۔ جوڈیشل کمیٹی سے جو رائے منظور ہو جائے اوسکی پابندی جوڈیشل کمیٹی اور نیز مجلس عالیہ عدالت پر لازمی ہے اور دعوے میں تمادی عارض نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ ایک عرض کرتے ہیں کہ اجلاس ذیل کا فیصلہ منسوخ فرمایا جائے اور مقدمہ اجلاس ابتدائی میں اس غرض سے واپس بھیجا جائے کہ مدعی علیہ کی جانب سے جوا عتراضات کیے گئے ہیں ان کا حسب ضابطہ فیصلہ کیا جائے۔ جملہ مرافعہ کا خرچہ نتیجہ آخری پر منحصر ہوگا۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۰ بابتہ ۱۳۲۶ف صفحہ ۹۸ آئین دکن جلد ۳ بابتہ ۱۳۲۲ف صفحہ ۴۹ نظائر دکن جلد ۲ بابتہ ۱۳۲۵ف صفحہ ۱۱۲

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے جنابتھ صاحب مشیر قانونی و نواب ہاشم یار جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان

مرافعان: موشد ارخان وغیرہ (ڈگریداران)

بنام

مرافعہ نمبر ۱۳ ... منظورہ ذریعہ فرمان مبارک ... مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ... ۱۳۳۲ف

بنا بر اتفاق تجویز جلسہ کامل مجلس عالیہ عدالت مورخہ یکم اسفندار ۱۳۲۲ف دفعہ ... انکا ... کی تقسیم جو بعد انتہائے تحت کی ہے اسکو کالعدم قرار دیتے ہیں اور مقدمہ عدالت ابتدائی میں واپس کرتے ہیں۔ اس مرافعہ کا خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہیگا۔

اغراض کے لئے ہمیں اس مسئلہ کا تصفیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ سال ۱۳۲۱ ف میں سرکار عالی کے مقابلہ میں دعوے رجوع کرنے کیلئے کیا میعاد مقرر تھی اُس وقت قانون نشان (۴) سنہ ۱۳۱۱ ف نافذ تھا۔

ہمیں اجلاس کامل کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ یہ دعوے متروکہ کا بربناء وراثت ہے ایسے دعوے کی میعاد قانون مذکور کی مد ۷۹ یعنی ۱۲ سال اُس مورث کی وفات کی تاریخ سے قرار دیگئی ہے جس کے متروکہ کا دعوے ہوا۔ اس جائداد کے متعلق سماۃ ابائی کے انتقال کی تاریخ تک فریقین میں کوئی نزاع نہیں ہوئی اس لئے میعاد کا آغاز سماۃ ابائی کے انتقال کی تاریخ سے ہوگا جو ۲۸ ؍ خورداد سنہ ۱۳۱۳ ف ہے اور اُس کے لحاظ سے قانون نشان (۴) سنہ ۱۳۱۱ ف کے احکام کے لحاظ سے دعوے ۲۸ ؍ خورداد سنہ ۱۳۲۵ ف تک اندرون میعاد ہے قانون نشان (۴) سنہ ۱۳۱۱ ف کے بجائے سنہ ۱۳۲۲ ف میں قانون نشان (۲) سنہ ۱۳۲۲ ف نافذ ہوا اب ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اُس قانون کا اس دعوے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ قانون مذکور کی مد ۱۰۱ میں ایسے دعوے کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ مدعی کے حق سے انکار کی تاریخ سے ۱۲ سال کے اندر دعوے رجوع کیا جانا چاہئیے۔ سرکار عالی نے جائداد اوپر قبضہ ۹ ؍ مہر سنہ ۱۳۲۱ ف کے حکم کی بنا پر کیا ہے اس لئے اس مقدمہ کے اغراض کے لئے مدعی کے حق سے انکار اس تاریخ سے متصور کیا جانا چاہئے اور چونکہ دعوے ۹ ؍ امرداد یا بہشت سنہ ۱۳۲۹ ف کو رجوع ہو چکا ہے اس لئے اس مد کے لحاظ سے دعوے بیرون میعاد نہیں متصور کیا جا سکتا۔ لیکن اجلاس کامل نے قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۳۱ کے احکام متعلق کر کے دعوے خارج المیعاد قرار دیا ہے۔ دفعہ ۳۱ میں حسب ذیل حکم ہے:

"اگر کسی مقدمہ کی میعاد معینہ سابقہ قانون ہذا کی رو سے کم ہوگئی ہو اور اس میعاد کا آغاز قبل نفاذ قانون ہذا ہو گیا ہو تو مقدمہ قانون ہذا کے نفاذ کے (۲) سال کے اندر یا میعاد معینہ قانون سابقہ کے اندر دونوں میں سے جو میعاد پہلے گذر سے رجوع ہو سکیگا"۔

دفعہ (۳۱) کی تعبیر کے متعلق بمقدمہ ویر سانب سیورا ؤ بنام پونم چند جوڈیشل کمیٹی نے تفصیل کے ساتھ اظہار رائے کیا ہے۔

"دفعہ ۳۱ کے مرتب کرنے کی یہ غایت تھی کہ اُن دعاوی کے متعلق جو جدید قانون کے نفاذ کیوقت قابل ارجاع تھے یا جن کی میعاد ختم ہونے والی تھی جدید قانون کی رو سے میعاد معینہ قانون سابقہ میں دفعتاً کمی ہونے سے جو ناانصافی ہونی ممکن تھی اس کا انسداد کیا جائے یہ عجیب نتیجہ ہوگا کہ اگر بجائے ناانصافی کے انسداد کے اس دفعہ کو بالراست ناانصافی کے

منجانب مرافعان مولوی سید عزیز حسن صاحب و مولوی سید خورشید احمد صاحب وکلاء۔
منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید ابوالقاسم صاحب و رائے لشیشور ناتھ صاحب وکلاء۔
رائے بیجناتھ صاحب مشیر قانونی۔ اس مقدمہ میں جوڈیشل کمیٹی سے بتاریخ ۱۷ اسفندار ۱۳۳۰ف
یہ ڈگری ہوچکی ہے کہ مراد خاتون وغیرہ کا مرافعہ نامنظور کیا جائے اور محمد ہوشیار خان وغیرہ مرافعہ علیہ
کے مرافعہ کے متعلق عدالت العالیہ کی ڈگری اسطرح ترمیم کی جائے کہ ان کو فہرست الف کی مندرجہ
جائداد اور فہرست (ج) کی مندرجہ کمداری دیہات میں منجملہ اٹھ سہام کے تین سہام کی ڈگری دی
جائے۔ اس ڈگری کی تعمیل میں عدالت دارالقضاء بلدہ نے مقطعہ جات و مکانات کی تقسیم کی۔
اس کی ناراضی سے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ ہوا۔ اجلاس کامل نے عدالت دارالقضاء بلدہ کا
حکم منسوخ کرکے یہ قرار دیا ہے کہ مقطعہ جات کی تقسیم حسب دفعہ ۲۶۷ مجموعہ ضابطہ دیوانی محکمہ
مال کے توسط سے ہونی چاہئیے اور مکانات اور باغات کی تقسیم کو بھی منسوخ کرکے یہ حکم دیا ہے کہ
مدیون ڈگری کے قبضہ میں جو جائداد فی الواقع موجود ہو اُس کی حسب احکام ڈگری تقسیم ہونی
چاہئیے۔ چونکہ شجاع اللہ خان کے ورثاء فریق ڈگری ہیں اس لئے ان کی مقبوضہ جائداد شریک
ڈگری ہے اور وہ تقسیم میں شریک کیجاسکتی ہے۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی ناراضی سے ہوشیار خان
وغیرہ اور نیز شجاع اللہ خان کے ورثاء کی جانب سے علیحدہ علیحدہ مرافعے پیش ہوئے ہیں۔

ہم نے لایق وکلا فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

ہوشیار خان کے لایق وکیل نے یہ بحث کی ہے کہ دفعہ ۲۶۷ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری کے اختیارات تقسیم کے متعلق سلب ہوجائیں انھوں نے اپنی بحث کی تائید میں حسب ذیل نظائر پر استدلال کیا ہے۔

مدراس	جلد (۱۵)	صفحہ	(۴۳۵)	
بمبئی	"	(۷)	"	(۳۳۲)
"	"	(۲۸)	"	(۲۳۸)
کلکتہ	"	(۴۴)	"	(۷۲۵)

ہم نے ان نظائر کا بغور ملاحظہ کیا۔ ہماری رائے میں ان سے مرافع کی بحث کی تائید نہیں ہوتی ہے۔ پہلے تین نظائر میں صرف یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالت کو محکمہ مال کی کارروائی کے متعلق نگرانی کا اختیار باقی رہتا ہے۔ اس مقدمہ میں سوال یہ ہے کہ بحالیکہ جب ڈگری منتقل

امیر خاتون وغیرہ (مدیونان ڈگری) مرافعہ علیہم

دفعہ ۲۶۷ ضابطہ دیوانی سرکار عالی۔ تقسیم مقطعہ جات کا طریقہ۔ تقسیم جائداد متروکہ کا طریقہ۔

واقعات مقدمہ یہ ہیں کہ جوڈیشل کمیٹی سے بحق ڈگریدار بدین الفاظ ڈگری دی گئی کہ "جائداد مندرجہ فہرست الف درج کے منجملہ $\frac{11}{18}$ حصہ دلا دیا جائے"۔

عدالت دار القضاء بلدہ نے مقطعہ جات اور مکانات کی تقسیم کا حکم دیا اس تجویز کی ناراضی سے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا گیا۔ اجلاس کامل نے یہ حکم دیا کہ مقطعہ جات کی تقسیم حسب دفعہ ۲۶۷ ضابطہ دیوانی محکمہ مال کے توسط سے ہونی چاہیئے اور مکانات اور باغات کی تقسیم کو بھی منسوخ کر کے یہ حکم دیا کہ مدیونان ڈگری کے قبضہ میں جو جائداد فی الواقع موجود ہو اُسکی حسب احکام تقسیم ہونی چاہیئے اور شجاع اللہ خان کے ورثاء فریق ڈگری ہیں لہذا اُن کی جائداد شریک ڈگری اور وہ تقسیم میں شریک کیجا سکتی ہے اس تجویز جلسہ کاملہ کی ناراضی سے ڈگریدار و ورثاء شجاع اللہ خان نے علیحدہ علیحدہ مرافعہ جوڈیشل کمیٹی میں دائر کرد یا جوڈیشل کمیٹی سے تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ ۲۶۷ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کے الفاظ ایکٹ نمبر (۵) ۱۹۰۸ء کی دفعہ (۵۴) سے مختلف ہیں۔ دفعہ ۲۶۷ میں حکم ہے کہ "جب ڈگری کسی ایسی جائداد کی تقسیم کے لئے یا اُس میں کسی حصہ پر علیحدہ قبضہ دلانے کے لئے ہو جو سرکاری مالگزاری کی ادائی کی ذمہ دار ہو تو تقسیم یا علیحدگی تعلقدار ضلع کی معرفت بمتابعت قانون مالگزاری عمل میں آئے گی"۔

ان الفاظ کے لحاظ سے اُس بحث کا موقع نہیں ہے جو کلکتہ جلد ۳۰ صفحہ ۲۵ میں کی گئی ہے لہذا حکم اجلاس کامل صحیح اصول پر مبنی ہے۔

(۲) جوڈیشل کمیٹی کی ڈگری کا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ قطع نظر اس امر کے کہ جائداد مدیون ڈگری کے قبضہ میں ہے یا نہیں۔ ڈگریدار کو کل جائداد کا $\frac{11}{18}$ حصہ دلایا جائے لہذا اجلاس کامل نے جو حکم دیا ہے کہ مکانات اور باغات کی تقسیم سے جو فی الواقع مدیونان کے قبضہ میں ہے اُس کا $\frac{11}{18}$ حصہ دلا دیا جائے صحیح اصول پر ہے۔

(۳) ورثاء شجاع اللہ خان کی یہ بحث کہ سابقہ ڈگری میں اُن کی جائداد شریک نہیں ہے صحیح نہیں ہے جوڈیشل کمیٹی کی ڈگری میں جو الفاظ فی الواقع استعمال ہوئے ہیں اور اُس کے ساتھ جو فہرستیں منسلک ہیں اُن میں اُن کی مقبوضہ جائدادوں کا اندراج ہے لہذا اُن کے عذرات ناقابل سماعت ہیں۔

ہو جائے تو عدالت کو کیا اختیارات باقی رہیں گے بلکہ سوال صرف یہ ہے کہ دفعہ ۲۶۴ کے احکام کے لحاظ سے ڈگری منتقل ہونی چاہیے یا نہیں۔ کلکتہ جلد (۳۴) میں یہ بحث تھی کہ جب کسی سالم محال کی نہیں بلکہ اس کے کسی جزو کی تقسیم ضروری ہو جس سے محاصل سرکاری کے تجزیہ کی ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں عدالت تقسیم کر سکتی ہے یا نہیں اور اجلاس کامل نے قرار دیا ہے کہ عدالت ایسی تقسیم کر سکتی ہے اور اس مقدمہ میں ایکٹ ۱۴ بابتہ سنہ ۱۸۸۲ء کی دفعہ ۲۶۵ کے ان الفاظ پر زور دیا گیا ہے کہ "غیر منقسم شدہ اسٹیٹ" کی تقسیم سے وہ دفعہ متعلق ہے موجودہ مقدمہ میں وہ بحث نہیں ہے اس لئے وہ نظیر متعلق نہیں ہو سکتی۔ تاہم [illegible] اس کے دفعہ (۲۶) مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کے اضافہ ایکٹ (۵) سنہ ۱۹۰۸ء کی دفعہ ۴ سے متعلق ہیں دفعہ ۲۶ میں حکم ہے کہ "جب ڈگری کسی ایسی جائداد کی تقسیم کے لئے ہو یا اس میں کسی حصہ پر علیحدہ قبضہ دلانے کے لئے ہو جو سرکاری مالگزاری کی ادائی کی ذمہ دار ہو تو تقسیم یا علیحدگی تعلقدار ضلع کی معرفت بہ متابعت قانون مالگزاری عمل میں آئیگی"

ان الفاظ کے لحاظ سے اس بحث کا موقع نہیں ہے جو کلکتہ جلد ۳۴ میں کیگئی ہے۔ ہمیں اجلاس کامل کی رائے سے پورا اتفاق ہے اور ہم مرافع کی اس بحث کو منظور نہیں کر سکتے کہ مکانات اور باغات کی تقسیم کے متعلق بھی لائق وکیل ورثاء [illegible] نے یہ بحث کی ہے کہ عدالت دارالقضاء بلدہ نے تقسیم صحیح اصول پر کی ہے۔ ہماری رائے میں جوڈیشل کمیٹی کی ڈگری کا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ قطع نظر اس امر کے کہ جائداد مدیون ڈگری کے قبضہ میں ہے یا نہیں ڈگری دار کو کل جائداد کا [illegible] حصہ دلادیا جائے۔ جو جائداد ہبہ کی گئی [illegible] اور مدیون ڈگری کے مورث نے منتقل کردئے ہیں اُن کی ذمہ داری مدیون ڈگری پر کسی اصول کے لحاظ سے عائد نہیں کیجاسکتی۔ اجلاس کامل نے مکانات اور باغات کی تقسیم کے متعلق جو اصول قرار دیا ہے وہ ہماری رائے میں بالکل صحیح ہے

شجاع اللہ خان کے ورثاء کے لائق وکیل نے یہ بحث کی ہے کہ سابقہ مقدمہ میں اُن کے موکل کی مقبوضہ جائداد کے متعلق عدالت دارالقضاء بلدہ اور اجلاس کامل نے کوئی حکم نہیں دیا تھا اور جوڈیشل کمیٹی نے بھی اپنے فیصلہ میں کوئی تجویز نہیں کی۔ ایسی حالت میں اُن کی مقبوضہ جائداد اس تقسیم میں شریک نہیں کیجاسکتی۔ جوڈیشل کمیٹی سے جو ڈگری فی الواقع صادر ہوئی ہے اُس کے ساتھ جو فہرستیں منسلک ہیں اُن کی مقبوضہ جائدادوں کا اندراج ہے

دوسرا عذر یہ ہے کہ ہمیشہ کا لاتقسیم سیغہ مال پر عمل کرنے میں غلطی کی۔ دفعہ ۲۶۵ ضابطہ کا یہ منشاء نہیں ہے۔ دوسرا مرافعہ بجانب محمد یوسف خان و نصیب خاتون اس عذر پر مبنی ہے کہ اصل ڈگری میں وہ جائداد جو یوسف خان اور شجاع اللہ خان کے حق میں ان کی نانی حلیم خاتون نے ہبہ و بیع کی تھی تقسیم سے محفوظ کیا گیا تھا انھوں کے برخلاف سیغہ تحصیل میں اس کو قابل تقسیم قرار دینا صحیح نہیں خیال کیا جا سکتا۔

ان ہر دو مرافعات کی بحث یکجائی سماعت ہوئی اور ہر دو کی نسبت یکجائی رائے عرض کی جاتی ہے۔ ڈگریداران کے مرافعہ کے عذر اول کی نسبت ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحقیقت ڈگری کا منشاء یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ جو جائداد اس وقت موجود نہیں ہے اور جس کی نسبت یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ وہ کس وقت مدیونان ڈگری کے قبضہ میں آئی تھی اس کی قیمت بھی بغرض تعین جائداد تقسیم طلب شریک کر دی جائے اور اس کے لحاظ سے ۳/۴ حصہ ڈگریداران کو دلا دیا جائے بلکہ یہی منشاء ہو سکتا ہے کہ ہر جائداد میں ڈگریداران ۳/۴ حصہ پانے کے مستحق ہیں اور اس لئے جو جائداد موجود ہو اس میں ان کو [illegible] بالکل ٹھیک ہے کہ گو ڈگریداران صرف ۳/۴ حصہ کے مستحق قرار دئے گئے ہیں مگر ان کو جو کچھ جائداد اس وقت موجود ہے وہ کل کی کل ملجائے اور مدیونان ڈگری اپنے حصص سے کلیتہً محروم ہو جائیں مثلاً اگر جملہ جائداد پانے مندرجہ فہرست الف دعوے کی مالیت اسی ہزار روپیہ قرار دی جائے اور یہ مسلم ہو کہ موجودہ جائداد جو فریقین کے قبضہ میں ہے اس کی مالیت تیس ہزار روپیہ ہے تو بصورت صحت بحث ڈگریداران۔ ڈگریداران اسی ہزار کے ۳/۴ کے مستحق ہونگے جو تیس ہزار ہوتے ہیں۔

لیکن یہ تسلیم کہ کل جائداد موجودہ ڈگریداران کو ملجائیگی اور مدیونان ڈگری کلیتہً متروکہ سے محروم ہو جائینگے ہمارے نزدیک ڈگری کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہو سکتا بلکہ اس خصوص میں صحیح تعبیر بھی مقصود ہوگی جو جلسہ کاملہ مجلس عالیہ عدالت نے فرمائی ہے۔

دوسرے عذر کی نسبت بھی ہماری رائے ہے کہ دفعہ ۲۶۵ کے الفاظ پر غور کرنے [illegible] صحیح تعبیر [illegible] وہ ہے جو مجلس عالیہ نے فرمائی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ متعلقہ حالت کی حد تک ڈگری ایسی جائداد کی تقسیم کی تھی جو سرکاری مالگذاری کے ادا کی ذمہ دار تھی۔ پس ہر دو کے احکام دفعہ ۲۶۵ جائداد کی تقسیم سیغہ مال [illegible] ہونی چاہیئے بوجوہ صدر ہمارے نزدیک

اس بیان سے کیا کہ اُس نے مدعی علیہ سے [illegible] فیصدی سود سے اس شرط سے حاصل کئے
تھے کہ جائداد رہن رہیگی لیکن اس نے فریب سے بیعنامہ رقمی [illegible] سے تکمیل کرا لیا ہے۔

عدالت ابتدائی نے مدعیہ کا دعوٰی ڈگری کیا۔ صدر عدالت نے بھی عدالت ابتدائی کی ڈگری بحال رکھی لیکن
جلسۂ منعقدہ نے دعوٰے اس بنا پر خارج کیا کہ جب مدعیہ کو رہن تسلیم ہے تو اسے انفکاک رہن
کا دعوٰے کرنا چاہئے۔ جلسۂ منعقدہ کے فیصلہ کی ناراضی سے مدعیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے۔
ہم نے لائق وکلاء فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

اس مقدمہ میں اصلی بحث یہ ہے کہ آیا فریب ثابت ہے۔ عدالت ابتدائی اور صدر عدالت
نے فریب ثابت قرار دیا ہے لیکن جلسۂ منعقدہ نے اُس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے۔
ہم نے شہادت شمول مثل کا بغور معائنہ کیا اور ہمیں عدالتہائے تحت کی رائے سے اختلاف
کرنے کی کافی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہماری رائے میں جلسۂ منعقدہ کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ مدعیہ
موجودہ مقدمہ نہیں چلا سکتی ہے۔ جب فریب ثابت ہے تو معاملہ قابل الانفساخ ہو جاتا ہے
اور قانون دادرسی خاص ممالک محروسہ سرکار عالی نشان (۲) سنہ ۱۳۱۲ف کی دفعہ [illegible] کے احکام
کے لحاظ سے دستاویز منسوخ کی جا سکتی ہے دفعہ مذکور میں حکم ہے کہ جب کسی شخص کے مقابلہ
میں کوئی دستاویز کالعدم یا قابل الانفساخ ہو اور اسکو بوجہ معقول یہ اندیشہ ہو کہ اُس کو سخت
مضرت پہونچیگی [illegible] دستاویز کو کالعدم یا فسخ تجویز کرنے کے لئے نالش کر سکتا
ہے اور عدالت حسب صوابدید اپنی ایسی تجویز کر کے اُس کے حوالہ اور مقابلہ اس کے منسوخ کئے
جانے کا حکم دے سکتی ہے۔

موجودہ مقدمہ میں جب یہ ثابت ہے کہ بجائے [illegible] رہن نامہ کے فریباً [illegible] تکمیل کرایا گیا
ہے تو وہ معاملہ قابل الانفساخ ہے اور مدعیہ کو مضرت پہونچنے کا محض احتمال ہی نہیں ہے
بلکہ فی الواقع مضرت پہونچ چکی ہے کیونکہ اس پر بھروسہ کر کے مدعی علیہ محکمہ مال سے
اراضی کا پٹہ حاصل کر چکا ہے ان حالات میں جلسۂ منعقدہ کا مدعیہ کا دعوٰے خارج کرنا کسی
طرح صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔

مدعیہ نے اپنے عرضی دعوے میں [illegible] کی رقم کا وصول ہونا تسلیم کیا ہے اور یہ بھی
لکھا ہے کہ رقم پر (عـہ) فی صد ماہانہ سود ادا کرنے کی قرارداد تھی۔ ایسی حالت میں ہماری
رائے میں قانون دادرسی خاص کی دفعہ ۳۶ کے احکام متعلق کئے جا سکتے ہیں۔ دفعہ مذکور

دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۴۳ف صفحہ ۱۶۹
آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ ۱۳۴۳ف صفحہ ۵۴

نمبر ۱۳۴۳ منظوری فرمان مبارک مورخہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

رو برو دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالی جناب راجہ ... صاحب ... قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان

راجو بائی (مدعیہ) مرافعہ

بنام

پنڈ مصری ناتھ (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

دفعہ ۳۴ و ۳۶ قانون دادرسی خاص نشان (۷) ۱۳۱۷ف - دعوت تنسیخ بیعنامہ - بائعہ کا بیعنامہ کو رہن نامہ سمجھنا - فریب کا عذر منجانب بائعہ - اثبات فریب کی صورت میں دعوے تنسیخ بیعنامہ کا جواز - اثبات فریب کی صورت میں دعویٰ انفکاک رہن کی عدم ضرورت - بائعہ کا زرِ ثمن وصول ہونیکا اور قرارداد سود سے اقبال - بروئے دفعہ ۳۶ قانون دادرسی خاص مدعی علیہ کو معاوضہ دلانا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جلسہ مشفقہ کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ مدعیہ موجودہ مقدمہ چلا نہیں سکتی جب فریب ثابت ہو تو بیعنامہ ممکن الانفساخ ہو جاتا ہے اور قانون دادرسی خاص ... نشان (۷) ۱۳۱۷ف کی دفعہ ۳۴ کے احکام کے لحاظ سے دستاویز منسوخ کی جا سکتی ہے۔

(۲) مدعیہ نے البتہ زرِ ثمن وصول ہونا تسلیم کیا ہے اور اس کو سود کے قرارداد سے بھی اقبال ہے ایسی حالت میں بروئے دفعہ (۳۶) قانون دادرسی خاص بمقتضائے انصاف مدعی علیہ معاوضہ کا مستحق ہے۔

منجانب مرافع پنڈت گرراؤ صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہ پنڈت سری پت راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ - مدعیہ نے ایک رجسٹری شدہ بیعنامہ مورخہ ۶ امرداد ۱۳۲۱ف کی تنسیخ کا دعویٰ

بنا راضی تجویز جلسہ مشفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۳ شہریور ۱۳۳۲ف مشعر اینکہ مرافعہ منظور - دعویٰ مدعیہ خارج - جو ڈگری مدعیہ کے حق میں صادر ہوئی ہے منسوخ - خرچہ مدعی علیہ ذمہ مدعیہ عائد ہے۔

ذمہ داری عائد کرنا چاہیے تو ایسی حالت میں جب تک یہ بیان نہ کیا جائے کہ تکمیل کنندہ رہن نامہ نے بحیثیت منتظم خاندان خاندانی ضرورت کے لئے قرضہ حاصل کیا ہے یا باغراض دوکان داری یا تجارت قرضہ لیا ہے اُس وقت تک غیر شخص ذمہ دار قرضہ مذکور کا نہیں ہو سکتا ہے۔

جبکہ عرضی دعوے سے یا دستاویز متنازعہ سے قرضہ کا لینا بحیثیت منتظم خاندان مشترکہ یا تجارت کے لئے لیا جانا ظاہر نہ ہوتا ہو تو اُس کے بعد پلیڈنگ بدلنے کی اجازت نہیں دی جانی تصفیہ حقوق کی عدالت سے جلد ہونا ایک امر مستحسن ہے نہ کہ قابل اعتراض۔ البتہ اگر مہلت باعث حق تلفی فریقین ہو تو قابل انسداد ہے۔

علیحدہ باب رائے بجناتہ صاحب مشیر قانونی مختلف الرائے۔

(۱) فریقین ہندو ہیں اور اُن سے دھرم شاستر کے احکام متعلق ہیں۔ دھرم شاستر کی رو سے جب کوئی شخص خاندان مشترکہ کی جانب سے معاہدہ کرنے کا مجاز ہو تو جو قرضہ وہ عائد کرے اُس کی ذمہ داری کُل جائداد خاندان مشترکہ پر عائد ہوگی اور خاص صورتوں میں دکان مشترکہ کی علیحدہ جائداد پر بھی ذمہ داری عائد ہو سکیگی۔ منو سمرتی باب (۸) فقرہ (۶۶) رگھونندن باب (۵) فقرہ (۳۳) لغایتہ (۳۶) کا حوالہ دیا گیا۔

(۲) دھرم شاستر کے احکام کی رو سے جب کوئی خاندان سوداگری یا تجارتی کاروبار کرتا ہو تو وہ خاندان تجارتی خاندان ہو جاتا ہے اور تجارت اُس کی کُل جائداد ہو جاتی ہے اور اُس سے تجارت کی سب ذمہ داریاں متعلق ہو جاتی ہیں۔ دھرم شاستر کا یہ عام اصول ہے کہ جب منتظم خاندان۔ خاندان کی ضرورت کے لئے کوئی قرضہ لے تو وہ سب ارکان پر قابل پابندی ہوگا لیکن تجارتی دوکان کے متعلق اس کی ایک استثناء قائم کی گئی ہے یعنی یہ کہ جب کوئی خاندان تجارتی کاروبار کرتا ہو تو وہ ارکان جو کاروبار کرتے ہوں اُنہیں کُل خاندان کی جانب سے معنوی اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروبار کی ضرورت کے لئے قرضہ لیں چونکہ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ [illegible] لیا جا رہا ہے اسے قرضہ کی بابت [illegible] ہے [illegible] مذکور بھی [illegible] آئی ایل آر [illegible] بمبئی جلد ۳۴ صفحہ ۱۰۳ [illegible] الہ آباد جلد [illegible] صفحہ [illegible] کا حوالہ دیا گیا۔

دہرم شاستر۔ ضابطہ دیوانی حصہ ارکان خاندان مشترکہ پر کسی ایک رکن کے فعل سے قرضہ کی ذمہ واری عائد ہوتی ہے یا نہیں۔

اگر رام جیون اور جیٹھہ مل نے بحیثیت منتظم خاندان خاندان کی ضرورت کیلئے قرضہ حاصل کیا ہے تو کوئی شبہ نہیں رہتا اور سکی ذمہ داری موروثی جائداد پر عائد ہوگی یا اگر یہ معلوم ہو کہ اشخاص مذکورہ نے باغراض دوکانداری و تجارت قرضہ لیا تھا تب بھی معمولی طور پر اون کو اس کا اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے افعال سے دیگر ارکان خاندان کو پابند کردیں کیونکہ جب کوئی خاندان تجارتی خاندان متصور ہو تو اوس سے تجارت کی تمام ذمہ داریاں متعلق ہوجاتی ہیں اس مقدمہ کی حالت بالکل دیگرگون ہے۔ عرضی دعوے سے صاف مترشح ہے کہ ابتداءً مدعی کا مقصد صرف بمقابلہ رام جیون و جیٹھہ مل بحیثیت اون کی ذات کے دعوے کرنے کا تھا۔ چنانچہ اوس نے استدعا بھی یہ کی تھی کہ اگر بالفاظ دیگر بذریعہ فروخت قرضہ کی ادائی نہ ہوسکے تو اون اشخاص کی ذات اور دیگر جائداد پر ڈگری دیجائے۔ دستاویز رہن نامہ کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رام جیون اور جیٹھہ مل نے کسی تجارتی ضرورت سے قرضہ نہیں لیا ورنہ اس کا اظہار وہ ضرور دستاویز میں کرتے بلکہ اونہوں نے اپنے آپ کو مالک دوکان دھن جی مل رام بتاکر اپنی ذاتی حیثیت سے قرضہ لیا اور اپنی ذات اور جائداد کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ مکانات کو رہن رکھنے کے بعد ان دونوں نے اپنی ذاتی حیثیت سے کرایہ نامہ بھی لکھدیا ہے۔ پس دعوے جس نوعیت سے کیا گیا ہے اس سے نہ تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرضہ ایک دوکان نے دوسری دوکان سے باغراض تجارت لیا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت منتظم خاندان رام جیون اور جیٹھہ مل کو قرضہ لینے کی حاجت تھی۔ جب مدعی نے محسوس کیا کہ جو جائداد کہ رام جیون اور جیٹھہ مل نے مکفول کی ہے اس میں سورج کرن بھی حصہ دار ہے تو وہ چونکہ اور خاندان مشترکہ کا ذکر کرکے دعوے کی نوعیت بدلنی چاہی مگر اس کی اجازت عدالت ابتدائی نے نہیں دی اور یہ طے کیا کہ دعوے کی ترتیب کے لحاظ سے قانوناً کوئی ذمہ داری سورج کرن پر عائد نہیں ہوسکتی۔ لائق کونسل مرافعہ گذار نے جن نظائر پر استدلال کیا ہے ان کا حوالہ میں ضروری اس وجہ سے نہیں سمجھتا کہ وہ حالات موجودہ مقدمہ کے مطابق نہیں ہیں۔ یہاں نہ تو منتظم خاندان کی حیثیت سے قرضہ لینے کا ذکر ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دوکان نے دوسری دوکان سے باغراض بیوپار قرضہ لیا ہے بلکہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک ساہوکار نے دوسرے ساہوکار سے ذاتی طور پر مکانات گرو رکھ کر قرضہ لیا ہے۔ ایسی حالت

(۳) رہن نامہ کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ رہن [illegible] رام کی دو دکان کے لئے قرضہ لیا گیا ہے
اور تکمیل کنندہ رہن نامہ نے اپنے آپ کو اوس دو دکان کا مالک ظاہر کر کے قرضہ لیا اور ان
دونون نے مکانات مرہونہ کو اپنا مملوکہ و مقبوضہ موروثی ہونا ظاہر کیا ہے۔ رہن نامہ مین اس
امر کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ بہ نظر ضروریات خاندانی قرضہ جات و تجارت رقم قرضہ لی گئی ہے
ایسی حالت مین غیر فریق رہن نامہ محض اس وجہ سے [illegible] نہین ہو سکتا کہ وہ دستاویز
کا فریق نہین ہے۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔
منجانب مرافعہ علیہ نمبر (۳) پنڈت ابناواس راؤ صاحب وکیل۔

تجویز [illegible] جسٹس بہادر سنگھ - واقعات قابل ذکر یہ ہین کہ بربنائے دستاویز رہن
نامہ مورخہ ۲۸ شہریور ۱۳۲۹ ف مبلغ [illegible] پچیس ہزار سکہ عثمانیہ بشرح سود فیصد فی ماہ
(۱۲) رام جیون اور جیٹھ مل نے [illegible] ساہوکار [illegible] بازار سے قرضہ لیا - مدعی نے
ان راہنین کے مقابلہ مین زر اصل و سود دلا کر [illegible] کا دعوے کیا ہے ابھی اس
دعوے کی سماعت پوری طرح شروع نہ ہونے پائی تھی کہ [illegible] سورج کرن کو بھی
فریق مقدمہ بنایا گیا اور [illegible] کر لیا
پس یہ دعوے بمقابلہ راہنین مذکور اور سورج کرن کے چلنے لگا - رام جیون اور جیٹھ مل
نے دستاویز مناط دعوے کی تحریر و تکمیل سے اقبال کر لیا مگر سورج کرن نے متعدد عذرات
پیش کئے جنکا ماحصل یہ تھا کہ رام جیون اور جیٹھ مل [illegible] قرضہ نہین
لیا اور نہ قرضہ خاندانی ضرورت کے لئے لیا گیا لہذا اوس کے مقابلہ مین دعوے لائق اخراج
ہے - پنڈت کیشو راؤ صاحب حاکم ابتدائی نے بلحاظ بیانات فریقین یہ امر تنقیح طلب قرار
دیا کہ سورج کرن پر ذمہ داری قرضہ کی کس طرح عائد ہو گی [illegible] اور بعد سماعت
فریقین سورج کرن کے مقابلہ مین دعوے کو خارج کر دیا اور رام جیون و جیٹھ مل کے
خلاف مدعی کے حق مین ڈگری صادر کی اس کا مرافعہ جلسہ کاملہ مین ہوا اور بلفظہ آراء عدالت
ابتدائی کی رائے بحال رہی اب مدعی نے جوڈیشل کمیٹی مین حسب قانون یہ مرافعہ پیش
کیا ہے - مین نے لائق وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی روئداد مثل پر اچھی طرح غور کیا
سوال صرف اسقدر ہے کہ آیا یہ دعوے اس نوعیت کا ہے کہ جس مین از روئے احکام

اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ موقوعہ درگاہ شریف پر قبضہ دلایا جائے اور جاگیرات کے متعلق یہ قرار دیا جائے کہ مدعیان بصیغۂ انعام زمال قبضہ پانیکے مستحق ہیں اور قبضہ بھی دلایا جائے مدعی علیہم نے جوابدہی یہ کی کہ اولاً تعلق حضرت سید شاہ قبول اللہ حسینی کے خاندان سے ہے اور عرصہ دراز سے اُن کے مورث سجادہ نشین و متولی ہوتے رہے ہیں اور ان کا حق محکمۂ انعام نے تسلیم کیا ہے۔ مدعیان کو اس خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اُن کے مورث فی الواقع کبھی سجادہ نشین و متولی رہے ہیں۔

اس دعوے کی سماعت مجلس عالیہ عدالت کے صیغہ ابتدائی میں ہوئی اور عدالت ابتدائی نے قرار دیا کہ مدعیان روضۂ خورد کے سجادہ کے وارث اور مستحق سجادگی و تولیت ہیں وہ جاگیرات اور معاش متعلقہ درگاہ شریف روضۂ خورد پر قبضہ پانے کے مستحق ہیں اُن کا دعویٰ دخلیابی مکانات واقع ٹنڈو تی و روضۂ خورد کا خارج کیا جائے۔ اس تجویز کی ناراضی سے مدعی علیہم نے اجلاس کامل میں مرافعہ کیا اور اجلاس کامل نے مدعی علیہم کا مرافعہ منظور کر کے مدعیان کا دعویٰ کلیتاً خارج کیا۔

اجلاس کامل کی تجویز کی ناراضی سے مدعیان نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے ہم نے لائق کونسل و وکلاء فریقین کی بحث تقریباً دو ہفتہ تک تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ قبل اس کے کہ ہم اس مقدمہ کے واقعات پر غور کریں ہم اس امر کی صراحت ضروری خیال کرتے ہیں کہ بمقدمہ سید کریم الدین بنام میر محمد علیخان جوڈیشل کمیٹی سے جو آخری فیصلہ ہوا ہے اس میں بالصراحت قرار دیا گیا ہے کہ عہدہ سجادگی کے لئے اسی کا استحقاق مرجح ہے جو صاحب درگاہ کے ورثاء سے ہو اور اسی کو یہ عہدہ ملنا چاہیئے اور اس کے مورث کی درگاہ کا انتظام اسی سے متعلق رہنا چاہیئے جن درگاہوں پر معاشیں منجانب سرکار جاری ہیں ان میں بھی یہی اصول مدنظر رکھا گیا ہے۔

برٹش انڈیا کی عدالتوں نے متعدد مقدمات میں یہ قرار دیا ہے کہ سجادگی اور تولیت کا حق علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور سجادہ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ جائداد بھی اپنے قبضہ میں رکھے۔ اس بارے میں مفصلہ ذیل مقدمات قابل ملاحظہ ہیں۔

الہ آباد لا جرنل جلد (۶) صـ ۶۳۲

کلکتہ " ۲۰ صـ ۸۱۰

رواج کلانیت اور اوس کا اثر کلانیت کے عدم اثبات پر قابض کے حقوق نسبت سجادہ اور تولیت - سجادگی کا سلسلہ شاخ خورد میں اور اسکا اثر کلانیت پر کلانیت کا رواج ناثابت قرار دیا جاتا جبکہ شاخ خورد مین سلسلہ سجادگی اور تولیت جاری ہو -

تجویز ہوئی کہ (۱) عہدہ سجادگی کے لئے اُسی کا استحقاق مرجح ہے جو صاحب درگاہ کے ورثا سے ہو اور اُسی کو یہ عہدہ ملنا چاہیئے اور اُسی کے مورث کی درگاہ کا انتظام اُسی سے متعلق رہنا چاہیئے - جن درگاہوں پر معاشیں منجانب سرکار جاری ہیں اُن میں بھی یہی اصول مد نظر رکھا گیا ہے برٹش انڈیا کی عدالتوں نے متعدد مقدمات میں یہ قرار دیا ہے کہ سجادگی اور تولیت کا حق علحدہ نہیں کیا جاسکتا اور سجادہ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ جائداد بھی اپنے قبضہ میں رکھے -

بمقدمہ یم الدین بنام محمد علیخان نظیر جوڈیشل کمیٹی سرکار عالی اور الہ آباد لا جرنل جلد ۶ ص ۲۳۲ و کلکتہ جلد ۲۰ ص ۸۱۰ و کلکتہ جلد ۲ صفحہ ۴۵ کا حوالہ دیا گیا -

(۲) جب چھوٹی شاخ میں سجادگی و تولیت کا سلسلہ قائم ہو جائے تو اُس قسم کا رواج جیسا کہ مدعیان نسبت کلانیت کے بیان کرتے ہیں خود بخود تردید ہو جاتی ہے - قبضہ دیرینہ قانونًا ایک مستقل حق پیدا کر دیتا ہے اور ایسا قابض دیرینہ قانونًا بیدخل نہیں ہو سکتا ہے -

منجانب مرافعان مولوی محمد اصغر صاحب کونسل و پنڈت وناٹک راؤ صاحب کونسل و رائے گنپت لعل صاحب و مولوی حافظ عبد العلی صاحب و مولوی سید غلام پنجتن صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب و پنڈت اینا داس راؤ صاحب وکلاء -

منجانب مرافعہ علیہم مولوی سید خواجہ معین الدین صاحب و مولوی سید اعجاز حسین صاحب و مولوی جہانگیر حسین صاحب وکلاء -

رائے بجناب صاحب مشیر قانونی و نواب اکبر یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے

مدعیان کا دعوٰے یہ ہے کہ وہ حضرت سید شاہ اصغر حسینی کی اولاد میں ہیں - اس خاندان کی درگاہ روضۂ خورد حضرت سید شاہ قبول اللہ حسینی قدس سرہ گلبرگہ شریف میں واقع ہے - ان درگاہ موصوف کے مورثان مدعیان سجادہ نشین و متولی تھے - مدعی علیہم کا تعلق اس خاندان سے نہیں ہے - شاہ حبیب اللہ شخص اجنب تھے اور مدعی علیہم اُن کی اولاد سے ہیں - وہ ناجائز طریقہ پر قابض درگاہ ہو گئے ہیں - مدعیان کی استدعا یہ ہے کہ یہ قرار دیا جائے کہ مدعیان درگاہ حضرت سید شاہ قبول اللہ حسینی روضۂ خورد گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین و متولی ہیں

یہ امور تنقیح طلب خود مدعیان کے بیانات سے پیدا ہوتے ہین۔ جنھون نے اپنے آپ کو شاخ کلان کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے مستحق سجادگی و تولیت باور کرانا چاہا ہے اور مدعی علیہم کو ایک شخص اجنبی کے سلسلہ اولاد مین ظاہر کیا ہے لیکن اس کا کوئی معقول ثبوت پیش نہین کیا۔ بخلاف اس کے یہ ثابت ہے کہ سید یوسف عرف جالی صاحب شاہ ید اللہ کے فرزند تھے اور ان کے وصال کے بعد ید اللہ حسینی اور ان کے بعد شاہ راجو حسینی سجادہ و متولی ہوئے۔ پس جب چھوٹی شاخ مین سجادگی و تولیت کا سلسلہ اسطرح قائم ہو جائے تو اس قسم کے رواج کی جیسا کہ مدعیان بیان کرتے ہین خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے رواج کے ثابت کرنے کا بار مدعیان کے دوش پر تھا اور ان کی جانب سے یہ ثابت نہین کیا گیا ہے کہ اس درگاہ کا کوئی ایسا رواج تھا۔ ہماری رائے مین مدعیان اس بنا پر کوئی فائدہ نہین اٹھا سکتے ہین۔ یہی کیفیت امر دوم کی ہے۔

ہماری رائے مین یہ پورے طور پر ثابت ہے کہ شاہ راجو حسینی کے وصال کے بعد حبیب اللہ اور ان کی اولاد اس درگاہ کی جائداد پر عرصہ دراز سے قابض ہے۔ اور اسی بنا سے قابض ہے کہ وہ سید یوسف عرف جالی صاحب کے خاندان سے ہین۔ مدعیان ان کو بیدخل کرنا چاہتے ہین۔ اس امر کا ثابت کرنا کہ حبیب اللہ شخص اجنبی تھے۔ مدعیان پر لازمی تھا۔ ہماری رائے مین مدعیان کی جانب سے کوئی ایسی شہادت پیش نہین ہوئی ہے جس کی بنا پر ہم ان کو شخص اجنبی قرار دیسکین بخلاف اسکے ان اشخاص کے نام پر اسناد سرکاری کا اجرا ایک ظاہری وجہ اس اطمینان کی ہے یہ اشخاص مین اجنبی شخص نہین بلکہ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے ہین جس خاندان کو جاگیرات سرکار سے عطا ہوئے اسلئے ہم اس اعتبار پر بھی مدعیان کو کسی قسم کی مدد نہین دیسکتے۔

اس مقدمہ مین مدعیان اور مدعی علیہم کی جانب سے متعدد اسناد سرکاری کاغذات پیش ہوئے ہین۔ ہماری رائے مین مدعیان ان اسناد سے کوئی فائدہ نہین اٹھا سکتے کیونکہ مدعیان کے حق مین سرکار سے کوئی سند نہین ہوئی ہے۔ سرکار عالی نے مدعی علیہم کا حق تسلیم کر لیا اور کل اسناد پیش شدہ سرکار کے ملاحظہ سے قرار دیا ہے کہ مدعیان سجادہ نشین اور متولی نہین کہلائے جاسکتے ایسی حالت مین ہم ان اسناد سے جو مدعیان کے حق مین نہین جاری ہوئے ہین کوئی مفید نتیجہ نہین نکال سکتے۔

کلکتہ لا جرنل جلد ۷ صفحہ ۶۷

ہمیں اس رائے سے پورا اتفاق ہے جو بمقدمہ سید کریم الدین بنام میر محمد خلیفان ظاہر کیگئی ہے اور ہماری رائے ہے اسی اصول کے مدنظر اس مقدمہ کا بھی تصفیہ ہونا چاہئیے۔

اب ہم اس مقدمہ کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ شاہ ید اللہ بن شاہ فتح محمد کے زمانہ تک اس درگاہ کی سجادگی اور تولیت یکے بعد دیگرے ایک ہی شخص کو حاصل رہی جو سید شاہ قبول اللہ حسینی کے خاندان سے تھے۔

سید شاہ ید اللہ کی دو زوجگان تھیں یعنی بادشاہ بی بی جن کے سلسلہ میں مدعیان ہیں اور زہرہ سلطان جنکے سلسلہ میں مدعی علیہم ہیں۔ شاہ ید اللہ کے وصال کے بعد دونوں زوجگان کی اولاد میں نزاع شروع ہوئی۔ مدعیان کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاہ ید اللہ کے وصال کے بعد شاہ ابوالحسن سجادہ نشین ہوئے اور اُن کے وصال کے بعد شاہ ندیم اللہ نے سجادگی پائی لیکن اُن کی کمسنی کی وجہ سے سید یوسف عرف جانی صاحب جو شاہ ید اللہ کے بیٹے از بطن زہرہ سلطان تھے قابض اور متصرف درگاہ ہوگئے اور انھوں نے اپنے بھتیجے شاہ ندیم اللہ کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ گلبرگہ چھوڑکر ملکھیڑ چلے گئے۔ اُن واقعات کا کوئی کافی ثبوت شریک نہیں۔ لیکن روئداد مثل سے یہ پورے طور پر ثابت ہے کہ سید یوسف عرف جانی صاحب کے بعد شاہ ابوالحسن کے سلسلہ کا کوئی شخص درگاہ پر فی الواقع قابض نہیں ہوا تھا اگر واقعات بیانیہ مدعیان صحیح تسلیم کرلئے جائیں تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ مدعیان اور اُن کے مورث تقریباً ڈیڑھ سو برس سے اس درگاہ اور اس کی متعلقہ جائداد سے بیدخل ہیں اور اگرچہ اس زمانہ میں اس شاخ کے ارکان مختلف طریقہ سے دخل پانے کی کوشش کرتے رہے لیکن مثل سے یہ مطلق ثابت نہیں ہے کہ اُن کو کبھی بھی واقعی قبضہ ملا ہے۔ اس قدر عرصہ دراز کی مسلسل و مسلمہ بیدخلی کے بعد مدعیان کے حق کی کمزوری نمایاں ہوجاتی ہے لیکن اگر مدعیان کا کوئی حق باقی بھی رہا ہو تو واقعات مندرجہ عرضی دعویٰ کے لحاظ سے اُن کے دعوے کا دارومدار مفصلہ ذیل دو امور کے ثابت کرنے پر ہے۔

(۱) کیا اس درگاہ کا یہ مسلمہ رواج ہے کہ سجادگی اور تولیت کا حق شاخ کلان کو حاصل ہو۔

(۲) کیا حبیب اللہ بن شاہ راجو حسینی کے متبنّٰی ۔۔ ۔۔ تھے ۔۔ شخص ۔۔ تھے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۵۸ آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۷۵
نظائر دکن جلد ۲ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۱۱

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب ہاشم یار جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان۔

ناصر بن منصر (مدعی) مرافع

بنام

شمشیر یاور جنگ بہادر وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

اختیار سماعت دار القضاء بلدہ کا اختیار سماعت دعوے متروکہ مین۔ دعوے بابتہ اس رقم کے جوکہ مدعی علیہ سے مادر مدعی کو ملتا ہے۔

تجویز ہوئی کہ جبکہ دعوے متروکہ کا نہین ہے اور صرف اُس رقم کی بابتہ ہے جوکہ مدعی علیہ سے مادر مدعی کو ملتا ہے تو ایسے دعوے کی مجاز سماعت عدالت دار القضاء بلدہ نہین ہے۔ عرضی دعوے واپس ہو۔

منجانب مرافع مولوی سید مبارک حسن صاحب وکیل۔
منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمود علی بیگ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ ناصر بن منصر مدعی نے مبلغ ۱۲۰۰۰ کا دعوے عدالت دار القضاء مین اس بیان سے کیا کہ وہ اپنی مان شیخہ اور اپنے باپ منصر کے متروکہ مین اُس رقم کے پانیکا مستحق ہے متروکہ وہ جائداد بیان کیگئی جو اُن کی مان شیخہ کو اُن کے باپ محمد بن عمر کے متروکہ مین پہونچی اور جو سعید بن محمد کے قبضہ مین تاریخ انتقال مورث یعنی ذیحجہ ۱۲۸۹ھ سے رہی مدعی نے یہ بھی بیان کیا کہ ۱۳۱۷ھ مین احمد بن محمد کے دعوے مین شیخہ کا حصہ متروکہ مین بقدر ۲۱/۲۴ سہام قرار دیا گیا تھا۔ اس حصہ شیخہ سے وہ اپنے حق متروکہ شیخہ کا دعویدار ہے۔ عدالت دار القضاء بلدہ نے مدعی کے حق مین ۱۳۲۳/۱۲ ۱۱ سکہ کی ڈگری صادر کی۔ اس حکم

مرافعہ ہذا انتہائی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۶ فرودی ۱۳۳۴ف مشعر اینکہ مرافعہ ترمیماً منظور و دعوی مدعی بقدر مبلغ ...۱۲ سکہ عثمانیہ بحق مدعی ڈگری۔ بقیہ دعوے مدعی خارج۔

جن کے حق مین وہ اسناد جاری ہوئی تھین وہ ہمارے روبرو دعویدار نہین ہین اور فی الواقع ان کو درگاہ پر کبھی قبضہ نہین ملا۔

بوجوہ متذکرۂ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ مرافعہ نامنظور اور اجلاس کامل کا فیصلہ بحال رکھا جائے۔ حالات کے لحاظ سے خرچہ فریقین ذمہ فریقین ہے۔

چونکہ ہماری رائے مین یہ ثابت ہے کہ مدعیان کا تعلق اس خاندان سے ہے اور درگاہ کے نام جو معاش جاری ہوتی ہے عموماً اس کا ایک حصہ ارکان خاندان کی پرورش کے لئے بھی مخصوص ہوتا ہے اس لئے ہم یہ سفارش کرتے ہین کہ محکمۂ انعام کے ذریعہ سے ان کی پرورش کے لئے ایسی رقم معین فرمائی جائے جو حالات کے لحاظ سے محکمۂ انعام مناسب تصور کرے۔

نواب سراج یار جنگ بہادر رکن - اس واقعہ مین ذرا شبہ نہین کہ مدعی علیہم کی شاخ مین عرصۂ دراز سے قبضہ جائداد متدعویہ چلا آرہا ہے۔ اس مدت مدید کے بعد جو سو سال سے بھی زائد ہے اصولاً ایسے قبضہ مین دست اندازی نہین ہوسکتی اسکے ساتھ ہی کاغذات داخل مدعیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے اپنے حقوق کے اظہار مین سکوت اختیار نہین کیا اور وہ محکمہ جات سرکاری مین برابر دادرسی کو مستدعی رہے ہین۔ قبضہ دیرینہ قانوناً ایک مستقل حق پیدا کردیتا ہے اور ایسا قابض دیرینہ قانوناً بیدخل نہین ہوسکتا ہے ابوالحسن مورث مدعیان سید یداللہ کے فرزند کلان اور سید یوسف مدعی علیہم سید یداللہ کی دوسری زوجہ زہرہ سلطان کے بطن سے ہین جیسا کہ سند حکیم الحکماء مورخہ ۵ رمضان سنہ ۱۱۲۱ھ سے ظاہر ہوتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۰ مثل مطبوعہ) پس مدعیان کا حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد مین ہونا ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے میرے شرکاء فاضل نے جو سفارش کہ مدعیان کے حق مین فرمائی ہے وہ اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے نہایت درست اور مبنی بر انصاف ہے۔ اگر یہ سفارش بارگاہ جہان پناہی سے منظور فرمائی جائے تو ایک دیرینہ نزاع کا تصفیہ اصول انصاف حقیقی پر ہوجاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ معطی کی عطاء کا اصل منشا پرورش و امداد اولاد و وابستگان اصل معطی لہ رہا ہے۔ پس مجھے اپنے شرکاء فاضل کی رائے سے اتفاق ہے۔

اجلاس کامل مین مرافعہ ہوا اور اجلاس کامل نے صرف صہ ۱۱ لعہ کی ڈگری بحال رکھی۔
اجلاس کامل کی ڈگری کی ناراضی سے فریقین نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعے پیش کئے ہین
ہم نے لائق کونسل اور وکلا فریقین کی بحث فریقین کے مرافعون کے متعلق بکمال سماعت
کی۔ اس مقدمہ مین دو اہم قانونی امور کے متعلق بحث کیگئی ہے۔ اول یہ کہ عدالت
دارالقضاء بلدہ اس مقدمہ کی سماعت کی مجاز نہین ہے دوم یہ کہ دعوے مین میعاد عارض
ہے اجلاس کامل کے فیصلہ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ مدعی کا دعوے مدعی علیہم کے
مورث کے اس اقبال کی بنا پر ڈگری کیا گیا ہے جو ۱۲۹۲ھ مین قضایائے عرب کے
فیصلہ مین درج کیا گیا تھا۔ مدعی کے لائق وکیل نے ہمارے روبرو یہ تسلیم کیا کہ ان کا دعوے
محمد بن عمر کے متروکہ کی بابت نہین ہے بلکہ دعوی شیخہ بنت محمد بن عمر کے متروکہ کی
بابت ہے۔ ہمارے استفسار پر لائق وکیل مدعی نے یہ بھی تسلیم کیا کہ مدعی علیہم مین سے
کوئی بھی شیخہ کے وارث نہین ہین۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ شیخہ کے انتقال کے وقت
جو جائداد ان کے قبضہ مین تھی اس پر مدعی علیہم نے قبضہ نہین کیا ہے اور نہ ان کی جانب
سے یہ ادعا ہے کہ وہ شیخہ کے وارث ہین۔ یہ دعوے اور اصل تقسیم متروکہ کا نہین ہے
بلکہ اس رقم کی بابت ہے جو مدعی علیہم کے مورث کو محمد بن عمر کے متروکہ مین پہونچی تھی
ان حالات مین ہم مدعی کے دعوی کو متروکہ کا دعوے نہین قرار دیسکتے۔ دعوی اسکی
بابت ہے جو مدعی کی مان کیلئے اس رقم مین سے ملنی چاہئے تھی جو سید مورث مدعی علیہم کو ۱۲۹۲ھ کے قبل پہونچ چکی تھی
ہماری رائے مین اس دعوے کی سماعت کی عدالت دارالقضاء بلدہ مجاز نہین ہے۔

مدعی علیہم کی جانب سے میعاد کا عذر بھی پیش کیا گیا ہے لیکن چونکہ ہماری رائے مین
مقدمہ عدالت دارالقضاء بلدہ مین قابل سماعت نہین ہے اس لئے ہم میعاد کے عذر پر
غور کرنے کے مجاز نہین ہین بلحاظ اس اصول کے جو بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ جلد (۸)
صفحہ ۱۰۲ اور بمبئی جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ - اور بمبئی جلد ۲۷ صفحہ ۵۶۳ مین قرار دیا گیا ہے۔ میعاد
کے مسئلہ کا تصفیہ جائز نہ ہوگا لہذا ہم اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کرتے ہین۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی مین ہدایۃ عرض کرتے ہین
کہ اجلاس کامل کی ڈگری منسوخ کیجائے اور عرضی دعوے مدعی کو اس غرض سے واپس
دی جائے کہ وہ اس کو عدالت مجاز مین پیش کرے جوڈیشل کمیٹی کا خرچہ مدعی مدعی علیہم

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ اجلاس کامل کا فیصلہ منسوخ فرمایا جائے اور مقدمہ اجلاس کامل مین اس غرض سے واپس بھیجا جائے کہ باستثنا سرکاپور بقیہ سات مواضعات کی آمدنی کا تعین کرکے مدعیہ محکمہ انعام کے فیصلہ کے موافق جس قدر حصہ پانے کی مستحق ہو وہ اُس کو دلایا جائے۔ خرچہ نتیجہ پر منحصر ہوگا۔

نواب ہاشم یار جنگ بہادر رکن - مین صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتا ہون کہ میرے نزدیک مسئلہ زیر بحث کے تصفیہ کا دارومدار اس امر پر ہے کہ آیا فرمان واجب الاذعان مشرفہ ۴ رجب سنہ ۱۳۲۳ھ سرکا منشا یہ تھا کہ آمدنی مواضعات مین جو حصص معین فرمائے گئے ہین اُسکے بموجب عمل تاریخ فرمان سے ہوگا یا اُس زمانہ سے جبکہ راجہ موہن لال کے تنہا قابض ہوجانے کی وجہ سے محکمۂ انعام مین کارروائی شروع ہوئی جس کے سلسلہ مین بالآخر فرمان مبارک شرف صدور لایا۔ میری رائے مین بلحاظ حالات اس امر مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا کہ فرمان مبارک زمانہ ماقبل کی آمدنی سے بھی اُسی طرح متعلق تھا جس طرح آمدنی مابعد سے۔ اگر زمانہ ماقبل کی آمدنی خزانہ سرکار مین جمع ہوئی ہوتی تب تو یہ تعبیر ممکن تھی کہ معطی کا منشا یہ تھا کہ عطا کا عمل تاریخ فرمان سے ہو اور اُس سے قبل کی آمدنی بحق سرکار جمع ہو۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ زمانہ ماقبل کی آمدنی خزانہ سرکار مین جمع نہین ہے بلکہ راجہ موہن لال مدعی علیہ نے اُسکو حاصل کیا ہے اور سرکار کو اُس کی نسبت کوئی مطالبہ بھی نہین ہے میرے نزدیک سرکار کا ہرگز یہ منشا نہین ہوسکتا کہ اُس زمانہ کی آمدنی سے راجہ موہن لال تنہا متمتع ہون اور دیگر اراکین خاندان محروم رہین۔ پس میری رائے مین فرمان مبارک کی صحیح تعبیر کے لحاظ سے سات مواضعات کی حد تک ۴ ر اردی بہشت ۱۳۱۶ف سے امرداد ۱۳۲۳ف تک جو آمدنی ہوئی ہے اُس سے بھی دیگر اراکین خاندان اپنا اپنا حصہ پانیکے مستحق ہین۔ مرافعہ علیہ کی جانب سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر تاریخ فرمان مبارک کے بعد کی آمدنی کا دعوے بلحاظ حصص معینہ کیا جاتا تو چونکہ ایسے دعوے کا کوئی اثر عطیہ سلطانی پر نہین پڑسکتا اسلئے اُسکے لئے اجازت صیغہ انعام کی ضرورت نہ ہوتی اور یہ ایک صاف امر ہے۔

پس چونکہ میری دانست مین فرمان مبارک آمدنی ماقبل سے بھی اُسی طرح متعلق ہے

اس مقدمہ کے واقعات کے متعلق کوئی اختلاف نہین ہے - راجہ رگھناتھ رام مورث فریقین کے نام آٹھ مواضعات جاگیر تھے اُن کے انتقال کے بعد (۷) مواضعات اُن کے سب بیٹون کے نام بالاشتراک بحال ہوئے اور ایک موضع راجہ نندلال کے نام جو راجہ رگھناتھ رام کے فرزند تھے تنہا بحال ہوا - خاندان کی مختلف شاخون مین نزاع ہونے کی وجہ سے کورٹ آف وارڈز کا قبضہ بحیثیت رہا ہوا اور بالآخر راجہ موہن لال کی نابالغی کے زمانہ مین کورٹ آف وارڈز کا انتظام رہا جب تک جائداد کورٹ آف وارڈز کی نگرانی مین رہی جاگیر کی آمدنی خاندان کی جملہ شاخون مین بحصص مساوی تقسیم ہوتی رہی - فریقین مین بتاریخ ۱۶ ابر خورداد ۱۳۱۶ف جو صلحنامہ ہوا اُس مین بھی خاندان کی جملہ شاخون کے مساوی حقوق جملہ آٹھون مواضعات کی آمدنی مین تسلیم کئے گئے اور اُس کے موافق ۱۳۲۰ف تک عمل ہوتا رہا - لیکن ہم اردی بہشت ۱۳۲۰ف سے راجہ موہن لال نے تنہا قبضہ کر لیا اور امرداد ۱۳۲۲ف تک اُن کا قبضہ رہا - بالآخر محکمہ انعام مین کارروائی ہوئی اور بذریعہ مراسلہ نشان (۲۸۶۷) مورخہ ۲۲ امرداد ۱۳۲۳ف پیشگاہ خسروی سے یہ تصفیہ ہوا کہ موضع سرگاپور تنہا راجہ موہن لال کے قبضہ مین رہے اور بقیہ سات مواضعات پر موہن لال کا قبضہ رہے - لیکن وہ آمدنی کا دو ثلث حصہ خاندان کی دوسری شاخون کو ادا کرتے رہین محکمہ انعام سے سابقہ عہد آمدنی صرف اس قدر اختلاف ہوا کہ موضع سرگاپور تنہا موہن لال کی ملک قرار دیا گیا لیکن بقیہ سات مواضعات مین خاندان کی جملہ شاخون کے حقوق بدرجہ مساوی تسلیم کئے گئے - اسوقت جو دعویٰ مدعیان کی جانب سے کیا گیا ہے وہ آٹھون مواضعات کی آمدنی کے حصہ کی بابت ہے - ہماری رائے مین محکمہ انعام کے فیصلہ کے لحاظ سے مدعی کو یہ حق نہین ہے کہ وہ موضع سرگاپور کے متعلق بغیر محکمہ انعام کی منظوری کے دعوے کرے لیکن بقیہ سات مواضعات مین مدعی کا حق محکمہ انعام کے توسط سے معین ہو چکا ہے گو محکمہ انعام کے حکم مین سابقہ زمانہ کے واصلات کے متعلق کوئی حکم نہین ہے لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ موہن لال کا قبضہ بحیثیت وارث گشتی نشان (۱۱) ۱۳۱۰ف کے تحت تھا اور اسلئے ہماری رائے مین اُن کے قبضہ کی حیثیت خاندان کے قائم مقام کی تھی محکمہ انعام نے جس طرح حصص کا تعین ہوا ہے اسی طرح اس زمانہ مین بھی عمل ہونا ضروری ہے جب جاگیرات تنہا ایک رکن خاندان کے قبضہ مین رہی ہین -

(۳) بعد مرور مدت ڈگری اور فیصلہ کی نقل داخل کر دی جائے تو حسب دفعہ ۵ قانون میعاد سماعت مدعی کو کوئی فائدہ نہیں دیا جا سکتا۔

عالی جناب نواب ہاشم یار جنگ بہادر رکن مختلف الرائے ہے۔ مدعی یا مرافعہ گذار کو یہ اختیار حاصل ہے جس جزو کا دعوے کو مستحق سمجھتا ہے اُس کے کسی جزو کو کسی مصلحت سے ترک کر دیکر بقیہ جزو کے متعلق عدالت سے دادرسی چاہے لہذا صرف ایک ڈگری کا مرافعہ کیا جائے اور دوسری کا نہ ہو تو اوس میں امر فیصلہ شدہ مانع نہ ہوگی۔ دیکھو [illegible] واانڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۲۹ ص ۳۳۳ و انڈین لا رپورٹ جلد ۵۴ الہ آباد ص ۶ ۱۰ کا حوالہ دیا گیا۔

نوٹ۔ دیگر امورات میں اختلاف نہ ہونیکی وجہ سے متفقہ طور پر مرافعہ نامنظور ہوا ہے۔

منجانب مرافع مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔

منجانب مرافعہ علیہ رائے چنی لال صاحب و رائے شری رام صاحب وکلا۔

رائے بنجناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب ضیا یار جنگ بہادر ارکان متفق الرائے

اس مقدمہ کے واقعات بالکل صاف ہیں۔ جیٹھ مل مدعی نے مدعی علیہ کے مقابلہ میں کنیہ سے فوجداری کارروائی رجوع کرنیکی بابت ہرجہ کا دعوے رقمی (للعہ [illegible]) عدالت دیوانی بلدہ میں کیا۔ عدالت دیوانی بلدہ نے (للعہ [illegible]) کی ڈگری صادر کی اور بقیہ دعوے خارج کیا۔ عدالت دیوانی بلدہ کی ڈگری کی ناراضی سے فریقین نے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعے پیش کئے۔ مدعی نے جزو ساقط شدہ کی بابت اور مدعی علیہ نے ڈگری شدہ رقم کی بابت ان دونوں مرافعوں کا مجلس عالیہ عدالت نے ایک ہی فیصلہ کے ذریعہ سے تصفیہ کیا اور اُس فیصلہ کی بناء پر دونوں مرافعوں میں علیحدہ علیحدہ ڈگریاں مرتب کی گئیں۔ مدعی نے اُس ڈگری کی ناراضی سے مرافعہ کیا ہے جو اوس کے مرافعہ میں صادر ہوئی ہے اور اوس ڈگری کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ نہیں کیا جو مدعی علیہ کے مرافعہ میں صادر ہوئی ہے

ہم نے لائق کونسل مرافع اور وکیل فریق ثانی کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ مرافعہ علیہ کی جانب سے اہم عذر ابتدائی یہ کیا گیا ہے کہ مدعی علیہ کے مرافعہ میں جو ڈگری صادر ہوئی ہے اُس کا مرافعہ نہ کرنیکا یہ اثر ہے کہ موجودہ مرافعہ میں امر فیصل شدہ مانع ہے

جس طرح آمدنی مابعد سے اس لئے اسی اصول کی بناء پر اس کے دعوے کے لئے بھی اجازت صیغہ انتظام کی ضرورت نہیں ہے اور نفس مرافعہ کا تصفیہ اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت سے ہونا چاہئیے۔ یہی رائے بکمال ادب بارگاہ خسروی مین عرض کیجاتی ہے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۱۷ نظائر دکن جلد ۹ بابتہ ۱۳۳۵ف صفحہ ۲۷۷

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب ضیا یار جنگ بہادر و نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان

جیٹھ مل (مدعی) مرافع

بنام

رنگ لال (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

امر فیصل شدہ۔ ایک دعوے کے سلسلہ مین دو ڈگریات مرتب ہونیکا اثر۔ ایک ڈگری کا مرافعہ نہ کرنیکا نتیجہ۔ ایک ڈگری کا مرافعہ نہ کرنے سے دوسری ڈگری مین امر فیصل شدہ ہونا۔ دفعہ (۵) قانون میعاد سماعت نقل ڈگری بعد مرور مدت مرافعہ داخل کرنے سے میعاد مین معافی نہ ملنا۔ دفعہ ۷ ضابطہ دیوانی سرکار عالی۔

بلحاظ آراء تجویز ہوئی کہ (۱) جبکہ ایک دعوے جزاً ڈگری ہوا اور جزاً خارج اور فریقین مقدمہ علیحدہ علیحدہ مرافعے دائر کرین اور صیغۂ مرافعہ سے دونون کا ایک ہی فیصلہ ہو کر دعویٰ مدعی کلیتاً خارج ہو جائے اور دو علیحدہ علیحدہ ڈگریات مرتب ہون تو ایسی حالت مین مدعی کو دونون ڈگریات کا مرافعہ دائر کرنا لازمی ہے۔ اگر مدعی مدعی علیہ کے مرافعہ کی ڈگری کا مرافعہ نہ کر کے صرف اپنی ہی ڈگری کا مرافعہ دائر کرین تو اس مین امر فیصل شدہ عارض ہوگا۔

الہ آباد جلد ۳۰ صفحہ ۱۵۶ کی تقلید کیگئی اور مدراس جلد ۲۹ ص ۳۴۳ سے اختلاف کیا گیا۔

(۲) دفعہ (۷) ضابطہ دیوانی بلحاظ فقرات ۱۰۲ و ۱۰۴ مرافعون سے بھی متعلق ہے۔ نظیر مندرجہ الہ آباد جلد ۱۱ ص ۴۸۸ کا حوالہ دیا گیا۔

بنا راضی تجویز جلسہ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۲ مہر ۱۳۳۶ف مشعر اینکہ رنگ لال کا مرافعہ منظور۔ جیٹھ مل کا مرافعہ نامنظور کیا جاتا ہے۔ بلحاظ خاص حالات مقدمہ ہر فریق اپنا خرچہ برداشت کرے۔

اصول اسکا قطعاً مانع ہے۔ ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ مرافعہ علیہ کا عذر ابتدائی قابل منظوری ہے۔ اس عذر کی سماعت ہونیکے بعد مرافع کی جانب سے دوسری ڈگری کی نقل اس حلفنامہ کے ساتھ پیش ہوئی ہے کہ مرافع کو اس کا علم نہ تھا۔ اس لئے قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۵ کے تحت میعاد معاف کیجائے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم مرافع کی اس درخواست کو منظور نہیں کرسکتے۔ قانون میعاد سماعت کی دفعہ (۵) اس قسم کی غلطی سے متعلق نہیں کیجا سکتی۔ چونکہ اس مرافعہ کا تصفیہ اسی عذر کے تصفیہ سے ہو جاتا ہے اس لئے دوسرے امور پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرۂ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں عرض کرتے ہیں کہ مرافعہ نامنظور کیا جائے۔ بلحاظ حالات مقدمہ خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

نواب ہاشم یار جنگ بہادر رکن۔ ضروری واقعات یہ ہیں کہ رنگ لال نے جیٹھ مل مرافع پر سرقہ چند عدد گھوڑوں کا الزام لگایا تھا جس کی بناء جیٹھ مل کے مقابلہ میں بعدالت مذکورہ عدالت فوجداری میں چالان ہو کر تحقیقات ہوئی اور بالآخر جرم ناثابت قرار دیکر جیٹھ مل مرافع کو بری کیا گیا۔ عدالت فوجداری کا فیصلہ ۲۹ مہر ۱۳۲۹ف کا ہے اس کے بعد رنگ لال نے بتاریخ ۲۰ آذر ۱۳۳۰ف جن گھوڑوں کے سرقہ کے متعلق عدالت فوجداری میں مقدمہ چلا تھا انھیں کی واپسی کے لئے مجلس عالیہ عدالت میں نالش کی۔ اس نالش میں بھی رنگ لال کا بیان تھا کہ جیٹھ مل نے گھوڑوں کو بذریعہ سرقہ حاصل کیا اور جیٹھ مل کا جواب یہ تھا کہ فی الحقیقت یہ گھوڑے اس کے پاس بمعاوضہ اس رقم کے جو رنگ لال کے ذمہ واجب الادا تھی مکفول تھے۔ اثناء تحقیقات میں بتاریخ ۲۱ فروردی ۱۳۳۱ف فریقین میں باہمی تصفیہ ہو کر ان کی جانب سے عدالت میں صلحنامہ داخل کیا گیا اور اسکی بناء پر مقدمہ ختم کیا گیا۔ اس کے بعد بتاریخ ۲۴ اردی بہشت ۱۳۳۱ف جیٹھ مل نے رنگ لال کے مقابلہ میں بدین بیان کہ جو مقدمہ فوجداری اس کے مقابلہ میں چلایا گیا تھا وہ جھوٹا اور عداوتاً تھا۔ اخراجات عدالت فوجداری اور معاوضہ عزت ریزی کا بقدر (للعہ) دعویٰ دائر کیا عدالت دیوانی بلدہ سے یہ دعوے بقدر للعہ مالللعہ ڈگری ہوا۔ اور بقیہ جزو دعوے ساقط کیا گیا۔ عدالت موصوفہ کے اس فیصلہ کی ناراضی سے ہر فریق نے جس حد تک فیصلہ اس کے خلاف منشاء تھا مرافعہ مجلس عالیہ عدالت میں پیش کیا۔ اور مجلس عالیہ نے بتاریخ ۱۰ ار

امر فیصل شدہ کا قاعدہ مجوزہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی کی دفعہ (۷) میں وضاحت کے ساتھ درج کیا گیا اور وہ دفعہ ابتدائی مقدمات سے متعلق ہے لیکن ضابطہ مذکور کی دفعات ۱۰۰ و ۶۰ کے احکام کے لحاظ سے وہ مرافعون سے بھی متعلق ہے اس کی تائید الہ آباد جلد ۱۱ ص ۱۴۸ سے پورے طور پر ہوتی ہے۔

الہ آباد جلد ۳۳ صفحہ ۱۵۱ پر اجلاس کامل الہ آباد ہائیکورٹ نے بالصراحت یہ رائے قائم کی ہے کہ جب ایک ڈگری قطعی ہو جائے تو دوسری ڈگری کا مرافعہ قابل سماعت نہیں رہتا۔ بشرطیکہ فریقین اور امر تنقیح طلب کے وہ شرائط موجود ہوں جنکی دفعہ (۷) میں صراحت ہے مرافع کے لائق کونسل نے ہماری توجہ الہ آباد جلد ۴۰ صفحہ ۵۰۶ کی جانب مبذول کرائی ہے ہم نے اس نظیر کا بغور معائنہ کیا اس نظیر میں اس اصول کو جو ۳۳ الہ آباد صفحہ ۱۵۱ میں طے کیا گیا ہے پورے طور پر صحیح تسلیم کر کے صرف یہ قرار دیا گیا ہے کہ خرچہ کے متعلق جو ڈگری مرافع کے مفید صادر ہوئی ہو اس کا علیحدہ مرافعہ کرنیکی ضرورت نہیں ہے اس مقدمہ میں اجلاس کامل نے جو ڈگریاں صادر کی ہیں وہ ایک دوسرے کی نقل نہیں ہیں جیسا کہ مدراس جلد ۴۶ ص ۳۳۴ اور الہ آباد جلد ۴۶ ص ۳۰۷ میں تھیں بلکہ دونوں ڈگریوں کا مضمون علیحدہ ہے۔ کلکتہ جلد ۳۳ ص ۱۱۰۱ اور کلکتہ جلد ۱۶ ص ۳۳۴ ایکٹ ۱۴ سنہ ۱۸۸۲ کے تحت طے ہوئے ہیں اور جدید ضابطہ دیوانی میں دفعہ (۷) کے تحت جو توضیح اول بدین مضمون قائم ہو گئی ہے کہ الفاظ سابقہ مقدمہ سے ایسا مقدمہ مراد ہے جو اس دوسرے مقدمہ کے قبل فیصل ہو چکا ہو خواہ وہ اس کے قبل رجوع ہوا ہو یا بعد۔ اس توضیح کے بعد ان نظائر کے متعلق خود کلکتہ ہائیکورٹ نے کلکتہ لا جرنل جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ پر یہ قرار دیا ہے کہ یہ نظائر قابل تقلید نہیں رہے۔ برٹش انڈیا کے نظائر کے معائنہ کے بعد ہمیں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایسی صورت میں امر فیصل شدہ عارض ہے۔ مدراس جلد ۴۰ ص ۳۳ سے ہمیں اتفاق کرنے میں تامل ہے۔ امر فیصل شدہ کا عذر ضابطہ کا عذر ہے لیکن ہم ضابطہ کے احکام کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم ایسی صورت میں امر فیصل شدہ کے اصول کو متعلق نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہی تنقیح کے متعلق دو متضاد ڈگریاں قائم رہیں گی کیونکہ جس ڈگری کا مرافعہ نہیں کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر بحال رہیگی اور اگر ہم مرافع کے مفید کوئی حکم دیں تو وہ اس ڈگری کے مغائر ہوگا جو سابقہ قطعی ڈگری میں دیا گیا ہے۔ امر فیصل شدہ کا

صادر کی تھی وہ قطعی ہو جائیگی اور یہ مرافعہ بفحوائے ضابطہ صرف اس ڈگری کا سمجھا جائیگا جو جیٹھمل
کے مرافعہ میں صادر ہوئی تھی مگر مرافعہ علیہ کی جانب سے یہ بحث کی باقی ہے کہ جب رنگ لال
کے مرافعہ متدائرہ مجلس عالیہ عدالت کی ڈگری قطعی ہو گئی تو جیٹھمل کے مرافعہ میں جو ڈگری
ہوئی تھی اس کا مرافعہ ہو یہ قابل سماعت باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اس میں رنگ لال کے
مرافعہ کی قطعی ڈگری کا اثر امر فیصل شدہ کا ہوتا ہے اس بحث سے متعلق زیادہ تر نظائر
مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۳۳ صفحہ ۱۵۱ و دکن لارپورٹ جلد ۱۲ ص ۲۹۳ پر کیا جاتا ہے
اس میں شک نہیں کہ نظیر اول الذکر سے ایک حد تک مرافعہ علیہ کی تائید ہوتی ہے مگر اس
سے قبل نظیر مندرجہ ۲۹ - الہ آباد ص ۳۰۷ میں اس کے خلاف رائے قائم فرمائی گئی تھی
اور اس اختلاف کی بناء پر بالآخر یہ مسئلہ جلسہ خمسہ میں پیش ہو کر مقدمہ مندرجہ انڈین لارپورٹ
(۴۵) الہ آباد ص ۵۰۶ میں اسکا تصفیہ اسطرح کیا گیا کہ ایسی صورت میں ایک ڈگری کا مرافعہ
نہ کرنیکا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسری ڈگری کے مرافعہ میں امر فیصلشدہ کا عارض ہونا
متصور ہو۔ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ فی الحقیقت ایسی صورتوں میں گو تکمیل ضابطہ
کے لئے دو علیحدہ علیحدہ ڈگریاں مرتب کی گئی ہوں مگر اصل معنوں میں ان کو ایک ہی
ڈگری کے اجزاء خیال کرنا چاہیئے اور اسلئے ایک جزو کے ترک کر دینے کا یہ اثر نہیں ہو سکتا
کہ دوسرے جزو میں امر فیصلشدہ عارض ہو۔ نظیر مندرجہ دکن لارپورٹ جلد ۱۲ ص ۲۹۴
زیادہ تر نظیر مندرجہ ۲۹ - الہ آباد صفحہ ۳۰۷ پر ہی مبنی پائی جاتی ہے اور اس پر غور کرنے سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ فی نفس الامر جس مسئلہ کا اس میں تصفیہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جب دو
ڈگریاں مرتب ہوئی ہوں تو اپیل بھی دو علیحدہ علیحدہ ہونے چاہیئں مگر یہ قطعی طور پر طے
نہیں فرمایا گیا کہ اگر ایک ہی ڈگری کے متعلق مرافعہ کیا جائے تو دوسری ڈگری اس میں
امر فیصلشدہ کا اثر رکھیگی - اور نظیر مندرجہ آئین دکن جلد ۴ ص ۱۹۱ (فیصلہ جوڈیشل کمیٹی) کا
رجحان اس جانب ہے کہ ایسی صورت میں امر فیصلشدہ عارض نہ ہوگا۔ ہائیکورٹ مدراس
نے بھی اسیطرح طے فرمایا ہے (ملاحظہ ہو نظیر مندرجہ انڈین لارپورٹ مدراس جلد ۲۹ صفحہ
۴۴۳) پس من حیث المجموع عدالتہائے اعلیٰ کا رجحان ایسی صورتوں میں امر فیصلشدہ عارض
قرار دینے کے خلاف پایا جاتا ہے اور ہمارے نزدیک انصاف اور عقل سلیم کا مقتضاء بھی
یہی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر مدعی یا مرافعہ گذار کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس چیز کا وہ اپنے کو

مہر سنہ ۱۳۳۲ ف یہ فیصلہ فرمایا کہ رنگ لال کے دعوے متدائرہ مجلس عالیہ عدالت مین جو صلح
فریقین کے مابین ہوئی تھی وہ جیٹھ مل کے دعوے خرچہ دہرجہ کے مانع تھی اور اس لئے
رنگ لال کی مرافعہ کو منظور اور جیٹھ لال کی مرافعہ کو نامنظور کیا اور جیٹھ مل کے دعوے کو کلیۃً خارج کیا۔ جس کی ناراضی سے اب
جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ منجانب جیٹھ مل پیش ہے۔ یہ مرافعہ دائر ہونے کے بعد رنگ لال
کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے بجائے اُس کے قائم مقام فریق بنائے گئے ہین۔

مرافعہ علیہم کی جانب سے دو عذرات ابتدائی کئے جاتے ہین۔

(۱) چونکہ اجلاس کامل مجلس عالیہ کے فیصلہ کی بناء پر دو ڈگریان مرتب ہوئی ہین۔ اور
مرافعہ گذار نے موجبات اپیل کے ساتھ صرف ایک ہی ڈگری کی نقل داخل کی ہے اس لئے
یہ سمجھا جائیگا کہ اُس نے صرف ایک ہی ڈگری کی ناراضی سے مرافعہ کیا اور اسطرح دوسری ڈگری
بوجہ مرافعہ نہ کرنے کے قطعی ہو گئی اور اُس کے قطعی ہو جانے کا اثر یہ ہوگا کہ جس ڈگری سے
مرافعہ کیا گیا ہے اُس مین امر فیصل شدہ عارض ہوگا۔

(۲) رنگ لال کے فوت ہو جانے سے جیٹھ مل کا حق نالش ساقط ہو گیا۔

عذر اول سے بچنے کی غرض سے آخری نوبت بحث پر مرافع کی جانب سے دوسری ڈگری
کی نقل بھی ایک حلفنامہ کے ساتھ داخل کر دی گئی ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مرافعہ گذار
کو اس بات کا علم نہ تھا کہ دو علیحدہ علیحدہ ڈگریان مرتب ہوئی ہین۔ مگر جو ڈگری مرافعہ گذار
نے اپنے عرضی مرافعہ کے ساتھ داخل کی ہے اُسکو دیکھنے سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا تعلق
صرف اُس مرافعہ سے ہے جو جیٹھ مل نے رنگ لال کے مقابلہ مین کیا تھا۔ اور رنگ لال کے
مرافعہ سے اُس کا کوئی تعلق نہین ہو سکتا۔ پس اگر مرافعہ گذار کی کوئی غلطی ہوئی تو اُس کے
لئے کوئی وجہ معقول نہ تھی اور جو ڈگری آخری نوبت پر پیش کر دی گئی ہے اُس کی نسبت قانون میعاد
سماعت کی دفعہ (۵) کا فائدہ مرافعہ گذار کو دینے کی کوئی وجہ نہین ہے اس لئے اب دیکھنا یہ
ہے کہ موجبات اپیل کے ساتھ صرف ایک ڈگری کے پیش ہونے کا اثر کیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے
کہ ضابطہ کی رو سے درخواست مرافعہ کے ساتھ نقل ڈگری کا پیش ہونا ایک لازمی امر ہے
اس لئے تاوقتیکہ نقل ڈگری داخل نہ ہو درخواست مرافعہ مکمل نہین خیال کی جا سکتی اور
نہ اُسکی بناء پر مرافعہ کی سماعت کی جا سکتی ہے۔ پس ہمارے نزدیک رنگ لال کے
مرافعہ کی نقل ڈگری داخل نہ ہونیکا اثر یہ ہوگا کہ اُس مرافعہ مین جو ڈگری مجلس عالیہ نے

بحث کی ایک حد تک تائید ہوتی ہے ان [illegible] ہمارے [illegible] مفصل بحث کرنے کی [illegible]
اس وجہ سے نہین ہے کہ ان نظائر مین انگلستان کے (Commonlaw)
کی تقلید کیگئی ہے اور انگلستان کے (Commonlaw) کی علاقہ ہائے
ممالک محروسہ سرکار عالی پابند نہین ہین - باتباع رومن لا (Romonlaw)
انگلستان مین مولا (Actis personalis maritur cumpersona)
پر عمل کیا گیا ہے۔ مگر انگلستان کے مشہور مصنف "سر فریڈرک پالک" نے اپنی تصنیف موسومہ
(Law of Torts) مین تسلیم کیا ہے کہ اس خصوص مین انگلستان کا قانون
نہایت ناقص حالت مین ہے اور بالخصوص جو صورت رنگ لال کے مرنے سے مقدمہ
ہذا مین پیدا ہوئی ہے اس کی نسبت حسب ذیل ارشاد فرماتے ہین۔

"It is impossible to see why a wrong doers estate should ever be exempted from making satisfaction for his wrongs. It is better that the residuary legatee should be to some extent cut short than that the person wronged should be deprived of redress."

جب اس مسئلہ مین انگلستان کے قانون کی حالت [illegible] قابل اتباع نہین ہے تو
کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم انکی تقلید کرین بلکہ ہم کو شرع شریف اور عام اصول انصاف
سے مدد لینی چاہیے [illegible] ہم غور [illegible] جو احکام
نہین ہین جو اس خصوص مین قانون انگلستان کی تائید کرتے ہون - اور عام اصول
انصاف سے [illegible] ہم [illegible] کو طرح "سر فریڈرک پالک" کی رائے مستند کردہ [illegible]
سے متفق پاتے ہین اور یہ قرار دیتے ہین کہ اگر فی الحقیقت رنگ لال کے افعال ناجائز
سے جیٹھ مل کو خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے تو کوئی وجہ نہین کہ رنگ لال کا متروکہ اس
خسارہ کی پابجائی کا ذمہ دار نہ قرار دیا جائے۔ ان وجوہ سے ہم مرافعہ کے دوسرے عذر ابتدائی
کو بھی نامنظور کرتے ہین۔

مستحق سمجھتا ہے اُٹھا کے کسی جزد کو کسی مصلحت سے ترک کر دیکر بقیہ جزو کے متعلق عدالت سے
دادرسی چاہے مثلاً اگر عدالت ابتدائی سے اُس کا دو ہزار روپیہ کا دعوے خارج ہو گیا ہو تو اُس
کو اختیار ہے کہ پورے دو ہزار کے متعلق مرافعہ کرے یا اُس کا کوئی جزو چھوڑ کر مابقی رقم کی
حدتک مرافعہ کرے یہی صورت مرافعہ ثانی سے بھی متعلق ہوگی۔ یعنے یہ کہ مرافعہ اولی میں
جو ڈگری دیجائے جسطرح اُس کل ڈگری سے مرافعہ ہو سکتا ہے اُسی طرح اُس کے کسی
جزو سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ ایک جزو ڈگری
سے مرافعہ نہیں کیا گیا اسلئے اُس جزو کا فیصلہ جزو مابقی کے متعلق امر فیصلشدہ کا اثر رکھیگا
جو کچھ بحث منجانب مرافعہ علیہ کیجاتی ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کے فیصلہ
مورخہ ۔۔ ماہ ۔۔ سنہ ۔۔ع کی بنا پر دو ڈگریاں مرتب ہوئی ہیں مگر یہ ایک صیغہ کا عمل ہے
جو تکمیل ضابطہ کے لئے کیا جاتا ہے اور صحیح معنوں میں یہ تصور قائم کیا جا سکتا ہے کہ وہ دو
ڈگریاں دراصل ایک ہی ڈگری کے اجزا ہیں اور ایک ہی ڈگری کے اجزا ہیں مگر کہ ایک
کاغذ پر لکھی جائے دو کاغذات پر لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ انڈین لاء رپورٹ جلد ۴۵ الہ آباد
صفحہ ۲۶ میں ۔۔ کیا گیا ہے اس نقطہ نظر سے غور کر کے ہوئے یہ قرار دینا ہوگا کہ اگر
ایسی ڈگری کے دو اجزا کے منجملہ ایک جزو سے مرافعہ کیا جائے تو وہی صورت پیدا ہو
جو اُس حالت میں پیدا ہوتی جب دو ہزار روپیہ کا دعوے یا مرافعہ خارج ہونیکے بعد صیغہ
مرافعہ میں چارہ کار صرف ایک ہزار روپیہ کے متعلق اختیار کیا جاتا اور جب صورت آخرالذکر
قانوناً ایک جائز چارہ کار ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ صورت اول الذکر کو قانوناً جائز قرار
دیا جائے چنانچہ مجلس عالیہ عدالت کے جلسے کاملہ نے نظیر مندرجہ دکن لاء رپورٹ جلد ۱۲
صفحہ ۴۴۵ میں حال ہی میں اسیطرح طے کیا ہے۔

ان وجوہ سے ہمارے نزدیک درخواست مرافعہ کے ساتھ ایک ہی ڈگری کی نقل
شامل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرافعہ صرف اُسی ڈگری کی حدتک سماعت کیا جائیگا۔ مگر
دوسری ڈگری اس مرافعہ کی سماعت کی بہ حیثیت امر فیصلشدہ مانع نہ ہوگی اور یہی تصفیہ
مرافعہ علیہ کے پہلے عذر ابتدائی کا کیا جاتا ہے

دوسرا عذر ابتدائی یہ کیا گیا ہے کہ رنگ لال کے فوت ہونے سے مدعی کا حق نالش
ساقط ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ برٹش انڈیا میں ایسے نظائر موجود ہیں جن سے اُس

اس کے بعد نقص مرافعہ پر غور کیا جاتا ہے۔ اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت نے جیٹھمل کے دعوے کو اس وجہ سے خارج فرمایا ہے کہ رنگ لال کے مقدمہ ما سبق متنازعہ مجلس عالیہ مین جو صلحنامہ بتاریخ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۴ء داخل کیا گیا ہے اُس کی رو سے جیٹھمل کو یہ دعوے کرنیکا حق باقی نہ تھا۔ جن حالات مین اور جس بیان سے یہ دعوے کیا گیا ہے وہ تجویز ہذا کے شروع مین بتلائے گئے ہین۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صلحنامہ کیا ہوا اور آیا اوس کے شرائط دعوے موجودہ کی پیش [illegible] کے مانع ہین۔ صلحنامہ حسب ذیل ہے:

"مقدمہ منعنونہ عنوان مین باہم فریقین حسب ذیل تصفیہ ہوا ہے۔

(۱) یہ کہ مدعی حسب تفصیل مندرجہ حاشیہ للعہ/ ۔ [illegible] مدعی علیہم کو ادا کرے۔

بابتہ قرضہ جیٹھمل	بابتہ رام کشن کا
للعہ/ ۵	للعہ/ ۱
۲	[illegible]
بابتہ سری کشن	بابتہ سود [illegible]
السمار	الستہ

(۲) یہ کہ مدعی علیہ ہر سہ گھوبت بابتہ زیورات مدعی کو دیدے۔

(۳) خرچہ فریقین کے متعلق عدالت جو تصفیہ فرمائے اُسپر فریقین رضامند ہین لہذا استدعا ہے کہ

بتاریخ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۲۴ء مثل بغرض تصفیہ قطعی مقدمہ ہذا پیش ہونے کے لئے حکم صادر فرمایا جائے تاکہ مدعی رقم مندرجہ فقرہ (۱) اور مدعی علیہ ہر سہ گھوبت ہائے متذکرہ فقرہ (۲) کو حاضر عدالت رکھے تاکہ آئندہ پیشی ہونیپر مدعی رقم مدعی علیہ کو دیدے اور مدعی علیہ اصل گھوبت مدعی کے حوالہ کردے۔ پانچ عدد زیورات مدعی علیہ کے پاس ہین۔ فریقین مین اس مقدمہ کے متعلق کوئی نزاع باقی نہین رہتا۔ خرچہ مقدمہ کی نسبت جو حکم عدالت دے اُس کے فریقین پابند ہونگے۔"

اس صلحنامہ کے سب سے زیادہ قابل غور الفاظ یہ ہین "فریقین مین اس مقدمہ کے متعلق کوئی نزاع باقی نہین رہتی" جہان تک ہم غور کرتے ہین اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ مقدمہ مذکور مین جو نزاعات فریقین مین تھے ان سب کا صلحنامہ کے ذریعہ سے تصفیہ ہوگیا۔ اور اب اُن نزاعات مین سے کوئی باقی نہین رہی۔ اُس مقدمہ مین فریقین مین کیا نزاعات تھین وہ اُس کے عرضیدعوے و جواب دعوے کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ عرضیدعوے کا فقرہ (۱) حسب ذیل ہے۔

لکھدیا کہ ”اس مقدمہ کے متعلق فریقین مین کوئی نزاع باقی نہین رہی“ پس ہمارے نزدیک اس سے ضرور یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ جو نزاع فریقین مین اس امر کے متعلق تھی کہ گھوڑے جیٹھ مل کے قبضہ مین کس طرح آئی تھی اور کس حیثیت سے تھی اوسکا بھی خاتمہ کردیا گیا اب جیٹھ مل نے جو دعوٰے خرچہ وہرجہ ولانے کا کیا ہے اگر وہ قابل پشیرفت قرار دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس مین پھر رنگ لال کی جانب سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائیگی کہ فی الحقیقت جیٹھ مل نے گھوڑون کا سرقہ کیا تھا۔ اور جیٹھ مل گھوڑون کے مکفول ہونیکی شہادت پیش کریگا۔ پس پھر ایک ایسی نزاع کا تصفیہ کرنا ہوگا جس کا تصفیہ مقدمہ متنازعہ رنگ لال مین ہو سکتا تھا مگر صرف اس وجہ سے نہین کیا گیا کہ فریقین نے صلح کرلی کر عدالت کو مطلع کیا کہ مقدمہ مذکور کے متعلق کوئی نزاع ان مین باقی نہین رہی۔ اور ایسا کرنا منافی شرائط صلحنامہ پایا جاتا ہے۔ پس ہمارے نزدیک اجلاس کاملہ کی تجویز صحیح اصول پر مبنی ہے اور صلحنامہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۳۲۳ف کے لحاظ سے جیٹھ مل کا دعوٰی قابل پشیرفت نہ تھا۔ جیٹھ مل کی جانب سے مولوی غیاث الدین صاحب مرحوم کی شہادت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ فی الحقیقت بروقت صلح فریقین کا یہ منشا تھا کہ جیٹھ مل مقدمہ فوجداری کے خرچہ وہرجہ کی نالش سے ممنوع ہو جائے مگر ہمارے نزدیک صلحنامہ کی عبارت صاف ہے اور جیسا کہ ہم اوپر بتلا چکے ہین واقعات موجودہ سے بھی مطابقت رکھتی ہے۔ ایسی صورت مین بلحاظ دفعہ ۹۲ قانون شہادت جیٹھ مل اس بات کا مجاز نہین ہے کہ اس کے ظاہری مفہوم کے منافی کوئی شہادت پیش کرے۔

پس بلحاظ جملہ حالات ہم بکمال ادب بارگاہ خسروی کہ …… مین عرض کرتے ہین کہ مرافعہ خارج اور فیصلہ جلاس کاملہ بحال فرمایا جائے اور امور مقدمہ کے خاص حالات کے لحاظ سے خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۳۲۲ آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۹۵
نظائر دکن جلد ۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۷

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب نواب میرزا یار جنگ بہادر و نواب فصیح جنگ بہادر و نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان

قابل توجہ نہین ہے۔ خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ یہ مقدمہ جوڈیشل کمیٹی سے اولاً واپس کیا گیا تھا
اُس وقت مین بھی قبضہ مخالفانہ یا میعاد کے متعلق کوئی تنقیح قائم نہین ہوئی۔

(۳) یہ مقدمہ عدالت دیوانی سے طے ہوکر ۱۳۱۳ف مین ختم ہوچکا تھا اب جو معروضہ رانی رنگنا نائکا
نے بارگاہ خسروی مین پیش کیا تھا اُس کی وجہ سے دوبارہ بہ تعمیل فرمان خداوندی فریقین کے
حقوق پر غور کررہے ہین۔ ایسی صورت مین تمادی سماعت کی کوئی بحث پیدا نہین ہوتی۔

منجانب مرافعہ پنڈت گرراؤ صاحب و مولوی سید بشارت حسین صاحب وکلاء
منجانب مرافعہ علیہم مولوی قاضی کبیر الدین صاحب کونسل و مولوی شیخ ضامن علی صاحب و مولوی محمد خواجہ صاحب وکلاء۔

فیصلہ — محمد بندہ علیخان مدعی نے دعوے دخلیابی چند مواضعات جاگیر بمقابلہ راجہ جگپال راؤ
زمیندار سمستان گوپال پیٹھ ۱۳۰۲ف مین اس بیان سے دائر کیا تھا کہ یہ مواضعات بہادر
علیخان پدر مدعی کو ۱۲۴۵ف مین عطا ہوئے اور اُن کے انتقال کے بعد وہ عطا بحق مدعی
۱۲۹۳ف مین بحال رہی۔ پدر مدعی نے اولاً دو سال کے لئے مورث مدعی علیہ کو ۱۲۵۴ف
مین تعہد دیا تھا اور بعد کو پھر دوسرا تعہد ۱۱ اسفندار ۱۲۶۶ف کو بنام گوپال راؤ مورث مدعی علیہ
۱۰ سال کیلئے دیا۔ اس طریقہ سے مدعی علیہ کے مورثون کے قبضہ کی ابتداء بحیثیت تعہد
دار مورث مدعی شروع ہوئی۔ لیکن اب مدعی علیہ اس بناء پر ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے
کہ یہ مواضعات اُس کے قول مین شامل ہین جو کہ اُس کو سرکار سے ۱۰ آبان ۱۲۶۶ف
کو ملا تھا۔ صیغہ مال نے مدعی کا قبضہ اٹھاکر اُس کو دیوانی مین دعویٰ دائر کرنے کی ہدایت
دی ہے لہذا ڈگری دخلیابی کی صادر کیجائے۔ مدعی علیہ راجہ جگپال راؤ کی یہ جوابدہی تھی کہ
مواضعات متدعویہ اُن کی سند قول نامہ مین داخل ہین۔ مدعی کو جو کچھ عطا کیا گیا تھا وہ
زر مالگزاری تھا جس کے پانے کی مستحق سرکار بمقابلہ قولدار تھی۔ عدالت ابتدائی نے ۱۳۰۲ف
و ۱۳۰۹ف مین بندہ علی کا دعوے صحیح قرار دیکر ڈگری کردیا۔ یہ ہی فیصلہ بالآخر اولاً
۱۳۱۱ف جلسہ متفقہ اور بعدہ ۱۳۱۳ف جلسۂ کاملہ سے بحال رہا۔ مدعی علیہ راجہ گوپال
راؤ نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ دائر کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے لیکن تخمیناً (۱۴) برس
کے بعد رانی رنگنا نائکا قائم مقام اصل مدعی علیہ نے اعلیحضرت بندگان عالی متعالی کی بارگاہ
اقدس مین معروضہ پیش کیا۔ جب یہ جوڈیشل کمیٹی کو مقدمہ کی سماعت کرنے کا حکم صادر

مدعی علیہ مین اس جمع کا تعین جس کا عطا کیا جانا بیان کیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ ہوا ہے ۔۔۔ ۱۲۶۶ف کے قبل یہ مواضعات بہادر علی پدر بندہ علی کی سند مین داخل ہو چکے تھے اور دیرینہ اسناد و آور جون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے نہبت قبل ہبیر الدولہ مورث مدعی علیہم کے قبضہ مین تھے۔ اگر بہادر علی و ہبیر الدولہ کا تعلق پہلی مرتبہ ۱۲۶۶ف مین پیدا ہوتا تب تو مدعی علیہم کی اس بحث مین قوت ہوتی کہ ۱۲۶۶ف کے بعد کے اسناد مین جو کہ مدعی یا اُس کے مورث کو دی گئین صرف جمع کا عطا کرنا مقصود تھا۔ مگر جب واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان مواضعات سے اُن کا تعلق بہت قدیم سے تھا جس کی حیثیت صرف رقم کے جمع تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اراضیات پر قبضہ کی حد تک تھی تو پھر یہ کہنا دشوار ہے کہ مدعی علیہ کی سند مورخہ ۱۲۶۶ف مین جو جمع درج ہوئی ہے وہی جمع مدعی یا اُس کے مورث کو عطا کی گئی۔ اصلیت یہ ہے کہ جہان تک اسناد کا عدالت کا تعلق ہے یہ مواضعات مدعی کے مورث کی سند مین داخل تھے اور بعدہٗ ۱۲۶۶ف مین جو قولنامہ مدعی علیہ کے مورث راجہ ونکٹ گوپال راؤ کو دیا گیا اُس مین بھی یہ مواضعات شامل کر دیے گئے لہذا بادی النظر مین جب ہم مدعی کے مورث کی سند پر نظر ڈالتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواضعات مدعی کی ملک ہین اور جب مدعی علیہ کے قول نامہ کو دیکھتے ہین تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ کی ملک ہین ایسی صورت مین ہم کو اون حالات کو جن مین کہ قول نامہ و اسناد تحریر کیے گئے تھے پیش نظر رکھکر یہ طے کرنا ہے کہ اول یہ مواضعات کسکو عطا کیے گئے تھے۔ ہم یہ دکھلا چکے ہین کہ مدعی علیہ کے قول نامہ کے قبل یہ مواضعات بہادر علی کی سند ۱۲۴۵ف مین داخل ہو چکے تھے اور اس کے قبل اُن کے مورث ہبیر الدولہ کا قبضہ تھا لہذا ان حالات مین ایسی متناقض اسناد کی یہی تعبیر کرنا قرین انصاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی ملک مین یہ مواضعات قبل تواریخ اسناد مذکور پائے جاتے ہون وہی مالک قرار دیا جائے اور اس معیار کے اعتبار سے اُن کے مالک مورث مدعی قرار پاتے ہین۔ اس مقدمہ مین ایک اور اہم واقعہ ظاہر ہوا ہے جس سے ہماری رائے کو بہت تقویت ہوتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ۱۱ محرم ۱۲۷۵ھ کو نواب مختار الملک نے ایک حکم صادر کیا تھا جو کہ بادی النظر مین تو مدعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اُس پر غور کرنے کے بعد دراصل مدعی کے اس بیان کی

علاوہ اور مواضعات بھی درج ہین جن کی کامل جمع ـــــ روپیہ ظاہر کیگئی ہے (ملاحظہ ہو مثل مطبوعہ جلد (۶) موسومہ بہ کاپی مدعی صفحہ ۳۰۹ اگزبٹ نمبر ۹) -

اس مقدمہ کے واقعات کے لحاظ سے یہ واقعہ بہت اہم ہے کہ ان اسناد کے قبل جن پر مدعی علیہ کو اپنی ملکیت کے ثبوت مین استدلال ہے مواضعات متدعویہ پر واقعی کس کا قبضہ تھا مدعی علیہ نے جس قدر اسناد پیش کئے ہین ان سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ قبل سنہ ۱۲۶۶ ف کے کوئی قول یا سند منجانب سرکار مدعی علیہ کے مورث کو دیگئی تھی لیکن جو کاغذات مدعی کی جانب سے پیش ہوئے ہین ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صدی سے زائد زمانہ گذر گیا جبکہ جائداد متدعویہ پر ببر الدولہ مورث مدعی کا قبضہ بہ حیثیت جاگیر دار تھا۔ زمانہ ببر الدولہ کے قبل کے واقعات مثل سے نہین ظاہر ہوتے۔ ببر الدولہ کے زمانہ کے بعد جو پہلی سند مدعی کے مورث بہادر علیخان کو عطا کیا جانا معلوم ہوتا ہے اس کی تاریخ ۱۹ رمضان سنہ ۱۲۵۱ھ م سنہ ۱۲۴۵ ف ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مواضعات بہادر علی کو بطور جاگیر ذات دئے گئے تھے (ملاحظہ ہو جلد ۱ موسومہ جوڈیشل کمیٹی ص ۶۱ نمبر کاغذ الف) اس سند تک مدعی علیہ کے قبضہ و ملکیت کا پتہ نہین چلتا ہے کیونکہ مدعی علیہ نے جو سب سے پہلا قولنامہ پیش کیا ہے وہ ۲۵ محرم سنہ ۱۲۶۷ھ م ۱۰ آبان سنہ ۱۲۶۶ ف کا ہے۔ البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ چند گواہ ایسے پیش ہوئے جن کے مورثون کو زمیندار گوپال چٹی کی جانب سے متفرق قطعات اراضی انہین مواضعات مین دئے گئے تھے لیکن وہ قابل وثوق نہین معلوم ہوتے۔ شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ کے مورثون کا تعلق سنہ ۱۲۶۶ ف کے قبل ان مواضعات سے نہ تھا اور مدعی کے مورث کا تعلق اس کے بہت قبل زمانہ سے تھا۔ اگر مدعی کی سند مورخہ ۱۹ رمضان سنہ ۱۲۵۱ھ پر نظر ڈالی جائے تو اس مین کوئی لفظ بھی ایسا نہین ہے جس کی بنا پر ہم یہ رائے ظاہر کر سکین کہ بہادر علی پدر مدعی کو ان مواضعات کی صرف جمع عطا کرنا منظور تھا۔ سند کی عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مواضعات عطا کئے گئے لہذا جس وقت مدعی علیہ کے مورث راجہ ونکٹ گوپال راؤ کا پہلا قول نامہ ۱۰ آبان سنہ ۱۲۶۶ ف کو لکھا گیا۔ اس وقت یہ مواضعات بہادر علی پدر بندہ علی خان کی جاگیری سند مین درج تھے۔ مدعی علیہ کی جانب سے وکیل کی بحث یہ رہی ہے کہ بہادر علیخان کو صرف جمع کی رقم عطا کرنا منظور تھا۔ قولنامہ پیشکردہ

"بحالہ خط عرضی سوائے راجہ وینکٹ گوپال راو کے بہادر زمیندار گوپال پیٹھ معہ قول مہری بہادر علیخان جاگیردار موضع کلوپالی۔ شیر و مہر قومہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۳۷ھ ظاہر کردیتے تھے"

شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماطلی الیکٹہ قرار ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۳۷ھ کو بہادر علی نے راجہ وینکٹ گوپال راؤ کو دیا تھا جس کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ حکم مذکور میں "مہر قومہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۳۷ھ" یا تو راجہ نے سکا یہ دیا تھا سے ٹھیک معلوم ہوتا ہے یا قول مذکور کی تاریخ غلط درج ہوگئی۔ پھر کیفیت مختار الملک بہادر کے حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے جو عرضی بابت قومہ ۱۲۳۷ھ پیش کی تھی اس کے ساتھ قول نامہ مہری بہادر علیخان جاگیردار بھی پیش کیا تھا غالباً غرض یہ تھی کہ بہادر علی خان بعد قول دیدینے کے قبضہ رکھنے کے مستحق نہیں ہیں اور اس وقت تک راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے بہادر علی خان کو یہ جاگیری مواضعات اپنے قول نامہ میں ۱۲۳۷ھ میں شامل کرائے تھے ان وجوہ سے نواب مختار الملک بہادر نے یہ حکم دیا کہ چونکہ دیہات مذکور حسب قدامت قدیم قول بالمقطعہ سمستان گوپال پیٹھ میں شریک ہیں لہذا جاگیردار بہادر علی کو المقطعہ رقم پہونچتی رہے اور وہ زمیندار گوپال پیٹھ کے قبضہ و تصرف میں داخل رہیں۔ اس حکم کا یہ اخیر حصہ تو راجہ گوپال راؤ کے مفید تھا یعنی یہ کہ مواضعات اُن کے قولنامہ میں شامل ہونے کی وجہ سے بہادر علی خان کی مداخلت کی ممانعت کردیگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے بہادر علی خان سے ہی ٹھیکہ لیا تھا۔ مدعی علیہ کو جس قول نامہ پر استدلال ہے وہ جلد اول مرسومہ جوڈیشل کمیٹی صفحہ ۱۲۴ کاغذ نمبر لعب پر درج ہے اُس کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواضعات پہلے سے تعہدداری راجہ وینکٹ گوپال راؤ کے قبضہ میں تھے۔ اس دستاویز کی اصل محکمہ دیوانیات میں تھی۔ باغراض انصاف ہم نے اصل منگوا کر دیکھا۔ اُس میں وہ الفاظ جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مواضعات متدعویہ راجہ وینکٹ گوپال راؤ کے قبضہ میں پہلے سے تھے بہت مشکوک پائے گئے۔ قول نامہ مطبوعہ میں ایک مقام پر الفاظ ذیل لکھے ہوئے ہیں:

"بدستور سابق بعنوان بالمقطعہ"

یہ وہی الفاظ ہیں جن سے راجہ مذکور کا قبضہ پہلے سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ وہی

تائید ہوتی ہے کہ اس کے پدر بہادر علی سے متعلق نہیں جبکہ نواب مختار الملک کا حکم
صادر ہوا ہے۔ یہ مواضعات راجہ وینکٹ گوپال راؤ مورث مدعی علیہ کو تو ان پر دے
رکھے گئے تھے اور اسی وجہ سے غالباً مدعی علیہ کے توزک ۱۲۶۱ف میں ... مواضعات
کے ساتھ غلطی سے شامل ہوگئے۔ نواب صاحب موصوف کے حکم کی اہمیت سمجھنے کے لئے چند
واقعات کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جلد (۲) موسومہ کاپی مدعی کے صفحہ ۲۲ پر ایک قول
نامہ مہری بہادر علیخان اسمی راجہ گوپال راؤ کی نقل طبع ہے جس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ بہادر علی خان نے مواضعات مذکورہ (معہ متعلقات) سالانہ پر راجہ گوپال راؤ کو ٹھیکہ پر دئے
تھے۔ یہ قول نامہ ۲ ذی قعدہ ۱۲۵۱ھ کو لکھا گیا اس پر اگزبٹ نمبر ۱۵ درج ہے اس
کے ایک دوسری قبولیت کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی گئی جو مثل جلد نمبر (۱)
موسومہ جوڈیشل کمیٹی صفحہ ۳ پر طبع ہے جو کہ بادی النظر میں راجہ وینکٹ گوپال راؤ مورث
مدعی علیہ نے بحق بہادر علی ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۵۱ھ کو تحریر کی ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ
کسی زمانہ میں راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے یہ ہی مواضعات بہادر علی سے قول پر لئے تھے
تو پھر اس میں ذرا شک و شبہ بھی باقی نہیں رہتا کہ ان مواضعات پر وینکٹ گوپال
راؤ کا قبضہ واقعی پہلی مرتبہ بحیثیت بہادر علی کے ایک قولدار کے ہوا تھا۔ اگر یہ مواضعات
راجہ وینکٹ گوپال راؤ کی جاگیر ملک پہلے سے ہوتے تو پھر بہادر علی سے قول پر لینے کی
ضرورت نہ تھی۔ ہم اسناد وغیرہ کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مگر اس واقعہ قول سے
سے اس قدر ضرور ظاہر ہوگا کہ قبل قول کے یہ مواضعات بہادر علی کے قبضہ واقعی میں
تھے اور راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے جو قبضہ واقعی ابتدا میں حاصل کیا وہ بحیثیت
قولدار بہادر علی کے تھا۔ اب ان واقعات کے معلوم کرنے کے بعد نواب مختار الملک
بہادر کا حکم پڑھا جائے جس کو ہم بہت اہم خیال کرتے ہیں۔

نواب مختار الملک بہادر کا حکم مورخہ ۱۱ محرم ۱۲۶۴ھ کا تھا اس حکم کو از ابتدا تا انتہا
پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے کہ راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے نواب مختار الملک بہادر کی
روبرو یہ شکایت کی تھی کہ بہادر علی خان جاگیردار نے مواضعات کا قول لکھ کر راجہ
وینکٹ گوپال راؤ کے سپرد کر دیا۔ پھر بھی بہادر علیخان جاگیردار راجہ کے قبضہ میں دخل
دیتے ہیں اور انتظام میں مزاحم ہوتے ہیں۔ وہ حکم بالفاظ ذیل شروع ہوتا ہے۔

جب گوپال راؤ کا تعہد ختم ہو گیا تو ایک مرتبہ انھیں مواضعات کا ٹھیکہ راجہ رامیشور راؤ مالک
سمستان ونپرتی کو بجانب مورث مدعی دیا گیا تھا۔ اور اسکی تائید میں قبولیت مورخہ
۱۱ صفر ۱۲۷۰ھ نوشتہ راجہ رامیشور راؤ پر استدلال کیا جاتا ہے جو کہ مثل نمبر (۲۶) موسومہ
کاپی مدعی کے صفحہ ۶۷۵ پر طبع ہے۔ اس قبولیت کے دیکھنے سے بھی مدعی کے اس
بیان کی تائید ہوتی ہے کہ ان مواضعات کا ٹھیکہ وقتاً فوقتاً مورثان مدعی کی جانب
سے دیا جاتا رہا۔ مدعی علیہ کی جانب سے یہ بحث کی جاتی ہے کہ یہ کاغذات ثابت
نہیں ہیں۔ اس قدر مدت دراز کے بعد اب کسی عینی شہادت کا لینا دشوار ہے۔
دستاویزات زائد از سی سالہ ہیں۔ عدالت ہائے ماتحت ان کی صحت کی نسبت قیاس
کرتی چلی آئی ہیں۔ راجہ وینکٹ گوپال راؤ کی تحریر کی ہوئی قبولیتوں کی تائید جو بر
نواب مختار الملک بہادر کے حکم سے ہوتی ہے۔ ہماری دانست میں یہ وہ کاغذات
ہیں جن کی صحت کی بابت تحت قانون شہادت قیاس کرنا چاہیے اور مخصوص جبکہ
عدالت ہائے ماتحت نے ان کو شہادت میں داخل کر لیا ہے۔ تب بغیر معقول وجہ
کے ان کو شہادت سے نکال ڈالنا قرین انصاف نہ ہوگا۔ ان تمام واقعات کو یکجا کرنے
سے ہماری رائے یہ قرار پاتی ہے کہ یہ مواضعات اور اصل مدعی کی موروثی جاگیر ہیں جن
کو کہ خود مدعی علیہ کے مورث نے متعدد مرتبہ مدعی کے مورث سے قبول پر لیا تھا اور
گو کہ یہ مواضعات پہلی مرتبہ ۱۲۶۶ف میں راجہ وینکٹ گوپال راؤ کے قبول نامہ میں
کسی نہ کسی طرح سے داخل ہو گئے لیکن مطلب کا یہ منشا نہ تھا کہ جاگیردار کے یعنی مورث
مدعی کے وہ حقوق زائل ہو جائیں جو کہ اس کو ان مواضعات میں قبل ۱۲۶۶ف قبول
نامہ میں داخل ہونے سے پیشتر حاصل تھے۔ فریقین کی ملکیت کے مسئلہ پر ایک دوسرے
نقطہ نظر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ مدعی کا استدلال دو اسناد پر ہے۔ ایک مورخہ ۱۹
رمضان ۱۲۵۱ھ م ۱۲۴۵ف اور دوسری ۲۷ رمضان ۱۲۶۹ھ م یکم مہر ۱۲۶۲ف۔
پہلی سند بہادر علی خان کے حق میں عطا کی گئی تھی اور دوسری سند بہادر علی
کے انتقال کے بعد بندہ علی کے حق میں عطا کی گئی۔ جہاں تک ان اسناد کا تعلق ہے
اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی عبارت سے مواضعات کا عطا ہونا پایا جاتا ہے
کسی رقم کا عطا کیا جانا نہیں پایا جاتا۔ مدعی علیہ کی جانب سے دو قبول نامہ بہ ثبوت

الفاظ ہین جو کہ اصل دستاویز مین بہت مشکوک ہین۔ شیشہ کی رو سے صاف ظاہر ہو گیا کہ کسی نے کاغذ کو چھیلا ہے اور جو الفاظ پہلے سے تھے اُن کو بدل کر "بدستور سابق" کے الفاظ بنائے گئے ہین۔ بناوٹ ایسی ہے کہ اُس وقت کی نہین معلوم ہوتی۔ اگر مسودہ مین غلطی تھی تو قلمزد کیا جا سکتا تھا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ انھین الفاظ کے لکھنے مین غلطی ہو گئی جن سے راجہ کا قبضہ سابقہ ثابت ہوتا تھا۔ ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ انھین یہ رد و بدل کس وقت کیا گیا لیکن اس مین ہم کو شک نہین معلوم ہوتا کہ راجہ کے قول نامہ سنہ ۱۲۶۶ف مین اصل عبارت کچھ اور تھی اُسکو بدل کر الفاظ "بدستور سابق" بنائے گئے ہین۔ مدعی علیہ کے لائق وکیل کی یہ بحث ہے کہ اسی زمانہ کے اور بہت سے کاغذات ان مواضعات کے متعلق ایسے ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مواضعات راجہ وینکٹا گوپال راؤ کو دئے گئے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ مواضعات راجہ وینکٹ گوپال راؤ کے قول مین صریح طور سے داخل کئے گئے لہذا دیگر کاغذات مین بھی اس کا ذکر ہے۔ لیکن اہمیت اس واقعہ مین تھی کہ آیا راجہ وینکٹ گوپال راؤ کا قبضہ ان مواضعات پر قبل سے تھا۔ یہ نہین دکھلایا گیا کہ اُن دیگر کاغذات سے بھی راجہ وینکٹ گوپال راؤ کا قبضہ اُن خاص مواضعات متدعویہ پر اسی طرح سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اُس قول نامہ کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے۔ بہرکیف جس کسی نے رد و بدل کیا یا کرایا وہ شخص الفاظ "بدستور سابق" کی اہمیت کو سمجھتا تھا۔ چونکہ یہ مواضعات سنہ ۱۲۴۵ف مین مدعی کے مورث بہادر علی خان کی سند مین داخل ہو چکے تھے لہذا سنہ ۱۲۶۶ف مین جب مدعی کو قول نامہ دیا گیا اُس وقت قول نامہ مین ایسے الفاظ کا ہونا جن سے یہ ظاہر ہو کہ راجہ وینکٹ گوپال راؤ کا قبضہ پہلے سے تھا اہم خیال کیا گیا اور غالبًا اسی غرض سے قول نامہ مین الفاظ سابق بدل کر "بدستور سابق" کے الفاظ درج کئے گئے۔ مدعی نے اس امر کے ثبوت مین کہ اُس کے مورث بہادر علی خان نے مواضعات متدعویہ کو راجہ گوپال راؤ کو ٹھیکہ پر دئے تھے۔ ایک نقل اقساط بندی مین بھی داخل کی ہے جو کہ مثل جلد نمبر ۱ موسومہ کاپی مدعی کے ص ۲۹۷ پر طبع ہے اس مین سنہ ۱۲۵۳ف و سنہ ۱۲۵۴ف کی وہ اقساط درج ہین جو راجہ گوپال راؤ کے تعہد مین مقرر کی گئی تھین اور جو کہ جاگیردار بہادر علی خان کو راجہ سے واجب الادا تھین۔ مدعی کی جانب سے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ

متبنی کیا۔ ۲ شہریور ۱۳۰۳ ف کو یہ سمستان راجہ جگپال راؤ پر بحال کیا گیا لیکن مواضعات متدعویہ کی بابت علیحدہ کوئی جدید سند تمیزن دی گئی جہان تک مواضعات متدعویہ کے اسناد کے سلسلہ کا متعلق ہے دیو راؤ کے حق مین آخری قولنامہ ۱۲۷۷ ف کا تہا اور بندہ علی کی آخری سند یکم مہر ۱۲۹۲ ف کی ہے۔ راجہ جگپال راؤ مذکور نے ۱۳۲۱ ف مین انتقال کیا۔ رانی رنگنا نکما جو اس مقدمہ کو لڑ رہی ہین راجہ جگپال راؤ کی بیوہ ہین۔ اور راجہ ہمنت راؤ کو رانی رنگنا نکما نے متبنی لیا ہے۔ یکم مہر ۱۲۹۲ ف کے بعد ان مواضعات کی بابت کوئی نئی سند نہ راجہ جگپال راؤ کو عطا ہوئی نہ رانی رنگنا نکما کو عطا ہوئی۔ ان حالات مین یہ نہین کہا جا سکتا کہ بندہ علی خان کا جو حق بذریعہ سند یکم مہر ۱۲۹۲ ف حاصل ہوا تہا وہ ان قولنامجات کے اثر سے زائل ہو گیا جو ۱۲۶۶ ف مین حق وینکٹ گوپال راؤ یا دیو راؤ عطا ہوئے تھے جیسا کہ لکہا جا چکا ہے۔ یہ جائداد اپنی نوعیت مین جاگیر ہے۔ ہر جاگیر دار یا قولدار کے مرنے کے بعد بادشاہ وقت کو جدید عطا کا کامل اختیار ہے۔ بندہ علی خان کے حق مین آخری فرمان ۲۳ اسفندار ۱۳۰۱ ف کو ہوا ہے جسمین یہ مواضعات بندہ علیخان کے حق مین صراحت سے بحال کئے گئے ہین مگر اس کے متعلق یہ بحث کی جا سکتی ہے کہ یہ فرمان مبارک دوران مقدمہ مین بربناء آخری فیصلہ جلسۂ کاملہ عدالت العالیہ جو کہ ۱۳۱۳ ف مین صادر ہوا شرف صدور پایا تہا اور یہی فیصلہ عدالت العالیہ اب بارگاہ خداوندی مین دوبارہ بحث طلب ہو گیا ہے لیکن جو سند بندہ علی کو یکم مہر ۱۲۹۲ ف مین عطا کی گئی تھی اس کی نوعیت اور ہے اور اس مقدمہ کے دائر ہونے کے پندرہ برس قبل عطا کی جا چکی تھی اس آخری سند کے بعد یہ معاملہ ایک مرتبہ راجہ شیوراج بہادر کے روبرو بغرض اظہار رائے بابت حقوق فریقین ۱۲۹۳ ف مین پیش ہوا تہا اس وقت راجہ شیوراج بہادر نے بحیثیت اعلیٰ ترین افسر دفتر مال تمام مواد پر نظر ڈال کر یہ رائے قائم کی تھی کہ جائداد متدعویہ پر قابض رہنے کے مستحق بندہ علی خان ہین (ملاحظہ ہو جلد اول موسومہ جوڈیشل کمیٹی صفحہ ۵۰ تا ۵۳) اس کے بعد ۱۵ اسفندار ۱۲۹۳ ف کو مدعی کو دخل بھی دیدیا گیا۔ بندہ علیخان اس وقت سے جاگیرات پر واقعی قابض رہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نواب وقار الملک مرحوم بہ حین دورہ سمستان گوپال پیٹھ تشریف لیگئے وہان ان کے ذہن مین یہ بات آئی کہ ان مواضعات پر قبضہ کی مستحق رانی رنگنا نکما ہین انھون نے ایک طولانی رپورٹ

ملکیت پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک مورخہ ۱۱ محرم ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۲۶۶ف دوسرا مورخہ ۲۴
محرم ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۲۷۷ف ہے۔ جاگیردار اپنی زندگی تک جاگیر پر اور بادشاہ وقت
کو ہر جاگیردار کے مرنے کے بعد جدید طور پر عطا کرنے کا پورا اختیار ہے۔ بادشاہ وقت نے تمام
واقعات پر غور فرمانے کے بعد یکم مہر ۱۲۹۳ف کو یہ مواضعات بذریعہ سند بندہ علی کو
عطا فرمائے جس کے بعد کوئی جدید عطا کسی مدعی علیہ کو نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں
یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مدعی کے مقابلہ میں مدعی علیہ کا حق مرجح ہے۔ ہم نے اس
سلسلہ میں اُن احکام پر چنداں لحاظ نہیں کیا جو کہ ادارہ مقدمہ کے دائر ہونے سے قبل ہوئے
تھے یا جو احکام بعد مقدمہ صادر ہوئے کہ مختلف عدالتوں سے مختلف اوقات پر صادر
ہوتے رہے۔ حقوق فریقین کا تصفیہ کرنے کے لئے ہم زیادہ تر تعیین اسناد و کاغذات
کو پیش نظر رکھنا چاہتے ہیں جن کے اثر سے یا تو کسی فریق کی ملکیت قائم ہوتی ہو یا جن
کی مدد سے اسناد ملکیت کی تعبیر کرنے میں مدد ملتی ہو۔ مدعی علیہ کی جانب سے کوئی
شہادت ایسی پیش نہیں ہوئی جس کا اثر یہ ہو کہ ۳۰ رمضان ۱۲۶۹ھ مطابق یکم مہر ۱۲۹۳ف
کی جو سند بندہ علی کو دی گئی تھی وہ بے اثر یا کالعدم ہو گئی۔ اس جاگیر کا آخری عطیہ
بحق بندہ علی تھا۔ اعلیحضرت بندگان عالی متعالی نے جوڈیشل کمیٹی کو فریقین کے حقوق پر دوبارہ
نظر ڈالنے کی ہدایت ضرور فرمائی ہے اور وہ واجب التعمیل ہے۔ ہماری رائے میں
اعلیحضرت بندگان عالی متعالی کا یہ منشاء مبارک نہیں ہے کہ جو حقوق ملکیت فریقین کو بربنائے
فرامین یا اسناد سابقہ قانوناً حاصل ہو چکے ہیں ان کو ہر وقت بہ فیصلہ نظر انداز کر دیا جائے
ورنہ یہ کہنا دشوار ہوگا کہ کونسی سند ایسی قرار دی جائے جو مختتم ہو۔ ہماری رائے
میں جو آخری سند یکم مہر ۱۲۹۳ف کو بندہ علی کو عطا کی گئی اس کا قانونی اثر یہ ہے
کہ اگر ۱۲۶۶ف میں یہ مواضعات راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے تول میں شامل
بھی ہو گئے تب بھی یکم مہر ۱۲۹۳ف کی سند مذکورہ کے بعد جو بندہ علی کو عطا ہوئی
تھی راجہ وینکٹ گوپال راؤ یا ان کے قائم مقاموں کا کوئی حق ان مواضعات میں
باقی نہیں رہا۔ راجہ وینکٹ گوپال راؤ نے ۱۲۰۰ف میں انتقال کیا ان کے انتقال
کے بعد ان کی بیوہ لچھمی نرساباٸی نے دیو راؤ کو متبنیٰ کیا لیکن دیو راؤ نے بھی ۱۲۷۰ف
میں انتقال کیا تب راجہ وینکٹ گوپال راؤ کی بیوہ لچھمی نرساباٸی نے جگپال راؤ کو

بحیثیت ایک افسر علاقہ مالگزاری چٹھی کی اس بنا پر بندہ علی سے قبضہ منتزع کر دیا گیا اور
اُن مواضعات پر اُن کا قبضہ ستمبر ۱۸۹۳ء میں کرا دیا گیا۔ بندہ علی اس حکم کی منسوخی
کی کوشش عرصہ تک کرتے رہے اور بالآخر عدالت دیوانی میں شرعی دعوی کرنا پڑا۔ اس
طریقہ سے بندہ علی کا قبضہ اٹھ گیا۔ ہم یہ رائے ظاہر کر چکے ہیں کہ ان مواضعات کے
اصلی مالک بندہ علی خان تھے۔ ہماری رائے میں اُن سے قبضہ واپس نہ لینا چاہئے تھا
مدعی علیہ کے لائق وکیل نے مدعی کی پیشکردہ تحریری شہادت پر یہ بھی اعتراض
کیا ہے کہ وہ نا قابل ادخال شہادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مقدمہ کے فریقین
نے بہت سا مواد ایسا پیش کر دیا ہے جو قابل ادخال شہادت نہ تھا۔ مثلاً قبضہ کے متعلق
سماعی شہادت اور بہت سے احکام و پروانجات جن سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ مگر جس
شہادت کی بنا پر ہم نے اپنی رائے قائم کی ہے اور جس کا حوالہ ہم دے چکے ہیں وہ
قابل ادخال شہادت ہے۔ جو دستاویزات نا کارہ ہیں سادہ ہیں اُن کی صحت کا ہم نے
قیاس کیا ہے۔ دستاویزات جن کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ ایسی ہیں جن سے امر تنقیح طلب
کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی متعلق قیاس پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ واقعات متعلقہ کی تعریف میں شامل
ہیں۔ ہر شہادت کا مفصل حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ مانک رنگنا کے لائق وکیل پنڈت
گوپال صاحب نے یہ بحث پیش کی کہ دعوی مدعی میعاد کا مانع ہے۔ یہ مقدمہ ۱۹۱۲ء
میں دائر ہوا تھا۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ اُس قانون کے اعتبار سے جو اس وقت نافذ تھا ایسے
دعوے میں میعاد بارہ برس ہے بارہ برس کا قبضہ مخالفانہ ثابت ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں یہ عذر کسی عدالت
ماتحت میں نہیں کیا گیا اور نہ اس پر کوئی تنقیح قائم کی گئی۔ قبضہ مخالفانہ ایک امر
واقعہ ہے جب کبھی اس کا عذر بھی عدالت ماتحت میں نہ کیا گیا ہو تو ہم اس پر توجہ نہیں
کرتے۔ جب یہ مقدمہ جوڈیشل کمیٹی سے اول واپس کیا گیا تھا اس وقت بھی قبضہ مخالفانہ
یا میعاد کے متعلق کوئی تنقیح قائم نہیں ہوئی۔ اسٹاپل کی بحث کا بھی حوالہ دلیل زبانی سے
دیا گیا لیکن اس بحث کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے یہ رائے ظاہر نہیں کی ہے کہ
مدعی یا مدعی علیہ کے مورث کسی واقعہ کے ثابت کرنے سے ممنوع ہیں یا اُن کے عذرات
میں اسٹاپل عارض ہے لہذا اسٹاپل پر مزید غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ جوڈیشل کمیٹی
نے ۱۹۱۲ء میں جب یہ مقدمہ واپس کیا تھا تب تنقیحات مشتملہ ترمیم ڈگری و امور متعلقہ اس

ے عذرات قابل پذیرائی نہیں ہین کیونکہ جب ۱۲۹۲ف مین
عطا ہوگئی تو پھر دستور العمل انعام کے کسی دفعہ کی پابندی نہ
ت ہو سکتا کہ وہ سند بے اثر ہو جائے - یہ بحث بھی تحریر کی گئی
مدعی کا کبھی قبضہ نہین ہوا لیکن قبضہ کی صورت ہم بیان کر چکے
رصہ تک قابض رہچکے تھے اس کے بعد مدعی علیہم کے مورثون
ن قبول دیا گیا پھر ۱۲۹۳ف مین برنبائے سند بندہ علی خان
۱۲۹۶ف مین صیغہ مالگزاری نے نواب وقار الملک مرحوم کی
مین دورہ سمستان انہون نے تیار کی تھی بندہ علی خان کو
ت اس بید خلی کے اثر سے مدعی کا حق زائل نہین ہوا میعاد
نی رائے ظاہر کر چکے ہین - راجہ ہنمنت راؤ کے وکیل نے یہ
ہ دعوے کی سماعت عدالت دیوانی مین نہین ہو سکتی -
دیوانی سے طے ہو کر ۱۳۱۲ف مین ختم ہو چکا تھا - اب جو معروضہ
اہ خسروی مین پیش کیا تھا اس کی وجہ سے ہم دوبارہ بہ تفصیل
ے کے حقوق پر غور کر رہے ہین - ایسی صورت مین مجاز سماعت
ہوتی - بحالات متذکرہ بالا ملکیت کے متعلق عدالت دیوانی
ہم راجہ ہنمنت راؤ کے وکیل کے اہم عذرات کے متعلق بھی

ب اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کی بارگاہ اقدس مین یہ مشورہ دیتے
ہین کہ جو مرافعہ راجہ رنگنا ئکما نے بخلاف ڈگری عدالت العالیہ
قابل اخراج ہے -

ے ابابتہ ۱۳۲۶ف صفحہ ۳۲۴
بابتہ ۱۳۲۹ف صفحہ ۳۲۵

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی
ے بیٹھا تھے صاحب مشیر قانونی و نواب فاروق یار جنگ بہادر
واب ضیا یار جنگ بہادر ارکان

کرنے کے بعد ہم نے مرافعہ علیہ کی پوری بحث سماعت نہین کی کیونکہ ہماری رائے مین مدعی کا حق ثابت معلوم ہوتا تھا اس کے بعد ہم نے پھر پنڈت گرراؤ صاحب وکیل رانی رنگنا لکما کو بحث کرنے کا پورا موقعہ دیا۔ جب جواب الجواب مین اُن کی پوری بحث ختم ہو گئی۔ اُس کے ایک روز بعد سید خواجہ صاحب وکیل راجہ ہمنت راؤ نے یہ درخواست پیش کی کہ اُن کا یہ خیال تھا کہ ابھی مقدمہ مین کئی روز تک بحث مزید ہو رہیگی لہذا وہ وقت پر موجود نہ تھے اس خیال سے کہ شاید سید خواجہ صاحب کی بحث سے مقدمہ ہذا پر مزید روشنی پڑے ہم نے اُن کو ایک تحریری بحث داخل کرنیکا موقعہ دیا جو شامل مثل ہے۔ اس بحث کے ملاحظہ کے بعد بھی ہماری رائے مین کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ اصلیت یہ ہے کہ جہان تک مدعی کا تعلق ہے راجہ ہمنت راؤ در رانی رنگنا لکما کے اغراض مشترک ہین، رانی رنگنا لکما کی جانب سے مکمل بحث ہو چکی تھی پھر بھی ہم راجہ ہمنت راؤ کے وکیل کی پیشکردہ تحریری بحث پر ایک نظر ڈالتے ہین۔ تحریری بحث مین اس پر زور دیا گیا ہے کہ سند سوسومہ بہادر علیخان ثابت نہین ہے اور وہ خلاف قانون ہے۔ ہم یہ رائے ظاہر کر چکے ہین کہ اُن اسناد کی صحت کے متعلق جو قیاس عدالت ہائے ماتحت نے سابق مین کیا تھا اُس کو غیر صحیح قرار دینے کے لئے کافی وجوہ نہین ہین۔ یہ دیرینہ کارروائیان ہین۔ خود مدعی علیہ کی جانب سے یہ بیان نہین کیا گیا کہ بہادر علی خان کو ان سواضعات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بحث صرف اس قدر کیگئی تھی کہ بہادر علیخان کو صرف پن عطا کیا گیا لیکن جو اسناد بہادر علیخان کی جانب سے پیش کئے گئے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مواضعات عطا کئے گئے۔ مدعی علیہ کی جانب سے کوئی ایسی تردید نہین پیش کیگئی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ پیش کردہ اسناد کے علاوہ کوئی اور اسناد بہادر علی خان کو صرف پن کی حد تک عطا کئے گئے تھے۔ تحریری بحث مین راجہ چندولال کے زمانہ کی کارروائیون پر بھی حملہ کیا گیا ہے مگر ہر شخص کے اسناد کو صرف اس بنا پر ناثابت قرار دینا کہ وہ زمانہ راجہ چندولال کا تھا۔ قرین انصاف نہ ہوگا۔ دیگر قرائن کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ جو سند کہ بندہ علیخان کے حق مین ۱۲۴۲ف مین عطا کیگئی اُس کے متعلق بھی راجہ ہمنت راؤ کے وکیل نے یہ دکھلانا چاہا کہ عطا کرتے وقت دستور العمل انعام کے ضابطہ کی پوری پابندی

منظور کرنیکا اختیار حاصل نہیں ہے اسلئے وہ حکم قابل منسوخی ہے۔

صدر عدالت نے یہ درخواست اس بنا پر نامنظور کی کہ قائم مقامی منظور ہوچکی تھی اس
لئے درخواست بعد از وقت ہے۔ اس کا مرافعہ اجلاس کامل میں ہوا اور اجلاس کامل نے یہ
قرار دیکر مرافعہ نامنظور کیا کہ صدر عدالت کو قائم مقامی کی درخواست کی سماعت کا
اختیار حاصل ہے۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی نگرانی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ پیش
ہوا ہے ہم نے مرافعہ کے تائید وکیل کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔ اس مقدمہ
میں صرف یہ قانونی مسئلہ تصفیہ طلب ہے کہ جب کوئی ڈگری تعمیل کے لئے کسی عدالت
میں منتقل کیجائے تو اس عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے [illegible] کہ وہ قائم مقامی کی درخواست
کا تصفیہ کرے۔ اس مسئلہ کے متعلق مجلس عالیہ عدالت کے ارکان میں اختلاف ہے۔
دکن لا رپورٹ جلد ۱۲ صفحہ ۵۳۴ میں قرار دیا گیا ہے کہ عدالت منتقل الیہ کو ایسا
اختیار حاصل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے دکن لا رپورٹ جلد ۱۳ صفحہ ۲۳۰ اور مقدمہ مرافعہ
[illegible] میں اجلاس کامل نے قرار دیا ہے کہ عدالت کو ایسا اختیار حاصل ہے۔ اس مسئلہ کے
متعلق مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی اور مجموعہ ضابطہ دیوانی نافذہ برٹش انڈیا کے احکام
میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن برٹش انڈیا کی عدالتوں میں بھی اس مسئلہ کے متعلق
اختلاف ہے۔ کلکتہ ہائیکورٹ نے کلکتہ جلد ۴۲ صفحہ ۵۵ میں یہ رائے قائم کی ہے کہ عدالت
منتقل الیہ کو ایسی درخواست کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ برخلاف اس کے [illegible]
مدراس اور الہ آباد ہائیکورٹ نے یہ رائے قائم کی ہے کہ عدالت منتقل الیہ کو ایسی درخواست
کی سماعت کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ مدراس جلد ۴۲ صفحہ ۴۹۴ - الہ آباد جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۲
بمبئی جلد ۱۸ صفحہ ۳۴۲ - اب ہمیں اس امر کا تصفیہ کرنا ہے کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی ممالک
محروسہ سرکار عالی کے احکام کا اس بارے میں کیا منشاء ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی کی
دفعہ ۴۱ میں عدالت تعمیل کنندہ ڈگری کے اختیارات کی صراحت کیگئی ہے اور اس
کے ضمن (ج) میں یہ حکم ہے کہ جب یہ تنازع پیدا ہو کہ آیا کوئی شخص کسی فریق کا قائم
مقام ہے یا نہیں تو ایسی تنازع کا تصفیہ [illegible]
اس [illegible] ڈگری [illegible]
[illegible]

دیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں یہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ دفعہ ۲۵۹ کے حکم کا یہ منشا ہے کہ عدالت منتقل الیہ کو قائم مقامی کے تصفیہ کا بھی اختیار عطا کرنا مقصود ہے۔ اس مسئلہ کے تصفیہ کے وقت یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ڈگری تعمیل کے لئے ایک سے زیادہ عدالتوں میں منتقل ہو سکتی ہے۔ اگر عدالت منتقل الیہ کو قائم مقامی کے تصفیہ کا اختیار عطا کیا جائے تو ممکن ہے کہ ہر عدالت علیحدہ علیحدہ اشخاص کو قائم مقام بنائے اور ایسی صورت میں بے انتہا پیچیدگیاں پیدا ہونگی۔ جملہ امور پر غور کرنے کے بعد ہماری یہ رائے ہے کہ قائم مقامی کی درخواست کا تصفیہ صرف عدالت صادر کنندہ ڈگری کر سکتی ہے اور عدالت منتقل الیہ کو ایسا اختیار حاصل نہیں ہے۔

بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ قائم مقامی کی منظوری کا حکم جو صدر عدالت نے صادر کیا ہے وہ منسوخ کیا جائے اور صدر عدالت کو حکم دیا جائے کہ وہ ڈگری دار کی درخواست کو بہ تعین مدت اس غرض سے واپس کرے کہ وہ درخواست عدالت مجاز میں بغرض تصفیہ پیش کرے۔ اس مقدمہ کے خاص حالات کے لحاظ سے خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

دکن لا رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۳۷۹ آئین دکن جلد ۴ نمبر ۱ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۲۲۹

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بجناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب حیون یار جنگ بہادر و نواب ضیا یار جنگ بہادر ارکان

وسہراج گیر فوت
قائم مقام بیربل گیر (مدعی) مرافع

بنام

بندہ علیخان وغیرہ (مدعی علیہم) مرافعہ علیہم

قائم مقامی کی درخواست۔ مجلس عالیہ عدالت سے قائم مقامی کا تصفیہ بذریعہ مسری نالش کرنیکی ہدایت تعمیل سال کے بعد دوسری درخواست قائم مقامی۔ اخراج مقدمہ بوجہ عدم

مرافعہ بنا راضی تجویز اجلاس کامل عدالت العالیہ مورخہ ۱۳ ر آبان ۱۳۳۲ فصلی۔

سمری ہو / پیش تقریر مقدمہ / منظوری ذریعہ فرمان مبارک / [illegible]

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قائم مقامی کا تصفیہ جس کا اس ضمن مین ذکر ہے وہ دفعہ ہذا کی اغراض کے لئے کیا جا سکتا ہے اُن کا تعلق "ڈگری کی تعمیل یا اسقاط یا بیباقی" سے ہونا ضرور ہے۔ اس مقدمہ مین بحالت موجودہ جو نزاع ہے اُس کا تعلق "ڈگری کی تعمیل یا اسقاط یا بیباقی" سے نہین ہے بلکہ نزاع صرف یہ ہے کہ مدیون ڈگری کا قائم مقام کون شخص ہے: ہماری رائے مین دفعہ ۲۶۱(۳) امر کے تصفیہ کے لئے کوئی مدد نہین دے سکتی۔ اور یہ نہین قرار دیا جا سکتا کہ اس درخواست کے تصفیہ کے اغراض کے لئے دفعہ ۲۶۱ کے احکام کے لحاظ سے عدالت منتقل الیہ کو تصفیہ کا اختیار حاصل ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی سرکار عالی مین منتقل الیہ اور قائم مقامان قانونی کا علیحدہ حصہ قائم کیا گیا ہے۔ اور اس کے تحت دفعات ۲۶۳-۲۶۴ قائم کئے گئے تھے۔

دفعہ ۲۶۴ کے ضمن (۱) مین حکم ہے کہ ڈگری کی تعمیل کامل ہونے سے پہلے مدیون ڈگری فوت ہو جائے تو مالک ڈگری کو اختیار ہے کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری مین مدیون متوفی کے قائم مقامان قانونی پر ڈگری جاری ہونے کی درخواست پیش کرے قائم مقامی کی درخواست کے متعلق یہ خاص دفعہ ہے اور اس کے احکام کے لحاظ سے قائم مقامی کی درخواست عدالت صادر کنندہ ڈگری مین پیش ہونی چاہیئے۔ اس دفعہ کی رو سے عدالت منتقل الیہ کو کوئی اختیار نہین دیا گیا ہے۔ اب صرف یہ امر غور طلب رہتا ہے کہ عدالت منتقل الیہ کو مجموعہ ضابطہ دیوانی کی رو سے کیا اختیارات دیے گئے ہین۔ دفعہ ۵۹ مین حکم ہے کہ عدالت جس مین کوئی ڈگری تعمیل کے لئے بھیجی جائے اُس کو اُس کی تعمیل کے وقت وہی اختیارات حاصل ہونگے۔ گویا اُس نے اُس ڈگری کو خود صادر کیا تھا۔ اس حکم کے لحاظ سے عدالت منتقل الیہ کو عدالت صادر کنندہ ڈگری کے اختیارات عطا کئے گئے ہین لیکن ایسے اختیارات صرف تعمیل کے وقت حاصل ہونگے۔ جو اختیارات تعمیل کے وقت نہین بلکہ اور امور کے بارے مین عدالت صادر کنندہ ڈگری کو عطا کئے گئے ہین وہ اس دفعہ کی رو سے عدالت منتقل الیہ کو حاصل نہ ہونگے قائم مقامی کی کارروائی کے بارے مین بالصراحت عدالت صادر کنندہ ڈگری کو دفعہ ۲۶۴ کی رو سے اختیار عطا کیا گیا ہے اور عدالت منتقل الیہ کو وہ اختیار نہین

اٹھایا جاتا بیان کیا گیا ہے موجودہ درخواست بلحاظ قانون میعاد سماعت نشان ۱۸۱ ۱۳۳۲ ف چھ ماہ کے اندر پیش ہونی چاہیے تھی - بجائے اس کے وہ ۱۳۳۴ ف میں پیش ہوئی جو صریحاً بیرون میعاد ہے - بیان دفعہ (۵) کے متعلق کرنے کا بھی کوئی موقع نہیں ہے -

منجانب مرافع مولوی سید سراج الحسن صاحب کونسل -

منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد حبیب اللہ صاحب وکیل -

فیصلہ - اس مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ دھنراج گیر نے بتاریخ ۱۹ دے ۱۳۱۸ ف قادر علی خان و بہبود علیخان کے مقابلہ میں [illegible] کا دعویٰ مجلس عالیہ عدالت میں کیا - دھنراج گیر کا انتقال بتاریخ ۳۰ آبان ۱۳۳۰ ف ہوا - گلاب گیر نے بتاریخ ۱۰ ار بہمن ۱۳۳۰ ف مجلس عالیہ عدالت میں درخواست قائم مقامی پیش کی - مجلس عالیہ عدالت نے حکم دیا کہ درخواستگزار ایک مہینے کے اندر اپنی قائم مقامی کا تصفیہ بذریعہ نمبری نالش کرا کے پیش کرے - گلاب گیر نے اس حکم کی تعمیل نہ کی - لیکن بتاریخ ۱۷ ار اسفندار ۱۳۳۰ ف مکرر اسی مضمون کی درخواست پیش کی اس پر عدالت نے ایک مہینے کی مزید مہلت عطا کر کے حکم دیا کہ وہ اپنی قائم مقامی کا تصفیہ عدالت مجاز سے کرا کے پیش کرے - لیکن بجائے اس حکم کی تعمیل کے ۱۲ ار فروردی ۱۳۳۲ ف کو گلاب گیر نے ایک نمبری درخواست اپنی استدعاء قائم مقامی کے ساتھ عدالت میں پیش کی جس پر عدالت نے حسب ذیل حکم صادر کیا کہ بوجہ انتقال مدعی و عدم تصفیہ قائم مقامی متوفی مقدمہ بلا تجویز خارج کیا جائے اس کے بعد ۱۳۳۱ ف تک اس مقدمہ کے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی اور بتاریخ ۲۱ [illegible] ۱۳۳۱ ف گلاب گیر اور نرمل گیر کے چیلے گوبند گیر اور ہیرا بن گیر نے اس مضمون کی درخواست پیش کی ہے کہ مقدمہ میں وہ متوفی کے قائم مقام بنائے جائیں اور مقدمہ کی حسب ضابطہ تحقیقات کی جائے - مجلس عالیہ عدالت کے صیغہ ابتدائی نے یہ درخواست اس بنا پر نامنظور کی کہ ۱۴ ار [illegible] ۱۳۳۲ ف کا حکم نسبت اخراج مقدمہ قطعی ہو چکا ہے اور اب مقدمہ کو تازہ کرنے کا موقع نہیں ہے - اجلاس کامل نے بھی بتعلیلہ آمدہ اجلاس ابتدائی کی تجویز میں دست اندازی کرنے سے انکار کیا - اجلاس کامل کی تجویز کی ناراضی سے درخواستگزاروں نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا ہے -

ہم نے لائق کونسل اور وکیل فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی -

تصفیہ قائم مقامی۔ حکم اخراج مقدمہ کی ناراضی سے کوئی چارہ کار اختیار نہ کرنے سے اس کا قطعی ہونا۔ میعاد کا عذر۔ کارروائی لاوارثی متعلقہ جائداد متنازعہ۔ بصیغہ لاوارثی حق نزاع پر سرکار کا قبضہ نہ ہو تو مدت کارروائی لاوارثی کا میعاد میں مجرا نہ ملنا۔ قانون میعاد سماعت دفعہ ۲۸ اور ۵ غیر متعلق ہونا۔

واقعات۔ مدعی دھیراج گیر نے ۱۳۱۳ ف میں ایک دعوے بمقابلہ قادر علیخان مجلس عالیہ عدالت میں دائر کیا۔ مدعی کا انتقال ۱۳۲۰ ف میں ہوا۔ گلاب گیر نے قائم مقامی کی درخواست پیش کی اس پر یہ حکم ہوا کہ بذریعہ شرعی نالش قائم مقامی کا تصفیہ کرالیا جائے۔ مزید دو درخواستیں پیش کی گئیں۔ آخری درخواست مورخہ ۱۴ فروردی ۱۳۲۳ ف پر یہ تجویز ہوئی کہ "بوجہ انتقال مدعی و عدم تصفیہ قائم مقامی مثل مقدمہ بلاتجویز خارج کیا جائے"۔ ۱۳۲۳ ف تک جائداد کے متعلق لاوارثی میں کارروائی جاری رہی اس کے بعد ۱۳۳۴ ف میں گلاب گیر و نرمل گیر کے چیلے گوبند گیر وغیرہ گیر نے یہ درخواست پیش کی کہ اس مقدمہ میں وہ مدعی کے قائم مقام بنائے جائیں۔ [illegible] اس درخواست کو اس بنا پر نامنظور کیا کہ ۱۴ فروردی ۱۳۲۳ ف کا حکم نسبت اخراج مقدمہ قطعی ہو گیا ہے۔ اجلاس کامل نے بھی فیصلہ قائم رکھا۔ جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ کیا گیا اور بحث منجانب مرافعان یہ کیگئی کہ۔

(۱) ۱۴ فروردی ۱۳۲۳ ف کا حکم گشتی نشان ۳ سنہ ۱۳۰۲ ف کے تحت جاری نہیں ہوسکتا تھا۔
(۲) بروئے قانون مجوزہ قائم مقامی کے لئے تین سال کی میعاد مقرر ہے اور وہ مدت جو کارروائی لاوارثی میں صرف ہوئی درخواست گزاروں کو بلحاظ دفعہ ۲۸ قانون میعاد سماعت مجرا ملنی چاہئے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) اس مقدمہ میں جو حق نزاعی ہے اس پر سرکار عالی نے کوئی قبضہ نہیں کیا تھا۔ گلاب گیر کو اس مقدمہ کے پانے کی کوئی ممانعت نہیں کی گئی تھی بلکہ برخلاف اس کے اس کو عرضی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس حالت میں قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۲۸ سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا جا سکتا۔

(۲) علاوہ اس کے درخواست گزاروں نے جو واقعات اپنی درخواست میں لکھے ہیں اس کے لحاظ سے بھی ان کی درخواست بیرون میعاد ہے۔ فیصلہ کوتوالی کا ۱۷ خورداد ۱۳۲۸ ف

مین اس مقدمہ سے دفعہ (۵) کے احکام متعلق کرنے کا کوئی موقعہ نہین ہے مرافع کی جانب سے کوئی ایسی وجہ بیان نہین کیگئی ہے کہ وہ دفعہ (۵) کے احکام سے مستفید ہو سکے۔ بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب سے پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ مرافعہ معہ خرچہ نامنظور کیا جائے۔

دکن لارپورٹ جلد ۷ ا بابتہ ۱۳۲۶ ف صفحہ ۳۹۹ نظائر دکن جلد ۲ بابتہ ۱۳۲۴ ف قسط ۱۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب دیوان بہادر جی کشتما چاری صاحب مشیر قانونی و نواب فصیح جنگ بہادر و نواب ذوالقدر جنگ بہادر ارکان نواب عقیل جنگ بہادر

صدرالمہام پائیگاہ (مدعی علیہم) مرافع

بنام

راجہ منشی لعل بہادر وغیرہ (مدعیان) مرافعہ علیہم

ترمیم عرضی دعوے کا حکم۔ دفعہ ۳۲ ضابطہ دیوانی کی تعبیر۔ دفعہ ۱۳۲ اس مقدمہ سے غیر متعلق ہونا۔ تحت دفعہ ۳۲ ضابطہ دیوانی وجوہ واپسی عرضی دعوے درج کرنے کا لزوم میعاد۔ قائم مقامی۔ مقدمہ عدالت اپیل مین زیر کارروائی رہنا۔ درخواست قائم مقامی عدالت ابتدائی مین پیش ہونے کا عدم لزوم۔

واقعات۔ راجہ موتی لال مرافع نے بتاریخ ۱۷ ارآبان ۱۳۲۳ ف صدرالمہام پائیگاہ کے مقابلہ مین ایک کثیر رقم کا دعوے کیا جو سر خورشید جاہ مرحوم کے ذمہ واجب الادا ظاہر کی گئی۔ مدعی علیہ کی جانب سے دو ابتدائی عذرات پیش کئے گئے۔

(۱) یہ کہ مدعی علیہ کو جواب دعویٰ پیش کرنے کے پہلے مدعی کے بہی کہاتہ جات کے معاینہ کا موقعہ ملنا چاہیئے۔

(۲) اور مدعی کے خاندان کے دوسرے ارکان بہی لازمی فریق ہین۔ بصیغہ اپیل

لہٰذا منجملہ تجویز اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۱۸ مہر ۱۳۳۰ ف مشعر اینکہ مرافعہ منظور۔ فیصلہ عدالت تحت منسوخ۔ مقدمہ واپس کیا جائے کہ روئداد پر فیصلہ کیا جائے۔

مرافع کیجانب سے یہ بحث کیگئی ہے کہ ۱۲ فروردی ۱۳۰۲ ف کا حکم گشتی نشان (۲) ۱۳۰۲ کے بحت جاری نہین ہو سکتا تھا۔ ہماری رائے مین یہ بحث قابل توجہ نہین ہے ا حکم کی ناراضی سے شخص متضرر نے کوئی چارہ کار اختیار نہین کیا اور ہم اُس پر غور نہ کر سکتے وہ حکم قطعی ہو چکا ہے اور گلاب گیر نے جو درخواستین پیش کی تھین انپر ہم اس نوبت کارروائی پر کوئی حکم نہین دے سکتے ہین۔ ہمارے سامنے صرف یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ بتاریخ ۲۱ بہمن ۱۳۳۱ ف جو درخواست بدین مضمون پیش ہوئی ہے کہ درخواست گذارون کی قائم مقامی سے مقدمہ چلایا جائے وہ منظور کیجا سکتی ہے یا نہین۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ وہنراج گیر مدعی کا انتقال بتاریخ ۳۰ آبان ۱۳۱۳ ف ہوا۔ جس وقت انتقال ہوا اُس وقت قانون مجوبیہ نافذ تھا اور اُس کے احکام کی رو سے درخواست قائم مقامی تین سال کے اندر پیش ہونی چاہیئے تھی۔ موجودہ درخواست کو اندرون میعاد قرار دینے کیلئے یہ بحث کیگئی ہے کہ وہنراج گیر کے بعد جائداد کے متعلق بصیغہ لاوارثی کارروائی شروع ہو گئی تھی اسلئے وہ مدت جو کارروائی لاوارثی مین صرف ہوئی درخواست گذارون کو مجرا ملنی چاہئے۔ ہم اس بحث کو اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہین ہین۔ اس مقدمہ مین جو حق نزاعی ہے اُس پر سرکار عالی نے کوئی قبضہ نہین کیا تھا۔ گلاب گیر کو اس مقدمہ کے چلانے کی کوئی ممانعت نہین کی تھی۔ برخلاف اس کے مجلس عالیہ عدالت نے اُس کو دعویٰ کرنے کی ہدایت کی تھی ایسی حالت مین قانون میعاد سماعت کی دفعہ ۱۳ سے فائدہ اٹھانیکا موقع نہین دیا جا سکتا۔ ہمین اس امر پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت اس وجہ سے بھی نہین ہے کہ درخواست گذاران نے جو واقعات اپنی درخواست مین لکھے ہین اُن کے لحاظ سے بھی اُن کی درخواست بیرون میعاد ہے۔ درخواست مین منسلکی کوتوالی کا ۱۷ خورداد ۱۳۲۸ ف کو اٹھایا جانا بیان کیا گیا ہے موجودہ درخواست اُس تاریخ کے چھ مہینے کے اندر پیش ہونا قانون میعاد سماعت نشان (۴) ۱۳۲۲ ف کی رو سے لازمی تھا۔ بجائے اس کے درخواست ۲۱ بہمن ۱۳۳۱ ف کو پیش ہوئی ہے جو صریحاً بیرون میعاد ہے۔ لائق کونسل مرافع نے یہ بحث کی ہے کہ اُن کو قانون میعاد سماعت کی دفعہ (۵) سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جانا چاہیئے۔ ہماری رائے

مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس کامل نے حکم دیا کہ راجہ موتی لعل کا بیٹا منشی لال اس مقدمہ میں فریق بنایا جائے اور مدعی ہی کہاتہ کا حیا ثبت کرا دے۔ اس حکم کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ پیش ہوا۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کے بعد مثل عدالت ابتدائی میں بھیجی گئی اور عدالت ابتدائی نے بغرض ترمیم عرضی دعوے مثل واپس کر دینے کا حکم دیا اور چھ ماہ کی مہلت دی گئی مگر مدت معینہ ختم ہونے کے پہلے مثل جوڈیشل کمیٹی میں روانہ کر دی گئی اس اثنا میں راجہ موتی لال کا انتقال ہو گیا اور درخواست قائم مقامی پیش کی گئی بعد فیصلہ جوڈیشل کمیٹی مثل واپس ہوئی۔ جب مثل آبان ۱۳۲۸ف میں واپس ہوئی تو عدالت کی توجہ اسطرف مبذول کرائی گئی کہ ۱۳۲۵ف میں ترمیم کے لئے جو حکم دیا گیا تھا وہ تعمیل نہیں کی گئی۔ ۱۳ر آذر ۱۳۲۹ف کو عدالت نے حکم دیا کہ عرضی دعوے کی ترمیم کی جائے اس حکم کی تعمیل ۲۵ دے ۱۳۲۹ف کی گئی۔ موجودہ مرافع نے ایک درخواست پیش کی کہ مقدمہ خارج کیا جائے اس وجہ سے کہ مدعی کے قائم مقامان نے فریق مقدمہ بنائے جانے کی کوئی درخواست پیش نہیں کی اور مدعی نے عدالت کے حکم مورخہ ۲۹ر اردی بہشت ۱۳۲۵ف کی تعمیل نہیں کی اسلئے تمادی عارض ہے۔ عدالت ابتدائی نے ان دونوں عذرات کو صحیح سمجھکر مقدمہ خارج کر دیا۔ بعدہٗ مرافعہ اجلاس کامل نے ان عذرات مدعی کو نامنظور کر کے مقدمہ تکمیل کے لئے مسترد فرمایا۔ اس تجویز جلیلہ کی ناراضی سے مدعی علیہ نے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ پیش کیا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) گشتی نشان (۲) کی عام ترتیب کے لحاظ سے جس مقام پر کہ دفعہ ۳۲ قائم کی گئی ہے اس سے اور نیز دفعہ مذکور کے احکام کے [illegible] ہوتا ہے کہ یقیناً ان احکام سے متعلق نہیں ہے جو مقدمہ کی نوبت مابعد پر صادر کئے جاتے ہیں۔ اس مقدمہ میں یہ بحث نہیں ہے کہ [illegible] نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ ایک ضروری شخص کو فریق نہیں بنایا گیا ہے ایسی صورت میں دفعہ ۳۲ ضابطہ دیوانی متعلق نہیں ہو سکتی۔

(۲) جب عدالت نے حکم مورخہ ۲۹ر اردی بہشت ۱۳۲۵ف صادر کیا تو عدالت کا یہ منشاء نہ تھا کہ دفعہ ۳۴ ضابطہ دیوانی کے تحت عمل کیا جائے کیونکہ اگر ایسا منشاء ہوتا تو عرضی دعوے پر اس کی واپسی کی وجہ عدالت لکھکر اور نیز دستخط کر کے واپس کرتی

امر کی جانب مبذول کرائی گئی کہ سنہ ۱۳۲۵ ف میں جس ترمیم کا حکم دیا گیا تھا وہ نہیں کی گئی ہے اور عدالت نے ۱۳ آذر سنہ ۱۳۲۹ ف مزید کارروائی کے لئے مقرر کی۔ بتاریخ ۱۳ آذر سنہ ۱۳۲۹ ف عدالت نے حکم دیا کہ "راجہ موتی لعل مدعی مقدمہ ہذا کا انتقال ہو گیا ہے لہٰذا اولاً عرضی دعوے کی ترمیم کیجائے" اس حکم کی تعمیل بتاریخ ۲۵ دے سنہ ۱۳۲۹ ف نہیں کیگئی جس تاریخ تک کہ عدالت نے وقتاً فوقتاً مہلت عطا کی۔ بتاریخ ۱۵ دے سنہ ۱۳۲۹ ف موجودہ مرافع نے ایک درخواست پیش کی (مطبوعہ کتاب کا صفحہ (۶) ملاحظہ ہو) جس میں انہوں نے استدعاء کی کہ مقدمہ خارج کیا جائے۔

اول- اس وجہ سے کہ مدعی کے قائم مقامان نے فریق مقدمہ بنائے جانے کی کوئی درخواست پیش نہیں کی۔

دوم- اس وجہ سے کہ مدعی نے عدالت کے حکم مورخہ ۲۹ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۵ ف کی تعمیل نہیں کی اور بوجہ مرور تمادی مقدمہ قابل اخراج ہے۔

عدالت ابتدائی نے اپنے فیصلہ میں اس امر کو ظاہر محسوس کیا کہ مثل کے جوڈیشل کمیٹی میں بھیجے جانے کی وجہ سے مدعی کے لئے عدالت کے حکم کی تعمیل ناممکن ہو گئی تھی اور اسلئے عدالت نے یہ خیال ظاہر کیا کہ مثل واپس ہونیکے بعد ترمیم کیجانی ضرور تھی جو نہیں کیگئی اس معاملہ میں عدالت کو غلطی ہوئی ہے کیونکہ بعد واپسی مثل کے مدت مقررہ کے اندر فی الواقع ترمیم کر دی گئی تھی عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے ان دونوں عذرات کو صحیح قرار دیکر مقدمہ کو خارج کیا۔ بصیغہ مرافعہ مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس کامل نے ان عذرات کو نامنظور کیا اور ڈگری منسوخ کر کے مقدمہ تکمیل تحقیقات کے لئے واپس بھیجا۔ اجلاس کامل کے اس حکم کی ناراضی سے یہ مرافعہ کیا گیا ہے۔

ہم نے فریقین کے وکلاء کی بحث سماعت کی۔ پہلا امر جس کے متعلق مرافع کے لائق وکیل نے بحث کی یہ ہے کہ مدعی عدالت کے حکم مصدرہ ۲۹ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۵ ف کی تعمیل کرنے میں قاصر رہا۔ اسلئے گشتی نشان (۲) کی دفعہ ۳۴ کے احکام کے لحاظ سے جو اس مقدمہ میں متعلق ہے دعوے میں تمادی [illegible] ہے۔

گشتی نشان (۲) کی عام ترتیب کے لحاظ سے جس مقام پر کہ دفعہ ۳۴ قائم

(۱) قبل اس کے کہ اُس سے عرضی دعوے کا جواب طلب کیا جائے اُسے مدعی کے بہی کھاتہ جات کے معائنہ کا موقعہ دیا جائے۔

(۲) مدعی کے خاندان کے دوسرے ارکان بھی لازمی فریق ہین۔ گو خاندان مسلمہ طور پر مشترکہ ہے۔ بتاریخ ۱۵ ار فروردی ۱۳۲۵ف مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس کامل نے حکم دیا کہ راجہ موتی لال کا بیٹا راجہ منشی لال اس مقدمہ مین فریق بنایا جائے اور مدعی علیہ کی استدعا کے موافق مدعی اپنے بہی کھاتہ جات کا معائنہ اُس کو کرنے دے۔

اس حکم کی ناراضی سے مدعی نے بتاریخ ۲۷ ار اردی بہشت ۱۳۲۵ف جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ پیش کیا۔ اجلاس کامل نے اپنے فیصلہ کے بعد مثل عدالت ابتدائی مین بھیجدی اور عدالت ابتدائی نے بتاریخ ۲۹۔ اردی بہشت ۱۳۲۵ف حکم دیا کہ "بموجب فیصلہ اجلاس کامل مورخہ ۱۵۔ فروردی ۱۳۲۵ف عرضی دعوے بغرض ترمیم واپس ہو" اور اس مدت کی توسیع دو مہینے کے لئے مِن بعد کیگئی لیکن اس دو مہینے کی میعاد کے منقضی ہونے کے قبل مثل مقدمہ جوڈیشل کمیٹی مین بھیجدی گئی تھی جہان وہ بتاریخ ۳۱ مہر ۱۳۲۵ف وصول ہوئی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ عدالت کے حکم کے موافق ترمیم نہین کیگئی۔ لیکن اس واقعہ کے مد نظر کہ مثل عدالت ابتدائی مین موجود نہ تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ عرضی دعوے کی ترمیم حکم کے لحاظ سے یکجائی ممکن نہ تھی بتاریخ ۱۰ ار امرداد ۱۳۲۶ف راجہ موتی لال کا انتقال ہوگیا اور اُن کے ورثا ان کے بیٹے راجہ منشی لال اور اُن کے متعدد پوتے اور پوتیان ہوئے۔ جوڈیشل کمیٹی کے دو ارکان کی رائے اور اس ڈگری کے معائنہ سے جو فرمان مبارک کے لحاظ سے مرتب کیگئی یہ واضح ہوتا ہے کہ راجہ موتی لال مرحوم کے جملہ قائم مقامان مدت معینۂ قانون کے اندر فریق بنائے گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ راجہ موتی لال کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقامان کو فریق بنائے بغیر مرافعہ کی کارروائی جاری رکھنا یا اُس کا فیصلہ کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ جوڈیشل کمیٹی کے فیصلہ کے بعد مقدمہ عدالت ابتدائی مین قانون کے موافق فیصلہ کے لئے واپس بھیجا گیا۔ جب مثل عدالت ابتدائی مین بتاریخ ۷ آبان ۱۳۲۸ف واپس وصول ہوئی تو عدالت کی توجہ اس

اس مقدمہ مین مثل کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ عرضید عوے نہ واپس کی گئی اور نہ مکرر پیش ہوئی اس لئے اس مقدمہ مین میعاد اوس تاریخ سے شمار کرینگا کوئی موقع نہین ہے جب عرضید عوے مکرر پیش ہوئی ہو کیونکہ وہ مکرر پیش ہی نہین ہوئی بلکہ مثل مین موجود رہی واقعہ یہ ہے کہ اجلاس کامل کا یہ حکم کہ راجہ بنسی لال فریق مقدمہ بنائے جائین گشتی نشان ۲ دیوانی کی دفعہ ۷۷ کے تحت صادر کیا گیا تھا جیسا کہ لائق وکیل تسلیم کرتے ہین اس دفعہ کے احکام حسب ذیل ہین۔

"اگر عدالت کو کسی وقت معلوم ہو کہ انفصال مقدمہ ایسے شخص کے تعین حق کے بغیر جو فریق مقدمہ نہین ہوا ہے ہو نہین سکتا ہے تو عدالت کو اختیار ہوگا کہ اس شخص کو فریق مقدمہ بناکر تجویز مقدمہ کی کرے"

اس دفعہ کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس مین یہ حکم ہے کہ عدالت اس شخص کو فریق بناکر مقدمہ کا فیصلہ کریگی۔ اس دفعہ مین عرضی دعوے کی ترمیم کے متعلق کوئی حکم نہین ہے اور نہ اس مین یہ حکم ہے کہ عرضی دعوے ترمیم کے لئے مدعی کو واپس دی جائیگی۔

یہ امر یقینی ہے کہ اجلاس کامل نے کوئی ایسا حکم صادر نہین کیا تھا دفعہ مابعد مین بھی عرضی دعوے کی ترمیم کے متعلق کوئی حکم نہین ہے جس دفعہ مین کہ ایسے اضافہ شدہ فریق کو عدالت کے روبرو حاضر کرانے کا ضابطہ معین کیا گیا ہے۔ اگر گشتی مدون کرنے والون کا یہ منشاء ہوتا کہ عرضید عوے ترمیم کیجائے تو ترمیم کرنے کے متعلق صاف حکم دیتے اور ترمیم سے قاصر رہنے کی صورت مین سزا کا تعین کرتے جیسا کہ دفعہ ۳۲ متذکرہ صدر کی صورت مین کیا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے راجہ بنسی لال کو فریق بنانے کا حکم اجلاس کامل نے دیا تھا جس نے ترمیم کے لئے عرضی دعوے کی واپسی کا حکم نہین دیا تھا اس لئے عدالت ابتدائی کو ترمیم کے لئے واپس دینے کا اختیار نہ تھا جب تک کہ اجلاس کامل ایسی ہدایت نہ کرتا یا قانون مین ایسی ہدایت نہ ہوتی۔ ہم اس کے قبل ظاہر کر چکے ہین کہ قانون کی رو سے ایسی اجازت نہین ہے۔

اس لئے ہمین اجلاس کامل کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ حکم ... مورخہ ... ۱۳۲۵ف کسی قانون پر مبنی نہ تھا اور اس لئے اس کی تعمیل ... نہین

کی گئی ہے اُس سے اور نیز دفعہ مذکور کے احکام کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دفعہ
اُس نوبت کارروائی سے متعلق ہے جب عرضی دعوے پیش ہوکر درج رجسٹر نہ ہوئی ہو
وہ یقیناً اُن احکام سے متعلق نہین ہے جو مقدمہ کی نوبت مابعد پر صادر کئے جائین۔
مثلاً اُس حکم سے جو اس مقدمہ مین اس بارے مین صادر ہوا ہے کہ راجہ بنسی لال فریق
مقدمہ بنائے جائین۔ ہم نے بحث کی غرض سے یہ تسلیم کرکے کہ وہ دفعہ متعلق ہے
مرافعہ کے لائق وکیل سے یہ دریافت کیا کہ نقائص مندرجہ دفعہ مذکور مین سے کون
سا نقص اس مقدمہ کے عرضی دعوے مین تہا تو انہون نے جواب دیا کہ "اُس مین
اشخاص بے سروکار فریقین بنین" کا فقرہ اس سے متعلق ہے۔ اس مقدمہ مین یہ
بحث نہین ہے کہ بے سروکار اشخاص فریق بنائے گئے ہین بلکہ حجت یہ ہے کہ ایک
ضروری شخص کو فریق نہین بنایا گیا ہے۔ جب لائق وکیل کی توجہ اس امر کی جانب
مبذول کرائی گئی تو انہون نے جواب دیا کہ صرف یہی ایک دفعہ ہے جس کے تحت عرضی
دعوے کی واپس کی جاسکتی ہے اسلئے موجودہ صورت اُس دفعہ مین داخل تصور کی جانی
چاہیئے۔ ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ دفعہ ۳۲۔ اس مقدمہ سے متعلق نہین ہے اُن
امور کے علاوہ جن کا قبل ازین ذکر کیا جاچکا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس دفعہ مین
کوئی ایسا فقرہ نہین ہے جو اُن اشخاص کے فریق بنائے جانے سے متعلق ہو جو زمرہ
مدعیان مین شریک نہ کئے گئے ہون۔ جب عدالت نے حکم مورخہ ۲۹ اردی بہشت
سنہ ۱۳۲۳ ف صادر کیا تو عدالت کا یہ منشا نہ تہا کہ اُس دفعہ کے تحت عمل کیا جائے کیونکہ
اگر ایسا منشاء ہوتا تو عرضی دعوے پر اس کی واپسی کے وجوہ عدالت لکھکر اور اُن پر
دستخط کرکے واپس کرتی۔ یہ مسلمہ ہے کہ اسطرح عمل نہین کیا گیا۔ لائق وکیل اس کی
کوئی وجہ نہین بیان کرسکے ہین۔ لیکن یہ بحث کرتے ہین کہ اگر عدالت ضابطہ کے
احکام کی تعمیل مین قصور کرے تو اُس سے اُن کی بحث پر اثر نہین پڑ سکتا ہے۔ لائق
وکیل نے اس امر کو نظر انداز کردیا ہے کہ دفعہ مذکور مین جو سزا مقرر ہے یعنی یہ کہ تمادی
کے اغراض کے لئے یہ تصور کیا جائیگا کہ عرضی دعوے اُس تاریخ کو پیش ہوئی جس تاریخ
کو کہ وہ بعد ترمیم پیش کیجائے صرف اُس صورت مین متعلق ہوسکتی ہے جب عرضی
دعوی حسب احکام دفعہ مذکور واپس کی گئی ہو اور مدت مقررہ کے بعد پیش کیجائے

نظر انداز کردیا ہے کہ عرضی دعوی واپس نہین کی گئی تھی اور اس لئے وہ مکرر پیش نہین کی جاسکتی تھی اور نہ مکرر پیش ہونیکی تاریخ سے میعاد آغاز ہونیکا کوئی سوال پیدا ہوسکتا تھا۔ ہمین اس سے اتفاق ہے کہ جوڈیشل کمیٹی کے احکام بادشاہ کے اور قطعی احکام ہین اسلئے ہر طرح کوشش کرنی چاہیئے کہ ان سے انصاف ہوسکے۔ مگر ان احکام سے محض ضابطہ کے عذرات سے جنکی قانون یا کومٹی کے اصول سے تائید نہ ہوتی ہو انصاف مین خلل واقع ہونیکا اثر نہ پیدا ہوتا ہو جو ہمارے شریک فاضل کی رائے منظور کرنے کا نتیجہ ہوگا۔ ہمارے شریک فاضل نے ایک اور بھی غلطی کی ہے یعنی یہ کہ انھون نے فرض کرلیا ہے کہ جوڈیشل کمیٹی سے مثل واپس آنے کے بعد بتاریخ ۱۳ آذر ۱۳۲۹ف ترمیم کا جو حکم دیا گیا تھا اُس کی بھی تعمیل نہین کیگئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ابتدا عدالت ابتدائی نے ترمیم کیلئے ۲۹ آذر ۱۳۲۹ف تاریخ مقرر کی تھی لیکن اُسکے بعد مرافعہ علیہ کی درخواست پر ۲۵ دی ۱۳۲۹ف تک مہلت دی گئی اور اُس تاریخ کو ترمیم فی الواقع عمل مین آئی (ملاحظہ ہو فرد کارروائی مطبوعہ مثل صفحہ ۵۷ و ۵۸) اسلئے عدالت کے حکم کی تعمیل مین کوئی قصور نہین ہوا۔ ہمارے شریک فاضل نے واقعات کے متعلق ایک غلطی یہ بھی کی ہے کہ انھون نے لکھا ہے کہ ترمیم کے بعد بعض فریق نے دستخط نہین کئے یہ صحیح ہے کہ انھون نے دستخط نہین کئے ہین لیکن وہ نابالغ تھے اور اسلئے قانون کی رو سے کسی کاغذ پر دستخط کرنے کے مجاز نہ تھے۔ صرف اُن کے ولی کے دستخط لازمی تھے اور یہ مسلمہ ہے کہ ولی کے دستخط موجود تھے۔ اس سے واضح ہوگا کہ ہمارے شریک فاضل کی رائے غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس بارے مین ہم اُن سے اختلاف کرنے پر مجبور ہوئے ہین۔

دوسری بحث یہ کیگئی ہے کہ مقدمہ اس وجہ سے خارج ہونا چاہیئے کہ مدعی کے قائم مقامان نے عدالت ابتدائی مین قائم مقامی کی درخواست پیش نہین کی۔ مدعی علیہ نے جو درخواست پیش کی ہے اور جو مطبوعہ مثل کے صفحہ (۶) پر طبع ہوئی ہے اُس مین یہ بیان نہین کیا گیا تھا کہ قائم مقامی کی درخواست عدالت ابتدائی مین پیش ہونی چاہیے تھی۔ لیکن جب ہم نے وکیل مرافع کی توجہ اس واقعہ کی جانب مبذول کرائی کہ خود اُن کے موکل نے جوڈیشل کمیٹی مین مدعی کی قائم مقامی کی درخواست پیش کی تھی تو انھون نے یہ حجت پیش کی ہے۔ ہم اس حجت کی وقعت کے سمجھنے سے

کوئی سزا نہین دی جاسکتی تھی لیکن یہ بحث کی گئی ہے کہ وہ حکم قطعی ہوچکا ہے اس
لئے اس مرافعہ مین اُس کے متعلق بحث نہین کی جاسکتی ہے یہ صحیح ہے اور ہمارا یہ
منشاء نہین ہے کہ ہم اُس حکم کو منسوخ کرین لیکن جب یہ بحث کیجائے کہ اس حکم کی
عدم تعمیل کی علت مین یہ سزا دیجائے کہ مدعی کا دعوے خارج کیا جائے تو ہمارا یہ فرض
ہے کہ اس امر کا فیصلہ کرین کہ آیا حکم مذکور قانون کے موافق ہے اور آیا قانوناً اس کی
عدم تعمیل کی وجہ سے کوئی سزا دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ جو عدالت قانون کے موافق عمل
کر رہی ہو وہ صرف ایسے احکام صادر کرسکتی ہے جن کی قانون اجازت دیتا ہو۔ اور وہ
ایسی سزا دے سکتی ہے جو احکام کی عدم تعمیل کی صورت مین قانون مین معین کیگئی
ہو اسلئے ہم یہ قرار دیتے ہین کہ عذر اول ناقابل التفات ہے۔ ہمین افسوس ہے کہ ہماری
شریک فاضل نواب ذوالقدر جنگ بہادر کو ہماری رائے کے اس جزو سے اتفاق نہین
ہے لیکن ہمین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی رائے واقعات کی غلط فہمی پر مبنی ہے جیسا
کہ اس کے قبل ظاہر کیا جاچکا ہے۔ اس مقدمہ کی مثل عدالت ابتدائی سے ١٣ مہر
١٣٢٥ ف کو جوڈیشل کمیٹی مین بھیجی جاچکی تھی اور اس لئے مدعی کے لئے عدالت کے
حکم کی تعمیل کرنا ناممکن تھا۔ دراصل عدالت ابتدائی کے فاضل جج نے اس وقت کو
محسوس کیا اور جیسا کہ اس کے قبل ظاہر کیا جاچکا ہے انھون نے اپنے فیصلہ مین لکھا ہے
کہ ترمیم کم از کم جوڈیشل کمیٹی سے مثل واپس آنے کے بعد کیجانی چاہیئے تھی لیکن انھون
نے غلطی سے اس امر کو نظرانداز کردیا کہ مثل جوڈیشل کمیٹی سے واپس آنے کے بعد
اُس مدت کے اندر جو انھون نے مقرر کی تھی ترمیم فی الواقع کی جاچکی تھی۔ ہمارے
فاضل شریک نے بھی مرافعہ کی دوسری بحث کے ضمن مین خود یہ لکھا ہے کہ "اگر
مقدمہ جوڈیشل کمیٹی مین آچکا تھا جسے فریقین تسلیم کرتے ہین تو جبکہ مثل جوڈیشل کمیٹی
مین آچکی تھی اور عدالت ابتدائی مین کارروائی موقوف ہوچکی تھی تو عدالت ابتدائی
مین اس درخواست کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی" اگر یہ دلیل اس بحث
سے بھی متعلق کیجائے تو اُس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ مدعی عدالت کے حکم نسبت ترمیم
عرضی دعوے کی عدم تعمیل کی بابت کسی طرح ذمہ دار نہین قرار دیا جاسکتا۔ اگر یہ
فرض بھی کرلیا جائے کہ دفعہ ٣٢ متعلق ہے تو بھی ہمارے شریک فاضل نے اس امر کو

بنائے جاچکے ہین اور اب اُن کے لئے کوئی مزید کارروائی کرنی باقی نہین ہے اُس کے بعد یہ بحث کی گئی ہے کہ گو جوڈیشل کمیٹی کے روبرو درخواست قائم مقامی پیش ہوئی ہو لیکن مدعیان کا یہ فرض تھا کہ وہ اُسی قسم کی درخواست مدت معینہ کے اندر عدالت ابتدائی مین بھی پیش کرتے۔ اس بحث کی تائید مین کوئی قانون یا نظیر پیش نہین کیگئی ہے برخلاف اُس کے لائق وکیل مرافع نے جو نظیر پیش کی ہے وہ اُن کے خلاف ہے کیونکہ اُس مین یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ ایسی درخواست اُس عدالت مین پیش ہونی چاہیے جہان کارروائی فی الواقع چل رہی ہو۔ اُس مقدمہ مین اُس وقت کارروائی صرف جوڈیشل کمیٹی مین جاری تھی اور صرف جوڈیشل کمیٹی اس قسم کی درخواست قبول کرسکتی تھی۔ ہم نہین خیال کرتے کہ اس مقدمہ کی حالات کے لحاظ سے مدعیان کا یہ فرض تھا کہ عدالت ابتدائی مین کوئی درخواست پیش کرتے۔ کیونکہ اُس وقت عدالت ابتدائی مین کوئی مقدمہ زیر کارروائی نہ تھا اس لئے مرافع کا دوسرا عذر بھی قابل التفات نہین ہے۔ بوجوہ متذکرۂ صدر ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرتے ہین کہ اجلاس کامل کا فیصلہ جس کی ناراضی سے مرافعہ کیا گیا ہے بحال کیا جائے اور یہ مرافعہ معہ خرچہ کے خارج کیا جائے۔

نواب ذوالقدر جنگ بہادر رکن مختلف الرائے - میرے شریک فاضل دیوان بہادر کشتماچاری صاحب نے اپنی رائے مین واقعات مقدمہ قابل ذکر کی صراحت کافی طور پر فرمادی ہے جن کے اعادہ کی ضرورت مین محسوس نہین کرتا صرف انہین امور کی طرف متوجہ ہوتا ہون جن کے تصفیہ پر اس مقدمہ کا دار و مدار ہے۔

مجھے لائق وکیل مرافع کی اس بحث سے اتفاق نہین ہے کہ قائم مقامی کی درخواست عدالت ابتدائی اور عدالت مرافعہ دونون مین پیش ہونی لازمی ہے اگر مقدمہ جوڈیشل کمیٹی مین آچکا تھا جسے فریقین تسلیم کرتے ہین تو جبکہ مثل جوڈیشل کمیٹی مین آچکی تھی اور عدالت ابتدائی مین کارروائی موقوف ہو چکی تھی تو عدالت ابتدائی مین اس درخواست کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ پیروی

قاصر ہیں جبکہ واقعہ یہ ہے کہ عدالت نے خود مدعیان کو عرضی دعوے کی ترمیم کا حکم
دیا اور انھون نے عدالت کے حکم کے موافق ترمیم کر دی۔ ہمین اس مین شبہ نہیں
ہے جیسا کہ اس کے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ایسی درخواست جوڈیشل کمیٹی کے روبرو
پیش کیجائیگی جہان اُس وقت مقدمہ زیر کارروائی تھا۔ مرافع کے لائق وکیل نے
بحث کی ہے کہ اس قسم کا کوئی قیاس جوڈیشل کمیٹی کے فیصلہ اور ڈگری سے قائم
نہین کیا جا سکتا بلکہ مرافعہ علیہم کا یہ فرض تھا کہ اپنی درخواست اور عدالت کے حکم
کے نقول پیش کرتے۔ گو ہمین اس بات سے اتفاق ہے کہ ثانی الذکر طریقہ زیادہ
مناسب ہوتا لیکن ہم اس بحث کے پہلے جزو سے متفق نہین ہین۔ اگر بحث تسلیم
کی جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گو عدالتی کارروائی سے واضح ہوتا ہو کہ ضابطہ کی کوئی کارروائی
کیجا چکی ہے لیکن ہمین اپنی آنکھین بند کر کے انصاف کرنے سے انکار کرنا پڑیگا کیونکہ
اُس کے ثابت کرنے کا دوسرا اور زیادہ مناسب طریقہ اختیار نہین کیا گیا ہے
ہمین افسوس ہے کہ مدعی کی جانب سے زیادہ احتیاط سے کام نہین لیا گیا اور ضروری
کاغذات کے نقول عدالت ابتدائی کے روبرو پیش نہین کی گئین۔ اگر ایسا کیا جاتا
تو ہمین یہ کہنے مین کوئی تامل نہین ہے کہ عدالت ابتدائی مرافع کے عذرات کو منظور
نہ کرتی۔ ہم نے مرافع کے لائق وکیل سے دریافت کیا کہ آیا انھون نے جوڈیشل کمیٹی
کی مثل کا معائنہ کیا ہے اور آیا وہ اس امر سے انکار کر سکتے ہین کہ خود اُن کے موکل نے
یہ درخواست پیش کی کہ مرافعہ علیہم متوفی مدعی کے قائم مقامان بنائے جائیں۔ انھون
نے جواب دیا کہ وہ مثل کا معائنہ کرنے سے انکار کرتے ہین اور انھون نے یہ بھی بیان
کیا کہ ہمین بھی اُس مثل کا معائنہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ مثل جداگانہ ہے اور اس مقدمہ
کا جزو نہین ہے۔ ہمین اس رائے سے اتفاق نہین ہے موجودہ مقدمہ جداگانہ
مقدمہ نہین ہے بلکہ ایک ہی مقدمہ کی کارروائی مابعد ہے اور کوئی امر اس کے
مانع نہین ہے کہ ہم اپنی مثل کا معائنہ کریں۔ قطع نظر اس کے جب عدالت کی
مثل کی صحت کے متعلق شبہ پیدا ہو تو انصاف کا مقتضا یہ ہے کہ اُس شبہ کو
رفع کیا جائے اور عدالت کی مثل کے معائنہ کے بعد واقعات کی تصدیق کر لی جائے
ہم یہ قرار دیتے ہین کہ جملہ مرافعہ علیہم جوڈیشل کمیٹی مین حسب ضابطہ قائم مقامان مدعی

کونسل نے ایک مقدمہ مین یہ طے کیا ہے کہ اگر عدالت اپیل مین قائم مقامون کے نام شریک مثل ہوجائین تو پھر عدالت ماتحت مین کسی درخواست کی ضرورت نہین ہے۔ ایک درجہ مین قائم مقام ہوجانا تمام مدارج مقدمہ کے واسطے کافی ہے۔ ملاحظہ ہو انڈین کیسس جلد ۲۴ صفحہ ۳۴۳۔ اس کے خلاف کوئی قانون یا نظیر ہمارے سامنے پیش نہین ہوئی۔

لائق وکیل مرافع کی اہم اور موثر مقدمہ بحث کا تعلق امر دوم سے ہے یہ کہ بابتاع حکم عدالت دعوے کی ترمیم اندرون میعاد ہوئی تھی یا نہین۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کی تعمیل مین عدالت ابتدائی نے چار مہینہ کے اندر ترمیم کا حکم صادر کیا بعدازان مدعی مرافعہ علیہ کی درخواست پر بتاریخ ۳۰ شہریور ۱۳۲۵ف دو ماہ کی اور مہلت منظور ہوئی یہ مہلت خود راجہ موتی لال نے اپنی زندگی مین حاصل کی تھی لہذا انپر لازم تھا کہ آخر آبان ۱۳۲۵ف تک دعوے کی ترمیم کرتے لیکن نہ تو حکم ترمیم کی تعمیل ہوئی اور نہ مدعی نے توسیع مزید کی کوئی درخواست پیش کی۔ اگر آبان مین مقدمہ جوڈیشل کمیٹی مین طلب ہوا تھا تو حکم کے بعد ہوا تھا۔ قبل طلبی تعمیل ممکن تھی ورنہ بعد واپسی تعمیل ہوسکتی تھی۔ یہان یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ راجہ منشی لال کے فریق مقدمہ بنانے کی نسبت جو حکم ہوا تھا وہ ان کی ذاتی یا شریک دوکان کی حیثیت سے تھا۔ لہذا یہ کہنا درست نہین ہے کہ وہ متوفی کی قائم مقامی کی حیثیت سے عدالت مین آئے اور نہ لائق وکیل طرفثانی کا یہ استدلال کہ اگر ترمیم کردی جاتی تو مرافع کا حق ساقط ہوتا قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ جب کوئی فریق ترمیم پر رضامند نہ ہو اور عدالت کے حکم کی بناء پر ترمیم کرے اس خوف سے کہ عدالت کی عدول حکمی کا کہین اس کو خمیازہ برداشت نہ کرنا پڑے تو اس کا کوئی مضر اثر اس کے حق مرافعہ پر نہین پڑیگا۔ جہان تک مجھے معلوم ہوتا ہے آخر آبان ۱۳۲۵ف تک جوڈیشل کمیٹی کا مرافعہ نمبر پر بھی نہین آیا تھا۔ پس آخر آبان ۱۳۲۵ف کو میعاد معطیہ عدالت ختم ہوگئی۔ فرمان مبارک مرزنیہ ۱۳ شعبان ۱۳۴۷ھ م ۸ تیر ۱۳۲۸ف مین قطعی طور پر یہ طے فرمادیا گیا ہے کہ پہلا فیصلہ اجلاس کامل کا صحیح ہے۔ اسی فیصلہ کی تعمیل مین عدالت ابتدائی نے جو حکم ترمیم دیا تھا اس کا کوئی مرافعہ نہین ہوا اور نہ مدت مین

احکام کی عدول کی جانب مائل رہا ہو دو نہین کر سکتے یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ پچھمی بائی اور بڑی بائی جو عدالت ابتدائی مین فریق نہ تھے۔ عدالت مرافعہ مین کس طرح آسکتی تھین۔

چونکہ میری رائے مین عدالت ابتدائی کا فیصلہ قابل بحالی ہے۔ پس بکمال ادب بارگاہ حضرت اقدس و اعلیٰ مین بطور مشورہ یہ عرض کرونگا کہ بہ تنسیخ فیصلہ اجلاس کامل عدالت ابتدائی کا فیصلہ بحال فرمایا جائے۔ مرافعہ معہ خرچہ منظور فرمایا جائے۔

دکن لارپورٹ جلد ۱۷ بابتہ ۱۳۳۶ف ص ۲۴ آئین دکن جلد ۴۳ بابتہ ۱۳۳۶ف ص ۳۸

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بحیاتھ صاحب مشیر قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر و نواب اکبر یار جنگ بہادر ارکان

شیشا چلم فوت
قائم مقام و نیکٹ چلم } (مدعی) مرافع

بنام

نواب عقیل جنگ بہادر
صدر المہام پائیگاہ } (مدعی علیہ) مرافعہ علیہ

میعاد۔ کاغذات موجودہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے مہلت دینا۔ جدید کاغذات بعد بحث پیش کرنے کا عدم جواز۔

تجویز ہوئی کہ کسی فریق کو جدید کاغذات پیش کرنیکا موقع بحث ختم ہونے کے بعد نہین دیا جا سکتا۔ روئداد موجودہ کے لحاظ سے دعوے مین تمادی برقرار نہی ہے۔

منجانب مرافع پنڈت اپنا داس راؤ صاحب و رائے بشیشور ناتھ صاحب وکلا
منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد محمود علی صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ مدعی مرافع کو علاقہ پائیگاہ سے حسب ٹھیکہ تالاب کی تعمیر کا ٹھیکہ دیا گیا اور اس نے اس کام کی تکمیل بتاریخ ۲۰ شہریور ۱۳۲۱ف کر دی۔ علاقہ پائیگاہ نے

مرافعہ بناراضی تجویز جلسہ کامل عدالت العالیہ مورخہ ۱۱ امرداد ۱۳۳۴ف شہر اینکہ مرافعہ معہ خرچہ خارج [illegible]

نمبر ۳۲ ... مورخہ ... ۱۳۲۹ ... منظورہ فرمان ... مرقومہ ... ۱۳۳۵ ... جلد دوم

جائیگی۔ ملاحظہ ہو۔ آئین دکن جلد ۸ ص ۱۸۷ و جلد ۱۳ ص ۳۱۲۔ و جلد ۱۵ ص ۲۱۱۔ مخزن جلد ۳ ص ۱۸۲۔ دکن لا رپورٹ جلد ۱ ص ۱۱۸۔ پس بلا اختلاف ہمارے اور نیز تمام انگریزی ہائیکورٹوں نے یہ طے کیا ہے کہ عدالت کے اصلی اختیارات کو ضابطہ محدود نہیں کرتا ہے۔ دفعہ ۱۷ ضمن ۸ گشتی نشان ۲ سے واضح ہے کہ مدعی پر لازم ہے کہ بیان دعوے میں ضروری تصریحات موجود ہوں۔ یہ کہ مدعی کو کیا منصب نالش کرنیکا ہے اور مدعی علیہ کیونکر مستوجب اس کا ہے کہ اس پر نالش کیجائے۔ دفعہ ۲۲ میں یہ حکم ہے کہ اگر عرضی نالش میں جو امور درج کرنا لازم ہیں ان میں سے کوئی درج نہ ہو تو عرضی دعوے بغرض ترمیم واپس کیا جائیگا۔ اگر عدالت کے حکم ترمیم میں ان ضروری امور کا ذکر نہ ہو تو اس سے حکم باطل نہیں ہوگا یہ فریق کا کام ہے کہ فریق بنانے کے لئے جن امور کا اندراج لازمی قرار پایا ہے ان کو درج کرے۔ غرض جہانتک مواد موجودہ مثل پر غور کرتا ہوں دیکھتا ہوں کہ مدعی کی یہ کوشش رہی ہے کہ مقدمہ معرض طوالت میں پڑا رہے۔ علاوہ اس کے کہ عدالت کے حکم ترمیم کی تعمیل میں اس نے عمداً تساہل کیا۔ جب سر یا ٹن اجرٹن نے حسب منشار فرمان مبارک مرقومہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰؁ھ مدعی کو حکم دیا کہ وہ اپنے حسابات پیش کرکے متنازعہ رقوم کا تصفیہ کرالے اسنے اس ہدایت پر عمل کرنے سے بھی گریز کیا ایک اشارہ عدالت ابتدائی کے حکم ترمیم مورخہ ۱۳ ر آذر ۱۳۲۹؁ف کیطرف بھی کیا جاتا ہے عدالت نے اس حکم کیساتھ یہ بھی حکم دیا تھا کہ مقدمہ ۲۹ ر آذر ۱۳۲۹؁ف کو پیش ہو۔ اس کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ چونکہ ترمیم کیواسطے کوئی میعاد معین نہیں کیگئی تھی اس لئے مدعی ہر وقت ترمیم کرسکتا تھا۔ یہ عجیب بحث ہے اس لئے کہ حکم کا منشا یہی تھا کہ ۲۹ روز تک ترمیم ہوجانی چاہیئے۔ و نیز دفعہ ۹۵ ضابطہ دیوانی موجود ہے جس کی رو سے ترمیم کے واسطے چودہ روز مدت مقرر ہے مگر ترمیم ۵ ۲ دے ۱۳۲۹؁ف کو کیجانا بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی مدعی نے صرف عدالت کے احکام کی تعمیل ہی نہیں کی بلکہ ترمیم ناقص طور پر کی جو حافظ میعاد نہیں ہوسکتی بعض اشخاص حیثیت سے فریق نہیں بنائے گئے جس حیثیت سے ان کو عدالت میں آنا چاہیئے تھا۔ ہم کسی طرح ایسے شخص کی جس کا طرز عمل ہمیشہ عدالت کے

مرافعہ نمبر ۳ سنہ ۱۳۲۸ ف
منظورہ فرمان مبارک
مورخہ ۱۷ شوال ۱۳۴۴ھ

نواب ہاشم یار جنگ بہادر ارکان
راؤ بہادر راسنا پلیا (مدعی علیہ) مرافع
بنام
سجاع اللہ خان (مدعی) مرافعہ علیہ

ماہر فن کی رائے مین غلطی کا امکان۔ دستخط رسید مسلمہ دستخطون سے جدا گانہ ہونا دیگر واقعات و قرائن سے دعوے مدعی ثابت ہونیکا اثر۔ بحالت علالت دستخط مین فرق ہونیکا امکان۔

واقعات۔ مدعی کا دعوی یہ تھا کہ مدعی علیہ نے مدعی سے قرضہ حاصل کیا اور رسید بھی لکھدی مدعی کو اس سے انکار تھا اور رسید کے جعلی ہونے کا عذر تھا۔ رسید ماہر فن کے پاس روانہ کیگئی ماہر فن کی رائے ہوئی کہ وہ دستخط ہائے مسلمہ سے نہین ملتی۔

تجویز ہوئی کہ (۱) اگر مدعی کے دعوے کی تائید شہادت و قرائن سے نہوتی تو ماہر فن کی رائے ایک حد تک وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی۔

(۲) ماہر فن کی رائے مین غلطی کا امکان ہے خاصکر رسید زمانہ علالت مین تحریر ہوئی ہے۔

منجانب مرافع رائے بشیشور ناتھ صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید عزیز حسن صاحب و مولوی شیخ احمد حسین صاحب وکلاء

فیصلہ۔ مدعی کے دعوے کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی علیہ نے اپنی لڑکی کی شادی کے اخراجات کے لئے بتاریخ ۲ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء دو ہزار روپیہ اور بتاریخ ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء تین ہزار روپیہ قرض لئے اور تاریخ آخر الذکر پر ایک چٹھی ان رقوم کی بابت بحق مدعی تحریر کردی مگر مدعی علیہ باوجود طلب یہ روپیہ ادا نہین کرتا لہذا اس کی بابت ڈگری دیجائے۔ مدعی علیہ نے اپنے جواب مین روپیہ متدعویہ لینے اور چٹھی مورخہ ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء تکمیل کرنے سے قطعاً انکار کیا اور بیان کیا کہ فریقین نے شراکت مین ایک کتہ لیا تھا جس مین نقصان ہوا اس کی تلافی کے لئے مدعی نے

مرافعہ بنا بر اصل تجویز جلسہ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۱ فروردی سنہ ۱۳۳۳ ف مشعر اینکہ مرافعہ منظور و دعوی مدعی مع خرچہ ڈگری کیا جائے۔

کیا ہے۔ مرافعان کے لائق وکیل کی بحث یہ ہے کہ اس مقدمہ مین پنڈت کیشوراؤ وکیل تھے جن کو آخری تاریخ کی اطلاع نہین ہتی اور وہ جوڈیشل کے مقدمات کی پیروی کے لئے چلے گئے تھے۔ پنڈت اپناؤ سن راؤ وکیل نے حکام جلسہ متفقہ سے ایک گھنٹہ کی مہلت لیکر دوسرے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے لیکن باوجود اس کے جب اس مقدمہ کا نمبر آیا تو حکام جلسہ متفقہ نے صرف اس مقدمہ مین پنڈت کیشوراؤ وکیل کا قصور قائم فرما کر ان کی غیر حاضری مین یکطرفہ فیصلہ صادر فرمایا۔ حالانکہ جب وکیل مرافعان کو مہلت دی گئی ہتی تو وکیل کا انتظار لازمی ہتا جسکی تائید مین پنڈت اپناؤ اس راؤ وکیل نے حلفنامہ پیش کیا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کو چاہئے ہتا کہ درخواست تنسیخ فیصلہ یکطرفہ منظور کرکے فریقین کے مواجہ مین مقدمہ کا تصفیہ کرتی جو معقول وجہ پر مبنی ہتی جس کے خلاف وکیل مرافعہ علیہم کوئی بحث نہ کرسکے وکیل مرافعان کو مہلت دینے کے بعد مجلس عالیہ عدالت کا یکطرفہ فیصلہ صادر کرنا درست نہین ہتا۔ بلکہ وکیل کی واپسی تک کا انتظار کرنا چاہئے ہتا۔

ہماری رائے مین مرافعان کی درخواست تنسیخ فیصلہ واجبی اور وہ ایک موقع پانیکے ضرور مستحق ہین بنفس مقدمہ کے متعلق ہم کسی رائے کا اظہار کرنا نہین چاہتے لہذا فیصلہ زیر اپیل لائق تنسیخ اور مرافعہ قابل واپسی ہے تاکہ مجلس عالیہ عدالت فریقین کے مواجہ مین بلحاظ روئداد بنفس مقدمہ کا تصفیہ کرسکے۔

ہم نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی مین یہ رائے عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہین کہ بمنظوری مرافعہ و بمنسوخی فیصلہ زیر مرافعہ مقدمہ مجلس عالیہ عدالت کے جلسہ متفقہ مین واپس کیا جائے تاکہ فریقین کے مواجہ مین فریقین کی بحث سماعت کرنے کے بعد فیصلہ صادر کرے۔ بلحاظ حالات مقدمہ اس مرافعہ کا خرچہ مرافعہ علیہم ذمہ مرافعان عائد کیا جائے

دکن لاء رپورٹ جلد ۱۷ بابتہ سنہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۵۵ آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ سنہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۵۹۸
نظائر دکن جلد ۷ بابتہ سنہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۳۲

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے جگناتھ صاحب مشیر قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر

روپیہ کی رقم مدعی نے اُس کو اس غرض سے دی تھی کہ وہ ایک ٹھیکہ کے معاملہ میں مدعی کی جانب سے ضامن ہو اور جب وہ معاملہ ضمانت بالآخر فسخ ہو گیا تو فریقین میں یہ تصفیہ ہوا کہ اس پانچہزار روپیہ کی رقم کو معاملہ شراکتی میں منتقل کر دیا جائے مگر یہ امر نہ شہادت سے ثابت ہی قرار پاتا ہے اور نہ قرین قیاس ہے۔ کوئی شہادت مثل میں ایسی نہیں ہے جس کی بناء پر یہ قرار دیا جاسکے کہ ابتداءً یہ رقم بغرض ضمانت مدعی نے مدعی علیہ کو دی تھی۔ اور نہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کس نوبت مابعد پر فریقین میں کوئی ایسا تصفیہ ہوا کہ اس رقم کو کھاتہ شراکتی میں منتقل کر دیا جائے اور قرائن بھی اس واقعہ مبینہ مدعی علیہ کے کسی طرح مؤید نہیں ہیں۔ اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب مدعی پانچہزار روپیہ کی رقم داخل کر سکتا تھا تو اُس نے کیوں بجائے اس کے کہ خود سرکار میں یہ رقم داخل کر دیتا یہ نشتہ پیچیدہ طریقہ اختیار کیا کہ رقم مدعی علیہ کے حوالہ کی اور اُس کی بناء پر مدعی علیہ سے ضمانت داخل کرائی دوسرے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر فی الواقع یہ رقم مدعی نے مدعی علیہ کے حوالہ خود اپنے فائدہ کے لئے کی تھی تو مدعی علیہ کو کیا ضرورت تھی کہ اُس کی نسبت مدعی سے مطالبہ کرتا جیسا کہ مدعی علیہ کے فرزند کی چٹھی مورخہ ۲ / اپریل ۱۹۱۸ء سے مترشح ہوتا ہے اور جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"مہربانی کر کے حامل ہذا کے ذریعہ مبلغ دوہزار روپیہ روانہ فرمائیے" اور جس کا لہجہ استدعا بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدعی علیہ کی جانب سے خود اپنی کسی غرض کے لئے یہ رقم طلب کی گئی۔ ان امور کے مدنظر یہ باور کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں پائی جاتی کہ حسب بیان مدعی علیہ یہ پانچہزار روپیہ کی رقم مدعی نے مدعی علیہ کو اس غرض سے دی تھی کہ وہ مدعی کی جانب سے ضامن ہو جائے اگر بالفرض مدعی علیہ کے اس بیان کو صحیح بھی خیال کیا جاسکے تاہم اُس سے نتیجہ میں اپیل کی زیادہ تائید نہیں ہوتی۔ یہ امر چنداں اہم نہیں ہے کہ مدعی علیہ نے یہ رقم اپنی لڑکی کی شادی کے لئے لی تھی یا بمعاوضہ ضمانت اُس کے پاس رکھی گئی تھی یہ مسلمہ ہے کہ ضمانت فسخ ہو چکی ہے اس لئے اگر بالفرض مدعی علیہ کے بیان کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تاہم یہ رقم لائق واپسی ہو چکی تھی۔ پس مدعی اُس کی

خرچہ خارج فرمایا جائے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۲۱ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۵۵۶ آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۸۹۵

مرافعہ دیوانی جوڈیشیل کمیٹی

باجلاس عالیجناب نواب صدر یار جنگ بہادر و نواب مرزا یار جنگ بہادر
و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان

فاطمہ بیگم (مدعی علیہا) مرافعہا

بنام

سید علی رضا (مدعی) مرافعہ علیہ

حضانت۔ حق حضانت۔ حضانت کا تصفیہ بلحاظ اس قانون کے کیا جانا چاہیئے جس کا تعلق نابالغ سے ہو۔ لڑکیوں کی حضانت کیلئے نانی قائم مقام ماں متصور ہونا۔ حضانت کے معنی اور فرق مابین فقہ امامیہ و فقہ حنفی۔ گشتی نشان (+) مورخہ ۱۰ اردی بہشت ۱۳۱۶ف کا مفہوم۔ ماں باپ جس مذہب کے پابند ہوں انہی کی پابند نابالغہ متصور ہونا۔ دوران مرافعہ میں نابالغہ بالغ ہو تو اس سے دریافت کیا جانا چاہیئے کہ وہ کس مذہب کی پیرو ہے۔

۳۱ اسفندار ۱۳۳۰ف بمرجوعہ عدالت دارالقضاء بلدہ

۲۵ اسفندار ۱۳۳۴ف

۱۹ اردی بہشت ۱۳۳۶ف

واقعات۔ سید علی رضا نے اس بیان سے دعوی دائر کیا کہ اس کی دختر طاہرہ بیگم معمر ۳ سالہ بہ قبضہ مدعی علیہا ہے مدعی کو بلحاظ والد ہونے کے حق حضانت حاصل ہے اس لئے اس امر کی ڈگری صادر کیجائے کہ طاہرہ بیگم اس کے قبضہ میں دی جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ نابالغ دختر کی حضانت کا حق مدعی کو ہے۔ مدعی علیہ کی جواب دہی یہ ہوئی کہ مذہب حنفی کے رو سے نابالغہ کی نانی یعنے مدعی علیہا کو حق حضانت حاصل ہے۔ مدعی کو استحقاق نالش نسبت حضانت حاصل نہیں ہے۔

عدالت دارالقضاء بلدہ اور مجلس عالیہ عدالت سے اس بناء پر دعوی ڈگری کیا گیا کہ نابالغہ کا والد یعنے مدعی فقہ امامیہ کا معتقد ہے اور اسکی ماں بھی اسی مذہب کی پابند تھی۔ ایسی صورت میں حق حضانت کے تصفیہ کیلئے مذہب امامیہ کے

ناراضی تجویز خلاصۂ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۵ مہر ۱۳۳۵ف مشعر انیکہ اپیل نامنظور خرچہ فریقین بذمہ فریقین رہے

پانیکا مستحق قرار پاتا ہے۔ مگر مدعی علیہ کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی بابت فریقین مین یہ تصفیہ ہوا کہ اُس کو شراکت کے کہاتہ مین منتقل کر دیا جائے مگر اس بارے مین کوئی ثبوت منجانب مدعی علیہ پیش نہین ہوا ہے اور خود اُس کا بیان بھی نہایت متزلزل ہے۔ پس یہ واقعہ کسی طرح قابل تسلیم نہین قرار پاتا۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مدعی علیہ کو بھی اس سے انکار نہین ہے کہ یہ پانچہزار روپیہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ اس کو شراکت کہاتہ مین مجرا دیا جائے۔ چنانچہ مدعی کی جانب سے شراکت کی حساب فہمی کا بھی ایک علیحدہ دعوے اس وقت زیر تحقیقات ہے اور مدعی علیہ اُس دعوے مین اس رقم کو مجرا کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت مین فی الحقیقت اگر مدعی علیہ نیک نیت ہے تو اُس کو عملاً کوئی زیادہ فرق بھی نہ پڑنا چاہیئے خواہ رقم مذکورہ دعوے ہذا مین محسوب ہو۔ خواہ دوسرے دعوے مین ان تمام امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد جب ہم مدعی کی شہادت پر نظر ڈالتے ہین تو ہم کو رسید مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۱۸ء کو ثابت قرار دینے مین کوئی تامل نہین ہوتا اور ماہر فن کی رائے کی نسبت ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ اُس مین ماہر موصوف کو تسامح ہوا ہے۔ یون تو ہر ماہر کی رائے مین غلطی کا امکان موجود ہے اور مقدمہ ہذا مین ایک خاص امر قابل توجہ یہ بھی ہے کہ خود مدعی علیہ کا بیان ہے کہ وہ تکمیل رسید کے زمانہ مین علیل تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ علالت کے زمانہ مین جو تحریر کی جائے اور جو صحت کے زمانہ مین لکھا جائے ان دونون مین بلحاظ فطرت بشری کچھ نہ کچھ فرق ہوتا قریب قریب ناگزیر ہے۔ پس ایسی تحریرات کی مطابقت مین غلطی کا امکان اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور تمام حالات اور دستخطہائے مابہ البحث پر غور کرنے کے بعد ہم اپنے کو مجلس عالیہ سے اس خصوص مین متفق پاتے ہین کہ باوجود ماہر کی رائے کے چٹھی مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۱۸ء کو تکمیل کردہ مدعی علیہ قرار دینا چاہیئے۔ ایسی صورت مین مجلس عالیہ کے فیصلہ مین دست اندازی کی کوئی وجہ باقی نہین رہتی۔

بوجوہ صدر ہم بارگاہ خداوندی مین بکمال ادب عرض کرینگے کہ مرافعہ ہذا معہ

دوسری قسم کی ذات کی ولایت بغرض نکاح ہوا کرتی ہے جس کو جبیہر کے نام سے مسلم فقہ میں موسوم کیا گیا ہے۔

(۲) حق حضانت سے مراد کسی لڑکے یا لڑکی کو اس غرض سے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق ہے کہ قابض اُس لڑکے یا لڑکی کی پرورش تربیت یا تعلیم کے فرائض کو ادا کرے۔

(۳) احکام فقہ امامیہ بابت حق حضانت ذکور کی جانب مائل ہیں فقہ حنفی کے احکام اُناث کی جانب۔ البتہ لڑکی کی فقہ امامیہ میں ماں کو صرف سات برس کی عمر تک یہ حق دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ماں نہ ہو یا لڑکی کی عمر سات برس تک پہونچ جائے تو باپ کا حق ہے لیکن فقہ حنفی کی رو سے ماں کے بعد نانی کا حق ہے۔

(۴) حق حضانت ایک ذاتی حق ہے یعنے یہ حق ایسا نہیں ہے جس میں کسی قائم مقامی کی بحث پڑے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ صرف اسوجہ سے کہ ماں کو چند صورتوں میں حق حضانت حاصل ہے نانی ماں کی قائم مقام بنکر دعوے بابتہ حضانت نہیں کر سکتی۔

(۵) حق حضانت فقہ امامیہ کی رو سے اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک صغیر بلوغ اور سن شعور کو نہ پہونچ جائے۔

(۶) گشتی مجریہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۰ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۸ف جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر فریقین مسلمان ہیں تو شرع شریف کے بموجب فیصلہ ہوگا اصلی معنی یہ ہیں کہ مقدمہ زیر بحث سے شرع حنفی متعلق ہو تو اُس کے بموجب اور اگر شرع امامیہ متعلق ہو تو اُس کے بموجب فیصلہ ہوگا۔ اس گشتی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ الفاظ شرع شریف سے ہر صورت میں شرع حنفی مراد ہے۔

(۷) جسطرح سے وراثت کے معاملات میں تقسیم ترکہ اُس شخص کے مذہبی قوانین کے بموجب کیا جاتا ہے جس کا متروکہ زیر بحث ہے اسیطرح سے حضانت اور ولایت کے معاملات میں نابالغ کی ذات کے ولی کا انتخاب نابالغ کے مذہب کے مطابق ہونا چاہیئے۔

(۸) نابالغ کا مذہب وہی سمجھا جائیگا جو اُس کے والدین کا مذہب ہو۔

ہی احکام متعلق ہونگے بلحاظ اُن احکام کے دادا کو حضانت کا حق حاصل ہے۔
جس کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی مین مدعی علیہا کی جانب سے مرافعہ پیش ہوا۔
ذریعہ فرمان واجب الاذعان مؤرخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ نواب صدر یار جنگ بہادر کی رائے منظور فرمائی گئی۔
تجویز ہوئی کہ
از عالیجناب نواب صدر یار جنگ بہادر۔

(۱) شرع مین ولایت اور حضانت یہ دونون حقوق صرف بچّے کی جان و مال کی حفاظت کے واسطے قائم کئے گئے ہین۔ حق ولایت کا تعلق بچہ کے مال کی حفاظت و بقا ہے و حق حضانت کا تعلق بچہ کی بدنی حفاظت اور پرورش ہے۔

(۲) جب یہ دونون حقوق بچّے کی خیر خواہی پر مبنی ہین اور حق حضانت صرف بچہ کی پرورش اور آسائش کے لئے قائم کیا گیا ہے تو اس حق کے متعلق فیصلہ کرتے وقت بچے کے نفع کا پیش نظر رکھنا مقصد شرع کو پورا کرنا ہے ورنہ اصل مقصد شرع شریف کا فوت ہو جائیگا۔

(۳) یہ بات عام فہم اور بالکل مطابق فطرت ہے کہ بچے کی خصوصاً لڑکی کی پرورش کی اہلیت عورت مین بمقابلہ مرد کے زیادہ ہے اسلئے نابالغین کو خصوصاً لڑکیون کو عورت کی پرورش مین رکھنا چاہیئے۔

(۴) مان کے فوت ہو جانے کی وجہ سے نانی اہلیت پرورش مین مان کی قائم مقام ہے۔

(۵) جوڈیشل کمیٹی کے تصفیہ کے وقت لڑکی کی عمر شرعاً بلوغیت کی حد تک پہنچ چکی ہے لہذا اُس سے دریافت کر لینا چاہیئے کہ وہ کس مذہب کی پیرو ہے اور جس مذہب کی پیرو ہونیکا اقرار کرے آیندہ اُسی مذہب کے مطابق طاہرہ بیگم کے متعلق احکام صادر ہون۔

عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر۔

(۱) شرع محمدی کی خصوصیت ہے کہ اُس مین نابالغ کی ذات کی ولایت کو دو حصون مین تقسیم کر دیا ہے۔ ایک تو نابالغ کی ولایت بغرض تعلیم و حفاظت ہوا کرتی ہے اور مسلم فقہ مین اسی قسم کی ولایت کا نام حفاظت ہے۔

روسے وہ حضانت کا حق رکھتی ہیں لہذا لڑکی انہی کے پاس رہے۔

نابالغ ہو کر لڑکی فاطمہ بیگم کے پاس کئی سال سے ہے۔ اس بارہ میں دونوں فقہوں کے احکام صاف ہیں۔ ماں کے مرجانے پر فقہ حنفی کے مطابق نانی کو حق حضانت (پرورش) حاصل ہے۔ امامیہ فقہ میں اس حالت میں یہ حق باپ کو دیا گیا ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ موجودہ صورت میں فیصلہ کس فقہ کے مطابق کیا جائے۔

شرع میں ولایت اور حضانت یہ دونوں حق صرف بچے کی جان و مال کی حفاظت کے واسطے قائم کئے گئے ہیں۔ حق ولایت کا تعلق بچہ کے مال کی حفاظت و بقا سے ہے۔ اور حق حضانت کا تعلق بچے کی بدنی حفاظت و پرورش سے ہے جب یہ دونوں حق صرف بچے کی خیر خواہی پر مبنی ہیں اور حق حضانت صرف بچے کی پرورش و آسائش کیلئے قائم کیا گیا ہے تو اس حق کے متعلق فیصلہ کرتے وقت بچے کے نفع کا پیش نظر رکھنا مقصد شرع کو پورا کرنا ہے ورنہ اصل مقصد شرع شریف کا فوت ہو جائیگا۔

یہ بات عام فہم اور بالکل مطابق فطرت ہے کہ بچے کی خصوصاً لڑکی کی پرورش کی اہلیت عورت میں بمقابلہ مرد کے زیادہ ہے۔

شرع شریف نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ . . .

چنانچہ امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں۔

ان الصغار لما عجزوا عن مصالحهم جعل الشرع ولايتها الى غيرهم وجعل الحضانة الى الامهات لانهن اشفق وارفق واقدر واصبر على تحمل المشاق بسبب الولد على طول الاعصار وافرغ للقيام بخدمته فكان فى تفويض الحضانة اليهن وغيرها من المصالح الى الآباء زيادة منفعة على الصغير فكان حسنا وانظر للصغير فكون مشروعا۔

ترجمہ:- چونکہ بچے اپنی ضروریات خود پوری کرنے سے عاجز ہیں لہذا شرع نے ان کا اہتمام دوسروں کے سپرد کیا ہے۔ اور پرورش کرنیکا حق ماؤں کو دیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مائیں زیادہ شفیق زیادہ نرم دل ہوتی ہیں اور جو مشقتیں

(۹) ہر مسلم کو حق حضانت کے نفاذ یا تعمیل کرانے کے لئے ممالک محروسہ سرکار عالی میں دو طریقے بتائے گئے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بذریعہ دعوٰی کرے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بتحت قانون ولایت کارروائی کرے۔ ضابطہ بدل دینے یعنی بجائے درخواست سرٹیفکٹ ولایت پیش کرنے کے بذریعہ دعوی کرنے کی وجہ سے مدعی کی مشروع حضانت میں فرق نہیں پڑ سکتا۔

منجانب مرافعہ مولوی محمد اصغر صاحب کونسل

منجانب مرافعہ علیہ کوئی حاضر نہیں

نواب صدر یار جنگ بہادر رکن۔ اس مقدمہ کے مفصل واقعات میرے فاضل شریک اپنی رائے میں لکھ چکے ہیں اس لئے مجھکو ان کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔

میرا اختلاف رائے اپنے فاضل شرکاء سے اس تجویز میں ہے کہ مقدمہ ہذا میں حق حضانت کا فیصلہ کس مذہب کے مطابق کیا جائے۔ فقہ حنفی کے بموجب یا فقہ امامیہ کے مطابق۔

میرے دونوں فاضل شریکوں کی رائے کا رجحان اسطرف ہے کہ فقہ امامیہ کے مطابق ہو۔

میری رائے میں فقہ حنفی کے مطابق ہونا مناسب ہوگا۔

میری رائے کے وجوہ حسب ذیل ہیں

اس مقدمہ کے فریقین میں سے مدعی سید علی رضا امامیہ مذہب کے پیرو ہیں اور فاطمہ بیگم مدعی علیہا حنفی المذہب ہیں چونکہ فاطمہ بیگم نے بار بار اور حلفاً یہ بیان کیا ہے کہ وہ حنفی ہیں تو ان کو حنفی تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا دونوں میں نزاع ایک لڑکی طاہرہ بیگم کی حضانت کی نسبت ہے۔

سید علی رضا اس کے باپ ہیں۔ اور فاطمہ بیگم نانی۔ لڑکی کی ماں وفات پا چکی ہے۔ باپ اس امر کے دعویدار ہیں کہ فقہ امامیہ کی رو سے طاہرہ بیگم کی حضانت (پرورش) کا حق ان کو حاصل ہے لہذا لڑکی ان کو دلوادی جائے فاطمہ بیگم لڑکی کی نانی اس امر کی مدعی ہیں کہ نانی ہونے کی وجہ سے فقہ حنفی کی

عرصۂ دراز تک بچہ کی پرورش کی وجہ سے برداشت کرنی پڑتی ہین اُنپر زیادہ صا[بر]
و قادر ہوتی ہین۔ نیز ان کو خدمت کرنیکی فرصت بھی زیادہ ہوتی ہے لہذا حق پرو[رش]
ان کو دینے مین اور اس کے سوا دوسری ضرورتون کو باپون کے سپرد کرنے مین
بچے کا زیادہ نفع ہے۔ پس ایسا کرنا بچے کے حق مین بہتر داوی ہے اس وجہ [سے]
مشروع ہوا ہے۔

جب حق حضانت قائم کرنے سے شارع کا مقصود بچے کی پرورش و آسائش
ہے اور اس خدمت کو عورت بمقابلہ مرد کے زیادہ خوبی سے انجام دیسکتی ہے تو
مجھکو اس رائے کے قائم کرنے مین تامل نہ ہونا چاہیے کہ اس مقدمہ مین بھی
طاہرہ بیگم کا نفع اس مین ہے کہ وہ عورت کی آغوش شفقت مین پرورش پائے
اور وہ ایسی حالت مین ہوگا کہ ایک فریق مقدمہ فاطمہ بیگم کی درخواست کے
بموجب فقہ حنفی پر عمل ہو۔ خصوصاً جب حالت یہ ہے کہ ماں کے فوت ہوجانیکی
وجہ سے نانی اہلیت پرورش مین ماں کی قائم مقام ہے اور اس لحاظ سے ہم کہہ
سکتے ہین کہ طاہرہ بیگم کے والدین مین مذہب کا اختلاف ہے۔ فقہ حنفی کی حضانت
کا حق ماں کے فوت ہوجانے پر نانی کو دیا ہے باپ کو نہین دیا۔ لہذا میری
رائے مین مدعی علیہا فاطمہ بیگم کو طاہرہ بیگم کی پرورش یعنے حضانت کا حق دیا جا[ئے]
نہ اُسکے باپ سید علی رضا کو۔

اسطرح میری رائے فاروق یار جنگ بہادر کی رائے کے مطابق ہے۔ یہ بات
فریقین کو تسلیم ہے کہ طاہرہ بیگم ۲ رفیعہ ۱۳۴۳ھ کو پیدا ہوئی اس لحاظ سے
اب اُسکی عمر گیارہ سال چھ ماہ سات دن کی ہے۔ شرعاً وہ بالغ ہو چکی۔ مدت
حضانت ختم ہوگئی۔ اب اپنے مذہب کے متعلق وہ خود کہہ سکتی ہے کہ کس
مذہب کی پیرو ہے لہذا اُس سے دریافت کرلیا جائے کہ وہ کس مذہب کی
پیرو ہے اور جس مذہب کی پیرو ہونیکا وہ اقرار کرے آئندہ اُسی مذہب کے
مطابق طاہرہ بیگم کے متعلق احکام صادر ہون۔

نواب سر امین جنگ بہادر و نواب ناظر یار جنگ بہادر ارکان
متفق الرائے۔ سید علی رضا نے یہ دعوے اپنی خوشدامن فاطمہ بیگم پر

نابالغہ کی اس شرط سے صادر کردی کہ مدعی علیہا نانی کو بھی لڑکی سے ملنے کی اجازت دیجائے بلکہ باپ کو چاہیئے کہ نانی کے پاس وقتاً فوقتاً بھیجدیا کریں۔

اس ڈگری کے خلاف فریقین نے عدالت عالیہ عدالت میں مرافعہ دائر کیا۔ مدعی نے اپنے مرافعہ میں یہ استدعا کی کہ ناظم دارالقضا کو حق حضانت پر کوئی شرط نہ لگانا چاہیئے تھا اور مدعی علیہا نے اپنے مرافعہ میں یہ بیان کیا کہ مدعی کو حق حضانت ہی نہیں ہے۔ اولاً یہ مقدمہ جلسۂ منقسمہ میں پیش ہوا جس کے اراکین فاروق یار جنگ و جہاندار یار جنگ تھے۔ حق حضانت کے متعلق ان میں اختلاف آراء ہوا۔ فاروق یار جنگ نے یہ تسلیم کیا کہ نابالغہ کی ماں اور باپ دونوں مذہب امامیہ سے ہیں اور ایسی صورت میں یہی قیاس کیا جائیگا کہ نابالغہ کا مذہب وہی ہے جو کہ اُسکے ابوین کا ہے اور گو کہ باپ کا حق حضانت بمقابلہ نانی کے حق حضانت کے مرجح ہوتا ہے لیکن اس مقدمہ سے فقہ حنفی کے متعلق کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور چونکہ فقہ حنفی کے رو سے نانی کا حق مرجح ہے لہذا دعوے مدعی قابل اخراج ہے۔ برخلاف اس کے جہاندار یار جنگ نے یہ رائے ظاہر کی کہ جبکہ فریقین کو یہ تسلیم ہے کہ نابالغہ کے والدین کا مذہب امامیہ ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس مقدمہ کا فیصلہ فقہ امامیہ کے بموجب کیوں نہ کیا جائے۔ نانی کے مذہب کا اثر اس مقدمہ پر نہیں پڑسکتا اس اختلاف آراء کیوجہ سے تحت دستورالعمل عدالت العالیہ یہ مقدمہ جلسۂ کاملہ کے روبرو پیش ہوا جس میں جیون یار جنگ رکن ہر دو اراکین متذکرہ بالا مختلف الآراء کے ساتھ شریک ہوئے۔ جیون یار جنگ نے اصل امور نزاعی کے متعلق جہاندار یار جنگ کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ تجویز کی کہ اویب یار جنگ کی رائے صحیح ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ناظم دارالقضا کا فیصلہ بحال رہا۔

فاطمہ بیگم کی جانب سے جوڈیشل کمیٹی میں مرافعہ دائر کیا گیا ہے۔ مرافعہ علیہ کی جانب سے تاریخ پیشی پر کوئی موجود نہ تھا لہذا ہم نے یکطرفہ بحث سماعت کی بحث سماعت کرنے کے بعد اب امور ذیل کے متعلق اظہار رائے کرنا ضروری

کیا گیا ہے (۶) ملاحظہ ہو محمدن لا مصنفہ ولسن صاحب طبع پنجم ص ۹۔
ان تمام تصانیف سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اگر الفاظ کا لحاظ نہ کیا جائے اور صرف اصلی معنی و مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو حق حضانت سے مراد کسی لڑکے یا لڑکی کا اس غرض سے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق ہے کہ تابعن اس لڑکے یا لڑکی کی پرورش، تربیت یا تعلیم کے فرائض کو ادا کرے۔
دوسرا امر غور طلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں جو کہ اس مقدمہ کی ہے فقہ حنفی و فقہ امامیہ میں حق حضانت کی بابت کیا فرق ہے۔ متعدد صورتوں کو جن میں حق حضانت نافذ کیا جا سکتا ہے بحث میں لانا غیر ضروری ہے۔ صرف اس صورت پر غور کرنا کافی ہوگا جس میں ایک نابالغہ لڑکی ہو، ماں مر گئی ہو۔ باپ اور نانی زندہ ہوں اور ان دونوں میں حق حضانت کی نزاع ہو جو صورت کہ اس مقدمہ کی ہے۔ چونکہ حق حضانت عطا کرنے کی اصلی غرض یہ ہوا کرتی ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی پرورش اور تربیت و تعلیم ہو لہذا ظاہر ہے کہ جوں جوں اسکی عمر بڑھتی جائیگی خود ماں باپ کے حق حضانت میں بلحاظ ان فرائض کے ادا کرنے کی اہلیت کے جو کہ مختلف الجنس ہونے کی وجہ سے ماں باپ کو قدرتاً حاصل ہیں ردوبدل ہوتا جائیگا۔ مثلاً فقہ امامیہ میں قول اظہر یہ ہے کہ لڑکی کی صورت میں ماں بیٹی کی حضانت کے لئے (۷) برس تک احق ہے۔ سات برس کے خود ماں کی زندگی میں لڑکی کی حضانت کا حق بھی باپ ہی کو حاصل ہو جاتا ہے۔ شرایع الاسلام کی اصلی عبارت کا جو ترجمہ جامع الاحکام میں ہے اسکی عبارت حسب ذیل ہے۔
"حضانت (لڑکے کی تربیت اور پرورش کرنا) پس مدت رضاع میں حضانت اولاد کیلئے ماں احق ہے لڑکا ہو یا لڑکی بشرطیکہ ماں حرہ مسلمہ ہو اور کنیزہ کافرہ کیلئے موجودگی مسلم میں حضانت نہیں ہے اور بعد اختتام ایام رضاع کے باپ بیٹے کی اور ماں بیٹی کی حضانت کے لئے سات برس تک احق ہے اور بربنا ایک قول کے نو سال تک اور بربنائے ایک قول کے تا بہ عقد ماں کو حق حضانت حاصل رہتا ہے لیکن قول

وسلطنتاً و علی تربیتہ الطفل (۳) ملاحظہ ہو جواہر الکلام مطبوعہ ایران صفحہ ۴۰۳ -

یعنی حضانت بچہ کی پرورش پر تسلط و ولایت کا نام ہے۔

مسٹر امیر علی نے "حضانت" کا ترجمہ "The custody of children" کیا ہے یعنے بچوں کو قبضہ میں رکھنے کا حق (۳) امیر علی جلد دوم طبع سوم صفحہ ۲۸۸ فیض بدرالدین طیب جی بھی لفظ "حضانت" کا مفہوم "Whole control" یعنے ذات پر قبضہ رکھنا سمجھتے ہیں) اور ان کی رائے میں دراصل یہ ذات کی ولایت ہے جس کو شرعی کتب نے "حضانت" کے نام سے موسوم کیا ہے (۴) ملاحظہ ہو محمڈن لا مولفہ بدرالدین طیب جی طبع دوم صفحہ ۲۷۹ و دفعہ (۲۳۱)۔

مسٹر عبدالرحیم نے اپنی کتاب اصول فقہ حنفی میں ولایت کی تعریف اسطرح سے کی ہے کہ یہ ایک حق ہے جس کی بنیاد پر ایک شخص کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ ایسے دوسرے شخص کی ذات اور جائداد پر اختیار و قابو رکھے جو کہ اپنے معاملات کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس میں کسی شخص کی ذات پر قبضہ رکھنے کا حق بھی شامل ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ذات کا ولی ایک شخص ہو اور جائداد کا ولی دوسرا شخص ہو۔ اسی ذات کی ولایت کے تحت انھوں نے حضانت کے مسئلہ کو سمجھایا ہے (۵) ملاحظہ ہو عبدالرحیم کی جورس پروڈنس حنفی مطبوعہ سنہ ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۴۱

مسٹر ولسن کی رائے میں ذات کی ولایت کو جائداد کی ولایت سے علیحدہ رکھنا مناسب ہے۔ یہ فرق ہندوستان کے قوانین نافذہ و نیز انگریزی و رومن لا میں بھی موجود ہیں۔ لیکن شرع محمدی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں نابالغ کی ذات کی ولایت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک تو نابالغ کی ولایت بغرض تعلیم و حفاظت ہوا کرتی ہے یعنے بغرض "Custody and education" اور ان کے خیال میں مسلم فقہ میں حضانت اسی قسم کی ولایت کا نام ہے۔ دوسری قسم کی ذات کی ولایت بغرض نکاح ہوا کرتی ہے جس کو جبر کے نام سے مسلم فقہ میں موسوم

اس زمانہ میں برٹش انڈیا کے ہائیکورٹس کا یہ قاعدہ تھا کہ مسائل شرعی پر قاضی القضاۃ
کی رائے لیکر جو کہ امور فقہی پر عالم متبحر سمجھے جاتے تھے تصفیہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس
مقدمہ میں بھی قاضی القضاۃ نے بیان دیا تھا کہ شرائع امامیہ کی رو سے جب لڑکی
کی عمر (۷) برس سے تجاوز ہو جائے تو باپ کو یہ حق ہے کہ ماں سے اپنی لڑکی
کو لے لے چنانچہ ہائیکورٹ نے باپ کا دعوے ڈگری بھی کر دیا کیونکہ لڑکی کی
عمر (۸) برس کی قرار پائی۔ (۱۰) ملاحظہ ہو مسماۃ تاج بیگم بنام رضا حسین منفصلہ
۲۳ جنوری ۱۸۶۶ء مندرجہ (۳) بنگلی رپورٹ صفحہ (۷۶)۔

ایک اور مقدمہ ۱۸۸۶ء میں کلکتہ ہائیکورٹ کے روبرو پیش ہوا جس میں ایک
لڑکی کے حق حضانت کی بابت اس کے ماں اور باپ میں نزاع تھی۔ فریقین
شیعہ مذہب رکھتے تھے۔ تجویز یہ کیا گیا کہ چونکہ لڑکی کی عمر (۷) برس کی ہو گئی ہے
لہذا بمقابلہ ماں کے باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ لڑکی اپنے قبضہ میں رکھے (۱۱)
ملاحظہ ہو مقدمہ لاڈلی بیگم بنام محمد امیر خان منفصلہ ۶ جون ۱۸۸۶ء مندرجہ
انڈین لا رپورٹس (۱۳) کلکتہ صفحہ ۷۱۵۔

ان نظائر مذکورہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر زہرہ بیگم یعنی نابالغہ کی ماں
زندہ ہوتیں اور نزاع درمیان مدعی اور زہرہ بیگم کے ہوتی تو فقہ امامیہ کی رو سے
شخص مذکور مدعی باپ کا حق بمقابلہ ماں کے بھی مرجح ہوتا کیونکہ اب نابالغہ
کی عمر مسلمہ طور سے زائد از سات سال ہے دیکھنا یہ ہے کہ کیا نانی کو ماں سے
زیادہ حق حاصل ہو گیا۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک مقدمہ الہ آباد ہائیکورٹ میں پیش ہوا جس میں نابالغہ
کی عمر (۲½) برس کی تھی اور نزاع لڑکی کے باپ اور نانی میں تھی جیسی کہ اس
مقدمہ میں ہے اس میں بھی یہی تجویز پایا کہ بمقابلہ نانی کے باپ کا حق مرجح ہے
(۱۲) ملاحظہ ہو مقدمہ سلیم النساء بنام سعادت حسین منفصلہ ۱۳ مئی ۱۹۱۴ء مندرجہ
انڈین لا رپورٹس (۳۶) الہ آباد صفحہ ۶۶۳۔

یہی رائے پٹنہ کے ایک مقدمہ میں بھی ظاہر کی گئی (۱۳) ملاحظہ ہو آل انڈیا ڈائجسٹ
مجموعہ راؤسن ابتداء سے ۱۸۱۱ء لغایت ۱۹۱۱ء سیول جلد ششم کالم (۱۲۵۰)

اول الذکر ہے اور بعد اس کے لڑکے کی حضانت کا استحقاق بھی باپ ہی کو رہیگا (۷)۔ ملاحظہ ہو روائع الاحکام جلد اول مطبع حیدری صفحہ ۳۰۳ -
جس عربی عبارت کا یہ ترجمہ ہے وہ روائع الاحکام کے حاشیہ پر درج ہے۔

مصنف جواہر الکلام کی رائے حسب ذیل ہے۔

فاما اذا فصل الولد وانقضت مدۃ الرضاعۃ فالوالد احق بالذکر والام احق بالانثی حتی تبلغ سبع سنین۔ (۸) ملاحظہ ہو جواہر الکلام مطبوعہ ایران صفحہ ۲۴۹ یعنے جبکہ مدت رضاعت ختم ہو جائے تو لڑکا باپ کی حضانت میں آجائیگا اور لڑکی سات سال کی ہونے تک ماں کی حضانت میں رہیگی۔

فیضی بدرالدین طیب جی نے اپنی کتاب میں بحوالہ کتب اثنا عشریہ یہ رائے قائم کی ہے کہ ماں کو اپنی لڑکی پر حق حضانت (۷) برس تک حاصل رہتا ہے اور بعد (۷) برس کے یہ حق حضانت باپ پر منتقل ہو جایا کرتا ہے اور اگر ماں زندہ نہو تو لڑکی کا حق حضانت ابتدا ہی سے باپ کو ہوا کرتا ہے خواہ لڑکی کی کچھ ہی عمر ہے (۹) ملاحظہ ہو پرسنل لا آف [illegible] فیضی بدرالدین طیب جی طبع دوم صفحات ۲۸۴ ۲۸۵ [illegible] و ۳۴۲ نوٹ تحت۔

“Custody”

انگریزی کتب کا زیادہ حوالہ دینے کی ضرورت نہیں اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ امیر علی۔ ملا۔ تیبجی۔ ولسن۔ میکناٹن۔ مسٹر عبدالرحیم وغیرہ جنہوں نے شرع اسلام پر عالمانہ تصانیف لکھی ہیں سب نے یہی رائے قائم کی ہے کہ لڑکی کا حق حضانت باپ کو ماں کے مقابلہ میں نابالغ کی سات برس کی عمر کے بعد فقہ امامیہ کے رو سے حاصل ہو جایا کرتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں ایک مقدمہ کلکتہ ہائیکورٹ میں پیش ہوا جس میں ایک شیعہ باپ نے اپنی بیوی کے مقابلہ میں لڑکی کے دلا پانے کا دعویٰ اسی حق حضانت کی بنیاد پر کیا

"نیز اُن حقوق و فرائض میں جن کا تعلق بہ امور مذہبی ہو اگر فریقین ہنود ہوں تو شاستر کے بموجب اور اگر مسلمان ہیں تو شرع شریف کے موافق حقوق کا فیصلہ ہونا چاہیے" (۱۶) ملاحظہ ہو مجموعہ تشریحات دیوانی حصہ جات اول و دوم یکم سنہ ۱۲۹۳ف لغایتہ سنہ ۱۳۱۲ف ص ۱۶۔

فریقین مسلمان ہیں لہذا اس میں تو شک نہیں کہ فیصلہ شرع شریف کے موافق ہوگا مگر اس مادہ میں چونکہ فقہ حنفی و امامیہ میں اصولی فرق ہے۔ ایک کی رُو سے مدعی مستحق قرار پاتا ہے اور دوسرے کی رو سے مدعی علیہا لہذا اس کا طے کرنا ضروری ہے کہ کونسی فقہ متعلق کرنا چاہیے۔ ہمارے روبرو مدعی علیہا کے کونسل نے تسلیم کیا کہ نابالغہ کی ماں اور باپ دونوں شیعہ مذہب کے تھے یہ فقہی اصول بھی قرین عقل ہے کہ صغیر ہمیشہ اپنے والدین کے مذہب کا تابع سمجھا جائیگا۔

الصغیر یتبع لابویہ او احدھما (۱۷) ملاحظہ ہو رد المختار جلد دوم صفحہ ۵۰۴۔

یعنی صغیر اپنے والدین کے مذہب یا اُن میں سے کسی ایک کے تابع ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اس عربی عبارت میں "ھما" کی ضمیر والدین کی جانب راجع ہے یعنی ماں و باپ کا مذہب یا اُن میں سے کسی ایک کا مذہب جہاں والدین کے مذہب میں فرق ہوتا ہے وہاں دشواری پڑتی ہے لیکن اس مقدمہ میں دونوں کا مذہب شیعہ تھا لہذا نابالغ بھی شیعہ مذہب متصور ہوگا البتہ بالغ و عاقل ہونیکے بعد صغیر اپنے والدین کے مذہب کا پابند باقی نہیں رہتا۔

[illegible] بلوغہ عاقلا (۱۸) ملاحظہ ہو شامی جلد دوم صفحہ ۵۰۴ یعنی اتباع فی الدین صغیر کے بالغ عاقل ہو جانے کے بعد باقی نہیں رہتا ہے۔

اس مسئلہ پر ایک دوسرے نقطہ نظر سے بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

اگر مدعی سید علی رضا عدالت متعلقہ میں بجائے ممبری دعوی کرنے کے

مقدمہ نمبر (۱۳) ہاشمی بنام آغا محمد جواد۔

اب ہم حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ اس مادہ میں جو فرق فقہ حنفی اور فقہ امامیہ میں ہے اُسکو بدرالدین طیب جی نے صراحت سے بتلایا ہے۔ حنفی فقہ کے بموجب لڑکی کا حق حضانت اُس کی ابتدائی عمر میں رشتہ دار ان اناث کو حاصل رہتا ہے اور ان کے ختم ہو چکنے بعد ذکور کو حاصل ہوتا ہے (۱۴) ملاحظہ ہو محمڈن لاء مولفۂ بدرالدین طیب جی طبع دوئم صفحہ ۲۸۶ فقرہ (۲۴۴)

اُن اناث کی فہرست جن کو فقہ حنفی کی رو سے حق حضانت حاصل ہوتا ہے مسٹر ملا نے اپنی کتاب میں بہت صراحت کے ساتھ بحوالہ ہدایہ جو کہ فقہ حنفی کی ایک مستند تصنیف ہے لکھدی ہے۔ (۱۵) ملاحظہ ہو اصول شرع شریف طبع ہشتم صفحہ ۲۰م و ۲۵۷ مولفہ ملا۔

اوّل ماں کا حق اُس کے بعد نانی کا حق اُس کے بعد دادی کا حق اُس کے بعد بہن کا حق ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لہذا فقہ حنفی اور فقہ امامیہ میں فرق ظاہر ہوگیا۔ ان دونوں میں اس امر کے متعلق کہ لڑکی کا حق حضانت کس کو حاصل ہوتا ہے اصلی فرق ہے۔

فقہ امامیہ ذکور کی جانب مائل ہے اور فقہ حنفی اناث کی جانب۔ البتہ لڑکی کی بابتہ فقہ امامیہ میں ماں کو صرف (۷) برس کی عمر تک یہ حق دیا گیا ہے لیکن اگر ماں نہ ہو یا لڑکی کی عمر (۷) برس تک پہونچ جائے تو باپ کا حق ہے لیکن فقہ حنفی کی رو سے ماں کے بعد نانی کا حق ہے۔

امر و ہم غور طلب یہ ہے کہ اس کا فیصلہ فقہ امامیہ کی رو سے کرنا چاہیئے یا فقہ حنفی کی رو سے۔

اس مادہ میں ممالک محروسہ سرکار عالی کی تمام عدالتیں مجلس عالیہ عدالت کی گشتی دیوانی نمبر (۵) مجریہ ۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۶ ف پر عمل کر رہی ہیں یہ گشتی بعد حصول منظوری مدار المہام وقت صادر کیگئی تھی اس کا فقرہ (۲) کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے۔

"مقدمات ترکہ و وراثت و نکاح ...... وحضانت و تولیت ...... اور"

دارالقضاء بلدہ کو حاصل ہے (۲۱) ملاحظہ ہو قانون عدالت ہائے دیوانی نمبر ۲ سنہ [illegible] ف
اور اسی دفعہ کی رو سے ناظم دارالقضاء کو صدر عدالت کے اختیارات حاصل
ہین۔ نتیجہ ان تمام قوانین کا یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم جس کی سکونت بلدہ مین
ہے اپنے حق حضانت کا نفاذ کرانا چاہتا ہے تو اس کو یا تو نمبری دعوے
دارالقضاء مین کرنا چاہیئے یا درخواست سرٹیفکیٹ ولایت ذات کی تحت
قانون ولایت دارالقضاء مین پیش کرنا چاہیئے۔ اگر ہم یہ تجویز کرین کہ تحت
قانون ولایت کارروائی کرنے کی صورت مین تو فقہ امامیہ متعلق ہوگی کیونکہ
قانون ولایت کی دفعہ (۱۱) مین صراحت سے بتا دیا گیا ہے کہ نابالغ کی شرع
کے مطابق فیصلہ ہوگا (جو کہ اس مقدمہ مین شرع امامیہ ہے) لیکن نمبری دعوی
کرنے مین فقہ امامیہ متعلق نہ ہوگی تو مہمل نتائج پیدا ہونگے۔ یعنی صرف ضابطہ
بدل دینے سے حق بدل جائیگا۔ اصلیت یہ ہے کہ گشتی عدالت العالیہ تحریر ۱۰ ار
اردی بہشت سنہ ۱۲۹۶ ف متذکرۂ بالا کا جس مین یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر فریقین مسلمان
ہین تو شرع شریف کے بموجب فیصلہ ہوگا۔ اصلی منشاء یہ ہے کہ مقدمہ زیر
بحث سے شرع حنفی متعلق ہو تو اس کے بموجب اور اگر شرع امامیہ متعلق
ہو تو اس کے بموجب فیصلہ ہوگا۔ اس گشتی کا یہ مطلب نہین ہے کہ الفاظ
شرع شریف سے ہر صورت مین شرع حنفی مراد ہے۔ اگر یہ تعبیر اختیار کیجائے
تو تعجب خیز نتائج پیدا ہونگے۔ مثلاً ترکہ کے معاملہ مین سنی و شیعہ دونون فرقون
مین عظیم الشان فرق ہے۔ فقہ حنفی کی رو سے بعض وقت جبکہ لڑکی بحیثیت
ذوی الفروض ترکہ مین ایک حصہ پاتی ہے اور بقیہ عصبہ کو پہونچ جاتا ہے تو شرع
امامیہ کی رو سے وہ لڑکی بلحاظ اس طبقہ کے جس مین وہ واقع ہوئی ہے ان
تمام اشخاص کو جن کو عصبہ شرع حنفی [illegible] بالکل محروم
کردیتی ہے۔ اسی طرح سے دیگر حقوق [illegible] فرق ہے
اگر ہم حضانت اور ولایت کے معاملہ مین [illegible] کی رو [illegible] بحث الفاظ
شرع شریف" اہل تشیع سے فقہ حنفی متعلق [illegible] کوئی وجہ نہین ہے کہ
وراثت کے معاملہ مین بھی فقہ حنفی ہی متعلق کرین۔ ہم اس کو باور نہین

اپنی لڑکی کی ذات کی ولایت کے سرٹیفکٹ کی درخواست تحت دفعہ ۶ قانون ولایت نشان (۲) ۱۳۱۶ ف پیش کرتے تو اس قانون کی دفعہ ۱۱ فقرہ (۱) کے آخری الفاظ کے تحت میں عدالت کا فرض ہوتا کہ نابالغہ کے ولی کا انتخاب اُس قانون کے مطابق کرتی جس کی کہ نابالغہ تابع ہے جو کہ اس مقدمہ میں شرع امامیہ ہے اب صرف ضابطہ بدل دینے سے یعنے بجائے درخواست سرٹیفکٹ ولایت پیش کرنے کے عمری دعوی کرنے کی وجہ سے مدعی کے شرعی حق حضانت میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ قانون ولایت کی دفعہ (۳) مین جو تعریف ولی کی کیگئی ہے اُس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی نابالغ کی ذات کا محافظ ہو۔ اس قانون کے بموجب جب کوئی شخص ذات کا ولی مقرر ہو جاتا ہے تو تحت دفعہ (۲۲) قانون مذکور عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ نابالغ کو گرفتار کر کے ولی کی حفاظت میں سپرد کر دے ہماری غرض اس قانون کا حوالہ دینے سے یہ ہے کہ ہر مسلم کو حق حضانت کے نفاذ یا تعمیل کرانے کے لئے ممالک محروسہ سرکار عالی میں دو طریقے بتلائے گئے ہین۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ عمری دعوے کرے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تحت قانون ولایت کارروائی کرے جو کہ عام قانون ہے اور جس سے بھی وہی غرض حاصل ہو سکتی ہے جو کہ عمری دعوے سے۔ معلوم ہوتا ہے کہ برٹش انڈیا مین بھی دونون طریقے رائج ہین (۱۹) ملاحظہ ہو پرنسپلس آف محمڈن لا بدرالدین طیب جی طبع دوم صفحہ ۱۳۴ و صفحہ ۷۶ ۲

بلدہ کی حد تک عدالت دار القضاء کو جو اختیارات دئے گئے ہین اُن کی فہرست اشتہارات مین:

" مہر ۔۔۔ نفقہ ۔۔۔ ترکہ ۔۔۔ طلب دختر ۔۔۔ حضانت ۔۔۔ ولایت داخل ہین "

(۲۰) ملاحظہ ہو اشتہار سرکار عالی مجریہ ۱۶ ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ جریدہ بکار مدار المہام نمبر (۰۰۰۰۱۸) مورخہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مندرجہ قوانین گشتیات دیوانی طبع پنجم مطبوعہ سنہ ۰۰ دکن صفحہ ۸۸۔ اور قانون عدالتہائے دیوانی نشان ۲ ۱۳۲۲ف کی دفعہ ۱۰ مین بھی ناظم دار القضاء بلدہ کے اختیارات کی صراحت کیگئی ہے جس مین دعاوی ترکہ و طلب دختر و ولایت و حضانت کا اختیار عدالت

کر سکتے کہ اس گشتی کا یہ مفہوم ہے۔ ہماری رائے میں الفاظ "شرع شریف" جو گشتی
میں استعمال کیے گئے ہیں ان میں شرع حنفی و شرع امامیہ دونوں شامل ہیں۔
ہر مقدمہ زیر بحث جس شرع کا متقاضی ہوگا وہی شرع متعلق کیجائیگی۔

ہمارے روبرو یہ بحث بھی کیگئی ہے کہ چونکہ بادشاہ ظل اللہ وقت کا مذہب
حنفی ہے لہذا اسی کے بموجب فیصلہ ہونا چاہیے لیکن ممالک محروسہ سرکار عالی
کے بادشاہ ظل اللہ نے اپنی رعایا کے لئے قوانین مقرر فرمادئے ہیں۔ عدالتوں
کا فرض ہے کہ ان قوانین پر عمل پیرا رہیں اور قانون کا یہ منشا نہیں معلوم
ہوتا۔ گشتی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف مسلمان کے مختلف فرقوں کے
اعتقادات و مذاہب کا لحاظ کیا گیا ہے بلکہ اہل ہنود کے مذاہب و اعتقادات
کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

فاروق یار جنگ نے اپنی عدالت میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے کہ بعض صورتوں
میں مقدمہ کا فیصلہ قاضی کے مذہب کے مطابق ہوتا ہے اور کونسل نے بھی
دبی زبان سے اسطرف اشارہ کیا۔ مگر ہم یہ نہیں خیال کرتے کہ فاضل رکن
کی اصلی رائے بھی یہ ہے کہ اس اصول کے بموجب اس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے
عدالت العالیہ کے ارکین میں اہل ہنود اہل تشیع اور اہل تسنن کے افراد موجود ہیں
جب کہ اجلاس متفقہ نے اس مقدمہ کی سماعت عدالت العالیہ میں کی اور جبکہ
اختلاف آراء ہوا خود اس بنچ کے ایک رکن شیعہ اور ایک اہل تسنن
تھے اور یہ اتفاق تھا ممکن تھا کہ کوئی رکن اہل ہنود سے ہوتے تو ایسی حالت میں مقدمہ
کا تصفیہ قاضی کے مذہب کے مطابق نہیں ہوسکتا۔

یہ بحث بھی ہمارے روبرو کیگئی کہ چونکہ ممدوحہ علیہا فاطمہ بیگم کو حنفی المذہب
ہونیکا ادعا ہے لہذا اس کے بموجب فیصلہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی حضانت
یا ولایت کے مقدمہ کا فیصلہ اس اصول پر کیا جائے کہ ان کے حق ولایت
یا حق حضانت کے مذہب کے مطابق ولی کا انتخاب کیا جائے تو بڑی مشکل نتائج
پیدا ہونگے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی خاندان کے رشتہ دار قریبی مختلف مذاہب
پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ ایک ان میں کا عیسائی ہو دوسرا حنفی تیسرا امامیہ

کرتے رہے اور بلحاظ احکام اُس شرع شریف کے جس کا وہ مسلم پابند تھا اُس کو وہ ڈگری ملتی رہی - حق حضانت فقہ امامیہ کی رُو سے اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک صغیر بلوغ اور سنِ شعور کو نہ پہونچ جائے - (۴۳۱) ملاحظہ ہو پرنسپلس آف محمڈن لا مولفہ بدر الدین طیب جی طبع دویم صفحہ ۳۱۵ و ۲۷۷ -

اس مقدمہ مین یہ نہین کہا جا سکتا کہ صغیرہ بالغہ ہو گئی ہے اور سنِ شعور کو پہونچ گئی ہے مدعی نے اس مقدمہ مین دو داورسیان طلب کی ہین -

اوّل - استقرار حق حضانت -

دویم - طلب دختر -

گشتیات و قوانین متذکرہ بالا سے ظاہر کیا جا چکا ہے کہ حضانت و ولایت و طلب دختر تینون قسم کے دعاوی کا اختیار بلدہ کی حد تک جبکہ فریقین مسلم ہون عدالت دار القضاء کو دیا گیا ہے جس حق کا مدعی کو ادعا ہے وہ اُس کو حسب شرع امامیہ حاصل ہے - خواہ اُس کو حق حضانت کہا جائے یا حق ولایت یا حق طلب دختر - ان تینون داورسیون کے عطا کرنیکا اختیار عدالت دار القضاء کو ہے - لہذا اس دعوے کے خواہ اُن واقعات کا لحاظ کیا جائے جو کہ ادجاع دعوے کے وقت تھے جبکہ لڑکی کی عمر (۳) برس دس ماہ کی تھی اور ماں کا انتقال ہو چکا تھا اور خواہ آج کی تاریخ کے حالات پر غور کیا جائے جبکہ لڑکی کی عمر زائد از (۷) سال ہو چکی ہے - دونون صورتون مین مدعی کا دعوے قابل ڈگری ہے - ہماری رائے مین جو ڈگری عدالت دار القضاء سے صادر کی تھی وہ قابل بحالی ہے -

بوجوہات متذکرہ بالا

اعلیحضرت بندگانعالی کی بارگاہ اقدس مین بکمال ادب اپنی مشورہ کے عرض کرنیکی عزت حاصل کرتے ہین کہ یہ مرافعہ خارج کیا جائے - فریق ثانی کی جانب سے کوئی موجود نہ تھا لہذا جوڈیشل کمیٹی کے خرچہ کی بابت کوئی ہدایت نہین دی جاتی -

دکن لا رپورٹ جلد ۷ بابتہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۵۶ آئین دکن جلد یم ۴ بابتہ ۱۳۳۷ف صفحہ ۶۰۸

اگر نابالغہ کی ماں بھی زندہ ہوتی تو بھی سات برس کی عمر کے بعد باپ کو یہ حق ہوتا کہ نابالغہ لڑکی کو خلاف ماں کی مرضی کے اپنے قبضہ مین رکھکر اُس کی پرورش وتربیت و تعلیم حسب دلخواہ کرے چہ جائیکہ نانی۔

اس کے سلسلہ مین اس امر کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ حق حضانت جیسا کہ مسٹر امیر علی و دیگر مصنفین نے لکھا ہے ایک ذاتی حق ہے (۲۲) ملاحظہ ہو محمڈن لا مولفہ مسٹر امیر علی طبع دوئم صفحہ (۲۶۱)۔

یہ حق ایسا نہین ہے جس مین کسی قائم مقامی کی بحث پڑے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ صرف اسوجہ سے کہ ماں کو چند صورتون مین حق حضانت حاصل ہے نانی ماں کی قائم مقام بنکر دعویٰ نہین کر سکتی کیونکہ یہ حق اُس شخص کی ذات تک محدود ہے جس کو یہ حق شرعاً دیا گیا ہو۔ کوئی شخص اس حق کا دعوےٰ مثل متروکہ نہین کر سکتا۔ اگر فقہ امامیہ مین نانی کو بمقابلۂ باپ کے حق نہین ہے تو نانی یہ نہین کہہ سکتی کہ چونکہ مین ماں کی ماں ہون لہذا مین قائم مقام ماں متصور ہون۔ اگر ہم اس طریقہ کو اختیار کرین تو پھر شرعی حق حضانت بے معنی شے ہوگی۔ ہماری رائے مین مدعی کو حق حضانت حاصل ہے۔

پانچوان امر غور طلب یہ ہے کہ جو ڈگری عدالت دارالقضاء نے صادر کی ہے وہ اب بھی بحال رکھنے کے قابل ہے یا نہین کیونکہ اس کا اشارہ کیا گیا تھا کہ اب لڑکی کی عمر (۷) برس سے متجاوز ہے ہماری رائے مین لڑکی کی عمر (۷) برس سے متجاوز ہونیکا نتیجہ صرف اسی قدر ہے کہ مدعی کا حق اولیٰ تر و مستحکم ہو گیا فقہ امامیہ کی رُو سے سات برس کے بعد تو ہر صورت و ہر حالت مین باپ کو حق پیدا ہو جاتا ہے۔ ماں کے مقابلہ مین بھی باپ کا حق مرجح ہو جاتا ہے ہر مسلم کا یہ ایک مستقل مذہبی حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے قبضہ مین رکھے سوا اُن خاص صورتون کے جن کا تعلق اس مقدمہ سے نہین ہے۔ یہ وہ حق ہے جس کو انگریزی مین (Substantive right) کہتے ہین کوئی مسلم اس مذہبی حق سے محروم نہین کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر اسلامی و نیز غیر اسلامی ممالک مین مسلم اپنی اولاد پر تسلط و قبضہ حاصل کرنیکا دعویٰ

منجانب مرافعہ علیہم مولوی محمد عبد القیوم صاحب و مولوی عبد العلی صاحب و مولوی خیر الدین صاحب وکلاء ۔

فیصلہ ۔ اس مقدمہ مین ایک ہندو خاندان مشترکہ کے ممبر کی جانب سے تقسیم جائداد خاندانی کی بابت ایک دعوے عدالت کلبرگہ مین اس بیان سے دائر ہوا تھا کہ مدعی جائداد خاندانی پر آخر فروری سنہ ۱۳۲۳ف تک بقیہ ممبران خاندان کے ساتھ مشترکاً قابض رہا اور اس کے بعد خانگی جھگڑون کی وجہ سے بمجبوری علیحدہ سکونت اختیار کر لی ۔ مدعی علیہ نمبر (۱) نے منجملہ اراضیات موروثی کے چند نمبر بہ قوت بسری و گذارہ کے لئے مدعی کے قبضہ مین دئے تھے مگر بعد مین مدعی کو ان سے بیدخل کر دیا ۔ مدعی علیہ تقسیم جائداد کی نسبت ابھی تک حیلہ و حوالہ کرتا رہا اور بالآخر اسفندار ۱۳۱۸ف کو مدعی کے حق کے دینے سے اس نے انکار کر دیا ۔ جواب مین تمادی کا عذر پیش کیا گیا جو عدالت ابتدائی و اپیل اولی سے منظور اور دعوے خارج ہوا ۔ اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت نے بصیغۂ اپیل ثانی دعوے کو اندرون میعاد قرار دیکر مقدمہ کو واقعات کے لئے عدالت ابتدائی مین واپس فرمایا ہے جس کی ناراضی سے یہ مرافعہ پیش ہوا ہے ۔

چونکہ دعوے عدالت ابتدائی مین ۲۸ فروری ۱۳۲۵ف کو دائر ہوا ہے اس لئے اس مقدمہ سے قانون میعاد نشان (۴) بابتہ ۱۳۱۹ف متعلق ہے جس کی مد (۱۲۴) حسب ذیل ہے ۔

"دعوے حصہ جائداد خاندان مشترکہ کی میعاد سماعت (۱۲) سال ہے اس تاریخ سے جب حصہ دینے سے انکار کیا جائے"

اس مد کے مطابق میعاد شمار کرنے کے لئے وہ تاریخ معین ہونا چاہئے جس تاریخ مدعی علیہ نے مدعی کے حق تقسیم اور حصہ دینے سے انکار کیا ۔ اگرچہ معمولی طور پر دعوے کو اندرون میعاد ثابت کرنے کا کام مدعی کا ہے لیکن جب میعاد کا آغاز مدعی علیہ کے افعال پر منحصر ہو اور مدعی علیہ کا اصرار یہ ہو کہ میعاد کا آغاز استغاثہ سے پہلے ہو چکا ہے کہ میعاد معینہ قانون تاریخ ارجاع

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب رائے بہادر ... صاحب بہادر مشیر قانونی و نواب جیون یار جنگ بہادر و نواب اکبر یار جنگ بہادر ارکان

بسونت راؤ — مرافع

بنام

پیر یا وغیرہ — مرافعہ علیہم

مدہ ۱۲۳ قانون میعاد سماعت نشان (۴) سنہ ۱۳۱۲ ف - میعاد شماری - دعویٔ تقسیم جائداد خاندان مشترکہ - تاریخ انکار کے تعین کا لزوم - انکار صاف و صریح ہونے کی ضرورت مدعی علیہ کی ذمہ داری متعلق ثبوت میعاد جبکہ میعاد کا آغاز اس کے افعال پر منحصر ہو۔

تجویز ہوئی کہ (۱) مدہ ۱۲۳ قانون میعاد سماعت نشان ۴ بابتہ ۱۳۱۲ ف کے مطابق میعاد شمار کرنے کے لئے وہ تاریخ معین ہونا چاہیئے جس تاریخ مدعی علیہ نے مدعی کے حق تقسیم اور حصہ دینے سے انکار کیا۔

(۲) اغراض مدہ ۱۲۳ کے لئے حصہ دینے سے انکار صاف و صریح بغرض محرومی مدعی ہونا چاہیئے۔

(۳) اگرچہ معمولی طور پر دعوے کا اندرون میعاد ثابت کرنے کا کام مدعی کا ہے لیکن جب میعاد کا آغاز مدعی علیہ کے افعال پر منحصر ہو اور مدعی علیہ کا اصرار یہ ہو کہ میعاد کا آغاز اسقدر زمانہ پہلے ہو چکا ہے کہ میعاد معینۂ قانون تاریخ ارجاع دعوے گذر چکی تھی تو اسکو چاہیئے کہ غیر مبہم طور پر اپنے وہ خاص افعال و تاریخ وقوع و حدود افعال مذکور بیان و ثابت کرے۔

منجانب مرافع پنڈت گراؤ صاحب وکیل۔

بنا بر حکم تجویز جلسۂ کاملہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۹ آبان سنہ ۱۳۳۲ ف صادر ہونے مرافعہ منظور مقدمہ تکمیل تحقیقات کیلئے عدالت ابتدائی میں واپس کیا جائے۔

نمبر مقدمہ ... فیصل شدہ ... مورخہ ... فرمان مبارک ... تاریخ ... سنہ ... ف

دعوے تک گذر چکی تھی تو اُس کو چاہیئے کہ غیر مبہم طور پر اپنے وہ خاص افعال اور تاریخ وقوع وصدور افعال مذکور بیان وثابت کرے۔ اس مقدمہ میں مدعی نے اپنے عرضیدعوے کے فقرات (۳و۴) میں وہ مبہم تواریخ بیان کی ہیں جن کا تعلق مسئلہ میعاد سے ہے لیکن مدعی علیہا نے جو تنہا مرافع اس مقدمہ کا ہے نہ تو اپنے وہ افعال اور تاریخ صدور بیان کئے جس سے میعاد کا آغاز ہوتا ہے اور نہ مدعی کی بیان کردہ تاریخ سے کوئی صریح انکار کیا اُس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اُس کے اپنے الفاظ میں جواب دعوے کے فقرہ (۱) میں بایں صراحت درج ہے کہ دعوے مدعی میں تمادی عارض ہے مدعی ۱۲ سال سے زائد عرصہ سے بیدخل ہے۔ یہ جواب مخصوص مد (۱۴۸) قانون نشان (۹ بابت سنہ ۱۸۷۱ء) کے مدنظر اس امر کی تجویز کے لئے کافی نہیں ہے کہ میعاد کا آغاز کس تاریخ سے ہوا۔ عدالت ابتدائی نے جس نے دعوے کو خارج المیعاد قرار دیا ہے بطور امر واقعہ کے انکار اور تاریخ انکار کو ثابت قرار نہیں دیا ہے بلکہ فریقین کے طرز عمل اور حالات سے یہ استنباط کیا ہے کہ ایک غیر معین زمانہ سے جو بہرحال ۱۲ سال سے پہلے کا ہے۔ انکار کا سلسلہ جاری ہے گویا جو امر ایک فریق کو بصراحت بیان وثابت کرنا ضروری تھا اُسکو عدالت نے بطور خود فرض وتسلیم کر لیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ معمولاً و عمداً مشکل ہے کوئی استنباط کسی بحث کی تائید یا تردید میں نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن جب کسی فریق کے لئے ضروری ہو کہ کسی واقعہ کو صاف وصریح طور پر بیان وثابت کرے تو یہ کام خود اُس فریق کو انجام دینا چاہیئے اور اپنی پلیڈنگس اُسی طریق پر مرتب کرنا چاہیئے عدالت کا یہ کام نہیں ہے کہ پلیڈنگس کے نقص کو اسطرح پورا کرے۔ اس مقدمہ میں مدعی علیہ نے وقوع انکار مقتضیہ مد ۱۴۸ قانون میعاد سماعت نشان ۹ سنہ ۱۸۷۱ء کی نسبت اپنے جواب دعوے میں مطلقاً کچھ بیان ہی نہیں کیا ہے بلکہ مزید برآں اُس نے اپنے جوابدہی کا اصل مرکز یہ قرار دیا ہے کہ

"فریقین کا خاندان کبھی مشترک نہ تھا۔ یعنے نہ اب بزمانہ حال وہ مشترک ہے نہ بزمانہ آبا و اجداد فریقین مشترک تھا اسلئے اُس کو فی الواقع حق وحصہ کے دعوے سے انکار کرنے اور اُسکی تاریخ بیان کرنے کی جانب توجہ ہی نہیں ہوئی۔ مگر باوجود اس بیان کے عدالت نے مد (۱۴۸) قانون نشان (۹ سنہ ۱۸۷۱ء) کو متعلق کرنے کیلئے وقوع انکار کو روئداد سے مستنبط کر لیا ہے لیکن اس کیلئے جو دلائل قائم فرمائے ہیں وہ اس فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ معمولی اور ابتدائی قواعد منطق کے مطابق ضرورت ہے کہ دعوے اور دلیل اور سبب و نتیجہ یا علت ومعلول

ہم مجلس عالیہ عدالت کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اغراض مد (۶۸) قانون نشان ۴ سنہ ۱۳۱۶ف کے لئے حصہ دینے سے انکار صاف وصریح اور بغرض تحریری مدعی علیہ ہونا چاہئے محض طرز عمل سے استنباط کافی نہیں ہے مشتبہ اور مبہم انکار اور ہو سکے مختلف اپنا طرز عمل جسکی توجیہ دوسرے طریقہ پر کیجاسکتی ہو مد (۶۸) قانون نشان (۴) سنہ ۱۳۱۶ف کیلئے کافی نہیں ہے حالیہ قانون میعاد سماعت نشان (۲) سنہ ۱۳۲۲ف کی مد ۱۱۳ اس معاملہ میں صاف ہے جس سے ہماری اس تعبیر کی تائید ہوتی ہے مزید براں میعاد کے شمار اور تصفیہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ تاریخ جس سے میعاد کا آغاز ہوتا ہے معین طور پر ثابت کیجائے اس مقدمہ میں عدالت ضلع و صدر عدالت نے جن واقعات پر استدلال کرکے یہ قرار دیا ہے کہ انکار (۱۲) سال قبل از رجوع نالش وقوع میں آیا تھا وہ تمام واقعات سنہ ۱۳۰۶ف اور اسکے بعد کے بیان کئے گئے ہیں سنہ ۱۳۰۶ف کا وہ مہینہ اور تاریخ جس سے میعاد کا آغاز ہوا نہ تو بجانب مدعی علیہ بیان کیگئی ہے نہ بذریعہ ادلہ ثابت ہے البتہ مدعی نے عرضی دعوے کے فقرہ (۳) میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ مدعی علیہم کے ساتھ آخر فروردی سنہ ۱۳۰۶ف تک شاملات میں رہا۔ اور مدعی علیہ نے جواب دعوے میں اس سے صاف طور پر انکار نہیں کیا ہے۔ پس اگر اس تاریخ سے میعاد کا شمار کیا جائے تو چونکہ دعوے ۲۸ فروردی سنہ ۱۳۱۸ف کو دائر ہو چکا تھا اس لئے اس طریقہ استدلال کے مطابق بھی جو عدالت ہائے ابتدائی و مرافعہ اولیٰ نے اختیار کیا ہے یہ دعوے اندرون میعاد قرار پاتا ہے اس لئے ہر حال میں فیصلہ اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت قابل بحالی قرار پاتا ہے۔ لہذا بارگاہ خسروی میں بادب تمام یہ عاجزانہ مشورہ عرض کیا جاتا ہے کہ یہ مرافعہ مع خرچہ نامنظور ہونا چاہیئے۔

دکن لاء رپورٹ جلد ۱ بابتہ سنہ ۱۳۳۶ف صفحہ ۵۹۸ آئین دکن جلد ۳۴ بابتہ سنہ ۱۳۳۶ف

حصہ دیوانی تمام شد

۷۸۶

جس کتاب پر مہر مطبع نہ ہو وہ مسروقہ متصور ہوگی

نظائر فوجداری جوڈیشل کمیٹی

جلد دوم

بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف لغایتہ سنہ ۱۳۳۶ف

زیر نگرانی

جناب مولوی فضل حق خان صاحب و جناب مولوی سید عرفان علی صاحب وکلاء ہائیکورٹ

باہتمام

سید فصیح الدین احمد منیجر

طبع اول (۵۰۰)

فہرست کتب قانونی جو مطبع حامدی میں مل سکتی ہیں

بذریعہ وی پی معززین کی خدمت میں روانہ کیجا سکتی ہیں

نمبر سلسلہ	نام کتاب معہ مولف	قیمت
۱	مکمل نظائر فوجداری جلد سوم بابتہ ۱۳۱۶ تا ۱۳۱۹ ف جسمیں آئین دکن و مقنن دکن و تشریح القوانین کے کل فیصلے درج ہیں	عـــہ
۲	″ ″ ″ ″ چہارم ۱۳۲۰ تا ۱۳۲۱ ف جسمیں آئین دکن و دکن لاء رپورٹ و تشریح القوانین و مقنن دکن کے فیصلے درج ہیں	ـــے
۳	″ ″ ″ ″ پنجم ۱۳۲۲ تا ۱۳۲۵ ف جسمیں آئین دکن و دکن لاء رپورٹ و محبوب النظائر	ـــلے
۴	″ ″ ″ ″ ششم ۱۳۲۶ تا ۱۳۲۸ ف جسمیں آئین دکن و دکن لاء رپورٹ و محبوب النظائر	ـــلے
۵	نظائر دیوانی و فوجداری جوڈیشل کمیٹی جلد دوم بابتہ ۱۳۳۲ ف لغایتہ ۱۳۳۶ ف	صرر
۶	اختصار النظائر فوجداری مولفہ جناب وینکٹ رنگا ریڈی صاحب وکیل	صعہ
۷	مجموعہ قوانین مطبوعہ دکن لاء رپورٹ	عــہ
۸	ڈائجسٹ دیوانی ″ ″ ″ ″	صعہ
۹	شرح قانون اسٹامپ جدید مرتبہ ۱۳۳۳ ف مولفہ جناب سید محمد یوسف حسن صاحب آف دکن	ـــمے
۱۰	شرح قانون عدالتہائے مرافعہ جات خفیفہ ″ ″ ″ ″ ″	ـــے
۱۱	شرح ضابطہ دیوانی مولفہ جناب رائے بشیشور ناتھ صاحب بی اے وکیل ہائیکورٹ	صعہ
۱۲	شرح قانون رسوم عدالت مولفہ ″ ″ ″ ″ ″ ″	عہ؎
۱۳	شرح مجموعہ تعزیرات سرکار عالی مولفہ جناب رائے بیجناتھ صاحب	؎ہ
۱۴	دہرم شاستر ″ ″ ″ ″ ″	عــہ
۱۵	دہرم شاستر مقنن دکن جلد سوم مولفہ سید محمد علی صاحب ایڈیٹر مقنن دکن	۸عہ
۱۶	اصول موانع شہادت ″ ″ ″ ″ ″	عصر
۱۷	مسائل قانون مرتبہ لالہ بیجناتھ صاحب عہدہ دار انگریزی	۱عہ
۱۸	میڈیکل جیوریس پروڈنس مولفہ شمس العلما مولوی سید علی صاحب بلگرامی بی اے	ـــلے
۱۹	علم فن جرح عدالت	ـــے
۲۰	تنظیم بلدیہ حکومت سرکار عالی معہ ترمیمات و توضیحات و دیگر احکام مولفہ سید محمد اعظم صاحب وکیل ہائیکورٹ	عہ؎
۲۱	قانون رسوم عدالت بموجب ترمیم ثانی ۱۳۳۵ ف معہ قواعد رسوم عدالت و قواعد طلبانہ و دیگر احکام ضروری	[illegible]

جملہ خط و کتابت و ترسیل منی آرڈر

بنام مولوی سید عرفان علی صاحب وکیل ہائیکورٹ و مالک مطبع حامدی ترپ بازار کنہ روڈ حیدرآباد دکن ہونی چاہیے

المشتہر

سید فصیح الدین احمد مینجر مطبع حامدی ترپ بازار کنہ روڈ حیدرآباد دکن

فہرست مضامین نظائر جوڈیشل کمیٹی جلد دوم حصہ فوجداری بابتہ ۱۸۹۲ لغایتہ ۱۹۱۲

۱۳۲۳ف نمبر فوجداری ۱۵ منفصلہ ۱۳۲۳

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب راؤ بہادر کشتما چاری صاحب بی-اے بی-ایل- و عالیجناب مولوی سعادت خان صاحب و عالیجناب مولوی سید ہاشم صاحب بلگرامی بی-اے ارکان۔

سرکار عالی مرافع بنام شیخ احمد مرافعہ علیہ

سرقہ منجانب ملازم۔ مستغیث کی شہادت۔ شہادت اہم۔ شہادت کا کافی احتیاط سے قلم بند نہ کرنا۔ بیان ناقابل ادخال بوجہ عدم پیشی رجسٹر۔ شہادت شناخت مال۔ پلیڈنگ۔ فوجداری مقدمات میں طریقہ پلیڈنگ۔ واپسی مقدمہ بغرض تکمیل تحقیقات۔

بالزام سرقہ منجانب ملازم حسب دفعہ ۲۷۵ مجموعہ تعزیرات سرکار عالی چالان ہوا اور تعلقات اول فوجداری بلدہ سے فرد جرم مرتب ہوئی اسکے بعد مقدمہ تعلقات دوم پر منتقل ہوگیا اور وہاں سے بعلت سرقہ عادت وغیرہ میں فرد جرم تبدیل ہوئی اور ملزم کو بعد اخذ شہادت صفائی سزا دیگئی اور کچھ مال مستغیث کو دلایا گیا اور کچھ لاوارثی میں لیا گیا ملزم کے مرافعہ پر جلسہ منعقدہ عدالت العالیہ نے سزا کو منسوخ کر کے ملزم کو مال دینے کی تجویز کی پیشگاہ اقدس سے بذریعہ فرمان مبارک یہ مقدمہ جوڈیشل کمیٹی کے سپرد ہوا۔

تجویز ہوئی کہ بلحاظ شہادت موجودہ مثل ملزم مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا اسلئے کہ عدالت ابتدائی نے مقدمہ میں تحقیقات کافی احتیاط سے نہیں کی اور نہ قانون کے احکام کا لحاظ رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شہادت [illegible] پیش نہیں ہوئی اور جو شہادت پیش ہوئی وہ ناقابل اطمینان طریقہ سے قلم بند ہوئی مستغیث کی شہادت نہایت اہم تھی اور بلحاظ واقعات پیش شدہ اوس کا بیان نہایت ضروری تھا اور مجسٹریٹ بلاکسی کے اعتبار [illegible] اوسکو قلم بند کر سکتا تھا نہ وہ رجسٹر پیش ہوا جس میں مستغیث کا مال علحدہ شدہ لکھا جاتا تھا جس کی وجہ سے جو شہادت اس بارہ میں پیش ہوئی ہے وہ ناقابل ادخال شہادت ہے شناخت مال کی شہادت بھی احتیاط سے قلم بند نہیں کیگئی جس کی وجہ سے عدالت مرافعہ کو سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ قانوناً کوئی شخص کسی مال کے متعلق جو کسی دوسرے شخص کا معلوم ہوتا ہو یہ ثابت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مال اوسکے قبضہ میں کسطرح آیا فوجداری مقدمات میں پلیڈنگ کا کوئی قاعدہ نہیں ہے نہ ملزم کسی پلیڈ پر مجبور ہے [illegible]

مرافعہ ملزم احمد فیصلہ عالیجناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر و عالیجناب مولوی مفتی سید ضیاء الدین صاحب حکام جلسہ منعقدہ مشعر اینکہ حکم اثبات جرم سزا منسوخ اور مال ملزم کو واپس دیا جائے جسکے قبضہ سے برآمد کیا گیا ہے۔ مقدمہ ہذا کے واقعات پیشگاہ اقدس میں عرض کئے گئے جس کی نسبت فرمان مبارک مصدرہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ و ۲۰ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ میں مشرف صدور لایا اور ارشاد ہوا کہ خاص طور پر [illegible] مقدمہ کی دریافت و تحقیق حسب ضابطہ ہونیکی غرض سے جوڈیشل کمیٹی قائم کیجائے۔

فہرست حصہ فوجداری تمام شد

نواب ذوالقدر جنگ بہادر اور مفتی نورالضیاء الدین صاحب شریک تھے حکم اثبات جرم و سزا کو منسوخ کر کے
حکم دیا کہ مال ملزم کو واپس دیا جائے جس کے قبضہ سے وہ لیا گیا تھا اسکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کے
واقعات بہ پیشگاہ اقدس و اعلی میں عرض کئے گئے اور فرامین مبارک مصدرہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ و ۲۰ شوال المکرم
۱۳۳۲ھ شرف صدور لائے اور ارشاد ہوا کہ "خاص طور پر اس مقدمہ کی دریافت و تحقیق حسب ضابطہ ہونیکی
غرض سے جوڈیشل کمیٹی قایم کیجائے" حسبہ اس مقدمہ کی سماعت ہم نے بتاریخ ۲۰ ۔ ۲۱ آبان ۱۳۲۴ف کی ہم
نے سرکاری وکیل کی بحث بتائید اثبات جرم اور وکیل ملزم کی بحث بتائید برات سماعت کی اور مثل مقدمہ
کا بھی بغور معائنہ کیا۔

ہماری رائے میں شہادت موجودہ مثل کی بناء پر ملزم کو مجرم قرار دینا ممکن نہیں ہے لیکن ہماری قطعی یہہ
رائے ہے کہ یہہ حالت اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ عدالت ابتدائی نے مقدمہ کی تحقیقات کافی احتیاط سے نہیں
کی اور نہ قانون کے احکام کا لحاظ رکھا اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ شہادت جو مسلمہ طور پر اہم تھی اور عدالت میں پیش
ہو سکتی تھی پیش نہیں ہوئی اور وہ شہادت جو پیش ہوئی ہے ایسے ناقابل اطمینان طریق سے قلمبند ہوئی ہے
کہ فریقین میں اوس شہادت پر از روئے انصاف فیصلہ کرنا ناممکن ہے۔

۳۔ سرقہ کے الزام میں استغاثہ کی جانب سے یہہ ثابت کرنا لازمی ہے کہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں تھا اوسکی
نارضامندی بددیانتی سے حاصل کیا گیا ہے اس مقدمہ میں جو مال کہ ملزم کے قبضہ سے برآمد ہوا ہے اوسکے
متعلق یہہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نواب معین الدین خان بہادر کی ملک ہے اسلئے یہہ ضروری تھا کہ استغاثہ کی جانب
سے یہہ ثابت کیا جاتا کہ وہ مال نواب صاحب موصوف کے قبضہ سے اونکی بلا رضامندی لیا گیا اور ان امور کے
ثابت کرنے کے لئے بہترین شہادت نواب صاحب موصوف ہی کی تھی اونکی شہادت کی اسوجہ سے اور بھی زیادہ
ضرورت تھی کہ مقدمہ کی ابتدائی نوبت ہی سے ملزم یہہ بیان کر رہا تھا کہ اوس مال کا کم از کم ایک حصہ نواب صاحب
موصوف نے اوسکو عنایت فرمایا تھا۔ ہمارے روبرو جملہ فریق اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اونکی شہادت
ضروری تھی چنانچہ کوتوالی نے جسنے مقدمہ کی تفتیش کی مجسٹریٹ کے روبرو بیان کیا تھا کہ اگر ضرورت ہوگی
تو وہ متعاقب نواب صاحب کو شہادت میں پیش کریگا باوجود اس کے جب یکم فروردی ۱۳۲۴ف کو
ملزم نے اصرار کیا کہ نواب صاحب موصوف شہادت میں طلب کئے جائیں تو فاضل مجسٹریٹ نے حسب ذیل
حکم صادر کیا "اب رہا یہہ کہ نواب معین الدین خان صاحب ایک اہم گواہ ہیں جن کو پولیس کو پیش کرنا چاہئے
تھا اور جب پولیس پیش نہیں کی نہ کرتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پولیس گواہ کے پیش کرنے پر مجبور کیا جائے"
اس حکم کے الفاظ سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے نواب صاحب کے پیش کئے جانے پر اعتراض کیا گویہہ

اوسپر کوئی ذمہ داری آتی ہے بہ تنسیخ حکم برات مقدمہ بغرض تکمیل قابل واپسی ہے کہ نظامت اول پر
حسب ضابطہ تحقیقات ہوکر فیصلہ کیا جاے۔

فیصلہ شیخ احمد جو اس مقدمہ مین ملزم ہے وہ نواب معین الدین خان بہادر کے علاقہ میں تقریباً پانچ چھ
سال شاگرد پیشہ رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب موصوف کو اوسپر ایک حد تک اعتماد تھا
۵۔ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مین نواب صاحب موصوف کو یہہ اطلاع وصول ہوئی کہ اونکا ملکی بہت قیمتی
مال ملزم کے دوکان مین موجود ہے اور اگر فوری کارروائی کیجائیگی تو وہ برآمد ہوسکیگا نواب صاحب
موصوف نے کوتوال صاحب بلدہ سے کارروائی آغاز کرنیکی جاہش کی اور اوس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جائداد
جواہرات گھڑیون تصاویر چاندی کے ظروف اور اشیاء پر مشتمل تھی اور جسکی تخمینی مالیت [illegible]
تھی ملزم کے مکان سے برآمد ہوئے اور وہ گرفتار کیا گیا اوس کے بعد مقدمہ کی تفتیش کی گئی اور ۱۵۔
آبان ۱۳۲۲ف کو مقدمہ نواب اکرام اللہ خان بہادر اول ناظم فوجداری بلدہ کے اجلاس پر چالان
کیا گیا ناظم صاحب مذکور نے استغاثہ کی شہادت قلمبند کی اور سیوم فروردی ۱۳۲۳ف کو ملزم کے مقابلہ مین بعلت
سرقہ منجانب لازم حسب دفعہ (۲۷۵) مجموعہ تعزیرات ممالک محروسہ سرکار عالی فرد جرم مرتب کی اوسکے بعد
مقدمہ دوم ناظم فوجداری بلدہ کے اجلاس پر منتقل کیا گیا اور جبکہ ملزم اونکے اجلاس پر حاضر ہوا تو ۱۲۔ اردی بہشت
۱۳۲۳ف کو فرد جرم بعلت کسی عمارت یا خیمہ یا مرکب تری مین سرقہ تبدیل کی گئی فاضل مجسٹریٹ نے فرد جرم
مین اسطرح تبدیلی کے کوئی وجوہ نہین بیان کئے اور جو شہادت کہ مثل مین موجود تھی اوسکے لحاظ سے زیادہ
مناسب ہوتا اگر فرد جرم اوسی طرح قایم رکھی جاتی جسطرح کہ ابتداءً مرتب کیگئی تھی۔ اوسکے بعد مقدمہ کی کارروائی
جاری رہی ملزم نے اپنے اوس حق سے دست برداری کی جو اوسکو ناظم صاحب دوم کے اجلاس پر تجدید شہادت
کے متعلق حاصل تھی اور صرف صفائی کی شہادت پیش کی فاضل مجسٹریٹ نے فریقین کی بحث سماعت کرنیکے
بعد ملزم پر جرم ثابت قرار دیا اوسکو چھ مہینہ کی قید سخت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ مال کے متعلق اونہون
نے یہہ حکم دیا کہ پولیس کو مال برآمد شدہ سے باستثناء نمبر ۱۹ و ۲۱ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۹ و پازیب وزنی ۵۲ تولہ
مال ذیل حسب فہرست قیمتی [illegible] اس ہدایت سے دیا جائے کہ وہ نواب معین الدین خان بہادر کو
پہونچا کے رسید عدالت مین داخل کریں اور مال مذکور مطابق فہرست قیمتی ([illegible]) لا وارثی مین
لیا جائے اور حسب ضابطہ اشتہار دیا جائے اور گواہ نمبر ۱۲ چھوٹا ہیرا لال سے جو سونا لیا گیا ہے باخذ رسید اوسے
واپس دیا جائے۔

۲۔ اس حکم اثبات جرم سزا کا ملزم نے مجلس عالیہ عدالت مین مرافعہ کیا اور جلسہ متفقہ نے جس مین

مال کے متعلق جو حکم دیا ہے وہ زیادہ توجہ کے قابل ہے جب پولیس نے مقدمہ چالان کیا تو اوسنے مال کی تین فہرستین داخل کی تہین ایک اوس مال کی جو مستغیثہ کا تہا دوسری اوس مال کی جو ملزم کا تہا اور تیسری اوس مال کی جو اوس کو عنایت ہوا تہا فہرست نمبر ا سے مجسٹریٹ نے اوس شہادت کی بنا پر جو صفائی مین پیش ہوئی تہی چند اشیاء ملزم کو دئے جانیکا حکم دیا اور بقیہ اشیاء نواب صاحب کو دئے جانیکا حکم دیا۔ فہرست (۲) کے متعلق انہون نے حکم دیا کہ وہ مال لاوارث قرار دیا جائے۔ ہماری سمجہ مین یہہ بات نہین آسکتی ہے کہ جب مجسٹریٹ نے یہہ قرار دیا کہ وہ مال ملزم کو عنایت ہوا تہا اور اوسکی ملک ہو چکا تہا تو وہ مال لاوارث کسطرح قرار دیا جاسکتا تہا۔ اس مقدمہ کی نسبت جو رائے اوپر ظاہر کی گئی ہے اوسکا نتیجہ یہہ ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کا فیصلہ اوس شہادت کے لحاظ سے جو مثل مین موجود ہے صحیح ہے لیکن مجلس عالیہ عدالت کو مرافعہ مین تحقیقات کی تجدید کا حکم دینے کا جو اختیار حاصل ہے وہ اوس مقدمہ کی حالات کے لحاظ سے ہماری رائے مین استعمال کیا جانا چاہئے تہا۔ بہ وجوہ بالا ہماری رائے مین ملزم کی برارت کا حکم جو مجلس عالیہ عدالت نے صادر کیا ہے منسوخ کیا جانا چاہئے اور مقدمہ مجسٹریٹ کے اجلاس پر اسی ہدایت سے واپس ہونا چاہئے کہ وہ جدید تحقیقات کرے مجسٹریٹ بلاشبہ وہ دونون فریق کو اپنی اپنی شہادت پیش کرنیکا پورا موقع دیگا ہم اس بارے مین کوئی رائے نہین ظاہر کرتے ہین کہ ملزم پر کسی خاص جرم کا الزام لگایا جانا چاہئے لیکن ہم یہہ ظاہر کرسکتے ہین کہ پولیس یا استغاثہ نے جو الزام عاید کیا ہے مجسٹریٹ اوسکا [illegible] نہین ہے جو کہ وہ کوئی جرم عاید کرسکتا ہے جو اوس شہادت سے ثابت ہو جو اوسکے روبرو پیش کیجائے ہم نہایت ادب کیساتہ پیشگاہ خداوندی مین یہ مشورہ عرض کرینگے کہ مجلس عالیہ عدالت نے ملزم کی برارت کا جو حکم صادر کیا ہے وہ منسوخ فرمایا جائے اور مقدمہ عدالت ناظم فوجداری بلدہ کے اجلاس پر اس غرض سے بہیجا جائے کہ وہ قانون کے موافق مقدمہ کی جدید تحقیقات کرے۔ ملزم اوسوقت تک ضمانت پر رہے جبتک کہ مجسٹریٹ اپنا صوابدید کے موافق کوئی حکم صادر نہ کرے۔

آئین دکن   جلد ۲۲   سنہ ۱۳۲۳ ف   صفحہ ۳۱

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی فوجداری

باجلاس عالیجناب راؤ بہادر کستوری چاری صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل و عالیجناب نواب سید ہاشم صاحب بلگرامی بی۔ اے و عالیجناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب ارکان۔

مرافع علیہ	مستغیث	سرکار عالی	بنام	مرافع	ملزم	مرافع

مرافعہ بنا راضی تجویز نواب حاکم الدولہ بہادر رکن اول مجلس عالیہ [illegible] بہادر رکن دوم و عالیجناب [illegible] محمد عبد الغفور صاحب ارکان جلسہ کامل مورخہ ۲۸ اردیبہشت ۱۳۲۳ف [illegible] ملزم سے قصاص لیا جاچکاہے

سنہ ۱۳۲۳ ف [illegible] مرافعہ نمبر [illegible] مورخہ ۱۹ [illegible]

کہ عدالت مین کونسا مال موجود تھا اور انہون نے کس کی شناخت کی اور اس قسم کا اہم جینس مال کی شناخت کے ثبوت کیلئے بیکار ہے ہم اس بارے مین جس قدر زور دین کم ہے کہ مجسٹریٹون کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ فوجداری مقدمات مین مال کی شناخت کے متعلق شہادت قلمبند کرنے مین زیادہ احتیاط کرنی چاہئے جب تک کہ اوس مال کا جسکی گواہ شناخت کرین کافی طور پر صراحت کے ساتھ نوٹ نہ کیا جائے اوسوقت تک عدالت مرافعہ کو قلمبند شدہ شہادت کے سمجھنے اور اوسکو وقعت دینے مین بہت دشواری ہوتی ہے دوسری قسم کی شہادت جو اس بارے مین پیش ہوئی ہے وہ سنارون کی شہادت ہے جنہون نے بعض زیورات کی شناخت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ اونکو اونہون نے بنایا ہے یا کسی اور شخص نے بنایا ہے جسکو وہ جانتے ہین بادی النظر مین یہہ شہادت اوسی حدتک درست ہے جہان تک کہ اس سے ثابت ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے جو وقعت اوسکو دیجاسکتی تھی وہ اس واقعہ سے بہت کم ہوگئی ہے کہ جس مال کی انہون نے شناخت کی اوس مین سے کچھ مال مجسٹریٹ نے ملزم کو اوس بنا پر دیئے جانیکا حکم دیا ہے کہ وہ اوسکا ہے۔

۸ - اس مقدمہ مین جس قسم کی شہادت کی ضرورت تھی اور اوسکی نوعیت کے متعلق عدالت ماتحت اور نیز استغاثہ کو بہت غلط فہمی ہوئی معلوم ہوتی ہے اونکا یہہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ملزم کے قبضہ سے اوسکی حیثیت سے بہت زیادہ مال برآمد ہوا ہے اور اوس مال مین سے بعض اشیاء پر سر آسمانجاہ بہادر مرحوم کا مونوگرام ہے اسلئے ملزم کے خلاف جرم کا قیاس قایم ہوگیا اور اوس کا فرض تہا کہ اس قیاس کی تردید کرتا ہماری رائے مین یہہ خیال صحیح نہین ہے زیادہ سے زیادہ ملزم کی حالت اس واقعہ سے مشتبہ معلوم ہوتی ہے اور اوسکو مقدمہ کے تصفیہ کے وقت کافی وقعت دیجانی چاہئے لیکن [illegible] یہہ بار ثبوت ملزم کے دوش پر منتقل نہین ہوتا قانوناً کوئی شخص کسی مال کے متعلق [illegible] کرنے پر مجبور نہین کیا جاسکتا کہ وہ مال اوسکے قبضہ مین کسطرح آیا ایک اور امر جسکے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے یہہ ہے کہ یہہ خیال کیا گیا ہے کہ ملزم کے بیانات استغاثہ کی شہادت کی کمی کی تکمیل کیلئے کام مین لائے جاسکتے ہین یہہ بالکل خلاف قانون ہے۔ فوجداری مقدمات مین پلیڈنگ کا کوئی قاعدہ نہین ہے اور ملزم پر یہہ لازم نہین ہے کہ وہ کوئی بیان کرے بجز اوسکے کہ وہ اپنا بیان اپنی خوشی سے کرے اور اگر وہ کوئی جھوٹا بیان کرے تو اوس پر کوئی قانونی ذمہ داری نہین ہے ہمکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ قانون کے اس غلط خیال کی وجہ سے اہم شہادت اس مثل مین موجود نہین ہے۔

اس سے واضح ہوگا کہ اس مقدمہ مین ایسی کافی شہادت موجود نہین ہے کہ ملزم پر جرم ثابت قرار دیا جاسکے فاضل مجسٹریٹ کی چونکہ یہہ رائے تھی کہ جرم ثابت ہے اسلئے ملزم کو سزا دینا لازمی تہا لیکن انہون نے

قتل عمد۔ شہادت رویت کا مشتبہ ہونا۔ شہادت واقعہ متعلقہ کا اہم نہ ہونا۔ اہم گواہوں کا پیش نہ ہونا اقبال جرم۔ اقبال سے رجوع۔ اقبال کا صحیح طور پر قلمبند نہ ہونا۔ اقبال کی شہادت سے تائید نہ ہونا۔ دفعات ۱۶۸ و ۱۶۹ مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی فرمان مبارک مرتبہ ۳۰۔ رجب المرجب ۱۳۲۳ف۔

مقدمہ قتل عمد زیر دفعہ ۲۱۹ مجموعہ تعزیرات سرکار عالی جس میں دو حکام اجلاس کامل عدالت العالیہ نے قصاص کی رائے دی تھی حسب دفعہ ۲۲ ضابطہ جوڈیشل کمیٹی جوڈیشل کمیٹی میں پیش ہوا تجویز ہوئی کہ شہادت رویت کے بیانات نہایت مشتبہ ہیں اور اونکا وجود موقع پر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے واقعات متعلقہ کی بھی شہادت کچھ اہم نہیں ہے بلکہ ضروری شہادت پیش نہیں ہوئی جسکی وجہ سے ملزم کو مجرم قرار دینا ناممکن ہے

۲۔ اقبال جرم کے قلمبند کرنے میں دفعات ۱۶۸ و ۱۶۹ ضابطہ فوجداری کی پابندی نہیں کیگئی نہ اس بات کا اطمینان کیا گیا کہ وہ اپنی خوشی سے کیا گیا نہ وہ ملزم کا مسلسل بیان ہے بلکہ اون سوالات کا جواب ہے جو عملی طور پر جرح بتائید استغاثہ ہے اس اقبال سے ملزم نے رجوع کیا ہے اور اقبال سے رجوع کرنیکی کوئی وجہ دریافت نہیں کیگئی۔

۳۔ قطع نظر اوس سقم کے جو اقبال میں ہے چونکہ اوسکی تائید کسی ایسی شہادت سے جو مشتبہ نہ ہو نہیں ہوتی اسلئے ملزم قابل برات ہے۔ (ملزم بری کیا گیا۔

منجانب مرافع مولوی سید محمد ابوالقاسم صاحب وکیل حاضر۔ منجانب سرکار عالی مولوی محمد عنایت حسین خانصاحب وکیل عام

فیصلہ۔ میرپا ملزم پر نلگی کے قتل کا الزام ہے یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۴ ۲-دے ۱۳۲۱ف روز یکشنبہ بوقت گیارہ ساعت قبل ظہر جبکہ مقتولہ اپنے شوہر کیلئے جو موضع ایرک پلی کے باہر کھیت میں کام کر رہا تھا۔ کھانا لیجا رہی تھی ملزم اوس کو اوس سڑک پر ملا جو جنگل کو جاتی ہے اور اوس سے اس بارہ میں گفتگو کی کہ وہ اوس کے پاس آنے سے کیوں ناراض ہے اور اوسکے بعد ملزم نے اوسکو پکڑ کر اوسکے گلے پر دو ایتی ماری جس کے وجہ سے وہ زمین پر گر گئی اور اوسکے بعد لبولد سے ضرب دئے جو اوسکی ہلاکت کا باعث ہوئی۔

مقدمہ کی تحقیقات نارائن کہیڑ واقع پائیگاہ سر وقار الامرا مرحوم و مغفور کے تحصیلدار نے کی اور ملزم کے مقابلہ میں مجموعہ تعزیرات ممالک محروسہ سرکار عالی دفعہ (۲۱۹ یعنے قتل عمد کی فرد جرم مرتب کر کے مقدمہ تحقیقات کے لئے ناظم علاقہ پائیگاہ کے پاس بھیجا۔ ناظم نے مقدمہ کی تحقیقات کی اور ملزم کو مجرم ثابت قرار دیکر موت کی سزا تجویز کی اور مقدمہ تصیحاً مجلس پائیگاہ میں بھیجا۔ مجلس پائیگاہ کے تین ججوں میں سے دو نے جرم ثابت قرار دیکر یہہ تجویز کی کہ ملزم کو قید دوام کی سزا دیجائے اور

حالانکہ وہ خوف سے کانپ رہی تھی اوس نے ناظم تحقیقات کنندہ کے روبرو اپنی عمر ۱۵ سال بیان کی تھی
گو ایک سال بعد اوس نے اپنی عمر ۱۶ سال ظاہر کی اگر اوسکی عمر ۱۶ سال ہی تسلیم کیجائے تو بھی جب اس
عمر کی لڑکی اپنے ساتھی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھے گی تو اوسکو پہلا خیال یہہ ہوگا کہ وہ مدد کے لیئے پکارے
یا قاتل سے بچکر بھاگ جاوے۔ بجاے اس کے وہ وہین ٹھہر جاتی تھی اور قتل کی کل کارروائی ایسی احتیاط
سے معائنہ کرتی رہی کہ وہ کل واقعات تفصیل کے ساتھہ بیان کر سکتی ہے اور اوس مقام سے
اوس وقت تک نہین جاتی ہے جب تک کہ ملزم خود نہین چلا جاتا اوس کے بعد جب وہ اپنے
شوہر کے پاس پہونچتی ہے تو وہ اوس واقعہ کا ذکر اوس سے یا کسی اور شخص سے نہین کرتی ہے
یہہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ اگر اوس نے درحقیقت اوس واقعہ کو دیکھا تھا تو وہ اپنے شوہر سے
اوسکے پاس پہونچتے ہی اوسکا ذکر ضرور کرتی کیونکہ اوس سے یا اوسکی موجودگی مین کسی اور
شخص سے خوف کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن اوسکا بیان یہہ ہے کہ اوس نے اپنے شوہر سے اوس
واقعہ کا ذکر اسوجہ سے نہین کیا کہ وہ خوف زدہ تھی۔ اوسکا اپنے شوہر کی موجودگی مین اس
طرح خوف زدہ ہونا اوس بیجان مردی کے مغائر معلوم ہوتا ہے جو اوس نے قاتل کی موجودگی
مین کھڑے رہنے اور کل واقعات تفصیل سے معائنہ کرنے مین ظاہر کی تھی علاوہ برین اگر یہ مقام
واردات پر موجود رہکر واقعہ قتل کو دیکھتی تو قاتل اوسکو کبھی نہ چھوڑتا کیونکہ اوسکو معلوم تھا کہ
وہ اوس کو شناخت کر چکی ہے اور اگر وہ بھاگ چلی گئی تو اوس واقعہ کا ضرور انکشاف ہو جائیگا
مقتول کے شوہر نے حلفاً بیان کیا ہے کہ اوس نے اس گواہ سے اپنی بیوی کے متعلق اوسی
دن دریافت کیا اور اوس نے بیان کیا کہ وہ اوسے اوس دن نہین ملی اگر وہ قتل کے واقعہ
سے واقف تھی تو اوس نے اوسکو مقتولہ کے شوہر سے کیون مخفی رکھا اون وجوہات سے ہمارا
خیال ہے کہ کم از کم یہہ شہادت بہت مشتبہ ہے اور بلا مزید تائید کے اوس پر عمل نہین کیا
جا سکتا ہے تفتیش کنندہ کا بیان ہے کہ اوسکو سد پال سے اطلاع ملی کہ اوس دن مقتولہ اس گواہ
کے ساتھہ گئی تھی یہہ افسوس کے قابل ہے کہ سد پال پیش نہین کیا گیا کیونکہ وہ اس بارہ مین
بہت معتبر شہادت دے سکتا تھا کہ اوس نے کب اور کہان آخری موقعہ پر مقتولہ کو زندہ دیکھا
اور آیا یہہ گواہ اوس دن مقتولہ کے ساتھہ تھا۔
سم۔ رویت کے دو اور گواہ لعل محمد اور عبد اللہ ہین یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ اونھون نے اس
واقعہ کو (۸۰) یا (۹۰) قدم کے فاصلہ سے (فاصلہ درحقیقت ایکسو بارہ قدم ہے) کھڑے ہو کر

ارتکاب جرم کو واقعی دیکھتے تو وہ اوسکے روکنے کے لئے کوئی فعل یا [illegible] نہ کرتے [illegible] اور اسی مقام پر کھڑے رہتے
تھے جب سب کام ختم ہو چکا وہ مقام واردات پر پہونچے اور مقتول کا جسم ہلا کر دیکھا کہ آیا وہ زندہ ہے
یا نہیں اور اسکے بعد اپنے گاؤن کو چلے گئے جب مقام پر کہ مقتول [illegible] تھی وہ اوسکے سامنے بیٹھ
سے تھا اور اپنا راستہ چھوڑ کر اوسی مقام پر اونکو جانا پڑا وہ اوس مقام پر کیون گئے اوسکی وہ کوئی وجہ بھی
ظاہر کرتے ہیں اور نہ کوئی وجہ قیاس کیجا سکتی ہے اگر وہ وہان سے [illegible] کی کوتوالی یا کسی
اور چوکیدار کو اطلاع کر دیتے تو ہم سمجھ [illegible] کہ عورت
مر چکی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اونہون نے [illegible] کے متعلق کسی سے ذکر [illegible] کیا [illegible] وہ
وہان کیون گئے - اسکے علاوہ اگر یہ صحیح ہے کہ [illegible] اطلاع [illegible] تو اسکی وجہ
سے نہین دی کہ اونکو [illegible] مین پڑنے کا خوف [illegible] تھے اور یہی خوف
کرنا چاہئے تھا کیونکہ اگر اونکو اوس کے قریب کوئی شخص دیکھ لیتا تو خود اون پر قتل کے ارتکاب کا
شبہ ہو جاتا بالخصوص جبکہ کوئی شخص اس غرض سے جسم ہلاتے ہوئے دیکھ لیتا کہ جان باقی ہے یا نہیں رہی
ہے اس سلسلہ مین ہم ایک غلط فہمی کا اظہار کرنا چاہتے [illegible] فیصلہ مین
ہو گئی ہے اور جس مین لکھا گیا ہے کہ ان لوگون نے [illegible] اطلاع [illegible] یہ صحیح
نہین ہے ایک اور امر جو اونکی شہادت کے متعلق [illegible] کے واقعہ کی شہادت
کافی گواہ کے بیان کی بہ تفصیل کی تائید کرتے ہیں اور اونکا ہر [illegible] کی کوشش
کرنا اونکی سچائی کے متعلق شبہ پیدا کرتا ہے گواہ [illegible] تو اپنی شہادت کو اوس [illegible] اور [illegible] کی
شناخت سے اور بھی زیادہ زوردار بنا دیا ہے جب سے قتل کا [illegible] کا بیان یہ ہے
کہ ملزم اُن دونون آلات کو اپنے ساتھ لے گیا [illegible] اونکو اپنے مکان مین
مخفی کر دیا اور یہ گواہ مقام واردات پر اوس وقت پہونچے جب ملزم وہان سے جا چکا تھا ایسی
حالت مین اس گواہ کا ان آلات کو شناخت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اوس نے اونکو [illegible] فٹ
کے فاصلہ سے صرف ایک مرتبہ ایسی حالت مین دیکھا تھا کہ ایک درخت اور ایک [illegible] مین حائل
تھے یہ امر بھی غیر معمولی معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ [illegible] کی فصل [illegible] کا موسم تھا اور معمولی حالت
مین قریب کے کھیتون کے مالکان و کسان اوس وقت اپنے کھیتون مین ضرور ہونگے لیکن ایک
مالک کھیت یا کسان بھی پیش نہین ہوا ہے اور اون کے بجائے ایسے گواہ پیش ہوئے ہین جنکی
وہان موجودگی شبہ پیدا کرتی ہے اسلئے ہم ان گواہون کا بیان صحیح باور کرنے کے لئے آمادہ نہین ہین

پیش کی گئی ہے یہہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم آلات کو ایک نالہ کے پاس لے گیا اور اون کو صاف کر کے مکان مین چھپا دیا اور استغاثہ کی جانب سے اوس مقام کا جو نقشہ پیش ہوا۔ یہہ بیان یہہ توضیح مین آیا اوس مین اوس جگہہ کو بھی بتایا گیا ہے جہان ملزم نے آلات کو دہویا تہا اگر ملزم ایسا ہوشیار رہتا کہ اوس نے آلات کو صاف کر لیا تو یقیناً وہ اپنے خون آلودہ کپڑے بھی صاف کر لیتا اور اون کو تین دن تک اپنے جسم پر اوسی حالت مین اپنے خلاف شہادت قایم رکہنے کے لئے نہ رہنے دیتا ان آلات کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ملزم کے مکان سے برآمد ہوئے استغاثہ کا یہہ بیان ہے کہ ملزم قتل کے بعد اپنی گرفتاری تک سوائے تہوڑے عرصہ کے جب وہ آلات پوشیدہ کرنے کے لئے آیا اپنے مکان سے غیر حاضر رہا اس بارہ مین کوئی شہادت پیش نہین کی گئی ہے کہ مکان پر ملزم تنہا قابض تہا یا اور اشخاص اوس کی غیر حاضری مین وہان پہنچ سکتے تھے اوس کے علاوہ کسان کے پاس معمولاً بسولہ نہین رہتا ہے ملزم کے پاس وہ کس طرح اور کیون آیا اوس کے متعلق کچھہ تحقیقات ہونی چاہئے تہی یہہ بات ہماری سمجھہ مین اچھی طرح آسکتی ہے کہ استغاثہ کی جانب سے کسی ایسے تیز آلہ کا پیش ہونا ضروری تہا جس سے وہ زخم کیا گیا جو باعث ہلاکت ہوا لیکن قبل اسکے کہ ہم اس بات کو باور کر سکین کہ وہ آلہ ملزم کے قبضہ سے برآمد ہوا اس بارہ مین کوئی شہادت ہونی چاہئے کہ اوس کا ملزم کے قبضہ مین ہونا قرین قیاس ہے اور جس مقام سے وہ برآمد ہوا وہان سوائے ملزم کے اور کوئی نہین جا سکتا تہا۔ مختصر طور پر ہمارے خیال مین پہلی اطلاع سے لیکر رپورٹ کے گواہون تک کی شہادت ایسی مشتبہ ہے کہ اوسکو باور کر کے ملزم کو مجرم قرار دینا نا ممکن ہے۔

۹۔ مذکورہ صدر شہادت کے علاوہ استغاثہ کی جانب سے ملزم کے اقبال جرم پر بھی استدلال کیا گیا ہے مثل مین صرف ایک اقبال جرم ہے یعنی جو ۲۱۔ دسمبر ۱۹۲۱ء کو قلمبند کیا گیا اصل اقبال جرم کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ اوس کو قلمبند کرنے مین ناظم فوجداری نے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات (۱۶۸) و (۱۶۴) کے احکام کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اول تو وہ اوس زبان مین قلمبند نہین کیا گیا ہے جس مین اقبال کیا گیا [illegible]

کہ اوس [illegible] قلمبند کیا جانا [illegible] ملزم کے [illegible]

کے [illegible] ہے کہ [illegible]

کو اوسکی زبان مین [illegible]

ہو جاتی ہے کہ اوس نے سپرد کنندہ ناظم کے روبرو بالصراحت بیان کیا کہ واردات کے دن ہی وہ پولیس پٹیل کے پاس گیا اور بیان کیا کہ اوسکا شبہ ملزم پر ہے کہ وہ اوسکی بیوی کا قاتل ہے اگر اوس نے فی الواقع ایسا بیان کیا تو پولیس کو قتل کا سراغ لگانے کے لئے اہم اطلاع ملی لیکن پہلے پنچنامہ میں پولیس پٹیل کی رپورٹ کا اقتباس خانہ (۲) میں جو درج کیا گیا ہے اوس میں لکھا گیا ہے کہ اوس کو اطلاع ملی کہ "عورت کو کسی نے مار ڈالا ہے" اگر مقتولہ کے شوہر نے پولیس پٹیل سے یہہ بیان کیا تھا کہ اوسکا شبہ بیریا پر ہے تو یہہ باور کرنا ناممکن ہے کہ وہ اوسکا اندراج اپنی رپورٹ میں نہ کرتا چونکہ رپورٹ میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا گیا تھا اسلئے مقتولہ کے شوہر اور پولیس پٹیل کی شہادت اس امر کے دریافت کرنے کے لئے نہایت مفید ہوتی کہ پولیس کا شبہ ملزم پر کس طرح ہوا اسکے بعد دوسرا امر جسکا ہم اسی سلسلہ میں ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ ملزم کا عمل اور وہ حالات ہیں جنمیں ملزم گرفتار کیا گیا استغاثہ کی جانب سے یہہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نے اپنے آپ کو پہاڑیوں میں چھپا لیا اور مفتش کا بیان ہے کہ اوس نے اوسکو پہاڑیوں میں گرفتار کیا مگر استغاثہ کا گواہ نمبر (۴) (ملزم کا آقا) بیان کرتا ہے کہ قتل کے دوسرے دن ملزم بجائے اپنے آپکے پوشیدہ کرنے کے اوسکے کھیت میں کام کر رہا تھا اوس نے یہہ بھی بیان کیا ہے کہ پولیس چاروں طرف پھر رہی تھی اور بالآخر ملزم کو اوس کے کھیت میں گرفتار کیا اسلئے اگر اس گواہ کا بیان صحیح ہے کہ ملزم اوسکے کھیت میں کام کر رہا تھا تو ظاہرا استغاثہ کا یہہ بیان صحیح نہیں ہو سکتا کہ اوس نے آپ کو پہاڑیوں میں پوشیدہ کر لیا تھا اور بعد تلاش کے ملا اور نہ ملزم اس طرح عمل کر سکتا تھا اگر ایک دن قبل وہ قتل کا ارتکاب کر چکا ہوتا۔

اوس گواہ نے عدالت کے روبرو اپنے اظہار میں یہہ بھی بیان کیا ہے کہ اوس نے پولیس پٹیل کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ قتل کے دن بیریا اپنے کام پر حاضر نہیں تھا اس بیان سے اوس کا منشا ظاہر ہے تھا کہ قاتل کا سراغ مل جائے کیونکہ اس اطلاع کی اور کوئی غرض نہیں ہو سکتی تھی اگر اوس نے ایسی اطلاع دی تھی تو یہہ غیر معمولی بات معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن جب بیریا اوسکو ملا تو اوس سے اوس نے اوس معاملہ کے متعلق کچھ دریافت نہیں کیا۔ اسلئے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں بیریا کی طرف کسی کا شبہ ہوا اور بالآخر جب بیریا کے مقابلہ میں مقدمہ چلایا گیا تو یہہ قصے وجود میں آئے۔

۸- اس کے بعد وہ شہادت بھی مشتبہ ہے جو اون آلات کی برآمدگی کے متعلق ہے جن سے جرایم کا ارتکاب کیا گیا اور اون کپڑوں کی برآمدگی کے متعلق جو ملزم ارتکاب جرم کے وقت پہنے ہوئے تھا

منجانب مستغیث مولوی سید مبارک حسن صاحب و مولوی سید محمد غلام جیلانی صاحب وکلاء حاضر۔

فیصلہ ۔ مقدمہ ہذا کی تینون مرافعہ پر ناظم فوجداری و مددگار اول ضلع پربھنی کے اجلاس پر ضرب شدید کا الزام عاید کیا گیا مقدمہ کی تحقیقات کرنے کے بعد مولوی مرزا نذیر بیگ سابق ناظم فوجداری نے بتاریخ ۱۶ دے ۱۳۳۱ف مرافعان کو رہا کیا اس حکم کی ناراضی سے مجلس عالیہ عدالت مین نگرانی پیش ہوئی اور مجلس عالیہ عدالت نے ۲۲ مہر ۱۳۳۲ف کو حکم رہائی منسوخ کرکے مقدمہ عدالت ماتحت مین اس ہدایت سے واپس کیا کہ مرافعان کے مقابلہ مین ضرب شدید کی فرد جرم مرتب کر کے حسب ضابطہ کارروائی کیجائے جب مقدمہ عدالت ضلع پربھنی مین واپس ہوا اوس وقت مولوی مرزا نذیر بیگ کا ضلع پربھنی سے تبادلہ ہو چکا تھا اور مولوی اوحدالدین اون کی جگہ مقرر ہو چکے تھے بتاریخ ۱۴ اردی بہشت ۱۳۳۲ف مرافعان نے جدید ناظم فوجداری کے اجلاس پر درخواست پیش کی کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی دفعہ (۲۸۱) کے لحاظ سے مقدمہ کی دوبارہ سماعت کیجائے لیکن اونہون نے یہ درخواست اس بنا پر نامنظور کی کہ مقدمہ تحقیقات کے لئے مجلس عالیہ عدالت کے حکم سے واپس ہوا ہے اسلئے اوس دفعہ کے احکام متعلق نہین ہو سکتے ہین اس حکم کی ناراضی سے مرافعان نے مجلس عالیہ عدالت مین نگرانی پیش کی اور جلسہ متفقہ نے جس کے روبرو نگرانی کی سماعت ہوئی مقدمہ اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے کہ آیا مرافعان کو مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار کی دفعہ ۲۸۱ کے رو سے تجدید شہادت کا حق حاصل ہے اجلاس کامل جلسہ خمسہ کے سپرد کیا۔ ۲۵ شہریور ۱۳۳۲ف کو جلسہ خمسہ نے جس کے ارکان نواب حاکم الدولہ بہادر نواب فخر القدر جنگ بہادر و مولوی محمد عبدالغفور صاحب و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب اور مولوی سید نور الضیا الدین صاحب تھے مقدمہ کی سماعت کی بتاریخ ۸ آبان ۱۳۳۲ف نواب حاکم الدولہ بہادر نے اپنا فیصلہ لکھا جس مین قرار دیا گیا کہ مرافعان کو تجدید شہادت کا حق حاصل نہین ہے نواب فخر القدر جنگ بہادر نے بتاریخ ۱۰ آبان ۱۳۳۲ف اپنا فیصلہ لکھا جس مین اونہون نے مرافعان کے حق کو تسلیم کیا اور اسی فیصلہ سے ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب نے اتفاق کیا مولوی محمد عبدالغفور صاحب نے بھی اپنا فیصلہ اوسی زمانہ مین لکھا جس مین اونہون نے مرافعان کے حق کو تسلیم کیا لیکن بدقسمتی سے اونہون نے اپنے فیصلہ پر تاریخ نہین لکھی ہے چونکہ نواب فخر القدر جنگ بہادر کے فیصلہ مین اون کے فیصلہ کا حوالہ دیا گیا ہے اسلئے وہ ۱۰ آبان ۱۳۳۲ف کے قبل لکھا گیا ہوگا۔ مولوی سید نور الضیا الدین صاحب نے اپنا فیصلہ فریقین کے خلاف مجیب کے بعد لکھا لیکن اونہون نے بھی

جس نے شہادت قلمبند کی تھی تبادلہ ہوگیا جب دوسرے مجسٹریٹ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا ملزم نے بلحاظ دفعہ ۲۸۱ ضابطہ فوجداری تجدید شہادت کی استدعا کی جسکو مجسٹریٹ نے بوجہ حکم عدالت العالیہ نامنظور کیا جسکی نسبت نگرانی کیگئی جلسہ متفقہ عدالت العالیہ سے مقدمہ اجلاس کامل ارکان خمسہ مین اس تصفیہ کیلئے سپرد ہوا تجملہ ارکان خمسہ نواب حاکم الدولہ بہادر نے تجدید شہادت کے حق کو تسلیم نہین فرمایا نواب ذوالقدر جنگ بہادر اور ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب اور مولوی عبدالغفور صاحب نے تجدید شہادت کے حق کو تسلیم کیا قبل اس کے کہ مفتی صاحب پانچوین حاکم اپنا فیصلہ تحریر فرمائین مولوی عبدالغفور صاحب رکنیت سے علحدہ ہو گئے لیکن اس کے بعد مفتی صاحب نے نواب حاکم الدولہ بہادر سے اتفاق کیا اور بوجہ علحدگی مولوی عبدالغفور صاحب نواب نفاست جنگ بہادر نے تنہا بحث سماعت فرما کے تصفیہ کیا کہ ملزم کو تجدید شہادت کا حق نہین ہے جس سے ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب نے اپنی رائے تبدیل کر کے اتفاق کیا اور فیصلہ آراء تصفیہ ہوا کہ ملزم کو تجدید شہادت کا حق نہین ہے اور جلسہ متفقہ سے اس جواب کی بنا پر نگرانی نامنظور ہوئی جسکی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی مین اجازت مرافعہ کی درخواست پیش ہوئی اور حسب الحکم اقدس و اعلی مرافعہ جوڈیشل کمیٹی کے نمبر پر لیا گیا مجوزہ ہوئی کہ

۱- بعد سماعت بحث جبکہ ارکان خمسہ کے پانچوین ممبر نے اپنی رائے نہین لکھی تھی کہ ایک جج علحدہ ہوگئے اسلئے ادن تین ارکان کی رائے جو مرافعان کے مفید تھی کوئی فیصلہ متصور نہین ہو سکتی اور جب کسی جج کو اپنے رائے قلمبند کرنے کے بعد یہ اطمینان ہو کہ اوس کی رائے غلط تھی تو وہ اپنی رائے سابقہ تبدیل کر سکتے ہین۔ (ویکلی رپورٹر جلد ۹ صفحہ ۸۳ کا حوالہ دیا گیا)۔

۲- نواب نفاست جنگ بہادر نے تنہا بحث سماعت کی اسلئے ارکان خمسہ کا کوئی مکمل فیصلہ نہین ہوا اور مقدمہ قابل واپسی تھا لیکن اصل بحث کا تصفیہ جوڈیشل کمیٹی سے کر دیا جاتا ہے تاکہ مزید تاخیر نہ ہو۔ (انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۲۹ کا حوالہ دیا گیا)۔

۳- حسب دفعہ ۲۸۱ ضابطہ فوجداری ملزم کو تجدید شہادت کا بوجہ تبدیل مجسٹریٹ حق ہے گو عدالت العالیہ نے بلحاظ شہادت پیش شدہ فرد جرم مرتب کرنے کا حکم دیا ہے اور مجسٹریٹ اسطرح کارروائی شروع کریگا کہ گویا فرد جرم مثل مین موجود ہے (انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۲۵ صفحہ ۸۶۳ کا حوالہ دیا گیا) مرافعہ منظور کر کے مقدمہ بغرض تکمیل کارروائی واپس۔

منجانب مرافعین مولوی سید عزیز حسن صاحب وکیل و مولوی محمد اصغر صاحب کونسل ضلع منجانب سرکار عالی مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکیل

حکم ہے کہ ''فیصلہ ہمیشہ غلبہ آراء کے مطابق عمل مین آوے گا اور جب تک کسی فیصلہ یا جزو فیصلہ کی منسوخی یا ترمیم کی نسبت غلبہ خاص نہو تب تک وہ فیصلہ یا جزو فیصلہ منسوخ یا ترمیم نہو سکیگا اور بحال رہ جائیگا'' اور بحث کی کہ چونکہ ۱۰ آبان کو اوس کے حق مین فیصلہ ہو چکا تھا اسلئے آخری فیصلہ اوس رائے کے موافق ہونا چاہئے تھا انہون نے یہہ بھی بحث کی کہ اس امر سے کہ مفتی صاحب نے اپنی رائے قلمبند نہین کی تھی اس مقدمہ کے نتیجہ پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا کیونکہ اگر اون کی رائے ملزم کے خلاف بھی ہوتی جیسا کہ فی الواقع ہوئی تو بھی وہ رائے مغلوب ہوتی دوسرے الفاظ مین اون کی یہہ بحث ہے کہ جب کوئی مقدمہ جلسہ خمسہ کے سپرد کیا جائے اور منجملہ ارکان کے تین کی رائے ایک جانب قلمبند ہو جائے تو باقی دو ارکان کو رائے لکھنے کی بھی ضرورت نہین ہے کیونکہ اگر اون کو دوسرے ارکان کی رائے سے اتفاق ہوگا تو اوس سے صرف تعداد مین اضافہ ہو جائیگا اور اگر اختلاف ہوگا تو اون کی رائے مغلوب ہونے کی وجہ سے قابل لحاظ نہ ہوگی۔

اس بحث کی تائید مین انہون نے ایک فقرہ پر استدلال کیا جو امریکہ کے کسی مصنف نے تصنیفہ کتاب مین درج کیا ہے اور نیز اوس رائے کا بھی حوالہ دیا جو آرکسلڈ کرمنیل پلینڈنگ صفحہ (۳۴۲) پر ظاہر کی گئی ہے۔ امریکہ کا مقدمہ متعلق نہین ہے کیونکہ وہ بلحاظ اوس خاص ضابطہ کے ہوا ہے جو امریکہ کی عدالتون مین رائج ہے آرکسلڈ مین جو فقرہ درج ہے اوس مین یہہ قرار دیا گیا ہے کہ جب کوئی فیصلہ مکمل ہو گیا ہو تو ہائیکورٹ کو اوس کے تبدیل کرنے کا اختیار نہین ہے یہہ بالکل صحیح ہے اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کے احکام کے بھی موافق ہے کونسل نے ایک مقدمہ مندرجہ مدراس لا جرنل جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۳ پر بھی استدلال کیا جس مین آرکسلڈ کے متذکرہ صدر فقرہ کا اصول صحیح تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس مقدمہ مین یہہ امر تصفیہ طلب نہین ہے کہ جب کوئی فیصلہ مکمل ہو جائے تو آیا وہ تبدیل ہو سکتا ہے بلکہ یہہ ہے کہ فیصلہ کب مکمل ہوتا ہے اور اس لئے یہہ مقدمات متعلق نہین ہین ہم مرافعان کے کونسل کی اس بحث کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہین ہین کہ جب جلسہ خمسہ کے تین ارکان کی رائے قلمبند ہو جائے تو مقدمہ کا خود بخود فیصلہ ہو جاتا ہے اور باقی دو ارکان کی رائے کا انتظار کرنیکی ضرورت نہین رہی اس امر کے مدنظر کہ جلسہ متفقہ نے یہہ حکم دیا تھا کہ اس مسئلہ کا تصفیہ جلسہ خمسہ سے کیا جائے ہماری رائے مین جب تک پانچون ارکان اپنی رائے قلمبند نہ کرین اوس وقت تک مسئلہ کا تصفیہ ہونا متصور نہین ہو سکتا یہہ صحیح ہے کہ جب تین ارکان کی رائے ایک طرف ہو جائے تو دو مخالف آراء کا مقدمہ کی نتیجہ پر کوئی قانونی اثر نہین پڑ سکتا لیکن اس سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہین پڑتا کہ اجلاس کا فیصلہ کس نوبت پر مکمل ہوتا ہے۔

فیصلہ پر تاریخ نہیں لکہی اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اونہوں نے اپنا فیصلہ ۱۶۔ آذر ۱۳۲۳ف کو لکہا
۳۰۔ آبان ۱۳۲۲ف کو مفتی صاحب کا فیصلہ قلمبند ہونے کے قبل مولوی محمد عبد الغفور صاحب ممبر مجلس عالیہ
عدالت کی رکنیت سے علحدہ ہوگئے اسپر مقدمہ نواب نظامت جنگ بہادر کے سپرد کیا گیا اور اونہوں نے
تنہا وکلا کی بحث سماعت کرنے کے بعد اپنا فیصلہ ۹۔ آذر ۱۳۲۳ف کو لکہا ۱۶۔ آذر ۱۳۲۳ف کو ڈاکٹر
سید سراج الحسن صاحب نے اپنی رائے تبدیل کرکے اوس رائے سے اتفاق کیا جو نواب نظامت جنگ بہادر
نے لکہی تہی اوسی تاریخ کو صدر مجلس صاحب نے حکم دیا کہ اجلاس کامل کا فیصلہ جو غلبۂ آراء سے ہوا ہے
نافذ کیا جائے چونکہ اوس تاریخ کو چار ارکان کی رائے مرافعان کے خلاف تہی اسلئے جلسہ متفقہ کو اونکی
رائے کے موافق جواب دیا گیا ۲۳۔ آذر ۱۳۲۳ف کو نواب ذوالقدر جنگ بہادر نے اس جواب سے
اختلاف کرکے ایک یادداشت لکہی کہ یہہ مسئلہ کہ کون سی رائے غلبۂ آراء کی سمجہی جائیگی اجلاس کامل
کے سپرد کیا جانا چاہیئے حسب یہہ مسئلہ اجلاس کامل کے سپرد ہوا اجلاس کامل نے ۱۵۔ بہمن ۱۳۲۳ف
کو حکم دیا کہ "وہ فیصلہ جلسہ کاملہ بلحاظ غلبۂ آراء نافذ کیا جائے" اجلاس کامل کے اس حکم سے گویا بصراحت
یہہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ غلبۂ آراء کسطرف تہا لیکن جو جواب کہ جلسہ متفقہ کو اس حکم کی بناء پر دیا گیا اور جو
حکم کہ اوس کے بعد جلسہ متفقہ نے دیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجلاس کامل کا فیصلہ یہہ تہا کہ نواب
حاکم الدولہ بہادر و نواب نظامت جنگ بہادر و ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب اور مولوی سید محمد ضیاء الدین صاحب
کی رائے نافذ کیجائے اس حکم کی ناراضی سے مرافعان نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ کی خاص اجازت
کی درخواست پیش کی اور بذریعہ فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۱۲۔ شوال ۱۳۲۳ھ اس درخواست
کو شرف منظوری حاصل ہوا بہ تعمیل ارشاد خسروی یہہ مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہوا اور ہم نے درخواست
گذار کے کونسل اور سرکاری وکلا کی بحث تفصیل کے ساتہہ سماعت کی ہے اور کل امور پر نہایت
احتیاط کے ساتہہ غور کیا ہے۔

مرافعان کے فاضل کونسل نے ہمارے روبرو تین عذرات پیش کئے اوس کا پہلا عذر یہہ ہے کہ
جب اجلاس کامل کے پانچون ججون کی رائے ۱۰۔ آبان کو اوس کے موافق ہوچکی تہی تو عملاً اجلاس
کامل سے اوس مسئلہ کا قطعی تصفیہ ہوچکا تہا جو اوس کے سپرد ہوا تہا گو مولوی سید محمد ضیاء الدین صاحب
نے جو اجلاس کامل کے رکن تہے بہت عرصہ بعد تک اپنی رائے تحریر نہیں فرمائی تہی اونہوں
نے ہماری توجہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کے فقرہ (۲) کے جانب مبذول کرائی جس مین
اوس طریقہ کی صراحت کی گئی ہے جس کے لحاظ سے اجلاس کامل کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا اور جبکہ

یہہ مقدمہ موجودہ مقدمہ سے متعلق نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ایک خاص قانون کے تحت مین طے ہوا ہے
جو کلکتہ ہائیکورٹ سے متعلق ہے اور چونکہ مجلس عالیہ عدالت اوس قانون کے تابع نہین ہے اس لئے
مجلس عالیہ عدالت کے ممبر مجلس کے اختیارات کا تصفیہ اوس چارٹر کے احکام کے لحاظ سے نہین کیا جا سکتا
فاضل وکیل سرکار نے اس بات کو صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ اون کو اس مقدمہ کے ایک رکن کے روبرو
سماعت کئے جانے کی کارروائی کے جواز کے متعلق شبہہ ہے اور ہماری رائے مین اون کا یہہ عمل صحیح تھا
کہ اونہون نے اوسکی تائید مین بحث نہین کی جہان تک کہ ہم تلاش کر سکتے ہین ہمین کوئی ایسی نظیر نہین
ملی ہے جس مین کوئی مقدمہ جسکے حالات اس مقدمہ کے مماثل ہون ایک رکن کے روبرو پیش ہوا ہو۔

یہہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مقدمہ جلسہ متفقہ کے حکم سے جلسہ خمسہ کے سپرد ہوا تھا گو مقدمہ اس
طرح سپرد ہوا تھا لیکن جلسۂ خمسہ نے کوئی فیصلہ صادر نہین کیا ہے ان حالات مین صحیح طریقہ یہہ تھا کہ
مقدمہ کا دوبارہ جلسۂ خمسہ مین سماعت ہو کر فیصلہ کیا جائے یہی طریقہ چیف جسٹس مدراس نے اوس
مقدمہ مین جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اختیار کیا تھا اور اوسکی وجہ یہہ ظاہر کی تھی کہ فیصلہ کے جواز کے
متعلق کسی قسم کی دقت کا احتمال نہ ہو۔

ایک اور مقدمہ جو اوس سے متعلق ہے اوس کا حوالہ انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد [illegible] نمبر ۶۹ مین دیا گیا ہے
اون مقدمہ مین چیف جسٹس نے دو ججون کی ایک [illegible] قاعدہ کے موافق فوجداری مرافعون کی [illegible]
لیئے مقرر کی تھی ان دونون ججون نے اون مرافعون کے بالاشتراک سماعت کرنے کے بجائے یہہ
مناسب خیال کیا کہ ایک جج نے چند مرافعون کی سماعت کی اور دوسرے جج نے باقی مقدمات کی
سماعت کی اس صورت مین چیف جسٹس نے قرار دیا کہ مرافعون کی سماعت نہین ہوئی ہے کیونکہ
مرافعون کی سماعت باضابطہ مقرر شدہ عدالت نے نہین کی اور ایک جج کو تنہا مرافعون کی سماعت
کا اختیار نہ تھا اسلئے ہم یہہ قرار دینے پر مجبور ہین کہ نواب لطافت جنگ بہادر کا فیصلہ اون [illegible]
[illegible] کے منجملہ ایک جج کا فیصلہ متصور نہین کیا جا سکتا ہے جنکو مسئلہ زیر بحث کے تصفیہ کے لئے
جلسہ متفقہ نے مقرر کئے جانے کا حکم دیا تھا اور اگر اوس فیصلہ کو خارج کر دیا جائے تو صرف چار اراکین کا
فیصلہ باقی رہ جاتا ہے اوس لئے اوس مسئلہ کا کوئی قانونی جواب ادا نہین ہوا ہے
جلسۂ متفقہ نے جلسہ خمسہ کے سپرد کیا تھا جس کی بنا پر جلسۂ متفقہ سے مرافعان کے حق دعوہ سے
[illegible] فیصلہ کیا جا سکتا نتیجہ یہہ ہے کہ مقدمہ کو مجلس عالیہ عدالت مین اس ہدایت سے واپس [illegible]
اگر جلسۂ متفقہ کی استدراک کا جواب باضابطہ مقرر شدہ جلسۂ خمسہ کو ادا کرنا چاہئے لیکن ہم

اس مسئلہ کے متعلق سر بارنس پیکاک نے ایک مقدمہ مین بہت قابلیت سے بحث کی ہے اور اوس رائے
سے کلکتہ ہائیکورٹ کے پانچون ججون نے اتفاق کیا تہا وہ مقدمہ ویکلی رپورٹ جلد ۹ صفحہ ۳۸ - [illegible]
پر شایع ہوا ہے۔

ہم مقدمہ مین ججون کی رائے کا نتیجہ تہا کہ "اون ججون کی تحریری رائے جنہون نے مقدمہ کی سماعت
کی لیکن جو فیصلہ صادر کرنے کے وقت جج نہین رہے تھے فیصلہ تصور نہین کیجا سکتی بلکہ صرف یادداشت
تصور کیجانی چاہئیے" حال ہی مین مدراس ہائیکورٹ مین ایک مقدمہ پیش ہوا جس مین چیف جسٹس
نے ابتداءً حکم دیا تہا کہ وہ جلسہ خمسہ کے روبرو پیش کیا جائے اور جبکہ جلسہ خمسہ نے اوس کی سماعت
کی مقدمہ کی سماعت کے بعد ایک جج نے اپنی رائے لکہی جسکو بطور فیصلہ صادر کرنا مقصود تہا لیکن اوس
کے صادر کرنے کے قبل اونہون نے ججی کے عہدہ سے استعفاء دیدیا کیونکہ وہ گورنر مدراس کی اگز
یکیٹو کونسل کے رکن مقرر ہوگئے تھے چیف جسٹس نے اوس رائے کو فیصلہ تصور کرنے سے انکار کیا
اور حکم دیا کہ وہ مقدمہ باقی چار ججون کے اجلاس پر پیش ہوکر مقدمہ کی جدید طور پر سماعت کیجائے
اگر چیف جسٹس یا عدالت کی یہہ رائے ہوتی کہ اوس جج کی تحریری رائے جو مستعفی ہوگئے تھے فیصلہ تصور
کیجاسکتی ہتی تو اس حکم کی کوئی ضرورت نہ ہوتی کہ مقدمہ جدید بنچ کے روبرو سماعت کیا جائے اسلئے
یہہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ اوس وقت تک کوئی مکمل فیصلہ نہین ہوا تہا جب تک مفتی صاحب نے
اپنی رائے قلمبند نہین کی اور چونکہ اوس تاریخ کو جبکہ مفتی صاحب نے اپنی رائے لکہی مولوی محمد عبدالغفور صاحب
رکن نہین رہے تھے اسلئے جلسہ خمسہ کا کوئی قانونی فیصلہ نہین ہوا جسکے سپرد کہ جلسہ متفقہ نے اس
مسئلہ کو کیا تہا اوس کا نتیجہ یہہ ہے کہ اون تین ارکان کی رائے جنہون نے ۳۰ - آبان کے قبل
مرافعہ ان کے موافق رائے قایم کی ہتی فیصلہ متصور نہین ہوسکتی اس لئے ہم مرافعان کے
پہلے عذر کو منظور کرتے ہین۔

مرافعان کے فاضل کونسل نے دوسرا عذر یہہ پیش کیا کہ اگر اس مقدمہ مین مولوی محمد عبدالغفور صاحب
کی رائے فیصلہ متصور نہین ہوسکتی ہتی تو مقدمہ کی سماعت دوبارہ پانچ ارکان کے روبرو ہونی چاہئیے
ہتی نہ کہ صرف ایک رکن کے روبرو اوس بحث کی تائید مین مرافعان کے کونسل نے اوس مقدمہ پر استدلال
کیا ہے جو انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۶۳۳ پر شایع ہوا ہے اور جس مین قرار دیا گیا ہے کہ جب ایک
مرتبہ چیف جسٹس چارٹر ایکٹ کی دفعہ ۱۳ کی رو سے اپنے اختیارات کے نفاذ مین کوئی بنچ مقرر کردینا
تو اون کو اوس صورت مین دست اندازی کا حق باقی نہین رہتا جب وہ بنچ مقدمہ کا تصفیہ کردے لیکن

"جب کسی مقدمہ مین دوسرا ناظم اپنی کارروائی شروع کرے تو ملزم کل گواہون کا یا اون مین سے کسی کا مکرر اظہار لئے جانیکی درخواست کر سکتا ہے"

اگر ان الفاظ کی تعبیر اون کے معمولی معنے کے لحاظ سے کیجائے جیسا کہ کیجانی چاہئے تو یہہ ظاہر ہے کہ اون کے ذریعہ سے ملزم کو یہہ حق دیا گیا ہے کہ گواہون کو مکرر طلب کرا سکے جب دوسرا ناظم اپنی کارروائی شروع کرے شرط کے لحاظ سے ملزم کو بطور حق کے گواہون کو طلب کرنیکے لئے صرف دو امور کی ضرورت ہے اول یہہ کہ مقدمہ کی سماعت کلاً یا جزاً کسی ناظم نے کی ہوا دوم وہ مقدمہ کسی ناظم کے روبرو تحقیقات کیلئے پیش ہوا اور وہ دوسرا ناظم اوس مقدمہ کی کارروائی شروع کرے اس شرط مین ملزم کے اس حق کو تحقیقات کی کسی خاص نوبت کیلئے محدود نہین کیا گیا ہے مثلاً یہہ نہین قرار دیا گیا ہے کہ یہہ حق اوس وقت حاصل نہ ہوگا جب فرد جرم مرتب ہو چکی ہو یا ملزم نے اپنی صفائی کی شہادت پیش کرنی شروع کر دی ہو اس شرط مین کوئی فقرہ یا مضمون ایسا بھی نہین ہے جسکے لحاظ سے الفاظ "کارروائی شروع کرے" کی وسعت کو محدود کیا جا سکے مثلاً یہہ قرار دیا جا سکے کہ جب جدید ناظم عدالت بالاتر کے حکم سے کارروائی شروع کرے تو یہہ حق حاصل نہ ہوگا اگر اس شرط کو اسطرح محدود کیا جائے کہ وہ مقدمہ کی کسی خاص نوبت سے یا صرف اُن حالات مین متعلق ہوگی جنمین جدید ناظم کارروائی شروع کرے تو اوس شرط مین مفصلہ ذیل فقرہ اضافہ کرنا ضروری ہوگا"

"مگر ملزم کو یہہ حق اوس صورت مین حاصل نہ ہوگا جبکہ جدید ناظم عدالت بالاتر کی کسی خاص ہدایت کی موافق کارروائی شروع کرے یا جب فرد جرم مرتب ہو لیکن اس قسم کی شرط مین اسطرح اضافہ کرنا اور اوس کی وسعت کو محدود کرنا تعبیر کے جملہ قواعد کے خلاف ہے ایک اور امر جو اوس بارے مین قابل ذکر ہے وہ یہہ ہے کہ دفعہ (۳۵۰) ضابطہ فوجداری کے باب (۲۴) مین درج ہے جس باب کا عنوان "تحقیقات اور تجویز کے متعلق عام احکام" ہے یعنی تحقیقات یا تجویز خواہ کسی طریقہ سے ہو رہی ہو اوسکے متعلق احکام ایسی حالت مین یہہ قرار دینے کا کیا موقع ہے کہ گو یہہ باب ہر قسم کی تحقیقات سے متعلق ہے لیکن اوس باب کا ایک حکم اوس صورت مین متعلق نہ ہوگا جب تحقیقات عدالت بالاتر کے حکم سے ہو رہی ہو اگر وہ بحث صحیح تسلیم کر لی جائے جو عدالت ابتدائی نے پیش کی ہے اور جس مین ظاہرا اون ارکان نے بہ غلبہ آراء قبول کیا ہے جنکے روبرو استفسار پیش ہوا تھا یعنی یہہ کہ دفعہ اوس صورت مین متعلق نہ ہوگی جب مجلس عالیہ عدالت کے حکم کی بناء پر کہ فرد جرم مرتب کرکے ناظم فوجداری ہی کے روبرو کارروائی شروع کیجائے تو اوس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوگا کہ جب ناظم

خیال کرتے ہین کہ اگر اس مقدمہ کو مجلس عالیہ عدالت مین پہنچنے کے بجائے ہم ہی مسئلہ زیر بحث کا تصفیہ کردین تو بہی انصاف کی اصلی غرض حاصل ہوجائیگی اور اوس سے یقیناً مزید تاخیر نہ ہوگی اسلئے ہم اس مسئلہ پر بحث کرینگے کہ آیا اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ملزم کا وہ حق جو اوس کو تجدید شہادت کے متعلق مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی دفعہ ۲۸۱ کی روسے دیا گیا ہے ساقط ہوگیا ہے لیکن قبل اوس کے کہ ہم اس مسئلہ پر غور کرین ہم مرافعان کے فاضل کونسل کے اوس عذر کا ذکر کرنا چاہتے ہین جو انھون نے اس بارے مین کیا ہے کہ اگر نواب نظامت جنگ بہادر کے استدراک صحیح بہی ہو تو بہی ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب کو یہہ حق نہین تہا کہ اپنی رائے تبدیل کرکے نواب نظامت جنگ بہادر سے اتفاق کرتے جب وہ اوسکے خلاف اپنی رائے قلمبند کرچکے تھے اس عذر کی تائید مین کوئی نظیر پیش نہیں کی گئی ہے اور ہم نہین خیال کرتے کہ وہ عذر صحیح ہے دیکلی رپورٹر جلد (۹) کا مقدمہ جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اس عذر کے خلاف ہے اور اوس مقدمہ مین چیف جسٹس کی رائے کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ فیصلہ صادر کرنیکے قبل اس طرح کی تبدیلی صرف جائز ہی نہین ہے بلکہ جب کسی جج کو اپنی رائے قلمبند کرنے کے بعد یہہ اطمینان ہوجائے کہ اوس کی رائے غلط تہی تو اوس کے لئے صحیح طریقہ یہی ہے اسلئے ہم خیال کرتے ہین کہ فاضل کونسل کی یہہ بحث تسلیم کئے جانے کے قابل نہین ہے۔

اب ہم اوس مسئلہ پر غور کرتے ہین جو جلسہ متفقہ نے ابتدا اً جلسہ خمسہ کے سپرد کیا تہا اور جو مرافعان کے تین عذرات مین سے آخری عذر ہے جب کسی مقدمہ کی تحقیقات کلاً یا جزاً کسی ایک ناظم نے کی ہو اور وہ مقدمہ تحقیقات کے لئے کسی دوسرے ناظم کے روبرو پیش ہو تو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۲۸۱) کی روسے دوسرے ناظم کو یہہ اختیار ہے کہ وہ اوس شہادت پر عمل کرے جو سابق ناظم نے قلمبند کی تہی یا مقدمہ کی تحقیقات از سر نو شروع کرے اس دفعہ کی تحت مین ایک اہم شرط قایم کی گئی ہے کہ اگر ملزم چاہے تو وہ گواہون کو مکرر طلب اور اونکا مکرر اظہار لے سکتا ہے اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اگر ملزم درخواست کرے تو اوس درخواست کا منظور کرنا لازمی ہے پریوی کونسل نے مقدمہ الی سبرامنیا ائر بنام قیصر ہند قرار دیا ہے کہ تحقیقات کے متعلق کسی صریح حکم کی خلاف ورزی محض بے ضابطگی نہین ہے اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ہند کی دفعہ (۵۳۷) جو مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی دفعہ (۵۰۴) کے ہم مضمون ہے اوس سے متعلق نہین ہوسکتی اسلئے تصفیہ طلب امر یہہ ہے کہ آیا دفعہ (۲۸۱) کی شرط قانون کا ایسا صریح حکم ہے کہ اوس کی تعمیل لازمی ہو شرط کے الفاظ حسب ذیل ہین۔

بصیغہ نگرانی جلسہ متفقہ نے حکم دیا کہ ملزم کا جو جرم ثابت قرار دیا گیا ہے اوس مین سزاے قید لازمی
ہے اسلیئے مقدمہ ناظم فوجداری کے پاس اس غرض سے واپس بہیجا گیا کہ ملزم کو قانون کے موافق سزا
دیجائے جب مقدمہ واپس ہوا تو ملزم نے ناظم تبدیل ہوجانے کی وجہ سے تجدید شہادت کی درخواست
پیش کی ناظم فوجداری نے درخواست نامنظور کی اور جلسہ متفقہ نے یہہ مسئلہ تصفیہ کے لئے جلسہ خاص
کے سپرد کیا کہ آیا اوس مقدمہ کی حالات کے لحاظ سے مقدمہ کی دوبارہ تحقیقات ہونی چاہئے
و نیز یہہ مسئلہ کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۸۱ کی رو سے کن صورتون مین مکرر تحقیقات
ہونی چاہئے اور کن صورتون مین نہ ہونی چاہئے جلسہ خاص نے جواب دیا کہ جب حکم واپسی کی رو سے
اثبات جرم منسوخ نہین ہوا تہا بلکہ صرف یہہ ہدایت کیگئی تہی کہ قانون کے موافق [illegible] کرکے
سزا صادر کیجائے کہ اثبات جرم صحیح ہے تو مکرر تحقیقات کا حکم نہ ہونا چاہئے ججون نے صراحت
کیا تہا اس بات کا ذکر کیا کہ اون کا جواب صرف متذکرہ صدر حالات پر مبنی ہے اور [illegible]
جو وجوہ بیان کئے گئے ہین اوس سے واضح ہوتا ہے کہ اور سب صورتون مین [illegible] بالخصوص
اوس صورت مین جب ناظم فوجداری کو اس واقعہ کے متعلق رائے قائم کرنی ہو کہ آیا جرم کا ارتکاب
ہوا ہے یا نہین مکرر تحقیقات لازمی ہے موجودہ مقدمہ مین مجلس عالیہ عدالت نے اثبات جرم کو
قایم نہین رکہا اور مقدمہ محض اس غرض سے واپس بہیجا گیا تہا کہ باضابطہ طریقہ سے سزا صادر
کیجائے جسکے صادر کرنے کا مجلس عالیہ عدالت کو اوس مقدمہ مین خود اختیار حاصل تہا جو اجلاس خاص
کے سپرد کیا گیا تہا لیکن جب مجلس عالیہ عدالت نے خود سزا دینا پسند نہ کیا یہہ صحیح ہے کہ موجودہ
مقدمہ مین یہہ حکم تہا کہ فرد جرم مرتب کیا جائے لیکن اس حکم کے صرف یہہ معنی ہین کہ اوس شہادت
پر جو شامل مثل ہے ناظم فوجداری کو یہہ قرار دینا چاہئے تہا کہ ملزم کے خلاف بادی النظر مین شہادت
فرد جرم مرتب کرنے کے لئے کافی ہے فرد جرم مرتب کرنے سے مقدمہ ختم نہین ہوجاتا اور وہ کسی
صورت مین آخری حکم نہین ہے کیونکہ ناظم فوجداری استغاثہ کے گواہون پر جرح مکرر ہونے
کے بعد جسکا مجموعہ ضابطہ فوجداری مین حکم ہے ملزم کو بے جرم قرار دیکر اوس کو بری کرسکتا تہا
اسلئے یہہ نہین [illegible] ناظم فوجداری جسکا مسئلہ فرض ہے
کہ اس قسم کے مقدمات مین استغاثہ کے گواہون پر جرح مکرر کا موقع دے اگر اوس پر یہہ
فرض بہی قرار دیا جائے کہ وہ اون پر ابتدائی سوالات کا بہی موقع دے اوس مقدمہ مین جلسہ
نے اپنے فیصلہ مین لکہا ہے کہ ملزم کو تجدید شہادت کا حق قانوناً نہے دیا ہے اوس کا

فوجداری مجلس عالیہ عدالت کے حکم کی بناء پر کارروائی کر رہا ہو تو مجموعہ ضابطہ فوجداری باب متعلقہ
تحقیقات کی کوئی دفعہ بہی متعلق نہ ہو سکیگی مثلاً دفعہ (۲۱۴) اور مابعد دفعات کے احکام جنمین فرد جرم
مرتب کرنے کے بعد کا ضابطہ درج ہے اون پر صرف اوس صورت مین عمل ہو سکتا ہے جب فرد جرم
حسب دفعہ (۲۱۳) مرتب کیجائے یعنی ناظم فوجداری کو خود اس امر کا اطمینان ہو کہ جرم کا ارتکاب
ہوا ہے اور اوس نے فرد جرم مرتب کی ہو لیکن جب ناظم فوجداری نے خود فرد جرم مرتب نہ کی ہو جیسا
کہ اس مقدمہ مین ہوا ہے اور مجلس عالیہ عدالت نے اوسے فرد جرم مرتب کرنے کا حکم دیا ہو تو عدالت
ابتدائی کی بحث صحیح ہونے کی صورت مین دفعہ (۲۱۴) اور دفعات مابعد متعلق نہین کیجا سکتی ہین
ایسی بحث بادی النظر مین ناقابل قبول ہے اور اوس کا صرف ذکر کافی ہے اس بات کو ثابت
کرنے کے لئے یہہ بے اصل ہے لیکن بالکل اسی قسم کی بحث یہہ قرار دینے کے لئے استعمال کیجا رہی
ہے کہ دفعہ (۲۸۱) اس مقدمہ سے متعلق نہین ہے حقیقت یہہ ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کے اوس
حکم کا کہ فرد جرم مرتب کیجائے صرف یہہ منشاء ہے کہ ناظم فوجداری کو خود فرد جرم مرتب کرنی چاہئے
تہی اور مجلس عالیہ عدالت نے اپنے حکم سے اوس کی اصلاح کی ہے اور کارروائی کو صحیح بناء پر قایم
کیا ہے اسطرح اصلاح کرنے کے بعد اوس نے ہدایت کی کہ ناظم فوجداری کو قانون کے موافق مقدمہ
مین کارروائی کرنی چاہئے یعنے مجموعہ ضابطہ فوجداری کے اون احکام کی پابندی کیساتہہ جو اوس
صورت مین متعلق ہوتے جب ناظم فوجداری خود فرد جرم مرتب کرتا اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو یہہ ظاہر
ہے کہ اس شرط کی صحیح تعبیر اس امر پر منحصر ہوگی کہ آیا اون اجزاء کی تکمیل ہوئی یا نہین جو اوس مین
درج ہین اور نہ اوس پر کہ آیا جدید ناظم فوجداری نے تحقیقات معمولی طور پر شروع کی یا مجلس عالیہ
عدالت کے حکم کی بناء پر اس لئے ہماری یہہ رائے ہے کہ دفعہ (۲۸۱) مین یا مجموعہ ضابطہ فوجداری
کے عام اسکیم مین کوئی ایسا امر نہین ہے جس سے یہہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ دفعہ (۲۸۱) کے احکام
اوس مقدمہ سے متعلق نہین ہین برخلاف اسکے اوس دفعہ کا اس مقدمہ سے متعلق کرنا اون وجوہ
اور مصلحت کے بالکل موافق ہوگا جن پر کہ وہ دفعہ مبنی ہے یعنی یہہ کہ "یہہ نہایت اہم ہے کہ عدالت
ابتدائی جو مقدمہ کی تحقیقات کرے اوسکو گواہون کے طرز اور حالت پر غور کرنیکا موقع ملے تاکہ وہ
شہادت کا صحیح موازنہ کر سکے" مرافعان کے فاضل کونسل نے اپنی بحث کی تائید مین جلسہ خمسہ کی
ایک فیصلہ پر استدلال کیا جو دکن لا رپورٹ جلد ۲ فوجداری صفحہ (۱) پر شایع ہوا ہے اوس
مقدمہ مین ملزم پر ضرب شدید کا جرم ثابت قرار دیکر ناظم فوجداری نے جرمانہ کی سزا صادر کی تہی

اصل منشا یہہ ہے کہ جو حاکم اوس کی نسبت تجویز کرے اوس کو کل شہادت پیش شدہ پر غور کرکے خود رائے قایم کرنے کا موقع ملے" موجودہ مقدمہ مین باوجود اوس حکم کے کہ فرد جرم مرتب کیجاے ناظم فوجداری کے مقدمہ کی قانون کے موافق سماعت کرنے کے بعد اس امر کے تصفیہ کی ضرورت تھی کہ آیا ملزم بے قصور ہے یا مجرم ہے ایسے حالات مین اون وجوہ کے مد نظر جو متذکرہ صدر فیصلہ مین قرار دیے گئے ہین ملزم کے اوس حق سے کسطرح انکار کیا جا سکتا ہے جو دفعہ (۲۸۱) کی رو سے تحقیقات مکرر کے متعلق اوس کو دیا گیا ہے اس بات کی کوشش کیگئی ہے کہ ناظم فوجداری کا حکم صحیح ہے اور وہ اوس اصول مین داخل ہے جو بمقدمہ مندرجہ دکن لا رپورٹ جلد ۲ فوجداری صفحہ (۱) مین قرار دیا گیا ہے اور اوسکی تائید مین یہہ بحث کیگئی ہے کہ گو موجودہ مقدمہ مین مجلس عالیہ عدالت کا حکم صرف یہہ ہے کہ فرد جرم مرتب کیجائے لیکن اوس حد تک وہ حکم قطعی ہے کیونکہ ناظم فوجداری اوس کے خلاف نہین قرار دیسکتا ہے اور اسلئے اس مقدمہ مین اور اجلاس خمسہ کے اوس مقدمہ مین اصولاً کوئی فرق نہین ہے کیونکہ اس مقدمہ مین بھی ناظم فوجداری کو واقعات کے متعلق کوئی اور رائے قایم کرنے کا موقع نہین ہے یہہ بحث صحیح نہین ہے دکن لا رپورٹ جلد ۲ مین جو مقدمہ شایع ہوا ہے اوس مین تجویز جس مین دخل نہین دیا گیا قطعی تھی اور ناظم فوجداری کو اوس وقت تک واقعات کے متعلق جدید رائے قایم کرنے کا موقع نہین تھا جب تک کہ وہ تجویز عدالت بالا کے حکم سے منسوخ نہ ہوتی اور نہ اوس تجویز کے متعلق مزید شہادت قلمبند کرسکتا تھا موجودہ مقدمہ مین ناظم فوجداری کو مزید شہادت قلمبند کرنیکا اختیار حاصل ہے اور اگر شہادت صفائی پیش ہوتی اور استغاثہ کے گواہون پر جرح مکرر کے بعد اوس کی یہہ رائے ہو کہ ملزم کے خلاف جرم ثابت نہین ہے تو اوس کا فرض ہوگا کہ ملزم کو بری کرے اسلئے ہماری رائے مین وہ مقدمہ جو دکن لا رپورٹ جلد ۲ مین شایع ہوا ہے مرافعین کے خلاف نہین ہے بلکہ وہ مقدمہ بالصراحت اون کے مفید ہے ہمارے روبرو برٹش انڈیا کے ایسکیڈیشن کا کوئی مقدمہ پیش نہین کیا گیا ہے جس مین اس مسئلہ کا تصفیہ کیا گیا ہو اور نہ ہمین بھی کوئی ایسا مقدمہ ملا ہے ایک مقدمہ جو انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۲۵ صفحہ ۸۶۳ پر شایع ہوا ہے وہ اس کے قریب قریب ہے اور ایک اصول متعلق کیا جا سکتا ہے اوس مقدمہ مین مجسٹریٹ نے ملزم کو بلوہ کا مجرم ثابت قرار دیا اور سشن جج نے بھی اوس حکم کو بحال رکھا ہائیکورٹ نے بصیغہ نگرانی حکم اثبات جرم و سزا کو منسوخ کرکے مقدمہ تحقیقات مکرر کیلئے واپس بھیجا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ

کیجا چکی ہو تو ہم یہہ قرار دینے کے لئے آمادہ ہین کہ جدید مجسٹریٹ اسطرح عمل نہین کر سکتا گویا کہ فرد جرم مرتب نہین ہوئی تھی گو اوسکی یہہ رائے ہو کہ ملزم اوس شہادت پر بری کیا جائے " بالآخر چیف کورٹ نے قرار دیا کہ گو مجسٹریٹ نے حکم رہائی صادر کیا ہے لیکن حقیقت مین وہ حکم برات تصور کیا جانا چاہئے اُس فیصلہ کی حال ہی مین مدراس ہائیکورٹ نے ایک مقدمہ مین تقلید کی جو مدراس لا جرنل جلد ۲۷ صفحہ ۵۸۹ پر شایع ہوا ہے اور جس مین قرار دیا گیا ہے کہ جدید مجسٹریٹ اوس فرد جرم کو نظر انداز نہین کر سکتا ہے جو سابقہ مجسٹریٹ نے مرتب کی ہو اور اوسکی حالت وہی ہے جو سابقہ مجسٹریٹ نے کی ہوتی جب فرد جرم مرتب کرنے کے بعد اوس نے استغاثہ کے گواہون پر حسب دفعہ (۲۵۶) ضمن (۱) جرح مکرر سماعت کی ہوتی اور اوس پر غور کرنے کے بعد اوس کو اس امر کا اطمینان ہوتا کہ ملزم پر الزام ثابت نہین ہے "

اسلئے یہہ واضح ہے کہ حسب دفعہ (۲۸۱) تحقیقات مکرر کئے جانیکا یہہ اثر نہین ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کا یہہ حکم کہ فرد جرم مرتب کیجائے بے اثر ہو جائے اور ایسی صورت مین ناظم فوجداری کو اُس مقدمہ مین اس طرح کارروائی شروع کرنی چاہئے گویا کہ مثل مین فرد جرم موجود ہے اسلئے وہ وجہ جسپر ملزم کے اُس حق کے خلاف استدلال کیا گیا تھا کہ وہ اپنی تحقیقات اوسی شخص سے کرا سکتا ہے جس نے شہادت کو خود سماعت کیا ہو تسلیم کئے جانیکے قابل نہین ہے اور ہماری رائے مین ناظم فوجداری کو ملزم کی درخواست منظور کر کے استغاثہ کے گواہون کو مکرر طلب کرنا چاہئے تھا بوجوہ مندرجہ بالا ہم نہایت ادب کیساتھ پیشگاہ خسروی مین یہہ رائے عرض کرینگے کہ جلسہ متفقہ کا حکم جو جلسہ خمسہ کی نامکمل رائے پر مبنی ہے منسوخ کیا جائے اور مقدمہ کسی ایسے جدید ناظم فوجداری کے روبرو بھیجے اوسکی سماعت کا اختیار ہو تحقیقات مکرر کے لئے بھیجا جائے "۔

آئین دکن　جلد ۲۲　سنہ ۱۳۳۲ ف　صفحہ ۱۲۵

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

باجلاس عالیجناب راؤ بہادر جی کشنما چاری صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل و عالیجناب رائے بالمکند صاحب بی۔ اے و عالیجناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب ارکان

شیورام ملزم مرافع بنام سکھارام مستغیث مرافعہ علیہ

مرافعہ بنا راضی فیصلہ جلسہ متفقہ مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی مصدرہ ... اسکے حکم برات منسوخ اور فیصلہ عدالت ابتدائی کا بحال

فیصلہ ۲۵ امرداد ۱۳۳۲ ف

اختیارات کی نگرانی جو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۴۳۶) کی روسے دئے گئے ہین - سلب اثر ہوجاتے ہین اور وہ مجلس عالیہ عدالت کے احکام کی قطعیت مین مخل ہوتی ہے یہہ بھی بحث کی گئی ہے کہ جب مجلس عالیہ عدالت فرد جرم مرتب کئے جانے کا حکم دے تو ناظم فوجداری کو اس امر کے متعلق کوئی اختیار باقی نہین رہتا کہ وہ فرد جرم مرتب کر سکا یا نہین - اور اسلئے استغاثہ کے گواہون کی شہادت مکرر قلمبند کرنے سے کوئی نتیجہ نہین ہے ان مباحث مین اس بات کو نظر انداز کردیا گیا ہے کہ فرد جرم مرتب کرنیکا حکم اس طور پر قطعی نہین ہے کہ ملزم کو خواہ مخواہ سزا دیجائے بلکہ اوس کے بعد بھی ناظم فوجداری یہہ قرار دیسکتا ہے کہ ملزم نے جرم کا ارتکاب نہین کیا ہے اور ایسی حالت مین کیا یہہ ضروری نہین ہے کہ ملزم کو یہہ موقع دیا جائے کہ وہ اپنے خلاف گواہون کا اظہار اوسی شخص کے روبرو قلمبند کرائے جو بالآخر اوسکے مجرم ہونے یا نہ ہونے کے متعلق رائے قایم کرے تاکہ وہ اون گواہون کے اس طرز ادا و حالت پر بھی غور کرسکے اسطرح موقع نہ دیاجائے تو کلکتہ ہائیکورٹ کی رائے مین تحقیقات خلاف قانون ہوجاتی ہے ہمارے خیال مین یہہ بحث ایک غلط فہمی پر مبنی ہے یہہ فرض کر لیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کو گواہون کے مکرر طلب کرنے کا اختیار دیا جائے تو اوسکا لازمی نتیجہ یہہ ہوگا کہ مجلس عالیہ عدالت کا یہہ حکم کہ فرد جرم مرتب کیجائے عملی طور پر منسوخ ہوگیا لیکن ایسا نہین ہوگا (ملاحظہ ہو پنجاب رکارڈ بابتہ ۱۹۰۵ء فوجداری صفحہ (۳۵) اوس مقدمہ کے واقعات یہہ تھے کہ ایک مجسٹریٹ کو ملزم کے خلاف فرد جرم مرتب کرنے کے بعد اوس مقدمہ مین اختیارات باقی نہ رہے جب مقدمہ جدید مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہوا تو ملزم نے تحقیقات مکرر کی درخواست پیش کی جو منظور کی گئی اور شہادت قلمبند کرنے کے بعد مجسٹریٹ نے ملزم کو رہا کیا پنجاب [illegible] اوس کے متعلق لکھا کہ " مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۳۵۰) کے معائنہ کے بعد جو مجموعہ ضابطہ فوجداری ممالک محروسہ سرکار عالی کی دفعہ (۳۸۱) کے ہم مضمون ہے) ہماری یہہ رائے ہے کہ واضعان قوانین کا صرف یہہ منشا تھا کہ ملزم کو یہہ حق دیا جائے کہ وہ اوس مجسٹریٹ کو جو بالآخر اوس کے مقدمہ کا فیصلہ کرے گا اوس بات پر مجبور کرسکے کہ وہ استغاثہ کی شہادت خود سماعت کرکے اوس کے متعلق رائے قایم کرے اور یہہ منشا نہین تھا کہ اوسکو وہ اختیارات حاصل ہوجائین جنکی صراحت مجموعہ ضابطہ فوجداری علاقہ سرکار عظمت مدار کی دفعہ ۴۳۶ مین دیگئی ہے اور جو مجموعہ ضابطہ فوجداری ممالک محروسہ سرکار عالی دفعہ (۴۸۳ ضمن (ب) فقرہ (۱) مین دی گئی ہے اور وہ عملی طور پر تحقیقات مکرر کا حکم دیسکے اگر مقدمہ اس نوبت پر پہونچ گیا ہو کہ فرد جرم مرتب

مکان واقع موضع باشنی تعلقہ بوری ضلع سرسالہ علاقہ جاگیرات نواب فخر الملک بہادر مین آگ لگائی کوتوال نے جبکہ اوس واقع کی اول اطلاع دی گئی اوسکا بنا پر چالان کرنے سے انکار کیا کہ کوئی معتبر شہادت اوس واقعہ کی نہین ہے اوسکے بعد مستغیث نے ناظم فوجداری ضلع سرسالہ کے روبرو استغاثہ پیش کیا اور ناظم مذکور نے مقدمہ نمبر پر لیکر تحقیقات شروع کی اور مرافع اور دو اور اشخاص کے مقابلہ مین فرد جرم مرتب کی اور باقی ملزمین کو رہا کیا اوسکے بعد شہادت صفائی قلمبند کی گئی اور بالآخر اون دو اشخاص کو بری کیا گیا اور مرافع کے مقابلہ مین جرم ثابت قرار دیکر تین سو روپیہ جرمانہ یا بعدم ادائی چھہ مہینے کی قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اس حکم کی ناراضی سے مرافع نے مجلس عدالت جاگیرات علاقہ نواب فخر الملک بہادر مین مرافعہ رجوع کیا اور مجلس مذکور کے جلسہ متفقہ نے مرافع کو بری کیا اس حکم برات کی ناراضی سے مستغیث نے مجلس عالیہ عدالت مین نگرانی پیش کی اور مجلس عدالت کے جلسہ متفقہ نے حکم برات کو منسوخ کرکے مرافع کے خلاف اوس حکم سزا کو بحال کیا جو عدالت نے صادر کیا تھا اوس حکم کی ناراضی سے مرافع نے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ رجوع کرنے کے لئے خاص اجازت کی درخواست پیش کی اور بذریعہ فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۲ھ اجازت عطا ہوئی۔ جب یہہ مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہوا اور ہمنے وکیل مرافع اور وکیل سرکار کی بحث سماعت کی۔ وکیل مرافع نے ہمارے روبرو دو امور پیش کئے ہین اول امر یہہ ہے کہ اختیارات نگرانی اور مرافعہ مین اہم فرق ہے اور دفعہ ۳۴۶ مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی مین اس امر کی صراحت موجود ہے کہ اگر مرافعہ قانوناً ہوسکتا ہو اور مرافعہ نہ کیا گیا ہو تو کوئی کارروائی حسب استدعا اوس فریق کے جو مرافعہ کرسکتا تھا بصیغہ نگرانی نہ کیجائیگی مقدمہ ہذا مین بنا راضی حکم برات عدالت العالیہ نے جس قدر کارروائی فرمائی وہ قانوناً صحیح نہین ہے اور اوس سے مرافع کے حق مین نہایت سختی ہوئی۔ اوس کے متعلق وکیل مرافع نے یہہ بحث کی کہ چونکہ مجلس علاقہ جاگیر کے حکم برات کا مرافعہ مجلس عالیہ عدالت مین ہوسکتا تھا اسلئے مجلس عالیہ عدالت کو درخواست نگرانی کی سماعت کا اختیار نہ تھا ہمین اس بحث سے اتفاق نہین ہے جس دفعہ پر وکیل مرافع استدلال کرتے ہین اوسمین صرف اوس فریق کیجانب سے درخواست نگرانی پیش کئے جانیکی مخالفت ہے جو حکم برات کا مرافعہ کرسکتا ہو اس مقدمہ مین مستغیث مرافعہ نہین کرسکتا تھا اور اسلئے کوئی امر اوسکا مانع نہین ہے کہ وہ عدالت کے حکم کی نگرانی کے لئے درخواست پیش کرے قطع نظر اوسکے ہم اس بحث کو تسلیم نہین کرسکتے کہ کسی مقدمہ مین بھی برات کے حکم کی

نگرانی و مرافعہ - مرافعہ کے بجائے نگرانی ۔ مرافعہ کا حق مستغیث کو نہ ہونا ۔ مجلس عالیہ عدالت کا اختیار نگرانی ۔ حکم برات کو اثبات جرم سے تبدیل کرنا ۔ شہادت استغاثہ ۔ مرتکب جرم کے مقابلہ میں شہادت استغاثہ کو باور نہ کرنا ۔ مقام واردات پر ملزم کا وجود جس نے کوئی عمل نہ کیا ہو ۔ دفعات ۱۹ و ۲۰ دستور مجلس عالیہ عدالت ۔ دفعہ ۳۶۴ ۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی فرمان مبارک مصدرہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ ۔

تجویز ہوئی کہ

(۱) بلحاظ دفعہ ۴۳۶ ضابطہ فوجداری جس مقدمہ میں مرافعہ قانوناً ہو سکتا ہو اور مرافعہ نہ کیا گیا ہو تو حسب ابتدائی اوس فریق کے جو مرافعہ کر سکتا تھا بصیغہ نگرانی کوئی کارروائی نہ کیجائیگی حکم برات کا مرافعہ چونکہ مستغیث نہیں کر سکتا تھا اسلئے کوئی بارش گرانی نہ تھا اور مجلس عالیہ عدالت کو اختیار سماعت نگرانی ہے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کیا جاوے کہ یہ اختیارات بالصراحت باقی نہیں رکھے گئے ہیں ۔

۲ - مجلس عالیہ عدالت کو دفعہ محولہ بالا کے ضمن (۵) کی رو سے یہ اختیار نہیں ہے کہ بصیغہ نگرانی ملزم کے مقابلہ میں حکم برات کو اثبات جرم سے مبدل کرے دفعات ۱۹ و ۲۰ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کی رو سے جو اختیار تفویض ہے اوس کے رو سے بھی ایسا حکم بلحاظ منشاء الفاظ صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ اور جبکہ ضابطہ میں بالصراحت حکم ہے جو دستور العمل کے بعد نافذ ہوا ہے اسلئے حکم خاص بر حکم عام کی وجہ سے منسوخ سمجھا جائیگا اس خاص بحث کا تصفیہ کیا گیا ہے عام طور پر دستور العمل کی دفعات کا کیا اثر ہوا ہے اوسکے تصفیہ کی ضرورت نہیں نتیجتہً مجلس عالیہ کا حکم اثبات جرم قابل تنسیخ ہے (تنقیح طلب دیگر ... ۱۵ صفحہ ۱۵۷ کا حوالہ دیا گیا اور جلد ۱۲ صفحہ ۲۰۹ ممیز کیا گیا ۔)

۳ - مجلس عالیہ نے قرار دیا ہے کہ عدالت مرافعہ تنہا نے سماعت مرافعہ نامناسب کی ایسی حالت میں مقدمہ قابل واپسی عدالت ماتحت تھا اور ہم بھی واپسی کے لئے سفارش کرتے لیکن بلحاظ حالت مقدمہ کے الزام تین ملزمون پر تھا اور شہادت استغاثہ میں تینوں ملزمون کے بدلے کا ذکر تھا لیکن حاکم ضلع نے دو ملزمین (جن میں سے ایک مرتکب جرم تھا) کے متعلق اوس شہادت کو صحیح باور نہیں کیا مرافع صرف مقام واردات پر موجود تھا ایسی حالت میں وہ قابل برات ہے مقدمہ کی واپسی بغرض سماعت یا تحقیقات مکرر ضرورت نہیں ہے مرافعہ منظور ۔

منجانب مرافع مولوی محمد عنایت حسین خانصاحب وکیل حاضر - منجانب سرکار عالی مولوی سید ابو القاسم صاحب وکیل حاضر

فیصلہ - سکھارام مستغیث نے شیورام مرافع اور پانچ اور اشخاص پر یہ الزام لگایا کہ اونھوں نے

بحث کی تائید ہوتی ہے لیکن دفعہ کے الفاظ ایسے صاف ہیں کہ ہم نہیں خیال کرتے ہیں کہ اوس دفعہ کے
منشاء کی توضیح کے لئے کسی نظیر کی ضرورت ہے فاضل وکیل نے جو اوس مقدمہ میں سرکار کیجانب
سے حاضر ہوئے ہیں اس بات کو تسلیم کیا کہ جہاں تک کہ مجموعہ ضابطہ [illegible] کا تعلق ہے مجلس عالیہ
عدالت کے اختیارات اوس حد تک محدود کئے گئے ہیں جس طرح کہ مرافع کیجانب سے بحث کیجاتی
ہے لیکن اونہوں نے ہماری توجہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کی دفعات ۱۹ و ۲۰ کیجانب مبذول
کرکے یہہ بحث کی کہ اون وسیع اختیارات کے مدنظر جو دفعہ ۲۰ میں درج ہیں ضمن (۵) کا خاص حکم مجلس عالیہ
عدالت کے اختیارات پر موثر نہیں ہو سکتا۔ دفعات مذکور کا منشاء یہہ ہے کہ مجلس عالیہ عدالت
اوس مثل کا معائنہ کرنیکے بعد جو حسب دفعہ ۱۹ طلب کیگئی ہو حسب دفعہ ۲۰ دستور العمل مجلس عالیہ
عدالت عدالت ماتحت کے حکم کو بحال رکھ سکتی ہے یا منسوخ یا ترمیم کر سکتی ہے یا مقدمہ کو
تجویز ثانی کے لئے محکمہ ماتحت میں واپس بھیج سکتی ہے اس لئے اگر تنقیح طلب یہہ ہے کہ آیا
اس مقدمہ میں یہہ کہا جا سکتا ہے کہ مجلس عالیہ عدالت نے مجلس جاگیر کے حکم کو ترمیم کیا لفظ "
ترمیم" کی دستور العمل مجلس عالیہ عدالت یا کسی اور قانون میں کوئی تعریف نہیں کی گئی ہے اور
اوس کے معمولی منشاء کے لحاظ سے یہہ قرار دینا ممکن نہیں ہے کہ جب کوئی عدالت کسی حکم کو
منسوخ کرکے اوس کے بالکل خلاف کوئی دوسرا حکم صادر کرے تو اوس نے حکم منسوخ شدہ کو
ترمیم کیا۔

فاضل وکیل سرکار بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف دفعات متذکرہ صدر ہی
کے لحاظ سے وہ مجلس عالیہ عدالت کے حکم کی تائید کر سکتے ہیں اگر [illegible] بحث کے لئے یہہ فرض
بھی کر لیا جائے کہ مجلس عالیہ عدالت کا حکم ایسا ہے جس کے رو سے عدالت ماتحت کا حکم ترمیم
کیا گیا ہے تو یہہ امر تصفیہ طلب ہوگا کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۴۶ ضمن (۵) کا دستور العمل
مجلس عالیہ عدالت کی دفعہ (۲۰) پر کیا اثر پڑا ہے [illegible] کا تعلق مجلس عالیہ عدالت
کے اختیارات سے ہے اور دستور العمل کی دفعہ [illegible] ضابطہ فوجداری کی
دفعہ میں جو دستور العمل کے بعد نافذ ہوا ہے اون عام اختیارات [illegible] دستور العمل کے رو سے
استعمال کئے جا سکتے تھے ایک اختیار [illegible] نہیں رکھا گیا ہے [illegible] حکم [illegible] کے
رو سے سابقہ عام حکم اوس حد تک منسوخ ہو گیا جس کی حکم [illegible] کی گئی ہے
بجز اوس کے کہ یہہ بحث کیجائے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری دستور العمل پر موثر نہیں ہو سکتا اور [illegible]

نگرانی مجلس عالیہ عدالت میں نہیں ہو سکتی ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ براءت کے مقدمہ
میں مجلس عالیہ عدالت کو بصیغہ نگرانی دست اندازی کرنے میں بہت تامل ہوگا لیکن ہر مقدمہ
کا تصفیہ اوس کی روئداد پر کیا جائیگا اسلئے بجز اوس کے کہ یہہ ثابت کیا جائے کہ ایسے مقدمات
میں مجلس عالیہ عدالت کے اختیارات نگرانی بالصراحت باقی نہیں رکھے گئے ہیں ہم خیال کرتے
ہیں کہ مجلس عالیہ عدالت کو عدالتہائے ماتحت کے احکام کی نگرانی کرنیکا اختیار حاصل ہے
کوئی ایسا حکم یا قانون ہمارے روبرو پیش نہیں کیا گیا ہے اور اس لئے ہماری رائے میں مجلس
عدالت اس مقدمہ میں مستغیث کی درخواست نگرانی کا تصفیہ کرنیکی پوری طور پر مجاز تھی وکیل
مرافعہ نے دوسرا امر جو پیش کیا وہ یہہ تھا کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ممالک محروسہ سرکار عالی کی
دفعہ ۳۴۶ ضمن (۵) کی رو سے مجلس عالیہ عدالت کو یہہ اختیار نہ تھا کہ تجویز براءت کو تجویز اثبات
جرم سے تبدیل کرے اور چونکہ اس مقدمہ میں مجلس عالیہ عدالت نے ایسا کیا ہے اسلئے اوس
کا حکم خلاف قانون ہے۔

ہمارے خیال میں یہہ بحث تسلیم کئے جانے کے قابل ہے دفعہ (۳۴۶) ضمن (۵) حسب ذیل ہے۔

"اس دفعہ کی کوئی عبارت اوس اندراج سے متعلق نہ ہوگی جو حسب دفعہ (۲۵۴) کیا جائے
اور نہ اوس سے مجلس عالیہ عدالت کو یہہ اختیار ہوگا کہ تجویز براءت کے عوض تجویز اثبات
جرم صادر کرے"

اس ضمن کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کا یہہ اختیار باقی نہیں رکھا گیا ہے کہ
وہ حکم براءت کو حکم اثبات جرم سے تبدیل کرے اور اسلئے حکم زیر بحث غلط معلوم ہوتا ہے اسی
بحث کی تائید میں فاضل وکیل نے نظیر مندرجہ آئین دکن جلد ۱۵ فوجداری صفحہ ۱۹۷ پیش کی
ہے گو اس مقدمہ میں امر تصفیہ طلب وہ نہ تھا جو اس مقدمہ میں پیش ہے لیکن اون اختیارات
کی نوعیت پر غور کرتے ہوئے جو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی رو سے مجلس عالیہ عدالت کو بصیغہ
نگرانی عطا ہوئے ہیں جو اجلاس کامل جلسہ خمسہ نے لکھا ہے اب دیکھنا یہہ ہے کہ ان اختیارات
میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو بصیغہ نگرانی استعمال نہیں کیا جا سکتا اوسکے متعلق دفعہ ۳۴۶ کے ضمن
۵ میں صاف حکم موجود ہے جس کا منشا یہہ ہے کہ تجویز براءت کے عوض تجویز اثبات جرم صادر
نہ کیجائے سوائے اس ایک قید کے اور کوئی قید عدالت نگرانی کے اختیارات متذکرہ دفعہ ۳۴۶
ضمن (الف) کے محدود کرنیکی غرض سے قایم نہیں کی گئی ہے" اس عبارت سے صرف مرافع کی

ہم یہہ قرار دینے پر مجبور ہین کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۳۶ ضمن (۵) کے صریح حکم کی موجودگی مین مجلس عالیہ عدالت کو یہہ اختیار نہین ہے کہ وہ بصیغہ نگرانی ملزم کے مقابلہ مین حکم برات کو اثبات جرم سے مبدل کر سکے لیکن ہم اس بات کی صراحت کرنا مناسب خیال کرتے ہین کہ ہمارا فیصلہ صرف اوس امر کے متعلق ہے جس کے بارے مین ہمارے روبرو بحث کی گئی ہے یعنے یہہ کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۳۶ ضمن (۵) کا مجلس عالیہ عدالت کے اختیارات نگرانی پر کیا اثر ہے اور ہم اس امر کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کرتے ہین کہ دستور العمل کی دفعات (۱۹ و ۲۰) کا مجموعہ ضابطہ فوجداری پر عام طور پر کیا اثر ہے نتیجہ یہہ ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کا حکم منسوخ کیا جانا چاہیئے۔ مجلس عالیہ عدالت نے اپنے فیصلہ مین قرار دیا ہے کہ عدالت ماتحت کے روبرو مرافعہ کی سماعت بطور مناسب نہین ہوئی ہے اوس صورت مین مجلس عالیہ عدالت کے لئے صحیح طریقہ یہہ تہا کہ حکم کو منسوخ کر کے مقدمہ سماعت مکرر کیلئے بہیجا جاتا اور معمولی حالت مین ہم بہی یہہ سفارش کرتے کہ مقدمہ سماعت مکرر کیلئے بہیجا جائے لیکن اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے اور اس بات کے مد نظر کہ گو شہادت استغاثہ مین بالصراحت ذکر تہا کہ تینون ملزمین مقام واردات پر موجود تہے لیکن ناظم ضلع نے اوس شہادت کو دو ملزمین کے متعلق صحیح باور نہین کیا اور منجملہ اون دو ملزمین کے ایک اصل مرتکب جرم تہا اور مرافع صرف مقام واردات پر موجود تہا۔ ہم نہین خیال کرتے ہین کہ حصول انصاف کی غرض سے اس مقدمہ کو سماعت یا تحقیقات مکرر کے لئے بہیجنا ضروری ہے بوجوہ متذکرہ صدر ہم نہایت ادب کیساتہہ پیشگاہ خداوندی مین یہہ عرض کرین گے کہ جلسۂ متفقہ کا حکم جہان تک کہ اوسکا تعلق مرافع سے ہے منسوخ کیا جائے اور وہ بری کیا جائے اور اگر جرمانہ وصول کیا جا چکا ہو تو وہ واپس کیا جائے۔

آئین دکن جلد ۲۳ ۱۳۲۴ف نمبر ۳

مرافعہ دیوانی جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب دیوان بہادر جی کشنا چاری صاحب مشیر قانونی و مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی ارکان

سنگناو کالوجی (ملزمین) مرافعان بنام سرکار عالی خدیو بیبی (مستغیث) مرافعہ علیہ

نمبر مقدمہ ۲۰ سنہ ۱۳۲۳ف
منفصلہ ۹ آبان
رجوع ۱۳۲۳ف

بنارافعی تجویز جلسۂ متفقہ مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی مورخہ ۱۰ ارخور داد ۱۳۲۳ف مشمولہ مثل نقل ۱۷۴۲ بابت ۱۳۲۹ف مشعرانیکہ کالوجی اور سنگناو بیکنا و مریا بہادر پاہنیا کے مرافعے نامنظور ہوئے۔

متعلق بحث مین یہہ ذکر کیا گیا تہا گو اوس پر استدلال نہین کیا گیا کہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت ایسے قوت کا نافذہ ہے جو مجلس وضع قوانین سے اعلی ہے اسلئے مجلس وضع قوانین کا کوئی قانون دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کے احکام پر موثر نہین ہو سکتا اس مقدمہ کے اغراض کے لئے اوس عام مسئلہ کا تصفیہ کرنا غیر ضروری ہے لیکن ہم یہہ ظاہر کر سکتے ہین کہ نظیر مندرجہ آئین دکن جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۹ مین جسکا متعاقب حوالہ دیا جائیگا ایسی بحث پر استدلال نہین کیا گیا تہا اور دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کے بھی بعض امور کے متعلق مجلس وضع قوانین کے ذریعہ سے ۱۳۴۱ف مین باوجود مخالفت کے ترمیم کیگئی ہے فاضل وکیل سرکار نے ایک نظیر مندرجہ آئین دکن جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۹ پر بہی استدلال کیا جب مین مجلس عالیہ عدالت نے اپنے اختیارات نگرانی ایک ایسے مقدمہ مین استعمال کئے تہے جس مین مجموعہ ضابطہ فوجداری کے باب (۱۱) کے روسے حکم دیا گیا تہا گو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۶۰ مین صریح حکم ہے کہ ایسے احکام کے متعلق مجلس عالیہ عدالت کو نگرانی کے اختیارات حاصل نہین تہے اور بحث کی کہ اسطرح سے مجلس عالیہ عدالت کو اس مقدمہ مین بہی باوجود احکام دفعہ ۳۶۴ ضابطہ ہذا وہ حکم صادر کرنے کا اختیار تہا جو اوس نے صادر کیا یہہ صحیح ہے کہ مجلس عالیہ عدالت نے ایک ایسے حکم کی نگرانی کی جو حسب باب ۱۱ مجموعہ ضابطہ فوجداری صادر کیا گیا تہا گو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۳۶۰) کی روسے مجلس عالیہ عدالت کو ایسا اختیار نہ تہا لیکن اوس مقدمہ مین میر مجلس صاحب کا فیصلہ اس بناء پر مبنی ہے کہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کی دفعہ ۱۹ اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۳۶۰) مین کوئی اختلاف نہین ہے ہمارے خیال مین اوس فیصلہ کا اصول موجودہ مقدمہ سے متعلق نہین ہے اور اسلئے اوسکے متعلق کسی رائے کا اظہار ضروری نہین ہے لیکن ہم اس امر کا اظہار کر سکتے ہین کہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کی دفعہ ۱۹ کی رو سے جو اختیارات دئے گئے ہین وہ اس غرض سے دئے گئے ہین کہ ماتحت عدالتون پر نگرانی رکہی جاسکے اور دستور العمل کی دفعہ (۱۹ و ۲۰) کی رو سے جن حالات مین مجلس عالیہ عدالت کو مثلاً طلب کرکے حکم صادر کرنیکا اختیار دیا گیا ہے اوس سے واضح ہوتا ہے کہ اوس کی اصلی غرض یہی تہی اور ان اختیارات کے مدنظر مجلس عالیہ عدالت اس امر کا تصفیہ کر سکتی ہے کہ جو مقدمات حسب باب ۱۱ تجویز کئے گئے ہین ان مین عدالت ماتحت کو اختیار سماعت حاصل تہا یا نہین۔ جہان تک ہم خیال کرتے ہین مقدمہ مندرجہ آئین دکن جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۹ مین صرف اسیقدر تصفیہ کیا گیا ہے بہر حال بلحاظ اغراض دفعات (۱۹ و ۲۰) دستور العمل مجلس عالیہ عدالت

کو زائل کیا جائے۔ چنانچہ اس مقدمہ میں بھی اس قسم کی سعی لاحاصل کی گئی ہے جس
کو ذی علم حاکم عدالت سشن نے اپنے معاملہ فہمی کی قوت کو صرف کرکے جلد تر معلوم
کر لیا۔ جس کی تائید صاف و صریح بیانات و درخواستہائے مشمولہ مثل سے بخوبی
ہے اس مقدمہ کا یہ پر حسرت انجام بظاہر پولیس کی اوس بے راہ روی کی وجہ
سے ہوا ہے جس پر عدالت سشن نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ پولیس نے اس
مقدمہ میں متصادم فریقین کے بائیس ۲۲ اشخاص کو بطور ملزم چالان عدالت کیا تھا
اور کہا جاتا ہے کہ علاوہ ان کے دو ملزم مفرور ہیں چالان شدہ ملزمین سے بعض
موضع وکلور کے مشار الیہ بھی ہیں۔ عدالت سشن نے بعد تحقیقات کے بارہ ۱۲ کو
بری اور صرف دس اشخاص کو ایک ایک سال یا چھ چھ ماہ کی قید و جرمانہ کا مستوجب
قرار دیا ہے منجملہ ان سزایاب ملزمین کے پانچ بنتیجہ مرافعہ مجلس عالیہ عدالت
سے بری ہو گئے۔ اور منجملہ ان پانچ اشخاص کے جن کے مرافعے مجلس عالیہ عدالت
سے نامنظور ہو گئے تھے صرف دو اشخاص مسمیان کالو و سنگنا نے یہاں [illegible]
مرافعہ پیش کیا ہے اس لئے ان دونوں مرافعات کا تصفیہ یکجائی حسب ذیل کیا
جاتا ہے۔ ان مرافعات کے تصفیہ کا دارومدار صرف نتائج شہادت پر ہے کوئی
قانونی بحث اس مقدمہ میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔ سنگنا کی نسبت جو شہادت
پیش ہوئی ہے وہ صرف گواہان نمبر ۱۱ و ۱۲ کے بیانات ہیں۔ ان میں سے گواہان
نمبر ۱۱ و ۱۵ اشخاص ہیں جن کا نام پولیس پٹیل کی ابتدائی رپورٹ میں بطور شریک
جرم درج ہے۔ لیکن پولیس نے ان کو چالان نہیں کیا بلکہ بطور گواہان رویت
پیش کیا ہے۔ پس جب تک ان کے بیانات کی تائید کسی دوسری قابل اعتماد
شہادت سے نہ ہو صرف ان کے بیانات پر کوئی تجویز سزا قرین احتیاط نہیں ہے
عجیب بات ہے کہ پولیس پٹیل کی ابتدائی رپورٹ مورخہ ۳۰ / اسفندار ۱۳۲۸ ف
میں جو واقعہ کے دوسرے ہی دن بھیجی گئی ہے سنگنا مرافعہ کا نام درج نہیں ہے
مگر باوجود اس کے سنگنا چالان میں بطور ملزم شریک کیا گیا۔ اور گواہان نمبر ۱۰ و ۱۱
جن کا نام رپورٹ مذکور میں شریک ہے ملزم نہیں بنائے گئے بلکہ بطور گواہ رویت
پیش کئے گئے ہیں۔ اس رپورٹ مورخہ ۳۰ / اسفندار ۱۳۲۸ ف کے خلاف میں جبکہ

رپورٹ ابتدائی واردات - قیاسات پر سزا - شہادت شریک جرم -

تجویز ہوئی کہ (۱) واردات کی ابتدائی رپورٹ مقدمات فوجداری مین ایک اہم نشان اوس صحیح راستہ کا ہے جسپر پولیس اور عدالتون کو تاحد امکان چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۲) بطور قاعدہ عام کے الزام کے ثابت قرار دینے کے لئے محض قیاسات گو وہ کسی قدر ہی معقول ہون اوس وقت تک کار آمد نہین ہوسکتے ہین جب تک کہ اون سے کوئی قرینہ ملزم کے خلاف اس درجہ قوی پیدا نہ ہو کہ بجز اوس کے مجرم تصور کرنے کے اور کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔

(۳) بعض ملزمین بطور گواہ شہادت مین پیش ہون تو جب تک اون کے بیان کی تائید کسی دوسری قابل اعتماد شہادت سے نہ ہو محض اون کے بیان پر تجویز سزا قرین احتیاط نہین ہے۔

منجانب مرافعان مولوی محمد اصغر صاحب کونسل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد عنایت حسین خان صاحب وکیل سرکار۔

فیصلہ - چالان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سنگین بلوہ کا مقدمہ ہے جو روز روشن مین علانیہ دو آدمیون کے خون ناحق پر ختم ہوا۔ یہ چالان اس درجہ موثر ہے کہ اگر وہ اوسی قدر صحیح بھی ہوتا تو اوس پر حسرت نتیجہ کا جو اس مقدمہ کا ہوا تحمل نہ کیا جا سکتا۔ افسوس ہے کہ تحقیقات کے بعد یہ پر از نمائش چالان اون مظلومین کا جو اس بلوہ مین کام آئے صرف ایک مٹا ہوا سا نشان سر سراز ثابت ہوا۔ اس کمیٹی نے اس کے قبل بھی بعض مقدمات مین یہ ظاہر کیا ہے کہ واردات کی ابتدائی رپورٹ مقدمات فوجداری مین ایک اہم نشان اوس صحیح راستہ کا ہوتا ہے جس پر پولیس اور عدالتون کو تاحد امکان چلنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ لیکن افسوس ہے کہ جیسا چاہئے اس رائے پر اوس طرح عمل نہین کیا جاتا ہے اور عہدہ داران بھی جن کے فرائض مین اس قسم کی ابتدائی رپورٹ مرتب کرنا ہے اس کو بہ کوشش صحیح مرتب کرنے پر آمادہ اور مائل نہین کئے جاتے ہین اور یہ امر زیادہ تر قابل افسوس ہے کہ جہان اس قسم کی رپورٹ پولیس کے منشاء کے خلاف ہوتی ہے وہان اس بات کی ناجائز کوشش کیجاتی ہے کہ اوس ابتدائی رپورٹ کے اعتماد

وہ اس سے بھی زیادہ مشتبہ اور تاریک ہے۔ گواہ نمبر ۸ نے سوالات ابتدائی میں
بشمول سنگنا کے جملہ ملزمین حاضر عدالت کی شناخت کی ہے لیکن سنگنا کے کوئی
افعال مجرمانہ بیان نہیں کئے ہیں۔ یہ بھی علاوہ دیگر طور پر مشتبہ ہونے کے جنکی صراحت
اوپر کی گئی ہے یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ سنگنا کی اوس مخالف پارٹی کے پاس مزدوری
پر کام کرتا تھا جو سنگنا کی پارٹی سے متصادم ہوئی اس گواہ کے بیان سے یہ بھی
صاف طور سے ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ آیا وہ سنگنا کو اوس کے نام کے ساتھ جانتا
بھی تھا یا نہیں اور آیا سنگنا بوقت واقعہ موقعہ واردات پر موجود تھا یا نہیں۔
البتہ گواہ نمبر ۱۱ نے سنگنا کی موجودگی بوقت واقعہ بیان کی ہے مگر اوس نے
کوئی تصریح سنگنا کے بوقت اقبال کی نہیں کی ہے گواہ نمبر ۱۲ مسماۃ کالی نے
اگرچہ سوال پیروکار دیگر ملزمین کا نام لیا ہے اور اون کے نام کے ساتھ اون کی
افعال کی تصریح بھی کی ہے لیکن سنگنا کا وہ مطلق نام تک نہیں لیتی ہے۔ اور
نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آیا وہ سنگنا کو جانتی بھی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت
سشن نے جس کی رائے سے مجلس عالیہ عدالت نے اتفاق فرمایا ہے شہادت
کی اس کمزوری کو محسوس فرمایا تھا لیکن محض اس وجہ سے کہ اس ملزم کو بخیال
عدالت موصوف اوس اراضی سے تعلق تھا جس کے قبضہ کے لئے یہ نزاع برپا
ہوئی تھی۔ شہادت کی کمزوری سے قطع نظر کر کے سنگنا کو بھی مجرم تحریر فرمایا ہے
ہماری رائے میں بطور قاعدہ عام کے الزام کے ثابت قرار دینے کے لئے محض
قیاسات گو وہ کسی قدر بھی معقول ہوں اوس وقت تک کار آمد نہیں ہو سکتے
جب تک کہ اون سے کوئی قرینہ ملزم کے خلاف بلا شائبہ ریب و شک کے
اس درجہ قوی پیدا نہ ہو کہ بجز اوس کے مجرم تصور کر نے کے اور کوئی گنجائش
ہی باقی نہ رہے ایسے قیاسات جو ناکافی ہوں نہ اون سے قرینہ جو پیدا
ہو مقدمات فوجداری میں ملزم کو مجرم قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔
کالو کی نسبت اگرچہ شہادت سنگنا کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور صاف
ہے مگر تاہم کیفیت و کمیت میں اوس شہادت سے زیادہ نہیں ہے جو کہ
ملزمین مبرات یافتہ کے خلاف پیش کی گئی ہے۔ یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ

پولیس پٹیل موضع سرپور نے (جہاں وقوعہ ہوا) مرتب کی ہے۔ ایک دوسری رپورٹ
گماشتہ مالی پٹیل موضع سانگوی کی پیش کرائی گئی جہاں کے ملزمین رہنے والے ہیں
رپورٹ ۲۹ر اسفندار ۱۳۲۸ف کی ہے اس رپورٹ کو پیش کرکے پولیس نے یہ کو
کی ہے کہ رپورٹ مورخہ ۳۰ر اسفندار ۱۳۲۸ف غلط ثابت کی جائے اور نتیجہ اس
کوشش کا یہ ہوا ہے کہ نہ تو ابتدائی رپورٹ مورخہ ۳۰ر اسفندار ۱۳۲۸ف قابل اعتما
رہی نہ دوسری رپورٹ مورخہ ۲۹ر اسفندار ۱۳۲۸ف ہمکو کچھ شبہ نہیں ہے کہ
یہ دوسری رپورٹ مورخہ ۲۹ر اسفندار ۱۳۲۸ف ایک قطعی جھوٹی اور غلط رپورٹ
ہے جو محض اس لئے مرتب کرائی گئی ہے کہ ۳۰ر اسفندار کی رپورٹ کو غلط ثابت کیا
جائے۔ نہ صرف ناگنا گماشتہ پٹیل کی درخواست مورخہ ۴ر دے ۱۳۲۹ف سے بلکہ
اون قرائن اور وجوہ کی بنیاد پر جو فاضل سشن جج نے اپنی تجویز (کاپی مطبوعہ صفحہ ۴۰۸)
میں تحریر فرمائے ہیں ہم اس آخری رپورٹ کو غلط باور کرنے پر مجبور ہیں مزید
براں ایک اور قرینہ قاطعہ اس رپورٹ کے غلط باور کرنے کے لئے موجود ہے پولس
نے جو پرچہ اطلاع وارودات کا چاک کیا ہے اوس میں بھی صرف ۳۰ر اسفندار کی رپورٹ
ابتدائی مرتبہ پولیس پٹیل سرپور کا ذکر ہے۔ آخری رپورٹ مورخہ ۲۹ر اسفندار کا کوئی
ذکر نہیں ہے۔ اگر درحقیقت ۲۹ر اسفندار کی کوئی رپورٹ پولیس پٹیل سانگوی نے
بھیجی ہوتی تو یقیناً ۳۰ر اسفندار کی رپورٹ مرتبہ پولیس پٹیل سرپور سے پہلے کوتوالی
کو مل جاتی مفتش نے اپنے بیان مورخہ ۱۹ر شہریور ۱۳۲۸ف میں بھی جو عدالت
سشن میں قلمبند کیا گیا ہے اس رپورٹ مورخہ ۳۰ر اسفندار مرتبہ پولیس پٹیل
سرپور کا ذکر کیا ہے۔ اور رپورٹ مابعد مورخہ ۲۹ر اسفندار ۱۳۲۸ف کا جو بطور صحیح
رپورٹ کے بیان کیجاتی ہے کوئی ذکر نہیں کیا ہے (کاپی مطبوعہ صفحہ ۱۲۱) پس ان
قرائن اور اون وجوہ سے جو عدالت سشن نے اپنی تجویز میں مفصل لکھے ہیں
اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے کہ ۲۹ر اسفندار ۱۳۲۸ف کی تاریخ
ڈالکر پولیس پٹیل موضع سانگوی سے ایک غلط رپورٹ ایک عرصہ دراز کے بعد مرتب
کرائی گئی اور یہ وہ قابل افسوس نتیجہ ہے کہ جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے ابتدائی
رپورٹ کی اس حالت وحشت پہ نظر کرنے کے بعد اگر شہادت پر نظر ڈالی جائے تو

اوس شہادت کو جو کالو کے خلاف پیش کی گئی ہے عدالت سشن نے ایک نہایت
نمایان واقعہ کی نسبت جس کو سب گواہون نے بالاتفاق بیان کیا ہے مردود
اور ناقابل اعتماد قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے مقدمہ کی وہ ساری اہمیت باقی
رہی ہے جو چالان سے ظاہر ہوتی تھی لیکن بقیہ واقعات کے لئے جو در اصل
بہت ہی کم اہمیت رکھتے ہین اس شہادت کو قبول کر لیا گیا ہے۔ تفصیل اس
اجمال کی یہ ہے کہ چالان مین یہ بیان کیا گیا تھا کہ کالوجی کی بندوق کے فیر سے
ایک شخص کشتیا نامی جو کالو کی پارٹی مین شریک تھا نشانہ بنگیا۔ اور اسی واقعہ پر
شہادت کا تمام تر زور ہے۔ لیکن عدالت سشن نے نہایت معقول وجوہ پر
اس شہادت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور طبی شہادت شمولہ مثل
سے بھی اس نتیجہ کی تائید ہوتی ہے ڈاکٹری شہادت سے یہ امر ثابت ہے کہ
کالوجی کے ہاتھ کی انگلیان اس قابل نہین ہین کہ اون سے بندوق کا گھوڑا
کھینچکر گرایا جا سکے۔ پس جن گواہون نے اتنے بڑے واقعہ کو (کہ کالو نے بندوق
کا فیر کیا) جھوٹ بیان کرنے مین دریغ نہ کیا اونپر دیگر بیانات کی نسبت اعتماد
کرنا خطرناک ہے۔ اور شہادت کی اس بے اعتمادی کو اون قیاسات سے
رفع نہین کیا جا سکتا ہے جو عدالت سشن نے کالو کے شریک بلوہ ہونے
کی نسبت قایم فرمائے ہین۔ یہ صحیح ہے کہ کالوجی اپنے آپ کو اس کھیت کا
کاشتکار و قابض بیان کرتا ہے جو اس مقدمہ کی نزاع کی بنیاد ہے۔ لیکن محض
اس قیاس پر ہم اوس بے اعتمادی سے قطع نظر نہین کر سکتے جو گواہون کے
بیانات کی نسبت نمایان طور پر پیدا ہو گئی ہے۔ اور تقریبا یہی شہادت اون
جملہ ملزمین کی نسبت بھی تھی جن کو عدالت سشن و مجلس عالیہ عدالت نے قابل
برات تجویز فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کو کالو کے بیان
کی نسبت کسی قدر غلط فہمی پیدا ہو گئی جو مثل کی ضخامت کیوجہ سے تعجب خیز
نہین ہے۔ مجلس عالیہ عدالت نے اپنی تجویز مین یہ تحریر فرمایا ہے کہ "کالوجی
نے بلوہ مین جانا تسلیم کیا ہے" (کاپی مطبوعہ صفحہ ۴۴۴) لیکن ہم کو مطبوعہ
مثل مین کالوجی کا کوئی ایسا بیان نہین ملا ہے۔ جو بیان کالوجی کا کاپی مطبوعہ

اونہون نے اس شہادت پر اپنی بحث مین زور نہین دیا ہے۔ کیونکہ شہادت محض
ضعیف ہی نہین ہے بلکہ وہ مشتبہ بھی ہے۔ معمولاً کوئی شخص جس کے متعلق یہ بیان
کیا جاتا ہے کہ اوس نے مال کا سرقہ کیا ہے۔ اوس مال کو کھلے ہوئے مقام پر نہین
ڈالتا ہے۔ بالخصوص جب اوس کو یہ علم ہو کہ کوتوالی اوس مال کی تفتیش کر رہی ہے
قطع نظر اس کے اوس کپڑے کی شناخت مین کوئی ایسی بات نہین ہے کہ گواہ اوس
کی شناخت کر سکتے کیونکہ وہ سلیہ طور پر معمولی نمونہ کا ہے۔ اس لئے جہانتک ملزم
کے قبضہ سے مال برآمد ہونیکا تعلق ہے ہمین کوئی شبہ نہین ہے کہ اوس کی
بناء پر بحکم اثبات جرم بھی نہین کیا جا سکتا۔ لیکن سرکار عالی کے لائق وکیل نے
بحث کی ہے کہ یہ قابل اطمینان طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ مرافع موقع واردات
پر موجود تھا قطع نظر اس امر کے کہ جس شہادت پر وکیل سرکار استدلال کرتے ہین
وہ ایسے اشخاص کی ہے جو غرض رکھتے تھے دقت یہ ہے کہ فاضل سشن جج کی مثل
اس قدر غلط ہے کہ یہ قرار دینا ممکن نہین ہے کہ ملزم موقعہ واردات پر موجود تھا۔
اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ محض اوس کے ثابت ہونے پر حکم اثبات جرم جائز
ہو سکتا تھا۔ مثلاً گواہ گنیا کا بیان ہے کہ اوس نے منجملہ اور اشخاص کے ملزم کو دیکھا
اور وہ اوس کی شناخت کر سکتا یہ بیان کیا گیا ہے کہ شناخت سے مرافع مراد ہے
لیکن اوس کا نام حالات اور عدالتی کارروائی مین ماتا بھگت درج ہے مثل سے یہ
واضح نہین ہوتا ہے کہ جس گواہ نے یہ بیان کیا کہ وہ منجملہ ملزمین کے مثلاً سے
واقف تھا اوس نے مرافع کی شناخت کی اور اوس کی مراد اوس سے تھی بقیہ
دو گواہون نے مرافع کا ذکر "ماتا بھگت" کے نام سے کیا ہے اور کسی شہادت
سے یہ ظاہر نہین ہوتا ہے کہ اون گواہون نے مرافع کی شناخت کی۔ فاضل
سشن جج نے مرافع کو مثلاً کے نام سے سزا دی ہے گو اوس کا نام ماتا بھگت
تھا۔ مثل کی اس حالت مین یہ قرار دینا ناممکن ہے کہ مرافعہ کی شناخت اس طرح
کی گئی ہے کہ وہ شبہ سے خالی ہے۔ ہمین افسوس ہے کہ مثل کی ترتیب مین
زیادہ احتیاط نہین کی گئی ہے ان سب امور کے قطع نظر اس شہادت کی صحت
کے خلاف ایک نہایت قوی قیاس ہے گو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان تینون گواہون

نمونہ کا ہے۔ اس لئے ملزم کے قبضہ سے مال برآمد ہونیکا جہان تک تعلق ہے
اوسکے بناء پر حکم اثبات جرم مبنی نہیں کیا جا سکتا۔
ملزم کے موقع واردات پر موجود رہنے کی شہادت ایسے اشخاص کی ہے جو غرض
رکھتے ہین۔ ایسی شہادت پر یہ قرار دینا ممکن نہین کہ ملزم موقع واردات پر موجود تھا
گواہان نے ملزم کے نام مین اور شناخت مین اختلاف کیا ہے اور شناخت اس طرح
کی ہے کہ وہ شبہ سے خالی نہین اور اس رپورٹ مین جو کوتوالی کو دی گئی تھی اور
پنچنامہ مین ملزم کا نام درج نہین تفتیش کی کارروائی بھی مشتبہ ہے جن ملزمین کے نام
پنچنامہ مین درج ہین۔ اور جن کے اقبالات کا اوس مین ذکر ہے۔ وہ مدت تک گرفتار
نہین کئے گئے اور نہ گرفتار کرنے کی کوئی وجہ ظاہر کی گئی تو ملزمین جرم ڈکیتی سے
قابل برات قرار دئے گئے۔

منجانب مرافع۔ مولوی سید عسکری حسن صاحب کونسل۔
منجانب مرافع علیہ۔ مولوی سید ابو القاسم صاحب وکیل سرکار۔

فیصلہ۔ مرافع پر جرم ڈکیتی ثابت قرار دیکر اوس کو پانچ سال قید سخت کی سزا دی
گئی مجلس عالیہ عدالت نے بصیغہ مرافعہ اثبات جرم وہ حکم سزا بحال رکھا ہے۔ مجلس
عالیہ عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے یہ مرافعہ کیا گیا ہے اور مرافعہ بذریعہ فرمان
واجب الاذعان۔ مصدرہ ۲۵ر جمادی الاول ۱۳۴۱ھ نمبری لیا گیا ہے۔ دونون
عدالتہائے تحت نے اثبات جرم کو اس واقعہ پر مبنی کیا ہے کہ مرافع کے
قبضہ سے مال مسروقہ برآمد ہوا اور وہ موقع واردات پر موجود تھا۔ مرافع کے
جانب سے یہ بحث کی گئی ہے کہ اس کے قبضہ سے مال برآمد ہونیکی کوئی شہادت
نہین ہے۔ لائق وکیل نے جو سرکار کی جانب سے پیروی کے لئے مقرر کئے گئے
تھے گو ہماری توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ ایک گواہ نے یہ بیان
کیا ہے کہ ڈکیتی کے ارتکاب کے دس دن بعد ملزم کے مکان مین ایک چار
پائی سے ایک چاندی کا کڑا برآمد ہوا۔ لیکن اونہون نے یہ تسلیم کیا کہ شہادت
اس قدر ضعیف ہے کہ وہ حکم اثبات جرم کی جو اس واقعہ پر مبنی ہے تائید
نہین کر سکتے ہین۔ ہماری رائے مین لائق وکیل کا یہ عمل بالکل جائز ہے کہ

دستور العمل مجلس عالیہ عدالت بابتہ ۱۳۳۵ف دفعہ ۱۵۔ سپردگی بہ جلسہ کاملہ ارکان خمسہ کسطرح ہونی چاہیئے: باب مرافعہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کا دستور العمل مجلس عالیہ کے دفعہ ۱۵ پر موثر ہونا۔ دفعہ ۴۲۸ ضابطہ فوجداری۔ احکام ترتیب و اقسام اجلاس مندرجہ دستور العمل کا بحال رہنا۔ موازنہ شہادت کی نسبت عذر۔ جرم مندرجہ خلاصہ یا استغاثہ یا فرد قرارداد جرم۔ درجہ تخفیف یک جرم کا ثبوت آنا ضروری ہے۔ بلوہ کے لئے غرض مشترک کا لزوم اور اوسکا اثبات۔ غرض مشترک کا ثبوت بطور واقعہ ماقبل کے آنا ضرور ہے۔ الفاظ غرض و نیت اور اس کا فرق۔ نقص فرد قرارداد جرم اور اُس کا اثر دفعہ ۲۳۰۔ ۲۳۵ و ۵۳۷ ضابطہ فوجداری کا اثر۔

بعض ملزمین کو عدالت سشن سے بلوہ و قتل انسان مستلزم السزا مین پانچ پانچ سال قید با مشقت اور تین تین سو روپیہ جرمانہ کی سزا دیگئی بقیہ اس بناء پر بری کیئے گئے کہ اونکی نسبت شہادت اثبات جرم ناکافی ہے جن ملزمین کے نسبت سزا تجویز ہوئی ہے اونہون نے مرافعہ کیا اور سرکار نے ازدیاد سزا کے لئے نگرانی کی اجلاس کامل ارکان خمسہ سے بلحاظ آراء مرافعجات نامنظور ہوئے اور نگرانی مین بجائے ۵۔۵ سال کے دس دس سال قید تجویز کی گئی بصیغہ مرافعہ قرار دیا گیا کہ دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کی دفعہ ۱۵ کے رو سے جب کوئی مقدمہ جلسہ منقسمہ مین پیش ہو ارکان جلسہ منقسمہ جلسہ کاملہ ارکان ثلاثہ مین اور جلسہ کاملہ ارکان ثلاثہ جلسہ کاملہ ارکان خمسہ مین مقدمہ کا تحریراً سپرد کرین تو یہہ نہین کہا جاسکتا کہ مقدمہ خلاف اختیار سپرد کیا گیا تھا۔ اور وہ سپردگی تجویز ارکان خمسہ کو ناجائز کرتی ہے۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی کے باب مرافعہ مین کوئی دفعہ ایسی موجود نہین ہے جس سے کوئی اثر دستور العمل کی دفعہ ۱۵ پر ہو سکتا ہو دفعہ ۴۲۸ ضابطہ فوجداری مین صرف یہ حکم ہے کہ نظامت سشن کا مرافعہ مجلس عالیہ عدالت ... ہو سکیگا مگر اسکی صراحت نہین کہ اسکی سماعت مجلس عالیہ کے ... [illegible] ... اجلاسون سے اقسام ... [illegible] ... دستور العمل مجلس عالیہ ... [illegible] ... جب ... [illegible] ... ارکان مجلس عالیہ متفق ہین ملزمین نہ صرف ... [illegible] ... موجود تھے بلکہ مارنے مین حصہ بھی لئے ہین

میں سے گواہ نمبر (۱) نے مرافع کی شناخت ارتکاب جرم کے وقت کی تھی لیکن اوس گواہ نے مرافع کا نام اوس ابتدائی رپورٹ میں ظاہر نہیں کیا جو اوس نے کوتوالی کے پاس پیش کی تھی (مطبوعہ کتاب صفحہ (۶) ملاحظہ ہو) اگر گواہ نے مرافع کو اوس دن دیکھا تھا جیسا کہ وہ اب بیان کرتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اوس کا نام اوس رپورٹ میں نہ درج کیا جاتا جو کوتوالی کو دی گئی تھی مرافع کا نام اوس پنچنامہ میں بھی درج نہیں ہے جو بتاریخ ۵ اردی بہشت مرتب کیا گیا اوس [illegible] کی کل کارروائی بہت مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً بتاریخ ۱۵ اردی بہشت [illegible] دوسرے دن) ایک پنچنامہ کیا گیا جس میں چند ملزمین کے نام درج ہیں جنکے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اونہوں نے جرم میں شرکت کی اور بعض افعال کا اقبال کیا جو ان کے خلاف بیان کئے گئے تھے۔ لیکن وہ ۱۵ اردی بہشت تک گرفتار نہیں کئے گئے ملزمین مندرجہ پنچنامہ کے فوراً گرفتار نہ کئے جانے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ جملہ حالات پر غور کرنے کے بعد ہم قرار دیتے ہیں کہ مرافع کے خلاف شہادت اگر فی الواقع جھوٹی نہیں ہے تو اوس قدر مشتبہ ہے کہ اوس کو مجرم قرار دینا کسی طرح جائز نہ ہوگا لہٰذا بہ تذکرہ صدر نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ خسروی میں یہ رائے عرض کرتے ہیں کہ مرافع کے خلاف حکم اثبات جرم منسوخ کر کے اوس کو بری کیا جائے۔

(دیکھو [illegible] جلد ۱۱ [illegible] ۱۳۳۲ف صفحہ ۱۷۱ نظائر کمیٹی جلد ۳ بابت ۱۳۳۲ف صفحہ ۹۵)

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب نواب نظامت جنگ بہادر و جناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر و جناب نواب فخر یار جنگ بہادر و جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر و جناب نواب مسعود جنگ بہادر

سدنا — مرافع

ملزم

بنام

سرکار عالی — مرافعہ علیہ

نظائر مقدمہ نمبر [illegible] منفصلہ [illegible] ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

تجویز جلسہ کاملہ ارکان خمسہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۶ ر آذر ۱۳۳۲ف۔

مین خلل نہ پہنچے تو دفعہ ۵۰۳ ضابطۂ فوجداری اس نقص کو رفع کردیگی اور دفعہ ۵۰۴ ضابطۂ فوجداری کی رو سے اوس تجویز کو عدالت مرافعہ منسوخ یا متبدل نہ کریگی (فرد جرم اور اوسکی ترتیب پر بحث کی گئی)

منجانب مرافع - رائے کشیشر ناتھ صاحب و مولوی عنایت حسین خانصاحب وکلاء و پنڈت مانک راؤ صاحب کونسل و پنڈت گوپال راؤ صاحب و پنڈت جنار دہن راؤ صاحب وکلاء -

منجانب مرافعہ علیہ - مولوی قاضی محمد صدیق احمد صاحب وکیل سرکار بمعیت مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکیل -

فیصلہ - سلاح مہلک سے مسلح ہوکر بلوہ مع قتل کے مرتکب ہونے کا الزام (۴۴) اشخاص پر پولیس نے عاید کیا تھا جن مین سے ۱۲ روپوش تھے بقیہ (۳۲) ملزمین چالان عدالت کئے گئے اور عدالت ڈویژن رائچور سے عدالت سشن سمت گلبرگہ مین تجویز کے لئے سپرد کئے گئے - ان مین سے صرف (۸) کو عدالت سشن نے بلوہ و قتل انسان مستلزم السزا کی پاداش مین ۵ - ۵ سال قید باشقت اور تین تین سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی اور ۲۴ ملزمین کو اس بناء پر بری کردیا کہ اونکی نسبت شہادت اثبات جرم ناکافی خیال کیگئی - جن (۸) ملزمین کی نسبت سزا تجویز ہوئی تھی اونہون نے مجلس عالیہ عدالت مین مرافعہ کیا اور پولیس نے منجانب سرکار اون کے مقابلہ مین ازدیاد سزا کی غرض سے درخواست نگرانی پیش کی مجلس عالیہ عدالت مین درخواست ہائے مرافعہ و نگرانی کی ایک ساتھ سماعت ہوئی اور بالآخر اجلاس کامل ارکان خمسہ سے بغلبۂ آراء یہ تجویز صادر ہوئی کہ درخواست مرافعہ نامنظور و درخواست نگرانی منظور بجائے ۵ - ۵ سال ملزمین ۱۰ - ۱۰ سال باشقت قید رکھے جائین اور تین تین سو روپیہ جرمانہ ادا کرین ورنہ بصورت عدم ادائی جرمانہ اور ایک ایک سال قید رہین - اس تجویز کی ناراضی سے جوڈیشل کمیٹی مین مرافعہ دائر ہوا ہے جس کی سماعت کے لئے بروئے فرمان مبارک ہم (۵) شخصوں کا تقرر عمل مین آیا ہے ہم نے وکلاء فریقین کی بحث سنی اور اوس کے لحاظ سے اعذار مرافعہ اور کل روئداد مقدمہ پر غور کیا جس کے بعد ہماری رائے حسب ذیل ہے - مرافعہ کا پہلا عذر جو عذر ابتدائی کی

تو اس نوبت مرافعہ پر اُس کی ضرورت نہیں کہ اس عذر پر التفات کیا جائے جو سوائے شہادت سے متعلق ہے۔

عدالت مجاز ہے کہ چالان یا استغاثہ میں جو الزام درج کیا جائے اوس سے قطع نظر کرکے اور جرم کو ثابت قرار دے بلکہ جرم مندرجہ فرد جرم کے خلاف اوس جرم کو ثابت قرار دے جو واقعات متنقحہ سے بنتا۔

جب نفس واقعہ ثابت ہو جس پر جرم کا اطلاق ہوتا ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ قانونی لزوم ہے کہ وجہ تحریک بھی ثابت ہو بلکہ بصورت اثبات واقعہ (جس سے مکمل جرم بنتا ہو) اگرچہ تحریک منسبہ استغاثہ کی کافی تردید کردی جائے تب بھی اکثر صورتوں میں عدم اثبات کا جرم تصور قانوناً صحیح ہوگا۔

اگرچہ بلوہ کے مقدمات میں غرض مشترکہ کے ثابت ہونیکی ضرورت اس وجہ سے مسلم ہے کہ بغیر اوس کے بلوہ ہی نہیں بنتا تاہم قانون میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ غرض مشترکہ کو بطور واقعہ ماقبل علیحدہ طور سے ثابت کرنا ضرور ہے اس میں شک نہیں کہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان ہی واقعات ماقبل سے یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ غرض مشترکہ دراصل کیا تھی دفعات ۳۰ اور ۱۲۵ تعزیرات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مجمع خلاف قانون کے کسی شریک کو پہلے سے کسی خاص امر کا علم ہونا کوئی قانونی لزوم نہیں سمجھا جا سکتا پس ایسی حالت میں یہ نہیں تسلیم کیا جا سکتا کہ غرض مشترکہ کا بطور واقعہ ماقبل ثابت کیا جانا کوئی شرط قانونی ہے جسکے فروگذاشت سے اثبات جرم تحت دفعہ ۱۴۳ (بلوہ) یا دفعہ ۱۴۸ (مسلح ہوکر بلوہ کرنا) موثر ہو سکتا ہے غرض مشترکہ کی اور نہ نیت مشترکہ کی قانون میں کوئی تعریف کیگئی ہے جس کا ذکر دفعہ تعزیرات میں ہے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ قانون تعزیرات میں الفاظ غرض و نیت مترادف ہیں تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ قانون مذکور میں ان دونوں میں کوئی خاص ما بالامتیاز قائم نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نیت کی تعریف جو علم اصول قانون میں ہے ادس کی سخت پابندی تعزیرات میں نہیں کی گئی ہے جس سے نیت و غرض کے باہم فرق کی نسبت کوئی شبہ باقی نہ رہے (نیت و غرض پر بحث کی گئی)

فرد جرم گو ناقص مرتب ہوئی ہو مگر ملزم کو جو اپنی نسبت کوئی صفائی ظاہر اسوا اور زمانہ [illegible]

سپرد کیا مگر اپنی رائے اور اسکے مفصل وجوہ تحریری ظاہر نہیں کئے اس خیال سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہر سہ اراکین میں غلبہ آرا نہ ہو سکا اجلاس خمسہ میں یہ مقدمہ بحسب
دفعہ (۱۵) دستور العمل پیش ہوا اور یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آیا جلسہ خمسہ اس مقدمہ
کی سماعت کر سکتا ہے اجلاس خمسہ کے اراکین میں کثرت آرا اسپر ہوئی کہ اجلاس
خمسہ مجاز سماعت ہے اس کی ضرورت نہ تھی کہ غلبہ آرا نہ ہو سکنے کی وجوہ تحریر کئے
جائیں۔ اسی واقعہ یعنے سپردگی باجلاس کامل کے متعلق جو واقعات ڈاکٹر سید
سراج الحسن صاحب (سراج یار جنگ بہادر) نے اپنے فیصلہ میں تحریر کئے ہیں وہ
بھی قابل غور ہیں جس وقت مقدمہ ہذا اجلاس منقسمہ میں میرے سامنے پیش
ہوا تھا واقعات مقدمہ اور بیانات شہود پر کامل غور کرنیکے بعد مجھکو چند مسائل قانونی
حل طلب معلوم ہوئے جن کے تصفیہ کے بغیر تجویز صادر کرنا دشوار تھا میرے شریک
فاضل کا رجحان بھی ایسا ہی تھا (مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب ضیا یار جنگ
بہادر کی طرف اشارہ ہے) اور صورت ایسی ہی درپیش تھی کہ کل امور قانونی پر
پورا اتفاق ممکن نہ ہوا لہذا سہولت اسی میں نظر آئی کہ ایک فاضل رکن اور
اجلاس میں شرکت فرمائے چنانچہ جناب مرزا حمید حسین بیگ خان بہادر نے
اپنے فاضلانہ رائے اور وسیع تجربہ سے امداد فرمائی لیکن انکی مزید رائے سے
ایک نئی شکل پیدا کردی تجویز عدالت ماتحت کی صحت میں تو سب متفق ہوئے
اور بظاہر غلبہ آرا سے تصفیہ بھی دشوار معلوم ہوا اسلئے کہ تینوں ارکان کی رائے
میں اگرچہ تجویز فاضل سشن جج قابل اصلاح نظر آئی مگر یہ غلبہ آرا ایک تجویز
ہو سکی کیا مرافعہ منظور کیا جائے۔ کیا تجویز عدالت سشن اور تنقیحات جدید کا حکم
دیا جائے۔ کیا سزا مجوزہ میں اضافہ کیا جائے یہ سوالات بہ غلبہ آرا فیصل نہوسکے
اور مثل مقدمہ اجلاس ارکان خمسہ میں پیش ہو کر تجویز عمل میں لانا ضروری
اور لابد سمجھا گیا۔ ان بیانات کے لحاظ سے اب ہم دفعہ (۱۵) دستور العمل مجلس
عالیہ عدالت پر نظر ڈالتے ہیں جس کی عبارت حسب ذیل ہے "تمام مقدمات
فوجداری جو مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس منقسمہ میں سماعت ہونگے جب
ان کی تجویز بہ ثبت اجلاس منقسمہ کے دونوں اراکین مختلف رائے

شکل مین مجلس عالیہ عدالت کے اجلاس ارکان خمسہ پر پیش ہوا تہا) یہہ ہے کہ بلحاظ
دستور العمل مجلس عالیہ عدالت اجلاس کامل ارکان ثلاثہ وخمسہ مجاز سماعت مرافعہ نہ تہا
کیونکہ اون جلسون مین مقدمہ خلاف اختیار سپرد ہوا تہا اس عذر کے سمجھنے اور اوسکی
وقعت کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے اون واقعات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے جن پر یہہ
مبنی ہے۔ وہ یہہ ہین ابتداً مرافعہ حسب ضابطہ جلسہ متفقہ مین پیش ہوا تہا بعض امور
اور قانونی مسائل کی نسبت جو اس مین پائے گئے ارکان جلسہ متفقہ کو شکوک
پیدا ہوئے اور اونہون نے اس کو قرین احتیاط خیال کیا کہ ایک اور رکن کی شرکت
سے مرافعہ کی سماعت کرین تاکہ وہ شکوک رفع ہون اور متفقہ رائے قائم ہو سکے
اسلیئے اونہون نے (بلا تحریر آرا) ایک اور رکن کی شرکت کی تحریک کی اور مقدمہ
تین ارکان کے اجلاس پر پیش ہوا لیکن اتفاق سے وہان بہی بعد سماعت بحث
ارکان جلسہ کی آرا مین اتفاق نہو سکا اس وجہہ سے تب یہہ تحریک ہوئی کہ ارکان
خمسہ کے اجلاس پر از سر نو سماعت ہو مگر ارکان ثلاثہ نے بہی قبل سپردگی اپنی
آرا تحریر نہین کین بلکہ اس پر متفق ہوگئے کہ اجلاس ارکان خمسہ پر مقدمہ پیش
ہونا چاہیئے اس طرز کارروائی کو منجانب مرافعان بے ضابطہ بیان کیا جاتا ہے اور
اس بیضابطگی کے تصور سے یہہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جلسہ ارکان خمسہ کو نہ اختیار
سماعت حاصل تہا اور نہ وہ مجاز تجویز تہا۔ اس عذر کی نسبت میر مجلس صاحب
عدالت العالیہ نے اپنے فیصلہ مین جو کچھ لکہا ہے وہ توجہہ کے قابل ہے کیونکہ اوس
سے عذر کا تصفیہ ہو جاتا ہے "جب اس مقدمہ کی سماعت اجلاس خمسہ مین شروع
ہوئی تہی ایک بحث یہہ بہی پیش ہوئی تہی کہ آیا اجلاس خمسہ کو اختیار سماعت ہے
دراصل یہہ مقدمہ ایک جلسہ متفقہ مین پیش ہوا تہا اس جلسہ کے اراکین نے دفعہ
(۱۵) دستور العمل مجلس عالیہ عدالت کا حوالہ دیکر یہہ رائے ظاہر کی کہ اس مقدمہ کی
تجویز مین ایک اور رکن شامل کر لئے جائین باوجود اسکے بہ لحاظ مزید احتیاط اوس
جلسہ کے ایک رکن سے دریافت بہی کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اون مین اختلاف آرا
ہے۔ لہذا تیسرے رکن شریک کئے گئے جب ان تینون اراکین نے مقدمہ کی
بحث سنی تب متفقہ طور سے ہر سہ اراکین نے یہہ مقدمہ اجلاس خمسہ کے

ذا لنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ اوس عذر کا بھی تصفیہ کر دیا جائے جو عدم
اثبات جرم کی نسبت مختلف اشکال مین کیا گیا ہے اور جس کا ماحصل یہہ ہے کہ
شہادت استغاثہ سے کسی فعل کا سرزد ہونا ثابت نہین ہے کیونکہ شہادت استغاثہ
نہایت ناقص ہے اس کی نسبت یہہ کہنا کافی ہے کہ شہادت پیش شدہ سے
اون واقعات کا اثبات جن سے جرم بنتا ہے نہ صرف ناظم فوجداری سپرد کنندہ
نے اور عدالت سشن نے بلکہ مجلس عالیہ عدالت کے تین ارکان نے تسلیم کیا
ہے اور اون سب کی رائے مین ملزمین مرافعین کا مقام واردات پر نہ صرف
موجود رہنا بلکہ مارنے مین حصہ لینا بھی ثابت ہے پس اس نوبت مرافعہ پر ہم
اس کی ضرورت نہین پاتے کہ اس عذر کے طرف التفات کرین جو محض
موازنۂ شہادت سے متعلق ہے عدالت سشن نے اپنے فیصلہ مین اس بات پر
زور دیا ہے کہ محض عام شہادت پر اوس نے اکتفا نہین کیا بلکہ ان اشخاص ملزمین
کی نسبت جو خاص بیانات اس قسم سے گواہون نے کئے ہین کہ یہہ دوسرون
کے آگے تھے یا مار رہے تھے اور ان مین سے بعض کے پاس خون آلود کپڑے
یا آلات برآمد ہوئے ہین ان جملہ واقعات پر سے ان کی مجرمیت کی نسبت
رائے قایم کی گئی ہے احتیاطاً ہم نے اس بیان کی تطبیق جو عدالت سشن کے
فیصلہ مین درج ہے گواہون کے بیانات سے بھی کر لی اور ہم کو اُس کی صحت
کا پورا اطمینان ہو گیا میر مجلس صاحب خان بہادر مرزا حیدر حسین بیگ (حسین
یار جنگ بہادر) اور مولوی غلام اکبر خان صاحب (اکبر یار جنگ بہادر) نے بھی اجلاس
ارکان خمسہ مین بالاتفاق اسی پر اپنی رائے قایم کی ہے جس سے ہم کو پورا اتفاق
ہے یہان تک جو کچھ ہم نے لکھا ہے اوس سے ہم یہہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ واردات
کے وقت اوس جگہ موجود رہکر اوس مین حصہ لینا ملزمین مرافعین کی نسبت ثابت
ہے اس کے بعد سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ اون کا فعل کس جرم کی تعریف مین داخل
ہے اس کی نسبت یہہ امر قابل اظہار ہے کہ ناظم سپرد کنندہ نے فرد جرم مین بلوہ
حسب دفعہ (۱۴۷) اور قتل عمد حسب دفعہ (۳۰۲) درج کیا ہے ناظم عدالت سشن
نے فرد جرم کو تبدیل تو نہین کیا لیکن بلوہ کے الزام کو قایم رکھکر اپنے فیصلہ مین

رکھتے ہون تو (۱) اگر بحث واقعات کی ہے تو کوئی ایک اور رکن اجلاس مین شریک کر لئے جائینگے اور غلبۂ آرا پر فیصلہ ہوگا اور اگر باین ہمہ غلبہ حاصل نہو تو مقدمہ اجلاس کامل کو سپرد ہو جائیگا (۲) اور اگر اختلاف رائے ایسے امور مین ہے جو مسائل قانونی یا فقہی یا رسم ورواج سے متعلق ہون یا واقعات اور امور مذکور کی بحث مخلوط ہو یا گو بحث صرف واقعات کی ہو لیکن اجلاس منعقدہ کے ارکان مین سے کسی ایک کی مرضی ہو کہ مقدمہ اجلاس کامل مین سپرد کیا جائے تو مقدمہ اجلاس کامل مین سپرد کر دیا جائیگا"۔ روئداد پر نظر ڈالنے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ ہذا مین جلسہ منعقدہ کے ارکان مین نہ صرف امور واقعاتی یا مسائل قانونی مین اتفاق رائے نہو سکا بلکہ غالباً دونون کی نسبت کسی قدر اختلاف رہا اور اسی طرح اجلاس کامل ارکان ثلاثہ مین وہ شکل پیدا ہوئی جس کو دفعہ (۱۵) کے فقرہ دوم مین واقعات اور امور مذکور کی بحث مخلوط ہونا بیان کیا گیا ہے بہر حال ایسی حالت پیدا ہو گئی تہی جس کے لحاظ سے یہہ نہین تسلیم کیا جا سکتا کہ بروئے دفعہ (۱۵) اجلاس کامل ثلاثہ یا خمسہ مین مقدمہ "خلاف اختیار" سپرد کیا گیا اس فقرہ کے آخری جزو مین تو اس کی بہی اجازت دیگئی ہے کہ گو بحث صرف واقعات کی ہو تب بہی جلسۂ منعقدہ کے صرف ایک رکن کی "مرضی" ایسی ہو تو مقدمہ سماعت کے لئے اجلاس کامل مین سپرد کیا جا سکتا ہے اس موقع پر ہم یہہ بہی ظاہر کر دینا مناسب خیال کرتے ہین کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری سرکار عالی مین مرافعہ کے باب مین کوئی دفعہ ایسی موجود نہین ہے جس سے کوئی اثر مجلس عالیہ عدالت کے دستور العمل کے دفعہ ۱۵ پر پڑ سکتا ہو ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۳۴۸) مین صرف یہہ حکم ہے کہ ثنا منعقدہ سشن کی تجویز کا مرافعہ مجلس عالیہ عدالت مین ہو سکیگا لیکن اس کی صراحت نہین کی گئی ہے کہ مجلس عالیہ عدالت کے کس اجلاس مین ہو سکیگا اجلاسون کے اقسام اور انکی ترتیب کی نسبت جو کچھ احکام نافذ ہین وہ مجلس عالیہ عدالت کے دستور العمل ہی مین موجود ہین۔ پس ان وجوہ سے ہماری رائے مین رافعان کا یہہ عذر کہ مجلس عالیہ عدالت کا جلسہ کامل ارکان ثلاثہ یا خمسہ مجاز سماعت مقدمہ نہ تہا قابل لحاظ نہین ہے بقیہ عذرات مرافعہ پر تفصیلی نظر

کے مستحق ہین" (عذر چہارم متذکرہ بالا اور مرافعہ) نیز یہہ کہ ملزمین کی غرض مشترک
سینیہ ثابت نہین ہے جو خود عدالت ہائے تحت نے تسلیم کیا ہے دوسری کوئی
غرض مشترکہ ثابت نہین کی گئی ہے مجلس عالیہ کی یہہ تجویز کہ غرض مشترکہ مہلوکین
کو مار ڈالنیکی اور مجروحین کو ضرر پہونچانیکی تہی صحیح نہین ہے اور نہ یہہ صحیح ہے کہ
جو افعال سرزد ہوئی وہی غرض مشترکہ بنانے کے لیئے کافی ہین" (عذر ششم) وجہ
خصوصت جو مستغیث کو ذاتی ظاہر کیگئی تہی اور جسکی تائید مین بعض گواہون کی
شہادت بہی موجود ہے اوسکو بعض وجوہ سے عدالت سشن نے تسلیم نہین کیا
ایک وجہ یہہ بیان کیگئی تہی کہ ملزم نمبر ۳ کرپا رام نے مہلوک گوڑپا سے بجبر ایک
دستاویز قرضہ کی بابت لکہوائی تہی اس وجہہ سے دونون مین عداوت تہی دوسرے
یہہ کہ ملزم جنینا مضروب سے ایک عورت مشتکرا (قوم جنگم) سے ناجائز تعلق تہا جبر
پر مہلوک گوڑپا نے اعتراض کیا تہا یہی وجہ عداوت کی تہی ان دونون
وجوہ کو عدالت سشن نے تسلیم نہین کیا تاہم اس بناء پر کہ ملزمین کی موجودگی
بلوہ مین اور قتل کے مقام پر اور قتل کے وقت کافی شہادت سے ثابت ہوئی
اونکو مرتکب جرم قرار دیا اور وجہہ خصوصت کے اثبات کی ضرورت نہین خیال
کی ہماری بہی رائے ہین اس پر قانوناً کوئی اعتراض عاید نہین ہوسکتا جبکہ نفس
واقعہ ثابت ہو جس پر جرم کا اطلاق ہوتا ہو تو اسکی کوئی ضرورت نہین ہے
اور نہ قانونی لزوم ہے کہ وجہہ تحریک بہی ثابت ہو بلکہ ہم کو یہہ کہنے مین بہی تامل
نہین ہے کہ بصورت اثبات واقعہ (جس سے فعل جرم بنتا ہو) اگر وجہہ تحریک
سینیہ استغاثہ کی کافی تردید ہو جائے اور عدالت اوسکو غلط یا جہوٹ قرار دیوے
تب بہی محض اس بناء پر کہ اکثر مقدمون مین عدم اثبات جرم کا تصور قائم ہوتا
ہوگا اور یہی دراصل عدالت سشن و مجلس عالیہ عدالت نے تجویز کیا ہے" غرض
مشترکہ کی نسبت جو عذر ہے البتہ وہ کسی قدر اہمیت رکہتا ہے اور تماصر غور توجہ
کے قابل ہے اوس کا تعلق بلوہ کے الزام سے ہے جسکو ملزمین کی نسبت عدالت
سشن اور مجلس عالیہ عدالت نے (باتفاق رائے ناظم سپردکنندہ) ثابت قرار
دیا ہے بلوہ کی تعریف جو تعزیرات آصفیہ مین کی گئی ہے حسب ذیل ہے دفعہ

ناقابل علیحدہ طور سے ثابت کرنا ضرور ہے میر مجلس صاحب نے اپنی تجویز میں غرض
مشترکہ کی نسبت یہہ لکھا ہے کہ ملزمین کے لائق وکیل کی یہہ بحث ہے کہ اس مقدمہ
مین بلوہ حسب دفعہ ۱۴۹ ثابت نہین ہے لہذا ہر ایک ملزم کے افعال علیحدہ علیحدہ ثابت
کرنا چاہئیے اور وہ اپنے اپنے فعل کا ذمہ وار ہے بلوہ کے لیئے غرض مشترکہ کا
ثابت ہونا لازمی ہے "غرض مشترکہ" کا دار و مدار ایک ایسے مشترکہ نیت پر ہے
جسکا پورا احساس ہر شخص کے دل ہی مین ہو سکتا ہے مگر اوسکا ثبوت افعال سے
ہی کے ذریعہ سے ہوا کرتا ہے ملزمین کے لائق وکیل کی یہہ بحث ہے کہ ایسی مشترکہ
غرض جسکا ذکر دفعہ ۱۴۹ مجموعہ تعزیرات ہند میں کیا ہے ان افعال سے ثابت
نہین کیجا سکتی جو کہ موقع واردات پر سرزد ہوئے بلکہ اون کا ثبوت دیگر واقعات
سے ہونا چاہئیے جنکو موقع واردات سے کوئی تعلق ہو ہماری دانست مین یہہ
بحث صحیح نہین ہے اگر پانچ اشخاص مشترکہ طور سے ایک بڑی لکڑی اپنے کندھے
پر لیجائین تو یہہ کہنا دشوار ہوگا کہ اوس لکڑی کو ہٹانا سب کی غرض مشترکہ نہ
تھی جس طرح سے وہ لکڑی لیجا رہے ہین وہ خود اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ مشترکہ
غرض لکڑی کا لیجانا تھا اس وقت ہمارے سامنے آٹھہ ملزمین ہین ہر ملزم مظلومین
و مجروحین کو ایک موقع پر مار رہا ہے اگر ان مین سے ایک ملزم پر ضرب شدید کا مقدمہ
قائم ہو تو یہہ نہین کہا جاسکتا کہ مارنا اس ملزم کی غرض نہ تھی خود مارنے کے فعل سے
ظاہر ہے کہ مارنا اسکی اصلی غرض تھی اسی طرح فرداً فرداً ہر ملزم کی نسبت یہہ کہہ سکتے
ہین کہ مارنا اس کی غرض تھی کیونکہ وہ واقعی مارتا ہوا پایا گیا اور جبکہ آٹھہ ملزمین ایکنا
ہی مجروح و مظلوم کو مارتے ہوئے پائے گئے تو صاف ظاہر ہے کہ انکی غرض مشترکہ یہہ
تھی کہ اون کو مارین غرض مشترکہ کا اصل ثبوت ملزمین کے طرز عمل سے ہوا کرتا
ہے [illegible] واردات [illegible] ال ۱۴۹ [illegible] دوسرے ثبوت غیر متعلق
مین دیگر شہادت بھی لی جا سکتی ہے مگر [illegible] جو افعال ملزمین سے
سرزد ہوئے ہین وہ اکثر مقدمات مین غرض مشترکہ کا اہم ثبوت ہوا کرتے
ہین اس مقدمہ مین جو افعات کہ ثابت ہوئے ہین وہ یہہ ہین کہ قبل [illegible]
شروع ہونے [illegible] ملزمین ایک مقام پر جمع ہوئے تھے جیسا کہ گواہ نمبر ۴

کبھی کسی مجمع خلاف قانون یا اوسکے کسی شریک کیجانب سے مجمع مذکور کی غرض مشترکہ کے حاصل کرنے کے لئے جبر یا سختی عمل مین آئے تو اوس مجمع کا ہر شخص بلوہ کا مجرم کہلائیگا" (دفعہ ۱۴۳) اور مجمع "خلاف قانون" کی تعریف جو دفعہ ۱۴۱ مین کیگئی ہے اوس سے واضح ہے کہ پانچ یا زیادہ اشخاص کا ہر مجمع خلاف قانون کہلائیگا جبکہ اونکی غرض مشترکہ منجملہ دیگر صورت ہائے مصرحہ کے یہہ ہو کہ نقصان رسانی یا مداخلت بیجا یا کسی اور جرم کا ارتکاب کرین" اس مقدمہ مین جو واقعات ثابت قرار پائے ہین وہ یہہ ہین کہ جملہ (۴۳) اشخاص نے ملکر مہلوکین و مجروحین کے قیام سکونت پر جاکر اون پر حملہ کیا اور بعض کو اسقدر شدید ضربات پہونچائیں کہ چھ ہلاک ہوگئے نیز یہہ کہ جس وقت ملزمین اوس مقام پر پہونچے اون کے پاس تلوار۔ کلہاڑی۔ لاٹھیان اس قسم کے آلات موجود تھے بعض گواہون کی شہادت سے یہہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ ملزمین کا مجمع پہلے ایک مقام پر جمع ہوا تھا وہان سے مجمع کی شکل مین چلا اور اوسی مجمع کی شکل مین مقام واردات پر پہونچا اور اوسی مجمع کی شکل مین مہلوکین و مجروحین پر حملہ آور ہوا اور اوس حملہ مین ملزمین مرافعین نے اس طور سے حصہ لیا کہ اون کے بعض خاص افعال کی بھی گواہون نے صراحت کی ہے ان حالات مین سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ غرض مشترکہ کیا تھی کسی جرم کے "ارتکاب" کی تھی یا نہین اگر ارتکاب جرم کی نہین تھی تو اور کیا تھی اگر قتل ضرر شدید۔ یا کسی اور سنگین جرم کا تصور نہ کیا جائے تب بھی اسقدر تو ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ حملہ آور ہونے کی غرض یا نیت تھی اور اس حد تک تو شہادت پیش شدہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے (اظہار لیمبا مالی پٹیل) پس یہان دونون صورتین موجود ہین یعنے نہ صرف استنباط سے وہ غرض مشترکہ ثابت ہوتی ہے بلکہ شہادت پیش شدہ سے بھی تو ایسی حالت مین اس عذر کی کوئی بنیاد باقی نہین رہتی کہ "غرض مشترکہ" ثابت نہین ہے اس موقع پر ہم یہہ بھی بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہین کہ اگرچہ بلوہ کے مقدمات مین غرض مشترکہ کے ثابت ہونیکی ضرورت اس وجہہ سے مسلم ہے کہ بغیر اوسکے بلوہ کا جرم ہی نہین بنتا تاہم قانون مین کہین نہین بتایا گیا ہے کہ غرض مشترکہ" کو بطور واقعہ

کہ قانون میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے کہ بلوہ کے مقدمہ میں ملزمین کے
افعال سے غرض مشترکہ کا استنباط کیا جائے اس میں شک نہیں کہ بعض مقدمات
ایسی ہوتی ہیں کہ اون میں ماقبل کے واقعات سے یہی یہہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ
غرض مشترک دراصل کیا تھی دفعہ (۱۴۱) میں مجمع خلاف قانون کے جو اغراض
ظاہر کئے گئے ہیں وہ مختلف صورتوں پر مشتمل ہیں افراد میں سے بعض ایسی
ضرور ہیں کہ ان میں واقعات ماقبل اہم سمجھے جاوینگے مثلاً سرکار عالی یا مجلس قوانین سرکار عالی یا
یا کسی سرکاری ملازم کو جبکہ وہ اس سرکاری ملازمت کی حیثیت سے اختیار جائز کا
استعمال کر رہا ہو جبر مجرمانہ یا جبر مجرمانہ کی نمائش سے خوف دلانا یا کسی قانون
یا قانونی حکم کی تعمیل میں تعرض کرنا ان صورتوں میں اس امر کا تعین کہ غرض
کیا تھی اوس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہو سکتا جب تک کہ حالات و واقعات
ماقبل ظاہر نہ ہوں مگر اس [illegible] تھا یہی محض یہہ واقعہ کہ پانچ یا پانچ سے زیادہ
اشخاص نے [illegible] کسی وقت کسی شخص یا اشخاص کے مقابلہ میں کوئی ایسا
عمل کیا جو حملہ یا ضرر کی تعریف میں داخل ہو سکتا ہے باوجودیکہ واقعات [illegible]
[illegible] یا غرض [illegible] ڈالنے والے [illegible] کوئی بھی ثابت ہوں غرض مشترکہ کے
[illegible] قرار دئے جانے کے لئے کافی ہوگا مجمع ناجائز اور بلوہ سے متعلق جو دفعات
[illegible] میں قائم کی گئی ہیں اون میں [illegible]
جائے کہ پہلے سے غرض مشترکہ ایک ہو بلکہ [illegible] خلاف [illegible] ایسی شبہ کو رفع
کرنے کے لئے دفعہ ۱۴۰ میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص جو اون
[illegible] سے واقف ہو کر جن کے باعث کوئی مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے
بالارادہ اوس مجمع میں داخل ہو یا داخل رہے [illegible] مجمع خلاف قانون کا شریک
[illegible] اسی دفعہ کے ساتھ دفعہ ۱۴۵ کو پڑھنے سے [illegible] کی نسبت
[illegible] میں مدد ملتی ہے دفعہ ۱۴۹ سے [illegible] اگر مجمع خلاف قانون
کا کوئی شریک [illegible] اس مجمع کی غرض مشترک کے لئے کسی جرم کا ارتکاب کرے
یا کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس کو اس مجمع کے شرکا جانتے ہوں کہ اس غرض سے حاصل [illegible] میں
اوس کے ارتکاب کا احتمال ہے تو ہر شخص جو اوس جرم کے ارتکاب کے وقت

بسپا مالی پٹیل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے ہم اوس گواہ ثبوت کے اون بیانات
پر استدلال کرنا نہیں چاہتے جسمین اوس نے کہا ہے [illegible] کی آواز
اوسکو سنائی دی اور فغان کی نہین سنائی دی مگر اس جزو بیانات پر ہم استدلال
کر سکتے ہین [illegible] یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملزمین قبل [illegible] ایک موقع
پر جمع ہوئے اور وہان سے جتھا بندی کے ساتھ [illegible]
روانہ ہوئے پھر جب موقع واردات پر پہونچے پہلے گوڑپا کو [illegible] شروع کیا اور
اس کے بعد جو اوسکو بچانے کے واسطے آیا اون کو بھی [illegible] ہوئے
جس کا نتیجہ یہہ ہے کہ تین جانین تلف ہوئین اور تین اشخاص [illegible] مجروح ہوئے
اچھے ڈاکٹر نے جو پوسٹ مارٹم [illegible] سر [illegible] دیا ہے اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
ورکیا کے سر اور جسم ضربات سے بھرے پڑے تھے ایسی [illegible]
ہوا کہ ان ملزمین کی غرض مشترکہ مارنا تھی ہمارے دانست مین اون تمام
ملزمین کی غرض مشترکہ یہہ تھی کہ گوڑپا اور تمام اشخاص کو جو اوس کو بچانے کے
لئے آئین مارین [illegible] غرض مشترکہ کے جزو کو [illegible] بھی ڈالین
تب بھی دفعہ (۳۴) مجموعہ تعزیرات آصفیہ کے اثر سے ان مین ہر ملزم دوسرے
ملزم کے افعال [illegible] کا باعتراض سزا ذمہ دار ہوگا کیونکہ ہماری رائے
یہہ ہے کہ ان مین کا ہر ملزم مارنے کی نیت مشترک رکھتا تھا اور نہ صرف
مارنے کی نیت مشترک رکھتا تھا بلکہ مارنے مین شریک ہوا ہے وکیل نے اس مجمع
[illegible] سعی [illegible] پیر مجلس صاحب کے [illegible]
نقل کرنے سے ہمارا انشا یہہ ہے کہ اون وجوہ کا انکشاف ہو جن پر [illegible]
کی تجویز اصلی مبنی ہے اور جن سے غرض مشترکہ کا وجود اور اوسکا واقعات
اور حالات موجودہ سے ثابت ہونا ظاہر ہوتا ہے [illegible]
کہ ہائیکورٹ کی رائے مین قانوناً یہہ لازم نہین ہے کہ غرض مشترکہ کا وجود [illegible]
واقعہ ماقبل علیحدہ شہادت سے ثابت کیا جائے اس [illegible] یہہ بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ مشترک فعل یا افعال سے مشترک نیت یا غرض منسوب کر سکتے ہین
دفعہ (۳۴) قانون تعزیرات سے بھی مدد لی گئی ہے ہم اوپر یہہ ظاہر کر چکے ہین

نقص مندرجہ صدر سے کوئی دشواری پیش نہین آئی اور نہ در حقیقت انصاف
مین خلل واقع ہوا ہماری یہہ رائے امور ذیل پر مبنی ہے۔ شہادت تائید الزام
ملزمین کے مواجہ مین پیش ہوئی تھی اور گواہون نے انھین کی زبان مین شہادت ادا کی
تھی اور اون کے طرف سے اون گواہون پر جرح کی سوالات کئے گئے تھے
لہذا یہہ نہین کہا جاسکتا کہ ملزمین اون واقعات سے ناواقف رکھے گئے ہین جن
سے جرم متعلق تھا یا یہہ کہ وہ حالات اون کو معلوم نہین کرائے گئے جن مین
جرم کا ارتکاب ہوا۔ یہہ سب ہونیکے بعد جب فرد جرم مرتب ہوکر سنائی
گئی تو اوس مین یہہ بتایا گیا کہ تم نے فلان مقام پر فلان اشخاص کو زخمی
اور ہلاک کیا یہہ سنکر ملزمین نے جواب دیا کہ اونہون نے ارتکاب جرم نہین
کیا یہہ انکار مطلق ہے اس مین یہہ جرم سے انکار کرنا داخل ہے کیونکہ اگر یہہ
تصور کیا جائے کہ محض بلوہ کرنے سے انکار ہے اسلئے بلوہ سے انکار نہین ہے
تو اس کا یہہ جواب کافی ہے کہ بلوہ سے انکار نکرنا بمنزلہ اقرار کے بھی تو نہین
ہے پس ایسی حالت مین یہہ اعتراض کوئی وقعت نہین رکھتا کہ بلوہ کی
نسبت صراحت نہین کی گئی یعنے فرد جرم مین اسکے واقعات بیان نہین
کئے گئے خصوصاً اس وجہہ سے بھی کہ بعض ملزمین نے جو شہادت صفائی
پیش کی ہو وہ عام ہے اور اوس کا منشاء یہہ ہے کہ وہ ملزمین واقعہ کے وقت
کسی اور مقام پر تھے جو شخص ارتکاب جرم سے انکار محض کرنیکے بعد یہہ ثابت
کرنا چاہتا ہو کہ وہ مقام واردات پر نہین بلکہ کہین اور تھا اوسکی نسبت یہہ
نہین سمجھا جاسکتا کہ اوس کو فرد جرم کے کسی نقص سے ایسی غلط فہمی ہوئی
ہے جو در حقیقت مخل انصاف ہے اس مقدمہ مین ان ملزمین کے علاوہ جو
صرف اپنی عدم موجودگی ثابت کرنا چاہتے تھے بعض ملزمین ایسے بھی ہین جنہون
نے یہہ ظاہر کرنیکی کوشش کی ہے کہ بیرونی اشخاص یعنے حملہ کے باغیون
نے ہنگامہ کیا تھا جس مین وہ خود شریک نہ تھے اس سے بھی صاف ظاہر
ہوتا ہے کہ باوجود فرد جرم کے نقص کے اونکو نوعیت الزام اور اوس کے
واقعات معلوم ہوچکے تھے ان تمام امور کی موجودگی مین ہم اسکو کسی طرح

اون مراتب سے مطلع ہوسکے جن کا الزام اوس پر لگایا گیا ہے۔
(ج) قانون اور اوسکی اوس دفعہ کا حوالہ درج کیا جائیگا جسکی رو سے ملزم کا فعل جرم ہو۔
(لا) وقت و مقام ارتکاب جرم مع اوس شخص یا شئے کے نام کے جسکے مقابلہ مین یا جسکی
نسبت جرم کا ارتکاب ہوا ہو اور جو مناسب طور پر ملزم کو اس امر سے مطلع کرنیکے لئے
کافی ہو کہ اوس پر کس جرم کا الزام لگایا گیا ہے۔
(د) اگر مقدمہ اس قسم کا ہو کہ مراتب متذکرہ بالا سے ملزم کو صاف طور پر یہہ معلوم ہوسکے کہ اوس
پر کیا الزام لگایا گیا ہے تو وہ حالات جن مین جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو درج کئے جائینگے

اس دفعہ کو بیان اس وجہ سے نقل کیا ہے کہ اس کے قرار دادہ معیار سے
فرد جرم زیر بحث کی صحت کا اندازہ کرسکین اگرچہ اس فرد جرم مین بلوہ اور
قتل انسان کے الفاظ نہین لکھے گئے ہین لیکن حسب فقرہ (ب) انکا لزوم
بھی نہین ہے کیونکہ دفعہ [illegible] مین درج کیا جاسکیگا کے الفاظ استعمال کئے گئے ہین
جس سے اختیار پایا جاتا ہے نہ کہ لزوم۔ فرد جرم مین دفعات تعزیرات
آصفیہ کا حوالہ حسب منشاء فقرہ ج درج کیا گیا ہے اور وقت و مقام ارتکاب
جرم مع اون اشخاص کے نامون کے جن کی نسبت جرم کا ارتکاب ہوا بتادیا
گیا ہے۔ البتہ حسب منشاء فقرہ (لا) صرف یہہ امر غور طلب ہے کہ آیا یہہ اندراج
ملزمین کو مناسب طور پر اسباب سے مطلع کرنیکے لئے کافی تھا یا نہین کہ اون پر
کس جرم کا الزام لگایا گیا ہے ہماری رائے مین بلوہ کے الزام سے مطلع کرنیکے
لئے تو موجودہ فرد جرم کا اندراج کافی نہین خیال کیا جاسکتا لیکن قتل کی الزام
سے مطلع کرنیکے لئے کافی ہے اور اگرچہ یہہ امر اندراج فرد جرم سے ظاہر نہین
ہوتا کہ قتل کا ارتکاب کن حالات مین ہوا اور یہہ نقص قابل اعتراض
ضرور ہے تاہم [illegible] امر پر غور کرتے ہین کہ آیا اس سے جوابدہی [illegible] بعض
یا شہادت صفائی پیش کرنے مین کوئی غلط فہمی یا دقت ملزمین کو ہوئی یا نہین
اور اس وجہ سے انصاف مین [illegible] حقیقتہً ناکامی واقع ہوا یا اور کہا جاسکتا ہے
یا نہین تو کل روداد مقدمہ پر کامل غور کرنے کے بعد ہماری رائے یہہ قرار
پائی ہے کہ ملزمین کو جوابدہی مین یا شہادت صفائی پیش کرنے مین

مجموعہ تعزیرات سرکار عالی قانون ۵ بابتہ ۱۳۲۴ف دفعہ ۳۴ ۔ غرض و نیت مشترکہ کسطرح ثابت کی جاسکتی ہے۔ فرد قرارداد جرم مین دفعہ ۷ قانون تعزیرات کا ذکر نہ کرنے کا اثر۔ دفعہ ۵۳۸ ضابطہ فوجداری۔

مجرمین پر الزام دفعہ ۳۴ تعزیرات سرکار عالی کا اس بنا پر ہے کہ انھون نے عداوت کی وجہ بدلا لینے کے لئے مستغیثین اور متوفی کے پیر اور انگلیان بسولہ سے قطع کر دئے جسکے صدمہ سے ایک شخص فوت ہوگیا اور دوسرے مجروح صحت یاب ہوئے عدالت العالیہ نے مجرمین کی نسبت چودہ سالکی قید سخت بحال رکھا جسکے خلاف یہہ مرافعہ ہے قرار دیاگیا کہ دفعہ ۷ قانون تعزیرات کے لئے بلاشبہ نیت مشترکہ کا ثابت کرنا ضروری ہے لیکن یہہ امر ہر مقدمہ کے حالات پر منحصر ہے کہ نیت مشترکہ کا ثبوت کافی ہے یا نہیں بعض اوقات نیت کے اثبات کے لئے ایک مستقل اور علیحدہ شہادت بھی پیش ہوسکتی ہے لیکن اگر افعال کا ایسا سلسلہ ثابت کیا جائے جن مین کسی شبہہ و شک کی گنجایش باقی نہ رہے تو خود افعال ہی اکثر صور تو نمین نیت کو واضح کر دینے مین نیت انسانی افعال کا نتیجہ ہوتی ہے اور نتیجہ سے نیت کو بلحاظ سلسلہ واقعات باسانی معلوم کیا جاسکتا ہے حالات مقدمہ کے لحاظ سے ملزمین کی نیت اور غرض واحد و مشترک تھی وہ سب یکسان طور پر اون نتایج کے ذمہ دار ہین جو انکے افعال سے وقوع مین آئے یہہ عذر کہ دفعہ ۷ قانون تعزیرات کا ذکر فرد قرارداد جرم مین نہونیسے غلطی ہوئی اس نوعیت پر نتیجہ خیز نہین ہے محض غلطی یا فرد گذاشت جو ترتیب فرد جرم مین ہو حسب دفعہ ۵۳۸ ضابطہ فوجداری موثر نہین اور اگر موثر ہو بھی تو ادنی نقصان مرافعان کو نہین پہونچا کیونکہ اوس فرد گذاشت سے ان کے حقوق مین کوئی بے انصافی نہین ہوئی۔

منجانب مرافع۔ رائے لچھمی ناتھ صاحب وکیل و مولوی محمد اصغر صاحب پونشن و مولوی عنایت حسین خان صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ۔ مولوی سید ابوالقاسم صاحب وکیل سرکار۔

فیصلہ۔ پولیس ضلع رائچور نے (۵) نفر ملزمین مرافعین کا بعلت قتل حسب دفعہ ۳۰۲ تعزیرات سرکار عالی عدالت فوجداری ضلع رائچور مین بایں بیان

تسلیم نہیں کر سکتے کہ ادن کو الزام کے سمجھنے مین غلط فہمی یا شہادت صفائی کے پیش کرنے مین دشواری ہوئی قانون نے خلل انصاف کا معیار یہہ نہیں قرار دیا ہے کہ اون کے دفعات متعلقہ ترتیب فرد جرم کی پوری پابندی نہیں کی گئی بلکہ یہہ کہ در حقیقت یعنے بطور واقعہ انصاف نہ ہو سکا یہہ معیار مفروضہ نہین ہے بلکہ ہر مقدمہ کے واقعات سے تعلق رکھتا ہے اور عدالت کی ایسی رائے پر منحصر ہے جو جملہ حالات پر غور کرنے اور ادنکو جانچنے کے بعد قائم کی جائے اس موقع پر یہہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس اختیار تمیزی کے استعمال کی نسبت عدالت کی ہدایت کے لئے دفعہ ۵۰۴ مین ایک توضیح قائم کی گئی ہے جسکی عبارت یہہ ہے اس تصفیہ کرنے مین کہ آیا مجموعہ ہذا کی ایسی کسی کارروائی مین غلطی یا ترک فعل یا بیضابطگی سے انصاف مین خلل واقع ہوا یا نہین عدالت اس بات کا لحاظ رکھیگی کہ کارروائی کی ابتدائی نوبت مین کوئی اعتراض حسب فقرہ الف یا فقرہ ب کیا جا سکتا تھا یا کیا جانا چاہیئے تھا یا نہین اس مقدمہ مین ابتدائی نوبت مین کوئی ایسا اعتراض کیا جا سکتا تھا لیکن نہین کیا گیا اور نہ کسی نوبت مابعد پر کیا گیا بلکہ پہلی دفعہ ہمارے سامنے بحث کے وقت اوسکو وکیل مرافع نے ظاہر کیا۔ ان جملہ وجوہ سے ہم حسب منشاء دفعہ ۵۰۴ ضابطہ فوجداری اس پر مجبور ہین کہ اس تجویز سزا کو جو عدالت مجاز نے صادر کی ہے مرافعہ مین منسوخ یا تبدیل نہ کرنے کی رائے قائم کرین لہذا باادب تمام بارگاہ خسروی مین ہم یہہ مشورہ عرض کرتے ہین کہ مرافعہ نامنظور فرمایا جائے

نظائر دکن جلد ۵ ۱۳۳۴ف صفحہ ۵۶ دکن لا رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ ۱۳۳۴ف صفحہ ۷۷

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر و جناب نواب سراج یار جنگ بہادر و جناب نواب جیون یار جنگ بہادر

خواجہ وغیرہ ملزمین مرافعان بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

مرافعہ بخلاف تجویز مصدرہ جناب مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب و جناب مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب و جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاروقی ارکان جلسہ کاملہ مجلس عالیہ عدالت صادر کئے کہ ملزم مرافعہ ۱۴ سال قید با مشقت مین بسر کرے

نشان مقدمہ [illegible]

اون کو ایک کھیت میں لے گئے اور وہان وڈر تیپگا اور ناگاوڈر کے پیر اور ناگاو ہیڈر کے ہاتھ کی انگلیان تلوار اور بسولہ سے کاٹ ڈالین چنانچہ وڈر تیپگا اس صدمہ سے فوت بھی ہو گیا اور چوتھے شخص چینگا کو پہلے دن ملزمون نے محروس رکھا اور دوسرے دن پولیس کے آجانیکی وجہہ سے چھوڑ دیا شہادت اور شہادت کے اس نتیجہ پر ہمارے روبرو کوئی معقول اعتراض نہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کیا گیا ہے جو کچھ کیا گیا ہے وہ صرف یہہ ہے کہ جب منشاء دفعہ ۱۴۹ تعزیرات سرکار عالی نیت مشترکہ شہادت سے ثابت نہین ہے بلاشبہ نیت مشترکہ کا ثابت کرنا اغراض دفعہ کے لئے ضروری ہے لیکن یہہ امر ہر مقدمہ کے حالات پر منحصر ہے کہ نیت مشترکہ کا ثبوت کافی ہے یا نہین بعض اوقات نیت کے اثبات کے لئے ایک مستقل اور علیحدہ شہادت بھی پیش ہو سکتی ہے لیکن اگر افعال کا ایسا سلسلہ ثابت کیا جائے جس مین کسی شک و شبہ کی گنجایش باقی نہ ہے تو خود افعال ہی اکثر صورتون مین نیت کو واضح کر دیتے ہین یہہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیت انسانی افعال ہی کا نتیجہ ہوتی ہے اور نتیجہ سے سبب کو بلحاظ سلسلہ واقعات باسانی معلوم کیا جاسکتا ہے اس مقدمہ مین جس سلسلہ سے واقعات ظہور مین آئے ہین اور جس بیرحمانہ طریقہ سے ایک شخص کی جان لیگئی اور دو شدید طور پر مجروح اور ہمیشہ کے لئے بیکار کر دئے گئے اوس سے بجز اس کے کوئی اور نتیجہ اخذ نہین کیا جاسکتا ہے کہ ملزمین کی نیت اور غرض واحد اور مشترک تھی۔ مجروحین متوفی کی گرفتاری اور پھر اون کو کچھ عرصہ تک محروس رکھکر لیجانے کے بعد دیگرے ایک خاص اہتمام کیساتھ ایک علیحدہ مقام پر لیجاکر شدید بیرحمی کیساتھ بسولہ اور تلوار سے اونکے اعضاء کی قطع و برید اون کی نیت کو کافی طور پر نمایان اور روشن کرتی ہے اسلئے ہم کو کوئی شبہ نہین ہے کہ جملہ ملزمین کی نیت اور غرض مشترک تھی اور وہ سب یکسان طور پر اون نتائج کے ذمہ دار ہین جو اونکی افعال سے وقوع مین آئی ان [illegible] سے قطع نظر کرکے ایک اور طریقہ سے بھی ہماری رائے مین یہہ بحث اس مقدمہ مین [illegible] سکتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ

یالان پیش کیا کہ ملزمین سے اور سمیان وڈر پیگاد ناگاوڈر سے عرصہ سے عداوت
تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے ملزمین نے مستغیثین ناگاوڈ ہیرو ناگاوڈر اور مہلوک
وڈر پیگا کے پیر اور انگلیاں لبولہ سے بتاریخ ۲۱ امرداد ۱۳۴۳ف بمقام موضع
ون ہال قطع کردیں جس کے صدمہ سے ایک شخص مسمی وڈر پیگا فوت ہو گیا
وردوسرے مستغیث صحت یاب ہو گئے لہذا بمقابلہ ملزمین حسب ضابطہ
سزائے قانونی صادر فرمائی جائے۔ ناظم عدالت فوجداری ضلع مذکور نے بعد تحقیقات
و ترتیب فرد قرارداد جرم ملزمین کو سپرد عدالت سشن صوبہ گلبرگہ شریف
کیا۔ ناظم عدالت سشن نے بعد تحقیقات مزید یہ تجویز کی کہ مسمی پلی گنڈ یا ملزم
نمبر (۱) بپاداش جرم اعانت قتل انسان مستلزم سزا تحت دفعہ ۲۴۴ و ۲۶۶
مجموعہ تعزیرات سرکار عالی چودہ سال قید سخت میں بسر کرے اور ایک
ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرے اور بقیہ ملزمین بھی چودہ چودہ سال قید سخت میں
بسر کریں۔ اس تجویز سزا کی منظوری کے لئے جب مثل مجلس عالیہ عدالت
میں وصول ہوئی تو ملزمین نے بھی مرافعات پیش کئے۔ ارکان جلسہ کامل مجلس
عالیہ عدالت نے بمنظوری مرافعہ پلی گنڈ یا ملزم نمبر (۱) کو جرم منسوبہ سے بری
کرکے بقیہ ملزمین کی سزائے مجوزہ عدالت سشن کو بحال رکھا۔ مجلس عالیہ
عدالت کی تجویز کی ناراضی سے ملزمین مرافعین نے محکمہ جوڈیشل کمیٹی میں
درخواستہائے مرافعہ حسب دفعہ ۵ ضابطہ جوڈیشل کمیٹی باین استدعا پیش کیا
ہے کہ بہ منظوری مرافعہ فیصلہ جات زیر مرافعہ منسوخ فرما کر ملزمین مرافعین
جرم منسوبہ سے بری کئے جائیں ان مرافعات کو پیشگاہ خداوندی سے ذریعہ فرمان
واجب الاذعان مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ شرف منظوری عطا ہوا۔ ہم
نے کونسل ملزمین و وکیل سرکار کی بحث بالتفصیل سماعت کی۔ شہادت
جو اس مقدمہ میں پیش کی گئی ہے وہ بالکل صاف اور غیر مشتبہ ہے اور یہ
امر بلا کسی شک و شبہ کے ثابت ہے کہ مرافعین مع چھ کس دیگر مجرمین
کے اور دوڈر پیگا متوفی کو پکڑ کر لیگئے اور ایک مکان میں اون کو کچھ عرصہ
تک ستون سے باندھ کر رکھا بعد ازاں سیکہ بعد دیگرے ملزمین مرافعین

و پنڈت کیشو راؤ صاحب ارکان

پوجاری سمنتو (ملزم) مرافع

بنام

سرکار عالی (مستغیث) مرافعہ علیہ

ال۔ مال مسروقہ کو مسروقہ جان کر رکھنا۔ بدنیتی۔ برآمدی مال مسروقہ اور اس کے متعلق قیاس۔ دفعہ ۳۴۴ تعزیرات۔

جرم دفعہ ۳۴۴ تعزیرات سرکار عالی متعلق کرنے کے لیئے اس امر کے اثبات کی ضرورت ہے کہ ملزم نے اس مال کو مال مسروقہ جانکر بدنیتی سے لیا۔ محض کسی شخص کے قبضہ سے مال کا برآمد ہونا کافی نہیں ہے۔

ملزم اصالتاً حاضر

نجانب سرکار مولوی محمد عسکری حسن صاحب کونسل۔

فیصلہ۔ واقعات اس مقدمہ کے یہ ہیں کہ مسماۃ بانی بی کے بیان ۲۷ اسفندار ۱۳۳۱ف کے روز سرقہ ہوا۔ منجملہ مال مسروقہ کے ایک چیز جس کا نام ممپول طلائی ہے اور جس کی قیمت عـــہ ہے۔ مسماۃ کنکی زوجہ یلا مری راما کے کان ن بازار میں دکھائی دی۔ مستغیثہ نے اس کی اطلاع پولیس میں دی۔ پولیس نے مال مذکور کنکی زوجہ راما کے قبضہ سے برآمد کرلیا۔ مسماۃ مذکور نے بیان کیا کہ اس کے شوہر راما نے اوس کو پہننے دیا تھا۔ راما بھی گرفتار کرلیا گیا اوس نے یہ بیان کیا کہ پوجاری سمنتو نے اوس کے پاس رہن رکھا تھا۔ پوجاری سمنتو بھی گرفتار کرلیا گیا جو اس مقدمہ کا ملزم ہے اوس نے بیان کیا کہ یہ مال اوس نے ناگا سے خریدا ہے۔ مجسٹریٹ منجگلی نے پوجاری سمنتو پر دو جرائم ثابت قرار دئے۔ ایک جرم دفعہ ۳۴۴ تعزیرات سرکار عالی اور دوسرا خلاف ورزی قانون جرائم پیشہ دفعہ ۲۳۔ اور ملزم کو پہلے جرم میں دو سال اور دوسرے جرم میں ایک سال کی سزا دی۔ اس کا مرافعہ

بحال

راضی بتجویز جلسہ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۱۸ اردی بہشت ۱۳۳۲ف مشعر اینکہ سمنتو کا مرافعہ نامنظور فیصلہ عدالت تحت

منجملہ مرافعین کے لچھما پنڈا و لچھما و فتح پور خواجہ جوہ اشخاص ہین جنہون نے ناگاودو کے پیر قطع کئے جو ہنوز زندہ ہے اسلئے کونسل مرافعین کی بحث یہہ ہے کہ یہہ اشخاص صرف ضرر شدید کے مرتکب ہوئے ۔ اور نرسن گوڑ جس نے ایک بانم سعی لچھمن دھوبی کیا تھا مگر دڈریپکا متوفی کے پیر قطع نہ کئے اپنے فعل کا ذمہ دار ہے تینون اشخاص مذکورہ کو نرسن گوڑہ کے فعل ہلاکت سے کوئی تعلق نہین ہے پس اگر کونسل مرافعین کی یہہ بحث تسلیم بھی کر لی جائے اور یہہ قرار دیا جائے کہ دفعہ تعزیرات سرکار عالی کا کوئی اثر اس مقدمہ مین نہین ہے تب بھی نتیجہ صرف یہہ پیدا ہوگا کہ سوا ئے نرسنگوڑہ کے جس نے سیودڈریپکا کے پیر قطع کئے تھے جو فوت ہو چکا ہے باقی تین مرافعین متذکرہ بالا ضرر شدید حسب دفعہ ۲۶۶ تعزیرات آصفیہ کے مجرم قرار پائین گے اور چونکہ اس دفعہ کی رو سے بھی انتہائی سزائے قید چودہ سال مقرر ہے اور یہی سزا مرافعین کی نسبت مجلس عالیہ عدالت سے تجویز کی گئی ہے اسلئے نتیجتاً یہہ بحث بحق ملزمین مفید نہین ہو سکتی ہے بالآخر کونسل مرافعین نے اس سلسلہ مین اس جانب بھی اشارہ کیا ہے کہ دفعہ کے متعلق فرد جرم مین کوئی ذکر نہین ہے جس سے ملزمین کو غلط فہمی ہوئی ۔ ہماری رائے مین یہہ عذر اس نوبت پر مرافعین کے حق مین نتیجہ خیز نہین ہے اول تو اس وجہہ سے کہ محض غلطی یا فرو گذاشت جو ترتیب فرد جرم مین کی گئی ہو موثر نہین (دفعہ ۵۴۳ ضابطہ فوجداری) اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے یہہ فرض کر کے کہ دفعہ تعزیرات سرکار عالی اس مقدمہ پر موثر نہین ہے وہی سزا بحال رہتی ہے جو مجلس عالیہ نے تجویز کی ہے اسلئے اس فرو گذاشت سے فی الحقیقت ملزمین کے حق مین کوئی بے انصافی بھی نہین ہوتی اندرین حالات ہم بادب یہہ مشورہ بارگاہ خسروی مین عرض کرنیکی عزت حاصل کرتے ہین کہ یہہ جملہ مرافعات نامنظور ہونا چاہیے

نظائر دکن جلد ۵ بابتہ سنہ ۱۳۳۴ف صفحہ ۱۳۳ ۔ ۶۹ ۔ دکن لا رپورٹ جلد ۱۵ بابتہ سنہ ۱۳۳۴ف

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب نواب سراج یار جنگ بہادر و نواب ذوالقدر جنگ بہادر

عدالت سشن مین ہوا جو نامنظور کر دیا گیا۔ اپیل ثانی مجلس عالیہ عدالت مین ہوئی۔ جہان بھی سزا بحال رہی۔ اس حکم کا مرافعہ ہمارے پاس پیش ہے ہم نے بحث وکیل سرکار کی سماعت کی۔ قیدی بھی اسوقت ہمارے سامنے حاضر تھا۔ ہماری رائے مین یہ مرافعہ قابل منظوری ہے دفعہ ۴۱۴ کے ثابت قرار دینے مین جن اجزا کے اثبات کی ضرورت ہے وہ اس مقدمہ مین ثابت نہین ہین۔ یہ ثابت نہین ہے کہ ملزم نے اس مال کو مال مسروقہ جان کر بدنیتی سے لیا۔ محض کسی شخص کے قبضہ سے مال کا برآمد ہونا کافی نہین ہے۔ نیز جبکہ ملزم نے اس مال کو علانیہ استعمال کیا تھا اور مال مذکور (۶) ماہ کے بعد برآمد ہوا ہے اس سے بدنیتی کا قیاس قائم نہین رہتا۔ بہرحال ہماری رائے مین جرم مذکور ثابت نہین ہے۔ اب رہا دوسرا جرم مندرجہ دفعہ ۲۳ قانون اقوام جرائم پیشہ۔ چونکہ مجلس نے اس جرم کو ثابت قرار نہین دیا۔ اور اگر ثابت قرار دیتی تو بھی ہم یہ تجویز کرتے کہ یہ فعل دفعہ ۲۳ مین داخل نہین ہو سکتا۔ تاہم چونکہ ملزم دو سال سے زیادہ عرصہ سے جیل مین رہچکا ہے لہذا اس کی نسبت کسی تجویز کی ضرورت نہین ہے۔ ہماری رائے مین اگر مجلس مین ان امور کی نسبت ملزم کی طرف سے توجہ دلائی جاتی تو مجلس ضرور غور کرتی۔ یہان منجانب سرکار مولوی سید عسکری حسن صاحب کونسل مقرر کئے گئے تھے کونسل موصوف نے منجانب سرکار لیاقت سے پیروی کی اور ان نقائص کو بھی صاف طور پر بتا دیا لہذا بکمال ادب بیشگاہ خداوندی مین ہم عرض کرتے ہین کہ مرافعہ منظور کیا جائے۔ ملزم بری کر دیا جائے۔

دکن لارپورٹ جلد ۱۶ بابتہ ۱۳۲۵ف صہ ۳۱

مرافعہ جوڈیشل کمیٹی

باجلاس جناب رائے بیجناتھ صاحب مشیر قانونی جناب نواب فاروق یار جنگ بہادر جناب نواب ضیا یار جنگ بہادر

حسن محمد مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

مرافعہ بخلاف تجویز جلسہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۱۴ اردی بہشت ۱۳۲۴ف مشعر اینکہ ملزم سات سال قید با مشقت مین ہے

کے نظائر اسی اصول پر پائے جاتے ہین جس کے لحاظ سے ایسے ملزم رہائی یافتہ کے بر خلاف ازدیاد سزا کی نگرانی کا جواب نفی مین دیا جائیگا عدالت العالیہ سرکار عالی کے ایک نظیر بھی اس بارہ مین دستیاب نہین ہوئی جس مین یہہ طے کیا گیا ہو کہ ایسے ملزم کو سزا مکرر دینا جائز ہے۔ یہی ایک مقدمہ زیر مرافعہ اگر یہہ قرار دیتے ہے تو پہلی نظیر قائم ہوگی۔ والا فلا۔ بخلاف اس کے کثرت سے فیصلے موجود ہین جن مین یہہ طے کیا گیا ہے کہ ایسے ملزمین کے بر خلاف جنہون نے سزا قانونی کو پورا کر لیا ہو یا جنکی میعاد سزا قانونی پوری ہو کر وہ آزادی حاصل کر چکے ہون۔

اونکو بصیغہ نگرانی زاید سزا نہین ہو سکتی اس موقع پر مناسب حال ایک مختصر فہرست فیصلہ جات درج حاشیہ کیجاتی ہے جس سے میرے استدلال کی تائید ہو سکیگی ان مین نہ صرف ہمارے ہی ہائیکورٹ کے فیصلہ نہین بلکہ برٹش انڈیا کے مختلف ہائیکورٹون کے بھی فیصلہ جات ہین۔ لہذا مین ادبا بارگاہ خسروی مین عرض کرونگا کہ تجویز عدالت العالیہ جس کا یہہ مرافعہ ہے منسوخی کے قابل ہے۔

رائے بجنسہ صاحب مشیر قانونی۔ اس مقدمہ مین صرف یہہ قانونی سوال تصفیہ طلب ہے کہ جب ملزم سزائے مجوزہ عدالت تحت بھگت چکے تو اوس کے بعد مجلس عالیہ عدالت بصیغہ نگرانی ازدیاد سزا کا حکم قانوناً صادر کر سکے

"نظائر مجلس عالیہ عدالت"

(۱) دکن لا رپورٹ جلد ا صفحہ ۳۸۳ (۲) دکن لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۷ و ۲۰۳ (۳) دکن لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۳۶۱ (۴) دکن لا رپورٹ جلد (۱۱) صفحہ ۶۰ (۵) دکن لا رپورٹ جلد (۴) صفحہ ۶۱۱ - نظائر برٹش انڈیا"........

(۱) جلد (۲۹) پنجاب ویکلی رپورٹر سنہ ۱۹۱۳ء (۲) جلد ۴ پنجاب ویکلی رپورٹر سنہ ۱۹۰۶ء (۳) جلد (۱) لاہور ۵۳۳ (۴) پنجاب ریکارڈ سنہ ۱۸۸۹ء

(۵) جلد (۹) مدراس لا رپورٹر صفحہ ۹۵-۹۶ ... دفعہ ۴۳۹ ایکٹ شرح سنہ ۱۸۹۸ء (۶) انڈین کیسز جلد (۲۱) سنہ ۱۹۱۳ء پنجاب صفحہ ۱۷۴ سرکار بنام ہری سنگھ وغیرہ (۷) ویکلی نوٹس مدراس سنہ ۱۹۱۲ء صفحہ ۵۰ حصہ فوجداری۔

(۸) ویکلی رپورٹر کلکتہ حصہ فوجداری جلد ۲۳ صفحہ ۱۷ بمقدمہ کویل وولدی بنام کتنی چینا۔

اختیار سماعت اور اختیار تجویز مین جو اصولی فرق ہے وہ محققین کے نکتہ رس نگاہون سے
پوشیدہ نہین ہے اس موقع پر مین ایک بدیہی امر کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہون تاکہ صورت
مسئلہ پر اوس سے روشنی پڑے وہو ہذا۔ نگرانی کا اختیار ہائیکورٹ اس وقت استعمال مین لائیگی
جبکہ کبھی رہائی پر بیجا رہائی کا اطلاق ہو اگر رہائی بیجا رہائی بیجا کے تصور مین نہ آسکے تو اوسکو بیجا رہائی
کے معنی مین لیکر اختیار صدور سزا کا متعلق کرنا در حقیقت مصلحت قانونی کے برخلاف مقصود
ہوگا جسپر بیشتر برٹش انڈیا کے نظائر دلالت کرتے ہین اس مقدمہ کا ملزم ایک سزا یافتہ
ملزم ہے جس نے اپنی قانونی سزا کا زمانہ پورا کر دیا ہے اس کے بعد وہ قید سے آزاد ہو چکا
قانون اور واقعات کے لحاظ سے ہرگز اس رہائی پر رہائی بیجا کا اطلاق نہین ہو سکتا
لیکن اس تقدیر مین کہ یہہ رہائی رہائی بیجا نہین کہی جا سکتی تب یہہ کہنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے
کہ ہائیکورٹ نے تجویز سزا مین اپنے جائز اختیار کو کام مین لایا یہہ امر مسلمات عقلیہ
سے ہے کہ جو چیز اختتام کو پہونچ جاتی ہے اوس مین ازدیاد یا اضافہ کے تصور کا دخل
باقی نہین رہتا۔ یہان مقصود نگرانی جس سزا کا زاید کرنا تہا وہ ختم ہو چکی تہی پس
جو چیز کہ بجائے خود باقی نہ رہے فنا ہو جائے بڑہائی کیونکر جا سکتی ہے سلسلہ سزا
جب ایک مرتبہ منقطع ہو گیا اور کوئی چارہ کار قانونی اوس کے برخلاف باقی نہین رہا
تب اوس کو جدید اہمیت مین لانا ایک نیا مقدمہ ہوگا جس سے غرض نگرانی وابستہ نہین
ہے اگر یہہ احتمال پیدا کیا جائے کہ سزا کا کم تجویز کرنا ایک ایسا امر ہے جس پر عدالت اتفاقاً
بہ صیغہ نگرانی غور کر سکتی ہے تو اوس سے صورت حال پر جو اس مقدمہ مین واقع ہے
کوئی اثر نہین پڑ سکتا دیکہو نظیر مدراس ہائیکورٹ بمقدمہ اپا جلیا ملزم بنام ملک معظم
بمقدمہ دگن لا رپورٹ جلد ۲ فیصلہ جات ممالک غیر صفحہ ۴۳ جس مین صاف طور پر یہہ
اصول طے کیا گیا ہے کہ قلت سزا جو کہ جواز قانونی کی صورت مین ہو اور ملزم اوسکو
پورا کر چکا ہو تو بہ صیغہ نگرانی دست اندازی کی وجہ نہین ہو سکتی برٹش انڈیا کے
سلسلہ نظائر کے دیکہنے سے یہہ امر بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے کہ ایسے نگرانی مین سزا
بڑہانے سے انکار کیا ہے حتی کہ ملزمین سزا یافتہ سابق کے نسبت بہی جنکی سزا دہی
مین خاص طور پر اہمیت کا دخل ہے ایسی صورتون مین عام ملزمین کے مساوات
کا عمل رہا ہے یعنے سزا کے بڑہانے سے انکار کیا گیا ہے اس وقت تک برٹش انڈیا

اور مجلس عالیہ عدالت نے چارون ملزمین کو قتل کا مجرم قرار دیکر سزائے قید دوام تجویز کی ہے اس حکم کی ناراضی سے چارون ملزمین نے ضابطہ جوڈیشل کمیٹی کی دفعہ ۲۶ کے تحت درخواست پیش کی کہ مقدمہ جوڈیشل کمیٹی کے تفویض کیا جائے۔

پیشگاہ صدارت عظمی سے ہم مین اپنی رائے عرض کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ ہم نے کونسل اور وکلائے فریقین کی بحث تفصیل کے ساتھ سماعت کی۔

اس مقدمہ مین پہلا امر جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیا ملزمین کی کوئی غرض مشترک یا وجہ تحریک ثابت ہے یا نہین۔ استغاثہ کی جانب سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزمین نے بعد مشورہ بذریعہ گرچنتی کلپا مہلوک اور اوس کے بھائی سے یہ کہلا بھیجا کہ کھیت موسومہ سرومابند ہولہ مین کچھ دلیا ہیون کی کیگئی ہے تم مین قوت ہو تو ہتھیار لیکر آؤ اس بیان کی تائید مین کوئی شہادت پیش نہین کی گئی ہے۔ گرچنتی کلپا استغاثہ کی جانب سے پیش نہین کیا گیا ہے اور ملزمین نے اپنی صفائی مین پیش کیا ہے اور اوس نے اس واقعہ سے قطعاً انکار کیا ہے اس کے قطع نظر مہلوک کی زوجہ سیوا نے استغاثہ کی جانب سے جو شہادت دی ہے اوس مین وہ کسی سابقہ عداوت سے منکر ہے اور وہ یہ بیان کرتی ہے کہ کھیت مین جانے کے قبل اوسکے شوہر کی ملزمین مین سے کوئی عداوت نہ تھی اگر ملزمین کی جانب سے کوئی اوس قسم کا پیغام بھیجا گیا ہوتا تو مہلوک کی زوجہ کو اوسکی ضرور اطلاع ہوتی اور وہ ایسے اہم امر کو اپنی شہادت مین ضرور بیان کرتی اور مہلوک صرف اپنے بھائی کو لیکر نہ جاتا بلکہ گاؤن کے دوسرے آدمیون کو بھی اپنے ساتھ لیکر مقابلہ کی تیاری کے ساتھ جاتا اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ہم اس غرض کو ثابت نہین قرار دیسکتے لائق وکیل سرکار نے بھی یہ تسلیم کیا کہ اس مقدمہ مین ملزمین کی کوئی مشترکہ نیت یا وجہ تحریک ثابت نہین ہے۔

ان حالات مین صرف یہ امر قابل غور ہے کہ آیا جملہ مرافعان یا اون مین سے کوئی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو قتل عمد کی حد تک پہونچتا ہو اس کا تصفیہ کرنے کیلئے جو تین گواہون کے بیانات پر غور کرنے کی ضرورت ہے یعنے کلکن گوڑہ گواہ نمبر (۲) راجیا گواہ نمبر ۳ اور بنی صاحب گواہ نمبر ۵ بنی صاحب اور راجیا دونون بیان کرتے ہین کہ وہ ایک دوسرے کے قریب موجود تھے لیکن اون کے بیانات [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ اون مین متعدد امور کے متعلق اختلاف ہے جنکی نا قصی سشن جج نے

شہادت ناقابل بھروسہ ہونا۔

جوڈیشل کمیٹی سے تجویز ہوئی کہ (۱) وجہ تحریک اور غرض مشترک ناثابت ہے اور جبکہ یہ دونوں
امور ناثابت ہیں تو ایسی حالت میں یہ امر قابل غور ہے کہ آیا جملہ مرافعان (ملزمین)
یا اون میں سے کوئی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو قتل عمد کے حد تک پہونچتا ہو اس امر
کے تصفیہ کے لئے شہادت پر غور کیا جانا ضروری ہے۔

(۲) منجانب استغاثہ جو شہادت پیش ہوئی ہے اون کے بیانات میں اختلاف ہے
اور ایک گواہ جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کو یہی ملزمین نے اولاً ضربات پہونچائے
اور جب آٹھ دس آدمی ایک آدمی پر لاٹھیوں سے حملہ کریں اور اوس کو ضربات پہونچائیں
تو ظاہر ہے کہ وہ اس قابل نہیں رہ سکتا کہ بعد کے واقعات اوس تفصیل کے ساتھ
دیکھ سکے جیسا کہ اوس نے بیان کیا ہے لہذا جملہ شہادت ناقابل اعتبار ہے۔

منجانب مرافعان پنڈت گرراؤ صاحب وکیل

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید ابوالقاسم صاحب وکیل و مولوی مرتضیٰ خان صاحب وکیل سرکار

فیصلہ ۔ موضع سنگنور تعلقہ یلبرگہ ضلع کپل میں بتاریخ ۲۲ خورداد ۱۳۳۰ف بوقت
صبح ۸ ساعت ایک شخص مسمی گرنگوڑہ قتل ہوا اور اوسکا بھائی مسمی کڑکی گوڑہ زخمی
ہوا۔ کڑکی گوڑہ نے اوسی دن پولیس پٹیل موضع کو اطلاع دی اور کوتوالی سے تفتیش
کی کارروائی فوراً آغاز کی گئی مستغیث نے گیارہ ملزمین کے نام ابتدائی رپورٹ میں بیان
کئے۔ منجملہ ان کے ایک فوت ہو چکا ہے۔ پانچ کے مقابلہ میں مقدمہ رجوع ہوا بقیہ
ملزمین فرار ہو گئے ہیں۔ ناظم فوجداری نے صرف ایک ملزم کو قتل کی علت میں
سپرد عدالت سشن کیا اور بقیہ تین ملزمین کے مقابلہ میں بلوہ معہ ضرر کا الزام
قائم کرکے اپنے اجلاس پر تحقیقات کا حکم دیا۔ اس حکم کی ناراضی سے مجلس عالیہ
عدالت میں نگرانی کی گئی اور مجلس عالیہ عدالت نے جملہ ملزمین کے سپرد عدالت
سشن کئے جانیکا حکم دیا۔ اس حکم کی بناء پر جیون راؤ و وینکٹ راؤ کلان ۔ وینکٹ
راؤ خورد اور لاڑے صاحب بلوہ معہ قتل کی علت میں سپرد عدالت سشن
کئے گئے۔ عدالت سشن نے بعد قلم بندی شہادت جملہ ملزمین کو بری کیا۔
اس حکم کی ناراضی سے سرکار عالی کی جانب سے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ ہوا